اَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ

عقیدۂ ختم النبوۃ

جلد سوم

الناشر


الله
رسول
محمد



أنا خاتم النبيين لا نبي بعدي

عقیدۂ ختم نبوت پر علمائے اسلام کی تحقیقی کتب و رسائل کا انسائیکلوپیڈیا

عقیدۃ ختم النبوۃ

جلد سوم

الادارة لتحفظ العقائد الاسلامية

بسم الله الرحمن الرحيم

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ
وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ

الآية ٤٠ سورة الاحزاب

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ

قَصِیْدَۃُ بُرْدَۃ شریف

از: شیخ العرب والعجم امام محمد شرف الدین بوصیری مصری شاذلی رحمۃ اللہ علیہ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

اے میرے مالک و مولیٰ درود و سلام نازل فرما ہمیشہ ہمیشہ تیرے پیارے حبیب پر جو تمام مخلوق میں افضل ترین ہیں۔

مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الْکَوْنَیْنِ وَالثَّقَلَیْنِ
وَالْفَرِیْقَیْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّمِنْ عَجَمِ

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سردار اور مولیٰ ہیں دنیا و آخرت کے اور جن و انس کے اور عرب و عجم دونوں جماعتوں کے۔

فَاقَ النَّبِیّٖنَ فِیْ خَلْقٍ وَّ فِیْ خُلُقٍ
وَلَمْ یُدَانُوْہُ فِیْ عِلْمٍ وَّلَا کَرَمِ

آپ ﷺ نے تمام انبیاء علیہم السلام پر حسن و اخلاق میں فوقیت پائی اور وہ سب آپ کے مراتب علم و کرم کے قریب بھی نہ پہنچ پائے۔

وَکُلُّھُمْ مِّنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ مُلْتَمِسٌ
غَرْفًا مِّنَ الْبَحْرِ اَوْ رَشْفًا مِّنَ الدِّیَمِ

تمام انبیاء علیہم السلام آپ ﷺ کی بارگاہ میں ملتمس ہیں آپ کے دریائے کرم سے ایک چلو یا باران رحمت سے ایک قطرے کے۔

وَكُلُّ اٰيٍ اَتَى الرُّسُلُ الْكِرَامُ بِهَا
فَاِنَّمَا اتَّصَلَتْ مِنْ نُّوْرِهٖ بِهِمِ

تمام معجزات جو انبیاء علیہم السلام لائے وہ دراصل حضور ﷺ کے نور ہی سے انہیں حاصل ہوئے۔

وَقَدَّمَتْكَ جَمِيْعُ الْاَنْبِيَآءِ بِهَا
وَالرُّسُلِ تَقْدِيْمَ مَخْدُوْمٍ عَلٰى خَدَمِ

تمام انبیاء علیہم السلام نے آپ ﷺ کو (مسجد اقصیٰ میں) مقدم فرمایا مخدوم کو خادموں پر مقدم کرنے کی مثل۔

بُشْرٰى لَنَا مَعْشَرَ الْاِسْلَامِ اِنَّ لَنَا
مِنَ الْعِنَايَةِ رُكْنًا غَيْرَ مُنْهَدِمِ

اے مسلمانو! ہمارے لئے خوشخبری ہے کہ اللہ ﷻ کی مہربانی سے ہمارے لئے ایسا ستون عظیم ہے جو کبھی گرنے والا نہیں۔

فَاِنَّ مِنْ جُوْدِكَ الدُّنْيَا وَضَرَّتَهَا
وَمِنْ عُلُوْمِكَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

یارسول اللہ ﷺ آپ کی بخششوں میں سے ایک بخشش دنیا و آخرت ہیں اور علم لوح و قلم آپ ﷺ کے علوم کا ایک حصہ ہے۔

وَمَنْ تَكُنْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ نُصْرَتُهٗ
اِنْ تَلْقَهُ الْاُسْدُ فِيْ اٰجَامِهَا تَجِمِ

اور جسے آقائے دوجہاں ﷺ کی مدد حاصل ہو اسے اگر جنگل میں شیر بھی ملیں تو خاموشی سے سر جھکا لیں۔

لَمَّا دَعَا اللّٰهُ دَاعِيْنَا لِطَاعَتِهٖ
بِاَكْرَمِ الرُّسُلِ كُنَّا اَكْرَمَ الْاُمَمِ

جب اللہ ﷻ نے اپنی طاعت کی طرف بلانے والے محبوب کو اکرم الرسل فرمایا تو ہم بھی سب امتوں سے اشرف قرار پائے۔

سلامِ رضا

از: امام اہلسنت مجدد دین و ملت حضرت علامہ مولانا مفتی قادری حافظ
امام احمد رضا محقق محدث قادری برکاتی حنفی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

مہرِ چرخِ نبوت پہ روشن درود
گلِ باغِ رسالت پہ لاکھوں سلام

شبِ اسریٰ کے دولہا پہ دائم درود
نوشۂ بزمِ جنت پہ لاکھوں سلام

صاحبِ رجعتِ شمس و شق القمر
نائبِ دستِ قدرت پہ لاکھوں سلام

حجرِ اسود و کعبۂ جان و دل
یعنی مُہرِ نبوت پہ لاکھوں سلام

جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا
اس جبینِ سعادت پہ لاکھوں سلام

فتحِ بابِ نبوت پہ بے حد درود
ختمِ دورِ رسالت پہ لاکھوں سلام

مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضا
مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

محفوظہ جمیع الحقوق

نام کتاب	عقیدۃ ختم النبوۃ
ترتیب و تحقیق	حضرت علامہ مفتی محمد امین [illegible]
جلد	سوم
سن اشاعت	2006ء / ۱۴۲۷ھ
قیمت	225/-

ناشر

الادارۃ لتحفظ العقائد الاسلامیۃ

آفس نمبر 5، پلاٹ نمبر Z-111، عالمگیر روڈ، کراچی

www.khatmenabuwat.com

www.khatmenabuwat.net

فہرست

نمبر شمار	تفصیل	صفحہ نمبر
1	حضرت علامہ مولانا محمد حمید اللہ خان [illegible]	9
	حالات زندگی	11
	ردِ قادیانیت	19
2	فہرست درۃ الدرانی	25
3	درۃ الدرانی علیٰ ردۃ القادیانی (سن تصنیف: 1901ء / ۱۳۱۸ھ)	27
4	مبلغ اسلام شاہ عبد العلیم صدیقی [illegible]	411
	حالات زندگی	413
	ردِ قادیانیت	423
5	فہرست مرزائی حقیقت کا اظہار	427
6	مرزائی حقیقت کا اظہار (سن تصنیف: 1929ء / ۱۳۴۷ھ)	429
7	سید پیر مہر علی شاہ چشتی [illegible]	517
	حالات زندگی	519
	ردِ قادیانیت	533
8	فہرست ھدیۃ الرسول	557
9	ھدیۃ الرسول (سن تصنیف: 1899ء / ۱۳۱۷ھ)	559

حضرت علامہ مولانا

محمد حمید اللہ خان درانی مجددی نقشبندی حنفی رحمۃ اللہ علیہ

- حالاتِ زندگی
- ردِ قادیانیت

حالات زندگی

خاندانی پس منظر: حضرت علامہ مولانا محمد حیدر اللہ خان نقشبندی حنفی درانی کے آباء واجداد افغانستان سے ہجرت کر کے برصغیر تشریف لائے اور آپ کا تعلق وہاں کے حکمران احمد شاہ درانی ابدالی کے خاندان سے تھا۔ جس کے متعلق آپ اپنی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں۔ ''میں حامی اسلام شہنشاہ یعنی حضرت احمد شاہ درانی صاحبزادہ کے خاندان سے ہوں۔'' برصغیر میں ان کا تعلق جہانپور کا تجاں سے تھا۔

پیدائش: مولانا درانی صاحب کے آباؤ اجداد کے متعلق تفصیل تو معلوم نہیں ہو سکی ہے، البتہ مولانا درانی صاحب کی اپنی تحریر سے اتنا معلوم ہوا کہ آپ کے والد کا نام سیف اللہ خان اور دادا کا نام حضرت نواب مرزا خان درانی علیہما الرحمۃ تھا۔ آپ اپنی کتاب میں بیان فرماتے ہیں۔ ''مؤلف رسالہ ہٰذا کے جد امجد حضرت نواب مرزا خان درانی صاحبزادہ نے ایک سو دس برس کی عمر میں اخیر نکاح کیا جس سے تین فرزند متولد ہوئے اور کوئی اثر ہرم کا نہ تھا۔ (۱) عطاء اللہ خان مختار الدولہ (۲) صدیق اللہ خان (۳) سیف اللہ خان۔ پس مؤلف رسالہ حضرت نواب مرزا خان صاحبزادہ کے تیسرے فرزند سیف اللہ خان صاحبزادہ کا فرزند ہے۔'' حضرت علامہ مولانا محمد حیدر اللہ خان کا سن ولادت اور وصال معلوم نہ ہو سکے تاہم اتنا ضرور ہے کہ آپ ۱۳۰۶ھ، (۱۸۸۸ء) سے قبل پیدا ہو گئے تھے، (نہ صرف یہ بلکہ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ ۱۳۰۶ھ میں آپ کی عمر بیس سال سے زائد تھی۔ اس کی تفصیل آگے آ رہی ہے) اس لئے کہ آپ پنجاب کے مشہور صاحب علم صوفی بزرگ حضرت شیخ غلام محی الدین قصوری دائم الحضوری (۱۲۰۲ھ تا ۱۲۷۰ھ/ ۱۷۸۹ء تا ۱۸۵۵ء) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلیفہ حافظ مولانا غلام نبی للّٰہی (۱۲۳۴ھ تا ۱۳۰۶ھ/ ۱۸۱۹ء تا ۱۸۸۸ء) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سلسلہ نقشبندیہ

مجددیہ میں بیعت تھے اور آپ کے پیر و مُرشد کا سن وصال ۱۳۰۶ھ ہے۔

علم ظاهری کی تکمیل: مولانا درانی صاحب نے علمِ ظاہری اپنے پیر و مرشد حافظ مولانا غلام نبی للٰہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے حاصل کیا اور ابتدائی سلوک کی منزلیں طے کیں۔ آپ کے پیر و مرشد اپنے عزیزوں اور مخلصوں کی طرف لکھے جانے والے خطوط آپ کے سپرد کرتے تھے۔ تاہم بعد میں اپنے مُرشد زادے ثانی حضرت حافظ دوست محمد للٰہی (۱۲۶۶ھ تا ۱۳۱۷ھ/۱۸۵۰ء تا ۱۹۰۰ء) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس رہ کر نسبت مجددیہ کی تکمیل کی۔ اور ان کی طرف سے بھی ضروری روایات کی تحقیق اور خطوط لکھنے کا کام آپ کے سپرد ہی تھا۔ ثانی حضرت کے اکثر مکتوبات آپ کے تحریر کردہ ہیں۔ ثانی حضرت ان مکتوبات کے آخر میں اپنے دستخط فرما دیتے تھے اور بعض اوقات دستخط بھی نہیں کرتے تھے۔ ثانی حضرت حافظ دوست محمد للٰہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ کو اپنی خلافت سے بھی نوازا تھا۔ آپ اپنے پیر و مرشد سے بے انتہا محبت فرماتے تھے، اپنے پیر و مرشد کے وصال پر آپ نے جو تاریخہائے وصال کے سلسلے میں ابیات لکھے ہیں اس سے آپ کی اپنے پیر و مرشد سے دلی وارفتگی کا اندازہ ہوتا ہے اور یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کو شاعری کا صرف ذوق ہی نہیں تھا، بلکہ خود شاعری بھی فرماتے تھے۔ ذیل میں ان کی بیت کے چند اشعار جو کہ فارسی میں ہیں، اردو ترجمے کے ساتھ پیش کیے جاتے ہیں۔

فلکا! بس کن ازیں گردشِ بیہودہ طائل ماہ بکیمیں مرا خاک نمودی حائل

(اے آسمان! یہ لاحاصل گردش بند کر، میرے اور ماہِ بکیمیں کے درمیان تو نے خاک حائل کر دی)

آہ، صد آہ ازیں صدمہ کہ بر جان رسیدہ بلبلِ گل نہ بہ بلبل بر جان شدہ نازل

(آہ، صد آہ! اس صدمہ پر جو میری روح کو پہنچا، کسی بلبل کو بھی پھول کے فراق پر نہ پہنچا ہوگا)

مددی حضرت للٰہ بروحِ پاکت غیر تو نیست معینم دگر از خویش و قبائل

(یا حضرت للٰہی اپنی روحِ پاک سے میری مدد کیجئے میرے خویش و قبائل میں کوئی بھی آپ کے بغیر معین و مددگار نہیں)

ہاتف از غیب ندا داد بگو صاحبِ دل ہائے قیومِ زماں زِ دنیا راحل

(جب میں نے سالِ وفات کے بارے میں غور کیا تو ہاتف نے غیب سے آواز دی کہ اے صاحبِ دل کہہ "ہائے قیومِ زماں زِ دنیا راحل")

تاریخہائے وصال کے سلسلے میں یہ اشعار بھی آپ ہی کے ہیں۔

بیہات شد عالم ویراں بی نور شدند زمین و زماں

(افسوس! دنیا ویران ہو گئی، زمین و زماں بے نور ہو گئے)

بد چشمۂ فیض رساں کامل بسیار شدہ زاہد عامل

(وہ کامل اور چشمۂ فیض رساں تھے ان کے فیض سے کئی زاہد اور عالمِ باعمل بن گئے)

چہ کنم اکنوں کہ شد واصل صدہا کردہ عالم فاضل

(کیا کروں کہ اب وہ وصال پا گئے جنہوں نے سینکڑوں عالم و فاضل بنائے تھے)

چوں پرسیدم از عقلِ نہاں سن رحلت غوث و قطبِ زماں

(جب میں نے عقلِ نہاں سے غوث و قطبِ زماں کے سن رحلت کے بارے میں پوچھا)

بہ ہزار افسوس و نالہ و فغاں ہو واصل بذات اللہ گفت آں

(اس نے ہزار افسوس و نالہ و فغاں کہا "ھو وصل بذات اللہ")

راقم الحروف کو مولانا درانی کی سیرت کے گمنام گوشوں کی تلاش کے سلسلے میں ان کے خانوادے کے ایک بزرگ کا مکتوب بھی ملا جس میں یہ لکھا تھا کہ "مولانا حیدر اللہ خان درانی کو ایک مرتبہ آپ کے پیر و مرشد اور استاد حضرت علامہ مولانا حافظ غلام نبی للٰہی علیہ رحمۃ

نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ذمہ علم ظاہر کی خدمت لگائی ہے، اس پر اپنی توجہ مرکوز رکھو۔ چنانچہ آپ ریاست حیدرآباد دکن تشریف لے گئے، علمی دنیا میں نام پایا، کتب تصنیف کیں اور اہم عہدہ پایا (عہدہ کے بارے میں علم نہ ہو سکا)۔"

مسند افتاء: آپ فتویٰ نویسی بھی کرتے تھے آپ کے پیر و مرشد کے محبوب خلیفہ حضرت مولانا محمد حسن خان بجنوری کو اپنے پیر و مرشد کی طرف سے ملنے والے وظیفے یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ کے سلسلے میں جب اعتراضات کا سامنا کرنا پڑا تو مولانا محمد حسن خان صاحب نے ان اعتراضات کے جواب کیلئے مولانا درانی صاحب کی طرف ایک استفتاء بھیجا۔ مولانا درانی صاحب نے اس وظیفہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ کو عقلی اور نقلی دلائل سے ثابت کیا اور اس کے جائز ہونے کا فتویٰ دیا۔

اس فتوے کو "فتویٰ جواز یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ" کے نام سے ۱۳۳۶ھ میں "انجمن نعمانیہ ہند لاہور" نے ہندوستان کے سربرآوردہ علمائے احناف کی تصدیقات کیساتھ شائع کیا۔ استفتاء اور اس کا جواب ملاحظہ ہو۔

استفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ پڑھنا یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ کا شرک ہے یا جائز؟ اور اگر شرک ہے تو جو شخص اس کو جائز رکھتا ہو یا پڑھتا ہو اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ اور اگر نماز درست ہے تو جو نماز اس کے پیچھے پڑھی ہو اس کا اعادہ چاہیے یا نہیں؟ بینوا توجروا

جواب:

اس وظیفہ کا پڑھنا جائز اور معمولات بعض مشائخ جیلانیہ (قادریہ) سے ہے۔

چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ" میں فرمایا ہے۔ کہ بعضے اصحاب طریقۂ قادریہ یا شیخ رابرائے حصول مطالب بایں طور ختم میکنند کہ اول دو رکعت نماز بعد ازاں یکصد و یازدہ بار کلمۂ تمجید و یکصد و یازدہ بار شیئاً للہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی انتہی۔ اور جو شخص اس کو پڑھتا ہو اس کے پیچھے نماز درست۔ اور بعض جواس کے پڑھنے کو شرک و کفر کہتے ہیں آیت ایاک نعبد وایاک نستعین اور والذین تدعون من دون اللہ. الایۃ اور لاتدع من دون اللہ. الایۃ وحدیث اذا سالت فاسئل اللہ واذا استعنت فاستعن باللہ سے جواس کے عدم جواز کا استدلال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگرچہ آیات والذین تدعون من دون اللہ. الایۃ ولاتدع من دون اللہ. الایۃ کافروں کے حق میں آئی ہیں کہ بتوں کو ندا کرتے تھے، لیکن اصول کا قاعدہ ہے کہ اللفظ للخصوص والعبرۃ للعموم۔ یہ اس صورت میں ہے کہ حضرت شیخ کو وسیلہ نہ سمجھتا ہو بلکہ بالاستقلال حاضر و ناظر و متصرف و حاجت روا سمجھے کہ صریح کفر و شرک ہے اور اگر وسیلہ و مظہر عون الٰہی جانتا ہو، جائز و روا ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے زیر آیت ایاک نعبد وایاک نستعین تحریر فرمایا ہے۔ کہ استعانت از غیر بوجہیکہ اعتماد بر آں غیر باشد و اورا مظہر عون الٰہی نداند حرام ست واگر التفات محض بجانب حق است و اورا یکے از مظاہر دانستہ و نظر بکارخانہ اسباب و حکمت او تعالیٰ در آں نمودہ بغیر استعانت ظاہری نماید دور از عرفان نخواہد بود و در شرع نیز جائز و رواست و انبیاء و اولیاء ایں نوع استعانت بغیر کردہ اند و در حقیقت ایں نوع استعانت بغیر نیست بلکہ استعانت بحضرت حق است انتہی۔ توسل و استعانت بارواح اولیاء سیرت سلف و خلف صالحین سے ہے۔ چنانچہ جذب القلوب میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔ ابن ابی شیبہ بسند صحیح آوردہ است کہ در زمان عمر رضی اللہ عنہ قحطے اُفتاد شخصے

بقبر شریف نبوی آمد وگفت یارسول اللہ استسق لامتک فانھم قدھلکوا آنحضرت ﷺ درخواب اوآمد وفرمود برو بعمر ؓ بشارت دہ کہ باراں خواہد شد وابن الجلا میگوید کہ بمدینہ رسول اللہ ﷺ درآمدم ویک دو فاقہ برمن گذشتہ بود بقبر شریف ستادم وگفتم انا ضیفک یارسول اللہ وبخواب رفتم پیغمبر خدا را دیدم ﷺ رغیفی بدست من داد نصفے را ہم درخواب خوردم چوں بیدار شدم نصف دیگر در دست من باقی بود۔ صاحب مواہب نے لکھا ہے کہ مکہ معظمہ میں میرے ایسا درد ہوا کہ اطباء اس کے علاج سے عاجز آئے میں نے آنحضرت ﷺ سے استعانت کی آرام ہوگیا۔ اور لکھا ہے کہ میں زیارت سے پھر کر مصر جاتا تھا کہ میری خادمہ کو جن سے آسیب پہنچا میں نے استغاثہ بجناب رسالت پناہ ﷺ کیا، آرام ہوگیا۔ شیخ محدث دہلوی نے شرح مشکوٰۃ کے باب زیارت قبور میں لکھا ہے۔ حجۃ الاسلام امام محمد غزالی گفتہ ہر کہ استمداد کردہ شود بوی درحیات استمداد کردہ میشود بعد از وفات ویکے از مشائخ عظام گفتہ است دیدم چہار کس را از مشائخ کہ تصرف میکنند در قبور خود مانند تصرفہائے ایشاں درحیات خود یا بیشتر شیخ معروف کرخی وشیخ عبدالقادر جیلانی ودو کس دیگر را از اولیاء شمردہ مقصود حصر نیست انچہ خود دیدہ ویافتہ است گفتہ وسیدی احمد بن رزوق از اعاظم فقہاء ومشائخ دیار مغرب است گفت کہ روزے شیخ ابوالعباس حضرمی از من پرسید کہ امداد حی اقویست یا امداد میت من گفتم قومی میگویند امداد حی قوی تراست ومن میگویم امداد میت قوی تر است پس شیخ گفت نعم زیرا کہ وے در بساط حق است ودر حضرت اوست ونقل دریں معنی ازیں طائفہ بیشتر از آنست کہ حصر واحصا کردہ شود ویافتہ نے شود در کتاب وسنت واقوال سلف صالح کہ منافی ومخالف باشد ورد کند ایں را انتہی۔ اور اسی طرح کی کتاب الجہاد میں لکھا ہے چہ میخواہند ایشاں باستمداد وبامداد کہ ایں فرقہ منکر اند آنرا آنچہ ما فہمیم ازاں اینست کہ داعی محتاج فقیر الی اللہ دعا میکند خدا را وطلب میکند حاجت خود را از جناب عزت

وثنائے وے وتوسل میکند بروحانیت ایں بندہ مقرب ومکرم درد رگاہ عزت وے ومیگوید خداوندا ببرکت ایں بندۂ تو کہ رحمت کردہ او را بلطف وکرمی کہ بوی داری برآور دہ گردان حاجت مرا کہ تو معطی کریمی یاندا میکند ایں بندہ مکرم ومقرب را کہ اے بندۂ خدا اے ولی وے شفاعت کن مرا، بخواہ از خدا کہ بدہد مسئول ومطلوب مرا وقضا کند حاجت مرا پس معطی ومسئول پروردگار ست تعالیٰ وتقدس ونیست ایں بندہ درمیان مگر وسیلہ ونیست قادر وفاعل ومتصرف در وجود مگر حق سبحانہٗ واولیائے خدا فانی وہالک اند در فعل الٰہی وقدرت وسطوت وے ونیست ایشاں را فعل وقدرت وتصرف نہ اکنون کہ در قبور اند ونہ وراں ہنگام کہ زندہ بودند در دنیا واگر ایں معنی کہ در امداد واستمداد ذکر کردیم موجب شرک وتوجہ بما سوائے حق باشد چنانچہ منکر زعم میکند پس باید کہ منع کردہ شود توسل وطلب دعا از صالحان ودوستان خدا در حالت حیات نیز وایں ممنوع نیست بلکہ مستحب ومستحسن است باتفاق وشائع است در دین انتہی۔ تفسیر عزیزی میں سورۂ انشقت کی تفسیر میں لکھا ہے بعضے از خواص اولیاء اللہ را کہ آلہٗ جارحہ تکمیل وارشاد بنی نوع خود گردانیدہ اند دریں حالت ہم (یعنی در حالت موت) تصرف در دنیا دادہ واستغراق انہا بجہت کمال وسعت مدارک آنہا مانع توجہ بایں سمت نمیگردد واویسیاں تحصیل کمالات باطنی از آنہا مے نمایند وارباب حاجات حل مشکلات خود را از انہا مے طلبند ومے یابند انتہی۔ علاوہ ازیں اوراد ماثورہ میں بھی اس قسم کے اعمال ہیں کہ جو یاشیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ سے مشابہ ہیں۔ چنانچہ حصن حصین میں آیا ہے۔ وان اراد عونا فلیقل یاعباداللہ اعینونی یاعباداللہ اعینونی یاعباداللہ اعینونی یعنی اور جو چاہے مدد کسی امر میں، چاہیے کہ کہے اے بندہ خدا کے مدد کرو میری اے بندہ خدا کے مدد کرو میری۔ اے بندہ خدا کے مدد کرو میری۔ اور دوسری جگہ حصن حصین میں آیا ہے۔ ومن کانت لہ ضرورۃ فلیتوضا فیحسن وضوہ ویصلی

رکعتین ثم یدعوا اللّٰھم انّی اسئلک واتوجہ الیک بنبیک محمّد نبیّ الرّحمۃ یامحمّد انّی اتوجہ بک الی ربّی فی حاجتی ھذہ لتقضی لی اللّٰھمّ فشفعہ فی یعنی جس کو ہووے کوئی ضرورت پس وضو کرے اور اچھا وضو کرے اور پڑھے دو رکعتیں نفل کی پھر دعا کرے یہ یا اللہ تحقیق میں مانگتا ہوں تجھ سے حاجت اپنی اور متوجہ ہوتا ہوں طرف تیرے ساتھ وسیلہ نبی ﷺ تیرے کے کہ حضرت محمد ﷺ نبی رحمت ہیں یا حضرت محمد ﷺ تحقیق میں متوجہ ہوتا ہوں ساتھ وسیلے تیرے کے طرف پروردگار اپنے کے بیچ اس حاجت اپنی کے تا کہ روا کی جاوے حاجت واسطے میرے یا اللہ پس شفاعت قبول کر ان کی میرے حق میں۔ ظاہر ہے کہ ان ہر دو اعمال میں ندا اور استمداد موجود ہیں، پس جو اعتراض باشیخ الخ پر وارد ہوتے ہیں وہی ان اعمال پر بھی وارد ہوتے ہیں لیکن اگر ان کی جواز و عدم جواز کا استفتاء کیا جاوے تو یقین ہے کہ جواز ہی کا فتویٰ دیا جاوے گا پس اسی قیاس سے اگر یاشیخ الخ کی بھی عدم شرک و جواز کا فتویٰ دیا جاوے تو کیا مضائقہ۔ اور قطع نظر از یں کہ ندا و استمداد معمول و ماثور ثابت ہوتی ہے لیکن ثقات سے جو معلوم ہوا وہ یہ ہے کہ اس وظیفہ میں ندا اور استمداد سے کچھ تعلق نہیں بلکہ مطلق ان الفاظ میں باذن اللہ تعالیٰ تاثیر ہے۔ اور اگر کسی حاجت کے واسطے پڑھا جاتا ہے تو بحولہ تاثیر ہوتی ہے، بشرطیکہ کسی کامل شخص سے پوچھا ہو اور بلا اجازت کاملین اس وظیفہ کے پڑھنے میں امید تاثیر نہیں۔ پس اس صورت میں اوراد ماثورہ پر مواظبت اولیٰ و انسب ہے۔ فقط واللہ اعلم وحکمہ احکم۔

کتبـــــــــــــــہ

فقیر حقیر محمد حیدر اللہ عفی عنہ

جلال پوری

تصانیف

آپ کی تاریخ پیدائش و وصال کی طرح آپ کی سیرت کا یہ پہلو بھی گوشہ گمنامی میں ہی رہا، تاہم پھر بھی ایک کتاب کی معلومات ہو سکی ہے، جس کا ذکر آپ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے۔

۱..... **شرح متن متین:** قواعد نحویہ کے اصول پر مشتمل کتاب ''متن متین'' کی شرح تحریر فرمائی ہے جس کا حوالہ اپنی اس کتاب میں کئی مقامات پر دیا ہے۔

رد قادیانیت

۱..... **درۃ الدرانی علیٰ ردۃ القادیانی:** مرزا غلام احمد قادیانی کو علم تصوف میں درک کا بھی دعویٰ تھا اور اس کے جھوٹے دعویٰ کی بنیاد بھی بقول اس کے کشف والہام پر تھی اور اس نے اپنے دعووں کے ثبوت میں متصوفین کی عبارات کو توڑ مروڑ کر پیش کیا۔ علامہ درانی رحمہ اللہ نے اپنی اس کتاب میں امام عبدالوہاب شعرانی، محی الدین ابن عربی، حضرت مجدد الف ثانی اور شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہم اللہ کی کتب و عبارات سے مرزا کے دعویٰ تصوف کی بھرپور تکذیب کی اور ان اکابر صوفیہ کی عبارات سے مرزا کے دعویٰ الہام و مسیحیت کو جھوٹا ثابت کیا۔

اس کتاب کی دیگر خصوصیات میں سے یہ ہے کہ

۱..... اس میں کثرت سے حضور خاتم النبیین ﷺ کے معجزات اور صحابہ کرام و اولیائے عظام کی کرامتیں بیان کی گئی ہیں۔ مثلاً حضور اکرم ﷺ کی معراج جسمانی، آپ کا علوم غیبیہ پر مطلع ہونا اور صحابہ کو مطلع فرمانا، مُردوں کو زندہ کرنا، ابوین کریمین کو زندہ فرمانا، بعد از وصال روضہ انور سے اذان کی آواز کا آنا، جسم اطہر کا بے سایہ ہونا، حیات شہداء و اولیاء، بعد از شہادت کلام اور کرامات غوث اعظم۔

۲..... اس کتاب میں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی صحابیت، ان کا رفع و نزول، طوالت

عمر، آسمان پر آپ کے قیام وطعام، قربِ قیامت میں آپ کے نزول، وصال اور مزارِ اقدس کا روضہ رسول اللہ ﷺ میں ہونے سے متعلق تفصیلی مباحث موجود ہیں۔

۳..... زریت بن برثملا وصی عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ کا تفصیلی واقعہ، صحابہ کرام سے ان کی ملاقات اور اس واقعہ سے طوالت عمر عیسیٰ علیہ السلام پر استدلال۔

۴..... حضور سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے پوتے شیخ جمال اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے لئے سیدنا غوث الاعظم کی دعاءِ طوالت عمر کا تذکرہ اور یہ بھی کہ وہ حضور غوث الاعظم کا سلام عیسیٰ علیہ السلام کو بعد از نزول پہنچائیں گے۔

۵..... اس کتاب میں آپ نے مسیلمہ کذاب، اسود عنسی وغیرہ کے ساتھ ساتھ مرزا غلام احمد قادیانی حمدان بن قرمط اور محمد بن عبدالوہاب نجدی کا بھی جھوٹے مدعیان نبوت میں ذکر فرمایا ہے اور محمد بن عبدالوہاب نجدی کے عقائد باطلہ کا ردِ بلیغ بھی فرمایا ہے۔

آج منکرین ختم نبوت کا تعاقب کرتے ہوئے لوگ مرزا غلام احمد قادیانی کا تو بھرپور رد کرتے ہیں مگر محمد بن عبدالوہاب نجدی کے دعویٰ نبوت اور عقائد باطلہ کو نظر انداز کردیتے ہیں۔ آپ کی یہ تحقیقی کتاب مبلغین ختم نبوت کو دعوت فکر دیتی ہے کہ وہ مرزا غلام احمد قادیانی کے ساتھ شیخ نجدی محمد بن عبدالوہاب کے دعویٰ جات پر بھی غور کریں۔ (اس کی مزید تفصیلات کے لئے کتاب "تاریخ نجد وحجاز" از مفتی عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ دیکھیں)

۶..... برصغیر پاک وہند میں دعویٰ ایمان کرنے والے چند علماء نے دعویٰ کیا کہ حضور ﷺ کا مثیل ممکن ہے۔ علامہ درانی علیہ الرحمۃ نے اس دعویٰ کا بھرپور رد فرماتے ہوئے حضور ﷺ کا بے مثل وبے مثال ہونا ثابت فرمایا اور دو مقامات پر اس شعر سے بھی استدلال فرمایا۔

مثل النبی محمد قد امتنع　　　من قال بالامکان صار مکفرا

یعنی محمد ﷺ کی مثال یا مثیل ممتنع یعنی محال ہے اور جو ممکن کہے وہ کافر ہے۔

آخر میں، میں یہی کہوں گا کہ ردِ قادیانیت میں لکھی جانے والی کتب میں یہ مایہ ناز تصنیف نمایاں اہمیت کی حامل ہے بالخصوص تصوف کے حوالے سے اس کے مباحث اور مرزا کا ردِ بلیغ اور خاتم النبیین محمد ﷺ کا والہانہ تذکرہ اس کتاب کی اہمیت کو اور بڑھا دیتے ہیں۔

حضرت علامہ مولانا انوار اللہ صاحب مصنف "افادۃ الافہام" جو مشاہیر علمائے ریاست حیدرآباد دکن ہیں انہوں نے بھی اس کتاب کی تصدیق فرمائی۔ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب چشتی گولڑوی نے اپنی کتاب "سیف چشتیائی" میں اس کتاب کا حوالہ بھی دیا ہے۔

اس کتاب کا پہلا ایڈیشن ۱۳۱۸ھ بمطابق ۱۹۰۰ء میں میرٹھ (یوپی) ہندوستان سے شائع ہوا تھا اس کے بعد ہماری تحقیق کے مطابق اس کا دوسرا ایڈیشن شائع نہیں ہوا۔ بحمداللہ تعالیٰ تقریباً ایک سو چھ سال کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کتاب کی دوبارہ اشاعت کی توفیق رفیق عطا فرمائی۔ فللہ الحمد والمنۃ۔ اس کتاب میں جہاں "المیزان الکبریٰ للشعرانی" کا حوالہ دیا گیا ہے اس کو اصل کتاب سے نقل کیا گیا ہے۔

وصال: جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے کہ حضرت علامہ مولانا محمد حیدر اللہ خان درانی علیہ الرحمۃ کے سن پیدائش اور وصال معلوم نہ ہو سکے، تاہم یہ کہا جا سکتا ہے کہ آپ نے کم از کم پینتیس سال کی عمر پائی ہوگی۔ اس لئے کہ اپنے مرشد گرامی کی طرف سے خطوط کی ذمہ داری اور اپنے مرشد گرامی کے وصال پر (یعنی ۱۳۰۶ھ، ۱۸۸۸ء میں) آپ کے تاریخی قطعات بصورت فارسی ابیات اس بات کا پتہ دے رہے ہیں کہ مرشد کے وصال کے وقت آپ بچے نہیں تھے کہ عموماً بچوں کے ذمہ خطوط لکھنے کی ذمہ داری نہیں لگائی جاتی اور نہ ہی بچے کسی کے وصال پر ایسے تاریخی ابیات کہہ سکتے ہیں، لہٰذا کہنا پڑے گا کہ آپ کی عمر اس وقت کم از کم بیس یا بائیس سال ہوگی۔ اور اس کتاب کی تحریر کا سال اور اشاعت کا سال ایک ہی ہے (یعنی ۱۳۱۸ھ) اس کا ثبوت اس کتاب میں موجود اس عبارت سے لگایا جا سکتا ہے۔ "پس

آنحضرت ﷺ کی اس پیشین گوئی کی صداقت نے جو تیرہ سو اٹھارہ برس قبل آنحضرت ﷺ کی زبان غیب ترجمان سے ظاہر ہوئی۔ بمبئی کی اس عالمگیر طاعون کے تمامی عقدے حل کردیے جو اس میں ملفوف ہیں اور یہ ایک ایسی لاعلاج طاعون ہے جس کے لئے قادیانی صاحب کا مرہم عیسیٰ ملتفی نہیں ہوسکتا۔" لہٰذا یہ کہنا بھی غلط نہ ہوگا کہ اس کتاب کی تحریر کے وقت آپ کی عمر کم وبیش بتیس یا پینتیس سال کی تھی۔

رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ رَحْمَةً وَاسِعَةً

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دِرَّةُ الدُّرَّانِی عَلٰی رَدَّةِ الْقَادِیَانِی

(سنِ تصنیف: 1901ء / ۱۳۱۸ھ)

تصنیفِ لطیف

حضرت علامہ مولانا محمد حمید اللہ خان درانی
مجددی نقشبندی حنفی رحمۃ اللہ علیہ

فہرست درۃ الدرانی

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
1	تمہید: قادیانی کا سرگروہ محمد ابن عبد الوہاب نجدی۔	4
2	مقدمہ اول: براہین احمدیہ کی وجہ تالیف۔	12
3	مقدمہ دوم: حقیقت الہام ...... توفی کے معنی خود قادیانی کی زبانی۔	13
4	مقدمہ سوم: قادیانی کے الہامات۔	35
5	مقدمہ چہارم: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر۔	42
6	مقدمہ پنجم: خدا کی وعید میں ہرگز تخلف نہیں ہو سکتا اس کا بیان۔	59
7	مقدمہ ششم: علوم مصطفیٰ ﷺ، دجال معہود کا ذکر، فرقۂ وہابیہ، فرقۂ قادیانی و نیچریہ، تیس دجال۔	64
8	مقدمہ ہفتم: اولیاء اللہ سے مدد طلب کرنا، شفاعت کا ثبوت، حیات الانبیاء، ایک ولی اللہ کا جنازہ آسمان پر، اصحاب کہف، اولیاء اللہ کے اختیارات۔	110
9	قادیانی کا دعویٰ اول: طریق اول: حضور ﷺ کے جسم مبارک کا سایہ نہ تھا، صحابہ معراج جسمانی کے قائل تھے، رؤیا اور اسراء کے معانی، شہداء اور علماء کے ابدان قبر میں بوسیدہ نہیں ہوتے۔	154
10	طریق دوم: توفی کے بعض معانی لغویہ کی فہرست، متوفیک کا معنی، الفاظ کا استعمال، نزول عیسیٰ علیہ السلام علامات قیامت میں سے ہے، نزول عیسیٰ علیہ السلام پر علامہ زرقانی کی بحث بسیط، امامت مہدی اور عیسیٰ علیہ السلام کی احادیث میں مطابقت، وضع جزیہ کے متعلق بحث، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مدفن مدینہ طیبہ ہے، زریب بن برثملا، دجال اور عیسیٰ کے حلیہ میں فرق، قادیانی کا مکہ اور مدینہ جانے سے خائف رہنا۔	198
11	طریق سوم: حضور ﷺ آخری نبی ہیں، حدیث لا وحی بعدی باطل ہے، حدیث لا نبی بعدی، عہد میثاق، محی الدین ابن عربی کا قول۔	268

فہرست درۃ الدرانی

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
12	طریق چہارم: خلت کے معنی، ابن صیاد اور دجال میں تفریق، حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے پوتے شیخ جمال اللہ ..... حضرت خضر کی حیات کا ثبوت۔	281
13	قادیانی کا دعویٰ دوم: عیسیٰ موعود جو آنے والا ہے وہ اصلی عیسیٰ کا مثیل یعنی غلام احمد قادیانی ہے۔	300
14	کاف تشبیہ کے استعمالات، ہمارے حضور ﷺ اپنی ذات، صفات اور رسالت میں لاشریک ہیں، حدیث علماء امتی موضوع ہے۔	305
15	قادیانی کا طریق اول: حمدان بن قرمط، محمد خراسانی، ابوعیسیٰ اصفہانی، حدیث لامهدی الا عیسیٰ مردود ہے۔	320
16	طریق دوم: مکاشفات اکابر اولیاء۔	324
17	طریق سوم: قادیانی دجال معہود کے بعد آیا، دجال خراسانی کے ملک سے آئے گا، لفظ دجال اسم علم ہے نہ کہ اسم جنس۔	326
18	طریق چہارم: استنادبقول حضرت مجدد الف ثانی۔	329
19	طریق پنجم: عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سے مراد نزول بروزی ہے۔	332
20	طریق ششم: رمضان میں خسوف وکسوف۔	336
21	طریق ہفتم: قرآنی نکات ومعارف۔	336
22	خلاصہ عقائد قادیانی۔	342
23	معجزات انبیاء علیہم السلام، شق القمر، معراج جسمانی۔	350
24	تقریظ جلیل مولانا انوار اللہ فاروقی حیدرآباد دکن۔	385

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالسَّلَامُ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

یہ فطرتی قانون ہے کہ ہر شخص کو اس کی فطرتی طینت اور جبلی استعداد کے مقتضاء کے مطابق جذبات وارادات میں مدد پہنچانے سے تائید ایزدی کبھی بخل نہیں کرتی۔[1] شیطان نے مہلت مانگی اور اس کو عطا کی گئی اور اسی فطرتی طینت اور جذبات کی بدولت ہے کہ مسیلمہ کذاب نے ہمارے نبی الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ کے بالمواجہ اور بالمقابلہ نبوت کا دعویٰ کیا اور لاکھوں اس کے امتی ہو گئے۔ اور ۲۷۸ھ میں حمدان بن قرمط[2] نے اپنے کو کلمۃ اللہ الموعود اور مہدی اور امام منتظر ہونا بتایا اور دعویٰ کیا کہ اسی کی نسبت حضرت رسالت نے بشارت فرمائی ہے اور اسی میں کلمہ حضرت مسیح انتقال بروزی کر آیا ہے۔ چنانچہ ہزاروں بلکہ لاکھوں اس کے مطیع بن گئے۔ حتی کہ وہ اپنے تابعین کے ساتھ مصر اور شام پر قابض ہو کر ایک سلطنت کا مالک بن گیا اور بالآخر اس نے کعبۃ اللہ کو تاراج کیا اور خلیفہ جو ہرقد کے ہاتھوں مارا گیا اور مہدی سوڈان ایک وسیع سلطنت کا مالک اسی فطرتی جذبہ کی بدولت ہو گیا جس کے مقابلہ حال میں مصری فوج کو کس قدر تکالیف کا سامنا ہوا اور اسی کے لگ بھگ

---

[1] پس خیر و شر کا افاضہ ہر شخص کی خود اپنی ہی فطرت اور استعداد کا مقتضا ہے۔ جیسے آفتاب کی ضیاء تو یکساں کپڑے اور دھوبی پر پڑتی ہے لیکن ہر ان کی اپنی ہی استعداد کا مقتضاء ہے کہ اس ضیاء کے افاضہ سے جو سراسر خیر ہے کپڑا تو سفیدی حاصل کرتا ہے اور کپڑا دھونے والا دھوبی سیاہی بدن کا استفاضہ کرتا ہے۔ ۱۲

[2] دیکھو زرقانی جلد ۵، صفحہ ۲۹۱ کہ اس شخص نے ۲۷۸ھ میں کوفہ کے اطراف میں خروج کیا اور ۳۱۷ھ میں المقتدر کی خلافت کے زمانہ میں بزور تروبہ اس نے کعبۃ اللہ پر حملہ کیا اور کعبہ کے دروازہ کو اکھاڑ کر لے گیا۔ آخر خلیفہ جوہر القائد کے ہاتھ سے مارا گیا۔ چھیاسی (۸۶) برس تک اس شخص کا فتنہ قائم رہا اور انہوں نے قرآن کی تحریف اور تاویلات جدیدہ کرنی شروع کر دیں۔ ۱۲

محمد ابن عبدالوہاب نجدی کا فطرتی جذبہ تھا کہ وہی ایک مجدد دین ماحی کفر اور مرسل من اللہ ہے کہ جس کے اتباع کے سوا جملہ مشرک ہیں۔ اور اس نے اپنے مریدین کے ساتھ نشو ونما پا کر

۱؎ مؤرخ مسٹر مطلبر ون جغرافیہ عمومیہ مطبوعہ مصر کی تیسری جلد معربہ رفاعہ بک ناظر مدرسۃ الالسن میں لکھتا ہے کہ محمد بن عبدالوہاب کے متعلق تمام عرب میں اور علی الخصوص یمن میں یہ قصہ مشہور ہے کہ ایک شخص غریب الحال سلیمان نامی جو چرواہا تھا اس نے خواب میں دیکھا کہ آگ کا ایک شعلہ اس کے بدن سے جدا ہو کر زمین میں پھیل گیا ہے اور جو اس کے سامنے آتا ہے اس کو جلا دیتا ہے۔ یہ خواب اس نے معبرین کے سامنے بیان کیا جو ایسے خوابوں کی تعبیر جانتے تھے۔ انہوں نے اس خواب کی یہ تعبیر دی کہ اس کا ایک لڑکا ایسا پیدا ہوگا جو بڑی طاقت اور دولت پائے گا۔ آخر کار اس خواب کا تحقق سلیمان کے پوتے محمد بن عبدالوہاب کے وجود سے ہو گیا جو ۱۱۱۱ھ میں متولد ہوا اور بعد از ہزار خرابی ۱۲۰۶ھ میں فوت ہو گیا یعنی اس نے چھیانوے (۹۶) سال کی عمر پائی اور ابتداءً اس نے شیخ محمد سلیمان کردی شافعی اور شیخ محمد حیات سندھی حنفی مدینہ منورہ سے علم حاصل کیا۔ لیکن یہ ہر دو بزرگ اپنے نور فراست سے کہا کرتے تھے کہ یہ (محمد بن عبدالوہاب) ملحد ہوگا اور بظاہر اس کا شغل بھی اسی قسم کا تھا کیونکہ اکثر مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی اور طلیحہ اسدی وغیرہ کے حالات کا مطالعہ کیا کرتا جنہوں نے اس سے قبل نبوت کا دعویٰ کیا۔ اور خدا کی قدرت ہے کہ اس کو پورے طور سے کسی علم وفن میں دستگاہ نہ ہوئی اور اسی واسطے علماء وقت کی رد وقدح نے اس کو جواب دینے کی قدرت نہ دی۔ جبکہ ۱۱۴۳ھ میں اس نے علماء مدینہ طیبہ سے مقابلہ کرنا چاہا۔ مطلبر ون لکھتا ہے کہ یہ شخص بوجہ اپنے دادا کے خواب کے لوگوں کی نظر میں محترم رہا اور اپنے عقائد کے ظاہر کرنے سے اول اس نے اپنے کو قریش اور نبی ﷺ کی نسل سے ہونا ظاہر کیا اور کہا کہ اس کا نام بھی رسول اللہ ﷺ کے اسم مبارک کی مثل محمد ہے گویا آنحضرت ﷺ کے ہم نام ہونے کا شرف رکھتا ہے۔ پھر اس نے چند اصول عقائد مرتب کئے کہ فقط قرآن کریم کی اتباع واجب ہے نہ ان فروعات کی جو اس سے مستنبط ہیں اور محمد ﷺ گرچہ اللہ کے رسول اور دوست ہیں لیکن ان کی مدح اور تعظیم کرنا لائق نہیں کیونکہ مدح وتعظیم صرف خدائے قدیم کے لئے شایان ہے لہٰذا کسی غیر کی مدح اور تعظیم من قبیل شرک ہے اور چونکہ لوگوں کا ایسا شرک کرنا اللہ تعالیٰ کو پسند نہ آیا لہٰذا اس نے مجھے اپنی طرف سے بھیجا ہے تاکہ میں ان کو سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کروں پس جو کوئی مجھے قبول کرے گا وہ دوستوں میں سے ہے اور جو کوئی میرا کہنا نہ مانے گا وہ عذاب کا مستحق ہے اور اس کا قتل بلاشبہ واجب ہے۔

ایک فوج کثیر کے ساتھ خاص خانہ کعبہ میں خون ریزی کی اور آل واصحاب کے قبوں کو

پھر مؤرخ مطلبر ون لکھتا ہے کہ یہ عقیدہ محمد بن عبدالوہاب نے پہلے پہل پوشیدہ پوشیدہ ظاہر کیا اور چند لوگ اس کے معتقد ہو گئے اور پھر ملک شام کی طرف چلا گیا لیکن وہاں اس کی کچھ نہ بن آئی اور آخرکار تین برس کے بعد بلاد عرب کی طرف واپس آیا اور مدینہ منورہ میں ۱۱۴۳ھ میں گیا لیکن وہاں کے علماء نے اس وقت اس کی خوب خبر لی۔ بالآخر ۱۱۵۰ھ میں نجد کے اطراف بدوی لوگوں میں اس کا افسوں اثر کر گیا اور اسی اثناء میں ایک شخص ابن سعود کی بہ اسم محمد (م ۱۱۷۹ھ ۱۲ مرتب) جو قبیلہ نجد کا ایک مشہور پیرزادہ تھا اور جس کے عرب کے کئی قبائل اس کے خاندانی مرید اور مطیع تھے اس نے اپنی ایک مخفی آرزو کے لالچ سے کہ اس کی حکومت عامہ نہ بصورت ریاست کسی طرح سے بڑھے اور اس نے اس مشہور خواب کے لحاظ سے کہ غالباً محمد بن عبدالوہاب بن سلیمان کا جادو چل جائے گا اور اس کے مذہب کی تائید سے اس کا دلی ارادہ پورا ہو نکلے گا اس نے محمد بن عبدالوہاب کا مذہب قبول کر لیا اور اس کے سارے مرید آبائی بھی اس کے ساتھ ہو لئے اور اس نے مذہب وہابیہ کو اس قدر تقویت دی کہ اطراف واکناف کی عرب اور بدوی سب کے سب اس کی مطیع ہو گئے حتیٰ کہ ایک ریاست کی صورت نمایاں ہو گئی اور محمد ابن عبدالوہاب ان کا امام قرار پایا اور ابن سعود اس کے لشکر کا سپہ سالار مقرر ہوا اور مدینہ درعیہ انہوں نے اپنا دارالسلطنت معین کیا اور رفتہ رفتہ ایک لاکھ تیس ہزار کی فوج باقاعدہ مرتب کر کے اپنے ملک ودولت کی توسیع میں ساعی ہوا۔ مگر حیات نے وفا نہ کی اور وہ اپنے ارادوں میں کامیاب کامل نہ ہوا۔ حتیٰ کہ ابن سعود کا بیٹا عبدالعزیز (م ۱۲۱۸ھ ۱۲ مرتب) اس کا جانشین ہوا جو کہ شجاعت اور ہمت میں اپنے باپ سے بڑھ کر نکلا اور محمد بن عبدالوہاب کے اعتقاد اور قواعد کے مطابق دعوت دین وہابیہ بزور شمشیر شروع کر دی۔ پس جبکہ عرب کے کسی قبیلہ کو اپنا مطیع بنانا چاہتا تو اول کسی ایک کو اس کی تفہیم کے لئے بھیجتا تا کہ وہ اس کے اعتقاد کے مطابق تفسیر وتاویل قرآن کو مانے۔ پس اگر وہ اس کا اعتقاد قبول کر لیتا تو اس کو امن دے دیتا ورنہ اس کی بیخ وبنیاد اکھیڑ کر اس کے تمام اموال ومویشی غارت کر لیتا لیکن بچوں اور عورتوں کا تعرض نہیں کرتا تھا اور مطیع قبیلوں سے ہر قسم کے اموال اور نقود میں سے عشر لیتا۔ چنانچہ رفتہ رفتہ وہابیہ کی طاقت بحر احمر اور بحر فارس اور حلب اور دمشق اور بغداد کے اطراف واکناف تک پھیل گئی حتیٰ کہ عبدالعزیز ابن سعود کے مرنے کے بعد بتاریخ ۸ محرم ۱۲۱۸ھ سعود ابن عبدالعزیز (م ۱۲۲۹ھ ۱۲ مرتب) ایک لشکر کثیر کے ساتھ کعبۃ اللہ پر حملہ آور ہوا اور خاص خانہ کعبہ میں خونریزی کی جس کی شان بقول

مسمار کر کے رسول اللہ ﷺ کے روضۂ مبارک کو بُت ٹھہرا کر منہدم کرنے لگا، لیکن خدا نے اس فرقہ کو زیادہ تر مہلت نہ دی اور سوا سو برس کے اندر اس کا خاتمہ خدیو مصر محمد علی پاشا کے ہاتھوں ہوگیا اور ان کا سب سے پچھلا امام یعنی عبداللہ بن سعود ابراہیم پاشا کے ہاتھ سے

قرآن ہے کہ من دخلہ کان آمنا لیکن اس نے امن کو غیر امن بنادیا اور حدود حرم جس میں جنگلی بھیڑیے بھی قدرتی ادب کے لحاظ سے ہرن کا تعاقب بمجرد داخل ہونے کے چھوڑ دیتا ہے اس وہابی بھیڑیے کے پنجہ سے حرم حل ہوگیا اور چاروں مصلے جلا دیئے گئے اور قُبے گرا دیئے گئے اور ان میں بول و براز کر کے تحقیر کی گئی اور اسی محرم کے پہلے ہفتہ میں اس نے ایک رسالہ ابن عبدالوہاب کا اہل مکہ کی طرف بطور تبلیغ و دعوت بھیجا جس کی اصل عبارت کا ایک جملہ نقل کیا جاتا ہے تاکہ اس کے دیکھنے سے مشتے نمونہ خروار عبرت کا باعث ہو۔ چنانچہ لکھا کہ "فمن اعتقد ان اللہ اذا ذکر اسم نبی فیطلع ھو علیہ صار مشرکا وھذا الاعتقاد شرک سواء کان مع نبی او ولی او ملک او جنی او صنم او وثن وسواء کان یعتقد حصولہ بذاتہ او باعلام اللہ تعالٰی بای طریق کان یصیر مشرکا ومن اعتقد النبی وغیرہ ولیہ وشفیعہ فھو ابوجھل فی الشرک سواء اما السابقون فاللات والسواع والعزی واما اللاحقون فمحمد وعلی وعبدالقادر ومن لم یقل فی حاجتہ یا اللہ وقال یامحمد وان اعتقد عبدا غیر متصرف فی الکل صار مشرکا وکفاک قدوۃ فی ذلک شیخنا تقی الدین ابن تیمیہ وقد ثبت ان السفر الی قبر محمد ومشاھدہ ومساجد وآثارہ وقبر ای نبی او ولی وسائر الاوثان شرک اکبر۔ یعنی جو کوئی یہ اعتقاد کرے کہ نبی کا نام لینے سے نبی اس پر مطلع ہوجاتا ہے تو وہ مشرک ہوجاتا ہے، پھر خواہ یہ اعتقاد کسی نبی کے ساتھ ہو یا ولی یا فرشتہ یا جن بھوت یا صنم یا بت کے ساتھ ہو پھر خواہ یہ اعتقاد کرے کہ اس کا علم اس نبی وغیرہ کو بذاتہ حاصل ہوتا ہے یا اللہ تعالیٰ کے اعلام سے۔ الغرض جس طریق سے یہ اعتقاد ہو اس سے مشرک ہوجاتا ہے اور جو کوئی نبی وغیرہ کو پناہ ولی اور شفیع ہونا اعتقاد کرتا ہے تو وہ اور ابوجہل دونوں شرک میں برابر ہیں۔ پہلے بت لات اور سواع اور عزی تھے لیکن پچھلے بت محمد اور علی اور عبدالقادر ہیں۔ جو شخص اپنی حاجت کے وقت یا اللہ نہیں کہتا اور یا محمد کہتا ہے اور اگرچہ اس کو ایک بندۂ عاجز سب باتوں میں اعتقاد کرتا ہے تو بھی مشرک ہوجاتا ہے اور تجھے اس باب میں ہمارا شیخ تقی الدین ابن تیمیہ بس ہے۔ اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ محمد کی قبر اور مشاہد اور مساجد اور آثار کی طرف یا کسی دوسرے نبی یا ولی یا دوسرے بتوں کی طرف سفر کرنے جانا شرک اکبر ہے۔

درعیہ پایۂ تخت نجدیان میں گرفتار ہو کر قسطنطنیہ میں قتل کیا گیا۔ پس یہی تجدید دین کی آڑ ہے

پس مکہ کو غارت کر کے اس نے ۱۸۰۵ء میں مدینہ منورہ پر چڑھائی کی اور یہ تاراج کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے حجرۂ مبارک کو توڑ کر خزائن بے شمار لے گیا۔ کہا جاتا ہے کہ ساتھ اونٹوں پر لاد کر لے گیا۔ چنانچہ عبداللہ بن سعود بن عبدالعزیز نے جبکہ وہ محمد علی پاشا خدیو مصر کے سامنے گرفتار کر کے لایا گیا تو اس کے پاس ایک صندوق ملا جس میں سے تین سو لولوئے آبدار کلاں اور کئی دانے زمرد کلاں کے نکلے اور اقرار کیا کہ یہ صندوق بھی حجرہ نبویہ میں سے اس کے والد سعود نے نکالا تھا۔ پس سعود نے فقط اسی غارت پر اکتفا نہ کی بلکہ قبہ مولد نبی ﷺ کے ساتھ ابوبکر صدیق اور علی ابن ابی طالب اور خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہم کے قبے بھی گرا دیئے۔ اس خیال سے کہ یہ بھی اصنام ہیں اور روضۂ رسول کریم ﷺ کے گنبد پر چڑھ کر جب گرانے لگا تو عجیب قدرت حق ظاہر ہوئی کہ سارے وہابی سرگون گر کر مرے اور اسی اثناء میں آگ کا ایک شعلہ ایسا نکلا جس نے بہتوں کو جلایا اور اسی طرح ایک اژدھا حضرت موسیٰ کے اژدھا کی طرح نکلا جس نے قوم فرعون کی طرح افواج وہابیہ کا تعاقب کیا ور اتنے میں بحکم سلطان معظم محمد علی پاشا خدیو مصر مقرر ہوا اور اس کا بیٹا طوسوں جس کے ساتھ سید احمد طحطاوی محشی درمختار بھی مصر میں آئے تھے بحکم والد خود ایک لشکر عظیم کے ساتھ مدینہ منورہ کے دروازے پر وہابیہ کی بیخ کنی کے لئے آ پہنچا اس وقت عثمان مضایقی سپہ سالار وہابیہ نے مدینہ کے دروازے بند کر لئے لیکن طوسوں نے زمین کے نیچے سے سرنگ لگائی اور اتفاق سے ایک حصہ دیوار کا گر گیا اور طوسوں نے اندر گھس کر نجدیوں پر قیامت برپا کردی اور مقید وہابیوں کے کان کتر دیئے گئے اور مدینہ منورہ ۱۲۲۷ھ میں وہابیوں کے وجود سے پاک ہوگیا اور ۱۲۲۸ھ میں عثمان مضایقی بھی گرفتار ہو کر قسطنطنیہ میں قتل کیا گیا۔ لیکن ۱۲۲۹ھ میں سعود کے فوت ہونے کے ساتھ ہی اس کا بیٹا عبداللہ بن سعود اس کا جانشین ہوا اور آخر کار وہ بھی حروب کثیر کے بعد محمد علی پاشا خدیو مصر کے دوسرے فرزند ابراہیم پاشا کے ہاتھوں ذیقعدہ ۱۲۳۳ھ میں مدینہ درعیہ پایۂ تخت وہابیان فتح ہو کر گرفتار ہوگیا اور بتاریخ ۱۸ محرم ۱۲۳۴ھ قسطنطنیہ میں باب ہمایوں پر قتل کیا گیا اور وہابیوں کی قوت اور دولت کا خاتمہ ہوا اور اس فرقہ کے لوگوں کو پوری پوری سزائیں بطور تعزیر دی گئیں یعنی مقید کئے گئے اور کان کتر دیئے گئے اور امن و امان قائم ہوا اور پھر از سر نو مکہ اور مدینہ میں چاروں مذہبوں کے مصلے قائم ہوئے اور ملک عرب اس ناپاک فرقہ سے پاک ہوگیا۔ **وهابی نامه** میں ہے کہ عرب میں اس فرقہ کی اتنی طول میعاد ہونے کا باعث یہی ہے کہ ابتداء غفلت رہی اور مکہ اور مصر کے پاشا جلد جلد فوت ہوتے رہے

جس کی اوٹ میں ایسے اشخاص اپنی کامرانی کو موقوف سمجھے لیکن تعجب اس میں ہے کہ ہماری حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی جو درحقیقت اسی فرقۂ نجدیہ کے ممتاز کہلاتے ہیں کیوں انہوں نے اپنے اسلاف کا وہ طریقۂ دعوت اختیار کیا جو تاریخی شہادت کے ملاحظہ سے قابل نفرت اور مطعون اور مشتبہ دیکھا جاتا ہے لیکن افسوس کہ وہ بھی بتقاضائے فطرت مجبور ہے اور بقول حضرت روم۔

نے کہ ہردم نغمہ آرائی کند　　　　فی الحقیقت از دم نائی کند

اپنے نائی جناب حکیم مولوی نورالدین صاحب بھیروی جو ایک مشہور غیر مقلد ہیں اور جناب مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی تائید سے امّت محمدیہ کے حنفاء اور دیگر اُمم کو اپنی

اوران کے تغیر وتبدل سے انتظام ٹھیک نہ ہوا اور یہ فرقہ زور پکڑتا گیا۔ مگر خداتعالیٰ کی عجیب قدرت ہے کہ اس فرقہ کا داعیہ ہندوپنجاب میں منتقل ہوگیا۔ گویا خدا کے غضب نے اس ملک میں ظہور کیا۔ چنانچہ پنجاب میں اس مذہب کی اشاعت مولوی عبداللہ غزنوی کے وجود سے ہوئی۔ جو اس مذہب کی بدولت غزنی سے بہت رسوائی کے ساتھ نکالا گیا اور اوّلاً بصورت درویشاں حضرت کوٹھے والی ایک بزرگ نقشبندی کی صحبت میں رہا مگر آخرکار وہاں سے بھی اس کو نکلنا پڑا اور حضرت اخوند صاحب کے فتووں اور مریدوں سے از کرامت سر میں جا گزیں ہوا اور وہابیت کا بیج بودیا۔ غالبا اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے جو قادیانی صاحب نے ازالۃ الاوہام کے صفحہ ۳۱۸ میں اپنی الہامی تعبیر کے اثبات میں نقل کیا کہ عبداللہ غزنوی کو ایک دفعہ الہام ہوا کہ رب ادخلنی مدخل صدق واخرجنی مخرج صدق اور اس سے مراد اس کے اصلی معنی نہ تھے بلکہ یہ مراد تھی کہ مولوی صاحب کوہستان ریاست کابل سے پنجاب کے ملک میں بزیر سلطنت برطانیہ آئیں گے اور یہی مولوی غزنوی ہیں جن کا ایک کشفی قول قادیانی صاحب نے اپنے دعوی کی صداقت کے لئے "ازالۃ الاوہام" کی جلد ثانی میں نقل کیا ہے۔ پس پنجاب میں اس وقت تک جس قدر وہابی مولوی ہیں وہ سب اسی غزنوی مولوی کے متبع اور معتقد ہیں اور ہم کو ان کے فروعی اعتقادات اس موقع پر نقل کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ اس قدر مشہور ومعروف ہیں کہ عورت اور بچے بھی اس سے ناواقف نہیں اور خدا ہم کو اور ہمارے دوستوں کو ان کے شر سے بچائے اور صبح اور خیر کے حقّی رستے پر قائم رکھے۔ آمین یا رب العلمین۔ مؤلف

طرف رجوع کرنے کے لئے دعوت دی۔ گویا یہی وہ ملائکہ تھے جن کے پروں پر ہاتھ رکھ کر وہ بصورت مسیح موعود آسمانوں سے اترے اور انبیاء علیہم السلام کی طرح اپنے کو ملہم اور مورد وحی ربانی قرار دے کر باآواز بلند پکار اٹھے کہ "وہ خدا کی طرف سے نور اترا ہے سو تم اگر مومن ہو تو انکار مت کرو۔" (براہین احمدیہ صفحہ ۵۶۲)۔ اور لکھا کہ "میرے پاس خدا کی گواہی ہے یعنی خداوند تعالیٰ کا اسرار غیبیہ پر مطلع فرمانا اور پیش از وقوع پوشیدہ خبریں بتلانا اور مختلف زبانوں میں الہام دینا اور معارف اور حقائق الٰہیہ سے اطلاع بخشنا جس کو قبول کرنا ایمانداروں کا فرض ہے۔" (براہین صفحہ ۵۵۶)۔ اور خدا نے مجھے کہا ہے کہ "تو مجھ سے میری توحید اور تفرید کے مرتبہ میں ہے"۔ (براہین صفحہ ۴۸۹)۔ یعنی اس کا منکر خدا کی توحید کا منکر ہے۔ (فیض الحسن ملخصاً الصدور)۔ اور آیت مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد میں مجرد احمد جو اپنے اندر حقیقت عیسوی رکھتا ہے وہ اسی (غلام احمد قادیانی) سے متعلق ہے۔ اور آیت ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق درحقیقت اسی مسیح ابن مریم (قادیانی) کے زمانہ سے متعلق ہے۔ (ازالۃ الاوہام صفحہ ۶۶۷۔۶۸۱) اور جیسے کہ مسیح ابن مریم یہودیوں کی اصلاح کے لئے چودہ سو (۱۴۰۰) برس کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد آئے اسی طرح یہ (قادیانی) محمد ﷺ کے بعد جو کہ مثیل موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ چودھویں صدی کے سر پر مثیل عیسیٰ ابن مریم ہو کر اس اُمّت کے مفسد طبع لوگوں کی اصلاح کے لئے آئے جن کو حق تعالیٰ نے یہودی ٹھہرا کر ان کا نام مسیح ابن مریم رکھ دیا۔ اور انجام آتھم کے صفحہ ۲۱ میں نہایت جلی قلم سے اُمّت محمدیہ ﷺ کے علماء کو بایں الفاظ ندا کی کہ "اے بدذات فرقہ مولویان! تم کب تک حق کو چھپاؤ گے۔ کب وہ وقت آئے گا کہ تم یہودیانہ خصلت کو چھوڑو گے۔ اے ظالم مولویو! تم پر افسوس! کہ تم نے جس بے ایمانی کا پیالہ پیا وہی عوام کالانعام کو بھی پلایا"۔ اور مخاطبین علماء اور شیوخ کی ایک فہرست بھی اس کے اخیر میں دی جن کو مباہلہ اور مباحثہ کی دعوت بھی دی جو ہندوپنجاب

میں حنفاء کے مقتدا ہیں اور ازالۃ الاوہام کی جلد اول میں ایک قصیدہ میں لکھا۔

چوں کافر از ستم برپستند مسیح را ۔ عیسیٰ بری خدا بسرش کرد ہم دم

ایک منم کہ حسب بشارات آمدم ۔ عیسیٰ کجاست کو بنہد پا بمبرم

واللہ ہمچو کشتی نوحم ز کردگار ۔ بے دولت آنکہ دور بماند ز لنگرم

اور ایسا ہی عیسیٰ ابن مریم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزات احیاء اموات اور اخبار مغیبات کی تضحیک کے علاوہ دیگر انبیاء کرام کی توہین بھی کی حتیٰ کہ آنحضرت خاتم النبوۃ محمد مصطفیٰ ﷺ کو تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مثیل کہا اور اپنے کو کل انبیاء اولوالعزم علیہم السلام کا مثیل ہونا بیان کیا۔ (دیکھو ازالہ صفحہ ۶۵۲)

پس انہیں وجوہ سے غالباً ان کے مؤید اول جناب مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور ان کے اتباع واشیاع نے قادیانی صاحب سے علیحدگی اختیار کرلی اور بجائے مقتضائے فلما جاء ھم ماعرفوا کفروا بہ کے بمصداق ما انکروا کفروا بہ کے مستحق ہوگئے اور انہوں نے نہ فقط اسی انکار پر کفایت کی بلکہ یہاں تک نوبت پہنچی کہ گورنمنٹ کے مجسٹریٹ نے ازروئے دفعہ (۱۰۷) مجموعہ ضابطہ فوجداری بتاریخ ۲۵ فروری ۱۸۹۹ء دونوں سے مچلکہ لے لیا۔

ان بزرگوں کے رسائل جوابی کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ چونکہ اصول غیر مقلدی میں از یک دیگر جدا نہ تھے اور ان کے رسائل بھی نیک نیتی پر نہ لکھے گئے لہٰذا ان کے ردوقدح اور تحریرات جوابی نے اطفاء فساد اور تائید اسلام میں کوئی مفید نتیجہ نہ بخشا۔ ہاں سچ تو ہے کہ

ع گو نگرفت مگر آنکہ ندوید۔ لیکن

ع نہ ہر آنکہ دوید گو گرفت۔

پس میں نے حسبۃً للہ محض اس فتنہ وفساد مسیحی کے مٹانے کے لئے جس کی مشن شمال وجنوب کی امم کو بادسموم کی طرح اپنے زہریلے اثر سے مسموم کر رہی ہے بخوف حدیث انجام ہمہ تن حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوکر قادیانی صاحب کے جملہ دعاوی کا رد ایسے طریق احسن پر لکھا کہ جس سے ساری اصول غیر مقلدی تار عنکبوت کی طرح درہم وبرہم ہوگئے اور جن کے توڑنے سے مجھ پر اپنے خدا اور رسول اکرم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ روحی فداہ کی خوشنودی اور رضا منکشف ہوگئی اور بمقتضائے

ع ومن دق باب الكريم انفتح

میری کوشش نے فتوحات ربانی کے دروازے کھول دیئے اور میری دوڑ نے گورخر کو نہ چھوڑا۔ اور میں اگرچہ بذات خود بالکل عدیم الفرصت اور کم استطاعت تھا لیکن روح القدس کی تائید ساتھ ساتھ رہی۔

حکمت محض است گر لطف جہان آفرین ۔ خاص کند بندہ مصلحت عام را

اور چونکہ میں حامی اسلام شہنشاہ یعنی حضرت احمد شاہ دُرّانی عب ژ ہ کے خاندان سے ہوں اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ اس کتاب کا نام ''**دُرَّۃُ الدُّرّانی علی رِدَّۃِ القادیانی**'' رکھا جائے اور اس کو چند مقدمات اور دو دعووں پر منقسم کیا جائے جو کہ قادیانی صاحب کے طیران کے لئے بمنزلہ دو جناح اور رگ وریشہ کے ہیں۔

....

مقدمۂ اول

(براہین احمدیہ کی وجہ تالیف اور قادیانی صاحب کے فطرتی جذبہ میں)

پہلا کام جو قادیانی صاحب کے وجود سے نمایاں ہوا وہ ان کا ایک فطرتی جذبہ ہے جو ہنود کے فرقہ آریا یعنی دیانند سرسوتی کے بالکوں اور قلیل البضاعت کرسٹانوں (کرسچن) کے مقابلہ ۱۸۸۴ء م ۱۲۹۷ھ میں ظاہر ہوا۔ یعنی ان کے رد میں انہوں نے ایک کتاب بنام براہین احمدیہ لکھی۔ اور اگرچہ اس کتاب کی دو جلدوں میں نفس الہام اور کتاب اللہ کے الہامی ہونے کے ثبوت میں انہوں نے اپنی طرف سے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ لیکن بمقتضائے

ع

ہر چہ گیرد علتے علت شود

انہوں نے بالآخر آریہ اور نصاریٰ کو کریہہ اور غیر مہذب طور سے مخاطب کرنے میں سبقت کی اور ان مخالفین کی زبان وقلم سے جو جو اسلام کے بانی مبانی یعنی خدا اور خدا کے کلام اور انبیاء کرام علیہم السلام کی توہین ہوئی وہ اس سے بڑھ کر کیا ہو سکتی ہے کہ دیانند سرسوتی کے بالکے لیکھرام پشاوری نے "خبط احمدیہ" ایک کتاب اس کے جواب میں لکھی جس میں وید اور قرآن کا مقابلہ اور دیانند اور نبی الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا مفاضلہ نہایت ہی زبوں صورت میں دکھلایا گیا اور اس نے ہر ناگفتنی بات جن کو کوئی رذیل سے رذیل بھی زبان پر نہیں لاسکتا امہات المومنین علیہا السلام کی نسبت برملا افترا کیں جن کے پڑھنے اور سننے سے مردہ صد سالہ بھی جوش غیرت سے چونک اٹھے اور جس کا نور ایمان اگرچہ ہزار ہا تاریکیوں اور پردوں میں چھپا ہو وہ بھی تو ایک بار تموج میں آجائے۔ مگر بقول

ع

اے باد صبا ایں ہمہ آوردۂ تست

ان کو کیا کہنا چاہیے اس کا وبال بجز قادیانی صاحب کی گردن کے کس پر آسکتا ہے؟ لیکن جائے افسوس تو یہ ہے کہ قادیانی صاحب نے ایسی تصنیف اور ایسی دعوت کے وقت قرآن کریم کی تعلیم کو ملحوظ نہ رکھا جو ارشاد فرما رہا ہے۔ ولاتسبوا الذین یدعون من دون اللّٰہ فیسبوا اللّٰہ

عدوا بغیر علم۔ (قرآن کریم) کہ اے ایمان والو جو محمد (ﷺ) پر ایمان لائے ہو تم ان لوگوں کو گالی مت دو جو غیر اللہ کو پکارتے ہیں تاکہ وہ نادانی سے خود اللہ کو گالی نہ دیں۔ اور خود رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے۔ قد ثبت فی الصحیح ان رسول اللّٰہ ﷺ قال ملعون من سب والدیہ قالوا یارسول اللّٰہ وکیف یسب الرجل والدیہ قال یسب ابا الرجل فیسب اباہ ویسب امہ فیسب امہ۔ (فتح البیان) یعنی کہ وہ شخص ملعون ہے جو دوسروں کے ماں باپ کو گالی دینے سے اپنے باپ کو گالی دلائے۔

مقدمۂ دوم

(حقیقت الہام اور ائمہ کشف ومذہب کے بیان میں)

مگر قادیانی صاحب نے براہین احمدیہ کی تصنیف کے وقت قرآن کریم کے الہامی ہونے کے اثبات پر ہی کفایت نہ کی بلکہ الہام کو مرادف وحی قرار دے کر اپنے کو الہام کی ان متعدد صورتوں کے ساتھ مورد وحی ہونا قرار دیا جن کے ساتھ جبریل علیہ السلام کا نزول نبی ﷺ پر ہوتا رہا۔ (براہین ۲۰۳) بلکہ توضیح المرام کے متعدد صفحات میں اس سے بھی ترقی کر کے لکھ دیا کہ "جبریل بھی اپنے ہیڈ کوارٹر اور روشن نیر سے جدا نہیں ہوا"۔ حالانکہ جبریل کا متعدد صورتوں میں زمین پر اترنا قرآن وحدیث دونوں سے منصوص ومضبوط ہے۔ اور اس سے بھی ترقی

---

۱ دیکھو بخاری کی پہلی حدیث جس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا فغطنی فبلغ منی الجھد یعنی جبریل نے رسول اللہ کو سینہ سے لگا کر ایسا بھینچا کہ رسول اللہ پسینہ پسینہ ہوگئے اور طاقت پوری صرف ہوگئی اور خود حدیث حنظلہ میں صاف الفاظ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ والذی نفسی بیدہ لو تدومون علی ماتکونون عندی وفی الذکر لصافحتکم الملائکۃ علی فرشکم وفی طرقکم ولکن یاحنظلۃ ساعۃ وساعۃ ثلاث مرات فاشار الی ان الاحوال تدرہ۔ یعنی تمہاری حالت اگر ویسی ہی ہمیشہ رہے جیسی کہ میرے حضور میں رہتی ہے تو فرشتے تمہارے بچھونوں اور تمہارے راستوں میں تم سے مصافحہ کریں لیکن اے حنظلہ حوال وتجلیات میں دوام نہیں۔ مؤلف

کر کے جبریل کی حقیقت بیان کی کہ ''خدا اور بندہ کی محبت کے نر و مادہ سے جو تیسری چیز پیدا ہوتی ہے اسی کا نام روح القدس ہے اور وہی روح امین ہے اور اسی کا نام شدید القویٰ ہے اور اسی کا نام ذوالافق الاعلیٰ ہے اور اسی کا نام رائے مارائے ہے۔ اور جبریلی نور آفتاب کی طرح ہر ایک انسان پر اس کے حسب استعداد اپنا اثر ڈالتا ہے اور کوئی نفس بشر دنیا میں ایسا نہیں کہ بالکل تاریک ہو حتیٰ کہ جو نیں پر بھی جبریل کا اثر فی الواقع ہے اور جس سے کوئی فاسق اور پرلے درجے کا بدکار بھی باہر نہیں حتیٰ کہ کنچنیاں بھی۔ پس ادنیٰ سے ادنیٰ مرتبہ کے ولی پر بھی جبریل ہی تاثیر وحی کی ڈالتا ہے اور حضرت خاتم الانبیاء کے دل پر بھی وہی ڈالتا رہا ہے اور فرق صرف آرسی کے شیشے اور بڑے آئینے کا ہے''۔ (توضیح المرام مختصر) اور براہین احمدیہ صفحہ ۲۲۹ میں لکھا کہ ''الہام جو اولیاء اللہ کو ہوتا ہے اس کو موجب علم قطعی نہ جاننا وسوسہ ہے بلکہ تجربہ صحیحہ اور آیات فرقانی اس کے ابطال پر دلائل قائم کرتی ہیں۔'' اور اسی براہین کے صفحہ ۲۳۴ میں لکھا ہے کہ ''یہ وہم کہ اگر الہام اولیاء شریعت حقہ محمدیہ سے مخالف ہو تو پھر کیا کریں یہ ایسا ہی قول ہے جیسا کوئی کہے کہ اگر ایک نبی کا الہام دوسرے نبی کے الہام سے مخالف ہو تو کیا کریں؟ اور ممکن نہیں کہ ایسا کامل النور الہام شریعت محمدیہ سے مخالف ہو''۔ اور ازالۃ الاوہام کے صفحہ ۱۵۰۔۱۵۲ میں اسی کی تائید کے لئے اپنے مؤید اول مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کا قول نقل کیا جو انہوں نے اپنے رسالہ ''اشاعۃ السنۃ'' میں قادیانی صاحب کی تائید میں بحوالہ امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ ان کی کتاب میزان کبریٰ سے نقل کیا ہے کہ فرمایا انہوں نے ہمارے پاس کوئی ایسی دلیل نہیں جو کلام اہل کشف کو رد کرے نہ عقلی نہ نقلی نہ شرعی۔ کیونکہ کشف کی خود شریعت مؤید ہے۔ انتہیٰ

الہام شیطانی اور الہام رحمانی

پس قبل اس کے کہ ہم قادیانی صاحب کے ان جملہ ہفوات کا جواب دیں جو

انہوں نے الہام اور جبریل کی حقیقت کے متعلق لکھا ہے ہمارے نزدیک مناسب ہے کہ اولاً عارف شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کی میزان کبریٰ سے جو اس وقت ہمارے سامنے ہے کشف اور الہام کی صداقت اور اس کے منجانب اللہ یا منجانب شیاطین ہونے کا ایک معیار پیش کریں۔ کیونکہ خداتعالیٰ کے اس ارشاد کے مطابق کہ ان الشیاطین لیوحون الی اولیائهم یعنی شیطان بالضرور اپنے دوستوں کو القا اور ایحاء کرتے ہیں۔ لازم ہوا کہ الہام شیطانی اور وحی ربانی کی تفریق کے لئے کوئی میزان معین ہو پس اسی میزان کے متعلق عارف شعرانی میزان کبریٰ کے صفحہ ۱۰ میں لکھتے ہیں۔ واما عند عدم القطع بصحته (ای ذلک الکشف) فمن حیث عدم عصمة الأخذ لذلک العلم فقد یکون دخل کشفه التلبیس من ابلیس فان الله تعالیٰ قد اقدر ابلیس کما قال الغزالی وغیره علی ان یقیم للمکاشف صورة المحل الذی یاخذ علمه منه من سماء اوعرش اوکرسی او قلم او لوح فربما ظن المکاشف ان ذلک العلم عن الله فاخذ به فضلّ واضلّ فمن هنا اوجبوا علی المکاشف انه یعرض ما اخذه من العلم من طریق کشفه علی الکتاب والسنة قبل العمل به فان وافق فذاک والاحرم علیه العمل به فعلم ان من اخذ علمه من عین الشریعة من غیر تلبیس فی طریق کشفه فلا یصح منه الرجوع عنه ابداً ما عاش لموافقته الشریعة التی بین اظهرنا من طریق النقل ضرورة ان الکشف الصحیح لایاتی دائما الا موافقاً للشریعة کما هو مقرر بین العلماء۔ والله اعلم (میزان الکبریٰ ج۱ صفحہ۱۰ فصل فان قال قائل ان احدا... دار الفکر بیروت) کہ غیر معصوم کا کشف بھی قطعی نہیں ہوتا کیونکہ صاحب کشف کے کشف میں تلبیس ابلیس کا دخل بھی ہو جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو یہ قوت دی ہے، جیسے امام غزالی وغیرہ نے کہا

ہے کہ ابلیس کبھی صاحب کشف پر ان مقامات کی صورت کھڑی کر دیتا ہے جس سے کہ وہ علوم اخذ کرتا ہے، آسمان ہو یا عرش ہو یا کرسی یا قلم یا لوح۔ پس کبھی کشف والوں کو اس سے گمان ہو جاتا ہے کہ وہ علم اللہ کی طرف سے ہے اور اسی وجہ سے اس کو اخذ کر لیتا ہے اور خود بھی گمراہ ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتا ہے۔ چنانچہ اسی وجہ سے اہل کشف پر واجب کیا گیا ہے کہ وہ اپنے کشفی علم کو اس پر عمل کرنے سے قبل کتاب اور سنت کے سامنے لائے۔ پس اگر وہ کشفی علم کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے موافق ہو تو وہ عمل کے قابل ہے ورنہ اس پر عمل کرنا حرام ہے۔ پس اس سے معلوم ہو گیا کہ جو شخص اپنا علم عین الشریعت سے اخذ کرتا ہے بغیر اس کے کہ اس کے طریق کشف میں تلبیس ابلیس کا دخل ہو پس اس سے کبھی رجوع ہونا صحیح نہیں کیونکہ وہ اس شریعت نبویہ کے موافق ہوتا ہے جو بطریق نقل ہمارے سامنے ہے بوجہ اس کے کہ یہ ضروری امر ہے کہ کشف صحیح کبھی شریعت منقولہ سے باہر نہیں ہوتا اور وہ ہمیشہ شریعت منقولہ کے موافق ہوتا ہے جیسے کہ علماء امت کے نزدیک معہود ہے۔

حضرت صدیق اکبر ؓ کے کشف کے سوا کسی کا کشف قطعی نہیں

اور اسی کے ہم وزن بلکہ کسی قدر پر لطف قول حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی ؒ کا ہے جو جلد اول کے مکتوب ۴۹ میں فرماتے ہیں کہ ''نظر علماء از صوفیہ بلند آمدہ وموافقت معارف باطن باعلوم شرعیہ ظاہر بتمام وکمال بحدیکہ درحقیر ونقیر مجال مخالفت نماند درمقام صدیقیت است کہ بالاتر مقام ولایت است۔ فوق مقام صدیقیت مقام نبوت است۔ علومیکہ نبی راعلیہ الصلوٰۃ والسلام بطریق وحی آمدہ است صدیق را بطریق الہام منکشف گشتہ است۔ درمیان ایں دوعلم غیر از فرق وحی والہام نیست۔ پس مخالفت راچہ مجال باشد۔ ودرمادون مقام صدیقیت ہرمقامے کہ باشد نحوے از سکر متحقق است۔ صحوتام درمقام صدیقیت ست وبس۔ وفرق یکدیگر درمیان ایں دوعلوم آنست کہ دروحی قطع است ودرالہام

ظن زیرا کہ وحی بتوسط ملک است وملائکہ معصوم اند احتمال خطا درایشان نیست۔ والہام اگرچہ محل عالی دارد کہ آن قلب است کہ آن از عالم امر ست اما قلب را با عقل ونفس نحوے از تعلق متحقق است ونفس ہرچند بہ تزکیہ مطمئنہ گشتہ است اما

ہرچند کہ مطمئنہ گردد ہرگز ز صفات خود نگردد

پس خطا را دران موطن مجال پیدا شد''۔

پس امام شعرانی ؒ کے قول سے ظاہر ہے کہ غیر معصوم کا کشف اور الہام کبھی قطع اور یقین کا افادہ نہیں دے سکتا اور نہ کامل روشنی حاصل کر سکتا ہے جب تک کہ شریعت منقولہ کے معیار سے اس کا کھرا کھوٹا نہ معلوم ہو لے اور میزانِ کتاب وسنت کے کسی پلہ پر نہ رکھا جائے۔ کیونکہ یہ امر ضروری ہے کہ صحیح کشف اور صحیح الہام کبھی ظاہری شریعت کے مخالف نہیں ہو سکتا۔ اور امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی ؒ کے قول سے صریح ہے۔ کہ ''علماء شریعت کا پلہ صوفیہ کے پلہ سے ہمیشہ غالب رہا اور ان کی نظر صوفیاء کی نظر سے ہمیشہ بلند رہی ہے کیونکہ علوم الہامی کا علوم ظاہرہ شریعت سے اس طرح پر موافق رہنا کہ کسی چھوٹے اور ادنیٰ امر میں بھی مُخالفت نہ ہو۔ یہ فقط انہیں افراد کے علوم میں ہے جو کہ بعد از نبی لسان نبی ﷺ سے مقام صدیقیت سے مُشرّف ہوئے اور صدیقیت کے مقام سے ہر مقام تحتانی میں ایک قسم کا سُکر متحقق ہے جس میں خطا کا آنا بالکل بجا ہے۔ اور جب تک کہ شریعت منقولہ کے مطابق نہ ہو غیر صدیق کا الہام کبھی مقطوع الافادہ نہیں ہو سکتا۔''

چاروں مذہبوں کے امام صاحب کشف تھے

اور اسی وجہ سے چاروں مذہبوں کے اماموں نے باوجودیکہ وہ مقام کشف میں درجہ اعلیٰ رکھتے تھے لیکن بقول عارف شعرانی ومن نازعنا فی ذلک فھو جاھل بمقام الائمۃ فواللہ لقد کانوا علماء بالحقیقۃ والشریعۃ معاً وان فی قدرۃ کل

واحد منهم ان ينشر الادلة الشرعية على مذهبه ومذهب غيره بحكم مرتبتي هذه الميزان فلا يحتاج احد بعده الى النظر في اقوال مذاهب اخر لكنهم رضی اللہ عنهم كانوا اهل انصاف واهل كشف فكانوا يعرفون ان الامر يستقر في علم الله تعالى على عدة مذاهب مخصوصة لا على مذهب واحد فابقى كل واحد لمن بعده عدة مسائل عرف من طريق كشفها انها تكون من جملة مذهب غيره فترك الاخذ بها من باب الانصاف والاتباع لما اطلعهم الله تعالى عليه من طريق كشفهم انها مراد له تعالى (الى قوله) وسمعت سيدى عليا الخواص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ يقول انما ايد ائمة المذاهب مذاهبهم بالمشى على قواعد الحقيقة مع الشريعة اعلاما لاتباعهم بانهم كانوا علماء بالطريقين وكان يقول لا يصح خروج قول من اقوال الائمة المجتهدين عن الشريعة ابدا عند اهل الكشف قاطبة وكيف يصح خروجهم عن الشريعة مع اطلاعهم على مواد اقوالهم من الكتاب والسنة واقوال الصحابة ومع الكشف الصحيح ومع اجتماع روح احدهم بروح رسول الله ﷺ وسوالهم عن كل شئ توقفوا فيه من الادلة هل هذا من قولك يارسول الله ام لا يقظة ومشافهة بالشروط المعروفة بين اهل الكشف (الى قوله) و كان ائمة المذاهب رضی اللہ عنهم وارثين لرسول الله ﷺ في علم الاحوال وعلم الاقوال معاخلاف مايتوهمه بعض المتصوفة حيث قال ان المجتهدين لم يرثوا من رسول الله الا علم المقال فقط (الى قوله) وهذا كلام جاهل باحوال الائمة الذين هم اوتاد الارض وقواعد الدين (الى قوله) وكل من نور الله تعالى قلبه وجد مذاهب المجتهدين و

اتباعهم كلها تتصل برسول الله ﷺ من طريق السند الظاهر بالعنعنة ومن طريق امداد قلبه ﷺ لجميع قلوب علماء امته۔ (الميزان الكبرى ج۱، صفحہ ۴۳،۴۴، فصل فی بیان استحالۃ خروج شیء من اقوال المجتہدین عن الشریعۃ، دار الفکر بیروت)

انہوں نے اپنے اپنے مذاہب کی تائید قواعد شریعت اور قواعد حقیقت ہر دو پر چلنے سے کی اور باوجود یکہ ان کو قدرت تھی کہ ہر ایک امام اپنے مذہب کے ادلہ کے علاوہ دوسرے ائمہ مذاہب کے ادلہ بھی امر حق کے وزن کرنے کے لئے مرتب کرتے تا کہ بعد از اں کوئی بھی کسی دوسرے امام کے قول کا محتاج نہ رہے لیکن چونکہ وہ اہل انصاف اور اہل کشف ہونے کے سبب سے جانتے تھے کہ یہ امر اللہ تعالیٰ کے علم میں چند مخصوص مذاہب میں جداگانہ طور سے مرتب ہونا قرار پا چکا ہے۔ پس ہر ایک نے اپنے اپنے کشف کے مقتضا پر اپنے مذاہب کے مسائل ہی مرتب کئے اور یہی مراد اللہ کی تھی۔ پس انہوں نے (جیسے کہ میں نے اپنے سیّد اور پیشوا علی خواص سے کہتے سنا ہے) اپنے اپنے مذاہب کی تائید قواعد حقیقت کے ساتھ قواعد شریعت پر چلنے سے اس لئے کی تا کہ ان کے مقلدین کو معلوم ہو کہ ان کے ائمہ دونوں طریقوں کے علماء تھے اور علی الخواص فرمایا کرتے تھے کہ ان ائمہ مجتہدین کا قول تمام اہل کشف کے نزدیک بھی شریعت سے باہر ہونا صحیح نہیں اور کیونکر شریعت سے باہر ہو سکتا ہے جبکہ وہ اپنے اقوال کے مواد سے جو کتاب وسنت اور اقوال صحابہ ہے واقف ہونے کے باوجود ان کو روحانی معیت نبی ﷺ کی روح مبارک کے ساتھ ہوتی رہی اور وہ ہر امر متوقف علیہ میں آنحضرت ﷺ سے بالمشافہ اور بیداری کی حالت میں پوچھتے رہے کہ یا رسول اللہ کیا یہ آپ کا قول ہے یا نہیں؟

ائمہ مذہب ہی در اصل علوم وحی وغیر وحی میں رسول اللہ ﷺ کے وارث ہیں

اور یہی ائمہ در حقیقت علم احوال وعلم اقوال ہر دو میں رسول اللہ ﷺ کے وارث

تھے اور بعض بناوٹی صوفیوں نے جو کہا ہے کہ مجتہدین فقط علم قال کے وارث ہیں سو یہ قول اسی صوفی کا ہے جو کہ ان ائمہ مذاہب کے احوال سے جاہل ہے جو کہ زمین کے اوتاد اور دین کے قواعد اور بنیاد ہیں اور جس کا دل اللہ تعالیٰ نے روشن کیا ہے وہ پالیتا ہے کہ مجتہدین اور ان کے تابعین کے مذاہب سب کے سب رسول اللہ ﷺ تک بسند ظاہر اور متصل بھی پہنچتے ہیں اور نیز بطریق سلسلہ روحانی اور قلبی بھی پہنچتے ہیں۔

اور اسی میزان کے صفحہ ۲۵ میں امام شعرانی خود اپنا مکاشفہ بیان کرتے ہیں کہ ان اللہ تعالی لما منّ علیّ بالاطلاع علی عین الشریعه رأیت المذاهب کلها متصلة بها ورأیت مذاهب الائمة الاربعة تجری جداولها کلها ورأیت جمیع المذاهب التی اندرست قد استحالت حجارة ورأیت اطول الائمة جدولا الامام اباحنیفة ویلیه الامام مالک ویلیه الامام الشافعی ویلیه الامام احمد بن حنبل واقصرهم جدولا مذهب الامام داؤد وقد انقرض فی القرن الخامس فاوّلت ذلک بطول زمن العمل بمذاهبهم وقصره فکما کان مذهب الامام ابی حنیفة اوّل المذاهب المدونة تدوینا فکذلک یکون اخرها انقراضا وبذلک قال اهل الکشف۔ (میزان الکبری ج۱، صفحہ ۲۹، فصل: فان اول احد من العلماء... دار الفکر بیروت) جب اللہ تعالیٰ نے مجھ پر عین الشریعت پر آگاہی کا اکرام فرمایا تو میں نے دیکھا کہ کل مذہب ان ائمہ کے اسی عین الشریعت کے ساتھ پیوستہ ہیں اور میں نے چاروں مذہبوں کی نہریں جاری دیکھیں۔ اور یہ بھی دیکھا کہ وہ تمام مذہب جو پرانے اور بوسیدہ ہو گئے ہیں وہ پتھر بن گئے ہیں اور سب سے لمبی نہر امام ابوحنیفہ کے مذہب کی دیکھی۔ اور اس سے چھوٹی نہر امام مالک کی اور اس سے چھوٹی امام شافعی کی اور اس سے چھوٹی امام احمد بن حنبل کی اور سب سے چھوٹی نہر امام داؤد کے مذہب

کی جو پانچویں قرن میں ختم ہوگیا۔ پس اس کی تاویل میں نے یہ کی کہ طول نہر سے مراد ان کے مذاہب پر عمل کی طوالت ہے جو زمانہ طویل تک ہوگا اور قصر سے مراد قصر عمل ہے جو ایک زمانہ قلیل تک رہے گا۔ پس جس طرح کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب باعتبار تدوین کے سب سے اول ہے اسی طرح باعتبار انقراض کے سب سے آخر ہے اور یہی قول جملہ اہل کشف کا ہے۔ انتہی

امام ابوحنیفہ کا مذہب ہی قیامت تک رہے گا اور عیسیٰ نبی اللہ کے احکام اسی مذہب کے مؤید ہوں گے

اور امام شعرانی کے اس قول کی تصدیق کہ آخر مذہب امام ابی حنیفہ کا ہوگا حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے قول سے بھی ہوتی ہے جو مکتوب ۲۸۲ جلد اول میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ ''نیز معلوم شد کہ کمالات ولایت را موافقت بہ فقہ شافعی ست وکمالات نبوت را مناسبت بفقہ حنفی اگر فرضاً دریں امت پیغمبرے مبعوث میشد موافق فقہ حنفی عمل میکرد و دریں وقت حقیقت سخن حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہ معلوم شد کہ در فصول ستہ نقل کردہ اند کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد از نزول بمذہب امام ابوحنیفہ عمل خواہد کرد''۔ اور جلد ثانی کے مکتوب ۵۵ میں اس کی تشریح اس طرح فرماتے ہیں۔ کہ ''حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام بعد از نزول کہ متابعت این شریعت خواہد نمود و اتباع سنت آن سرور علیہ الصلوۃ والسلام خواہد کرد نسخ این شریعت مجوز نیست نزدیک ست کہ علماء ظواہر مجتہدات اور از کمال دقت وغموض ماخذ انکار نمایند و مخالف کتاب و سنت دانند مثل روح اللہ مثل امام اعظم کوفی ست کہ ببرکت ورع وتقویٰ بدولت متابعت سنت درجہ علیا در اجتہاد و استنباط یافتہ است کہ دیگران در فہم آن عاجز اند و مجتہدات اورا بواسطہ دقت روحانی مخالف کتاب و سنت دانند و او را و اصحاب او را اصحاب رائے پندارند وکل ذلک لعدم الوصول الی حقیقة علمه ودرایته وعدم

الاطلاع علی فہمه و فراسته۔ امام شافعی بکرشمۂ از وقتِ فقاہت او دریافت کہ گفت الفقہاء کلہم عیال ابی حنیفۃ۔ وائے از جرأتہائے قاصر نظران کہ قصور خود را بدیگرے نسبت نمایند و بواسطہ ہمیں مناسبت کہ بروح اللہ دارد تو اند آنچہ خواجہ محمد پارسا در فصول ستہ نوشتہ است کہ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام بعد از نزول بمذہب امام ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ عمل خواہد کرد۔ یعنی اجتہاد حضرت روح اللہ موافق اجتہاد امام اعظم خواہد بود نہ آنکہ تقلید ایں مذہب خواہد کرد کہ شان او از اں بلند تر ست کہ تقلید علماء امت فرماید بے شائبہ تکلف و تعصب گفتہ میشود کہ نورانیت ایں مذہب حنفی بنظر کشفی در رنگ دریائے عظیم مینماید و سائر مذاہب در رنگ حیاض و جداول بنظر می در آیند و بظاہر ہم کہ ملاحظہ نمودہ مے آید سواد اعظم از اہل اسلام متابعان ابی حنیفہ اند علیہم الرضوان۔ وایں مذہب باوجود کثرت متابعان در اصول و فروع از سائر مذاہب متمیز است و در استنباط طریق علیحدہ دارد۔ وایں معنی منبع از حقیقت است عجب معاملہ است امام ابوحنیفہ در تقلید سنت از ہمہ پیشقدم است و احادیث مرسل را در رنگ احادیث مسند شایان متابعت میداند و بر رائے خود مقدم میدارد و ہمچنیں قول صحابہ را بواسطہ شرف صحبت خیر البشر۔ و دیگران نہ چنیں اند۔ معذالک مخالفان او را صاحب رائے میدانند الفاظے کہ منبی از سوء ادب اند بااو منتسب میسازند۔ جماعۃ کہ ایں اکابر دین را اصحاب رائے میدانند اگر ایں اعتقاد دارند کہ ایشان برائے خود حکم میکردند و متابعت کتاب و سنت نمی نمودند پس سواد اعظم بزعم فاسد ایشان ضال و مبتدع باشند بلکہ از جرگۂ اسلام بیرون بوند۔ ایں اعتقاد نہ کند مگر جاہلے کہ از جہل خود بیخبر است یا زندیقے کہ مقصودش ابطال دین ست۔ ناقصے چند احادیث چند را یاد گرفتہ اند و احکام شریعت را منحصر دراں ساختہ ماورائے معلوم خود را نفی مے نمایند و آنچہ نزد ایشان ثابت نشدہ منفی میسازند

چوآں کرمے کہ در سنگے نہاں است ‌ ‌ ‌ ‌ زمین و آسمان او ہمان است

پس امام شعرانی اور امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اقوال قطعیہ سے یقینی اور قطعی طور پر ثابت ہو گیا کہ ائمہ مجتہدین علی الخصوص امام ابوحنیفہ رضوان اللہ علیہم کے اقوال عین شریعت اور حقیقت سے ہیں اور ان کے اقوال کا انکار خود شریعت نبوی کا انکار ہے۔

بقول ابن حزم ائمہ مذہب کو مسائل اجتہادیہ میں خطا کی نسبت کرنا گمراہی ہے

چنانچہ اسی امر کے متعلق امام شعرانی میزان کبریٰ کے صفحہ ۱۲ میں لکھتے ہیں۔

وکان ابن حزم یقول جمیع ما استنبطہ المجتہدون معدود من الشریعۃ وان خفی دلیلہ علی العوام ومن انکر ذلک فقد نسب الائمۃ الی الخطاء وانہم یشرعون مالم یاذن بہ اللہ وذلک ضلال من قائلہ عن الطریق والحق انہ یجب اعتقاد انہم لولا راوا فی ذلک دلیلا ماشرعوہ۔ (المیزان الکبریٰ ج ۱، صفحہ ۱۸، ۱۹، الفصل: فان قلت فمن یقول ان القیاس ...، دار الفکر بیروت) ۔ ابن حزم کہا کرتا تھا کہ مجتہدین نے جو کچھ استنباط کیا ہے وہ سب شریعت میں ہی محسوب ہے، اگرچہ عوام پر اس کی دلیل مخفی ہو اور جو کوئی کہ ان کا منکر ہے اس نے درحقیقت ائمہ کی طرف خطا کی نسبت کی اور ان کو اعتقاد کر لیا کہ وہ اللہ کے غیر ماذون امر کو شریعت بناتے ہیں حالانکہ قائل کا یہ کہنا راہ حق سے گمراہی ہے۔ اور امر حق یہی ہے کہ ہر ایک کو یہی اعتقاد کرنا واجب ہے کہ اگر وہ اس امر میں کسی دلیل کو نہ دیکھتے تو ہرگز اس کو مشروع نہ رکھتے۔

ائمہ مذاہب نے حرمت اور حلت اشیاء کے احکام قرائن ادلہ اور کشف صحیح سے ادراک کئے

پھر امام شعرانی میزان کبریٰ کے صفحہ ۵۰ میں لکھتے ہیں۔ فان قیل ان المجتہدین قد صرحوا باحکام فی اشیاء لم تصرح الشریعۃ بتحریمہا ولا بوجوبہا فحرموہا واوجبوہا؟ فالجواب انہم لولا علموا من قرائن الادلۃ

تحریمها او وجوبها ماقالوا به والقرائن اصدق الادلّة وقد یعلمون ذلک بالکشف ایضا فتتأید به القرائن۔ (المیزان الکبریٰ ج ۱ صفحہ ۵۸ فصل فی بیان ما ورد فی ذم الرای، دارالفکر بیروت) کوئی کہے کہ اگر مجتہدین نے ایسی اشیاء میں احکام کی تصریح کردی ہے جن کی تحریم اور تحلیل کے متعلق شارع نے کوئی تصریح نہیں کی اور ان ائمہ نے کسی کو حرام بتادیا اور کسی کو واجب کہہ دیا۔ پس اس کا جواب یہ ہے کہ اگر وہ ادلہ کے قرائن سے ان کی حرمت اور وجوب نہ معلوم کرلیتے تو ہرگز نہ کہتے اور قرائن نہایت سچے دلائل ہیں اور باوجود اس کے بھی وہ حرمت اور وجوب کشف سے بھی معلوم کرلیتے ہیں اور اس سے قرائن کو زیادہ تر تائید ہوجاتی ہے۔

ہر مجتہد کا سلسلہ رسول اللہ ﷺ تک پہنچتا ہے

پھر امام شعرانی نے میزان کے صفحہ ۲۶ میں لکھا۔ کہ ومعلوم ان المجتهدین علی مدرجة الصحابة سلکوا فلا تجد مجتهداً الا وسلسلته متصلة بصحابی قال بقوله او بجماعة منهم۔ (المیزان الکبریٰ ج ۱ صفحہ ۳۰ فصل فان ادعیٰ احد من العلماء فوق هذه المیزان... دارالفکر بیروت) یہ امر معلوم ہے کہ مجتہد لوگ صحابہ کے طریق پر ہی چلے۔ پس کوئی مجتہد ایسا نہیں کہ اس کا سلسلہ کسی صحابی یا جماعت صحابہ سے نہ ملتا ہو۔

ہر مجتہد نفس الامر میں صواب پر ہے

اور اسی میزان کے صفحہ ۲۷ میں لکھا ہے۔ کہ اجمع علیه اهل الکشف من ان المجتهدین هم الذین ورثوا الانبیاء حقیقة فی علوم الوحی فکما ان النبی معصوم کذلک وارثه محفوظ من الخطاء فی نفس الامر (الی قوله) فقام اجتهادهم مقام نصوص الشارع فی وجوب العمل به فانه ﷺ اباح لهم الاجتهاد فی الاحکام تبعا لقوله تعالیٰ ولو ردوه الی الرسول والی

اولی الامر منهم لعلمه الذین یستنبطونه منهم ومعلوم ان الاستنباط من مقامات المجتهدین رضی اللہ عنہم فهو تشریع عن امر الشارع کما مر فکل مجتهد مصیب من حیث تشریعه بالاجتهاد الذی اقره الشارع علیه کما ان کل نبی معصوم (الیٰ قوله) فیحشر علماء هذه الأمة حفاظ ادلّة الشریعة المطهرة العارفون بمعانیها فی صفوف الانبیاء والرسل لا فی صفوف الامم فما من نبی او رسول الا وبجانبه عالم من علماء هذه الامّة او اثنان او ثلثة او اکثر .اه ملخصاً۔ (المیزان الکبریٰ ج ۱ صفحہ ۳۲ فصل فی بیان تقریر قول من قال ان کل مجتهد مصیب... دارالفکر بیروت) کہ اہل کشف کا اس پر اجماع ہے کہ مجتہد ہی درحقیقت علوم وحی میں انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں۔ پس جیسے کہ نبی معصوم ہے اسی طرح اس کا وارث نفس الامر میں خطا سے محفوظ ہے اور اس کا اجتہاد نص شارع کے قائم مقام ہوتا ہے کیونکہ شارع ہی نے اس کو اجتہاد کی ہدایت کی ہے جیسے کہ آیت استنباط سے ظاہر ہے اور معلوم ہے کہ امر استنباط مجتہدین کے مقامات میں سے ہے۔ پس وہ تشریع حقیقت میں شارع کے امر سے ہے۔ پس ہر مجتہد اپنے اجتہاد میں صواب پر ہے جیسے کہ ہر نبی ابلاغ میں معصوم ہے، اس لئے کہ مجتہد کی تشریع اپنے اجتہاد سے اسی وجہ سے ہے کہ شارع نے اس کو اس پر کھڑا کیا ہے۔ پس اس اُمّت کے علماء جو شرائع کے ادلہ کے حفاظ ہیں اور جو ان کے معانی کے عارف ہیں ان کا حشر قیامت کے دن انبیاء اور رسولوں کی صفوں میں ہوگا نہ کہ اُمتوں کی صفوں میں لہذا کوئی ایسا نبی اور رسول نہیں کہ اس کی جانب اس اُمّت کا ایک نہ ایک عالم ضرور ہے یا اس سے زیادہ۔ اور عارف شعرانی نے اسی امر کی تائید میں کہ ہر مجتہد صواب پر رہتا ہے میزان کے صفحہ ۲۶ میں لکھا ہے۔ کہ ان کل من کان فی حال السلوک فهو لم یقف علی العین الاولیٰ فلا یقدر علی ان یتعقل ان کل مجتهد مصیب بخلاف

من انتھی سلوکہ فانہ یشھد یقینا ان کل مجتھد مصیب و حینئذ ینکر الانکار علیہ من عامۃ المقلدین متی صرح لھم بما یعتقدہ لحجابھم عن شھود المقام الذی وصل الیہ فھم معذورون من وجہ غیر معذورین من وجہ اخر حیث لم یردوا صحۃ علم ذلک الی اللہ تعالی فانہ ماثم لنا دلیل واضح یرد کلام اھل الکشف ابداً لا عقلا ولا نقلاً ولا شرعاً لان الکشف لایاتی الا مؤیّداً بالشریعۃ دائما اذ ھو اخبار بالامر علی ماھو علیہ فی نفسہ، وھذا ھو عین الشریعۃ۔ (المیزان الکبریٰ ج۱ صفحہ ۳ فصل ان اردت یا اخی الوصول الی معرفۃ ھذہ المیزان ... دار الفکر بیروت) یعنی جو شخص کہ ابھی حالت سلوک میں ہوتا ہے وہ چشمہ اولیٰ پر واقف نہ ہونے کے باعث اس معنی کے تعقل کے لئے قدرت نہیں رکھتا کہ ہر مجتہد اپنے اجتہاد میں صواب پر ہوتا ہے برخلاف اس شخص کے جس کا سلوک ختم ہوگیا ہو کیونکہ وہ یقیناً مشاہدہ کرتا ہے کہ ہر مجتہد اپنے اجتہاد میں صواب پر ہوتا ہے اور جب وہ اس معنی کو ان عامی مقلدوں پر ظاہر کرتا ہے جو ابھی اجتہاد کے درجہ میں مثل اس کے نہیں ہیں تو وہ اس پر انکار کرنے لگتے ہیں۔ پس وہ ایک وجہ سے اگرچہ معذور ہیں لیکن اس وجہ سے کہ انہوں نے اس کے علم کو اللہ کی طرف نہیں سونپا وہ معذور نہیں ہیں۔ کیونکہ ایسی صورت میں ہمارے پاس ہمیشہ کے لئے کوئی دلیل واضح نہیں ہوسکتی جو اس قسم کے اہل کشف کے کلام کو رد کرتی ہو نہ عقلاً اور نہ نقلاً اور نہ شرعاً۔ کیونکہ ایسا کشف بھی شریعت کے ساتھ مؤید ہوئے بغیر نہیں آسکتا۔ کیونکہ کشف کے بجز اس کے اور کوئی معنی نہیں کہ وہ ایک امر کی واقعی حالت کا اخبار ہے اور یہی معنی عین شریعت ہے۔ انتہیٰ

حقیقت کشف کے نقل کرنے میں قادیانی صاحب کی تحریف

پس ناظرین پر واضح ہوگا کہ قادیانی صاحب کا بحوالہ میزان امام شعرانی علی الاطلاق کشف کی نسبت یہ لکھنا کہ ”ہمارے پاس کوئی ایسی دلیل نہیں جو کلام اہل کشف کو رد کرے نہ عقلی

نہ نقلی نہ شرعی۔ کیونکہ کشف کی خود شریعت مؤید ہے“۔ کس قدر بے سروپا اور بیہودانہ تحریف سے بھرا ہوا ہے۔ کیونکہ عارف شعرانی کا یہ قول اس اہل کشف کے کشف کے متعلق ہے جو حالت وصول میں ہر مجتہد کو صواب اور حق پر دیکھتا ہے اور اسی کی نسبت لکھتے ہیں کہ ایسا کشف ہمیشہ شریعت کے ساتھ مؤید ہوتا ہے بلکہ وہ عین شریعت ہے نہ کہ ہر کشف خواہ شریعت اس کی مؤید نہ بھی ہو جیسے کہ قادیانی صاحب کا منشاء اس بے سروپا اور محرف نقل سے پایا جاتا ہے۔ حالانکہ عارف شعرانی اس کتاب کے صفحہ ۱۰ میں قاعدہ کلیہ تصریح فرما چکے ہیں کہ غیر معصوم کا کشف صحیح کبھی نہیں ہوسکتا جب تک کہ شریعت کے ساتھ موافق نہ ہولے اور اس وقت تک جائز العمل نہیں ہوسکتا جب تک کہ شریعت اس کی صحت پر فتویٰ نہ دے۔ اور یہ امر معلوم ہے کہ طریق الہام یعنی طریق القاء اور ایحاء میں انبیاء علیہم السلام کے سوا کوئی شخص بھی تلبیس ابلیس سے مامون اور محفوظ نہیں۔ کیونکہ شیاطین بھی اپنے دوستوں کو القاء اور ایحاء کرتے ہیں۔

نبی اور ولی کے الہام میں مساوات غلط ہے

پس قادیانی صاحب کا یہ قول بھی لغو ہے جو براہین کے صفحہ ۲۲۲ و ۲۲۹ میں لکھتے ہیں کہ ”جیسے ایک نبی کا الہام دوسرے نبی کے الہام سے مخالف نہیں ہوتا اسی طرح الہام اولیاء شریعت حقہ محمدیہ سے مخالف نہیں ہوسکتا اور اس کو موجب علم قطعی نہ جاننا وسوسہ ہے“۔ کیونکہ قادیانی صاحب کے اس قول سے وہ تفریق بھی اٹھ جاتی ہے جو انبیاء اللہ اور اولیاء اللہ اور ان کے القاء اور ایحاء میں حق تعالیٰ نے ودیعت فرمائی ہے۔ قطع نظر اس کے ہمارے پاس سینکڑوں ثبوت موجود ہیں کہ اولیاء اللہ کے القاء میں تلبیس ابلیس کا دخل ہوا۔

قادیانی صاحب کے الہامات میں تناقض اور وسوسۂ شیطانی خود بقول قادیانی

ہمارے سامنے خود قادیانی صاحب کے اپنے الہامات میں تناقض اور تلبیس ابلیس موجود ہے۔ مثلاً براہین احمدیہ کے صفحہ ۴۹۸ اور ۵۰۴ میں اولاً قادیانی صاحب یہ لکھتے

ہیں کہ "آیت ارسل رسولہ اور آیت عسی ربکم کا ظاہری اور جسمانی طور پر حضرت مسیح مصداق ہے اور یہ عاجز روحانی اور معقولی طور پر۔ اور وہ زمانہ بھی آنے والا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نہایت جلالیت کیساتھ دنیا پر اتریں گے"۔ لیکن اس الہام کے بیس بائیس برس کے بعد ازالۃ الاوہام کے صفحہ ۳۷ میں لکھتے ہیں کہ "اب جو امر خدائے تعالیٰ نے میرے پر منکشف کیا ہے وہ یہ ہے کہ وہ مسیح موعود میں ہی ہوں"۔ اور ازالہ کے صفحہ ۱۹۷ میں لکھتے ہیں کہ "ہاں براہین میں جو کچھ میں نے مسیح ابن مریم کے دوبارہ دنیا میں آنے کا ذکر لکھا ہے وہ ذکر صرف ایک مشہور عقیدہ کے لحاظ سے ہے اور یہ براہین صرف اس سرسری پیروی کی وجہ سے ہے جو ملہم کو قبل از انکشاف اصل حقیقت اپنے نبی کے آثار مرویہ کے لحاظ سے لازم ہے، کیونکہ الہام پانے والے بغیر بلائے اور بجھائے اور فرمائے نہ بولتے اور نہ سمجھتے اور نہ دعویٰ کرتے ہیں اور نہ اپنی طرف سے دلیری کرتے ہیں"۔ پس قادیانی صاحب نے خود ہی اپنے الہامات میں تناقض اور تکاذب ثابت کر دیا اور خود ہی اپنے اخیر الہام کو ظاہر آثار مرویہ ﷺ کے مخالف بتا دیا۔

توفی کے معنی قادیانی نے خود اپنے الہام میں رفع بالتمام اور اکمال کے لئے ہیں

اور اسی طرح قادیانی صاحب نے خود ہی اول براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۱۹ میں اپنی الہامی عبارت یعنی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ کے معنی تجھ کو پوری نعمت دوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا، لکھے۔ اور صفحہ ۵۵۷ میں توفی کے معنی بایں عبارت لکھے کہ اے عیسیٰ میں تجھے کامل اجر بخشوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا۔ لیکن اس کے بیس بائیس برس بعد اپنے الہامی مکتوب عربی کے صفحہ ۱۳۳ میں لکھا کہ ثم لا یمکن لاحد یاتی باثر من الصحابۃ او حدیث من خیر البریہ فی تفسیر لفظ التوفی بغیر معنی الاماتۃ ابدا ولو ماتوا بالحسرۃ (مکتوب قادیانی صفحہ ۱۳۳) اگرچہ حسرت کے ساتھ مرجائیں تو بھی توفی کا معنی

بغیر اماتت یعنی موت دینے کے معنی کے نہ ملے گا۔ پس قادیانی صاحب کو ان کے الہام اخیر نے جھوٹا بنا دیا اور ان کے سارے الہامات کو اضغاث واحلام اور تلبیس شیطانی ہونا ثابت کر دیا۔ کیونکہ خود خداوند کریم اپنے کلام پاک میں اس کی ایک نشانی اس طرح بیان فرماتا ہے۔ ھل انبئکم علی من تنزل الشیاطین تنزل علی کل افاک اثیم یلقون السمع واکثرھم کاذبون. ای الافاکون یلقون السمع الی الشیاطین فیتلقون منھم ظنونا وامارات لنقصان علمھم کما فی الحدیث الکلمۃ یخطفھا الجنی فیقرھا فی اذن ولیہ فیزید فیھا اکثر من مائۃ کذبۃ (بیضاوی سورۃ شعراء) میں تم کو آگاہ کرتا ہوں کہ کس شخص پر شیطان اترتے ہیں؟ سو بیشک وہ اسی شخص پر اترتے ہیں جو جھوٹا اور بدکار ہو اور وہ جو شیطانوں کی طرف اپنے کان رکھ کر ان سے ظنون اور امارات کی تلقی کر کے اور ان کے ساتھ سو جھوٹ ملا کر پیشین گوئیاں کرتے ہیں اور پھر وہ جھوٹے نکلتے ہیں۔ جیسے قادیانی صاحب کی پیشین گوئیوں کا کذب ان کے حریف لکھرام کی کتاب کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے اور جس کا قادیانی صاحب نے کوئی رد نہ کیا۔

قادیانی نے اپنے الہام کا تخلف ہونا مان لیا

اور خود آتھم کی موت ان کی پیشین گوئی کی میعاد سے چھ مہینے بعد ہوئی۔ اور خود انہوں نے انجام آتھم کے صفحہ ۳۱،۲۹،۲۸ میں داماد احمد بیگ کی نسبت اقرار کرلیا کہ داماد احمد بیگ کی نسبت جو پیشین گوئی تھی اس کی میعاد گذر چکی اور اس کے مبرم ہونے کا اقرار کرتے ہوئے کہہ گئے کہ سنت اللہ کے مطابق اس وعید کی میعاد میں تخلف ہوگیا۔

بقول قادیانی چارسو (۴۰۰) نبی کو الہام شیطانی نے دھوکا دیا

اور اپنا دروغ چھپانے کے لئے نہ فقط وعید میں تخلف کرنا سنت اللہ قرار دیا بلکہ ازالۃ الاوہام کے صفحہ ۶۲۸ میں بحوالہ تورات چارسو (۴۰۰) نبی کے متعلق ایک قصہ لکھا کہ

ایک بادشاہ کے وقت میں انہوں نے اس کی فتح کے بارہ میں پیش گوئی کی اور وہ جھوٹے نکلے اور بادشاہ کو شکست آئی۔ اور اس کی توجیہہ یہ بیان کی کہ دراصل وہ الہام ایک ناپاک روح کی طرف سے تھا نوری فرشتہ کی طرف سے نہیں تھا اور ان نبیوں نے دھوکا کھا کر ربانی سمجھ لیا تھا۔ انتہی پس اسی ایک قصہ سے صداقت پسند دوستوں کو معلوم ہوگا کہ قادیانی صاحب اپنے اس دعوے میں کس قدر سچے ہو سکتے ہیں جو انہوں نے براہین کے صفحہ ۲۲۹ میں کیا کہ الہام جو اولیاء اللہ کو ہوتا ہے اس کو موجب علم قطعی نہ جاننا وسوسہ ہے۔ اور نیز اس دعویٰ میں جو انہوں نے اپنا حرز جان بنا رکھا ہے کہ ان کو الہام الٰہی سے معلوم ہوا کہ وہ ہی عیسیٰ موعود ہے۔

رجل فارس سے مراد ابوحنیفہ ہیں نہ کہ قادیانی

اور یہ کہ حدیث ثریا میں رجل فارس سے مراد یہی قادیانی صاحب ہیں۔ لو کان الایمان معلقا بالثریا لناله رجل من فارس۔ (براہین احمدیہ صفحہ ۴۹۸، ازالہ اوہام ۶۵۳) اور نبی کریم ﷺ اپنی حدیث میں اس شخص کے لئے اشارہ فرما چکے ہیں۔ مگر قادیانی صاحب نطفۂ پنجاب ہوتے ہوئے عقل باور نہیں کر سکتی کہ وہ کیونکر رجل فارس ہو گئے۔ باوجودیکہ محدثین کبار میں سے بخاری اور مسلم اور ترمذی اور ابوداؤد اور نسائی اور ابن ماجہ اور دار قطنی اور حاکم اور بیہقی بھی سب کے سب رجل فارس تھے۔ اور اسی طرح فقہاء میں سے ابوالطیب اور شیخ ابوحامد اور شیخ ابواسحٰق شیرازی اور جوینی اور امام الحرمین اور امام غزالی بھی رجل فارس ہوئے ہیں اور اسی طرح اکثر شیوخ طریقت۔ لیکن ان میں سے کوئی بھی اس حدیث کا مصداق نہ ہو سکا پھر ایک اجہل قادیانی جو کاف کاریثی پر اپنے مؤید اوّل مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے ساتھ زمرا اور اپنے کو مجرم بنالیا کیونکر مصداق ہو سکتا ہے۔ حالانکہ اوّل تو جو الفاظ اس حدیث کے انہوں نے نقل کئے ہیں کسی حدیث کی کتاب میں نہیں کیونکہ طبرانی کی عبارت میں ایک لفظ ہے اور شیخین کی عبارت میں جدا الفاظ ہیں۔ لو کان

الایمان عندالثریا لتناوله رجال من ابناء فارس۔ (طبرانی ابن مسعود) لو کان العلم معلقا۔ (سعد بن عبادہ) لاتناله العرب لناله۔ (قیس طبرانی) والذی نفسی بیده لو کان الدین معلقا بالثریا لتناوله رجل من فارس۔ (شیخین ابوہریرہ) اور ہر ایک روایت قادیانی صاحب کی الہام کی مغائر ہے۔ معہذا حافظ سیوطی رحمہ اللہ کا قول ہے۔ کہ قال الحافظ السیوطی هذا الحدیث الذی رواه الشیخان اصل صحیح یعتمد علیه فی الاشارة لابی حنیفة وهو متفق علی صحته وفی حاشیة الشیرابلسی عن تلمیذ الحافظ السیوطی قال ماجزم به شیخنا من ان اباحنیفة هو المراد من هذا الحدیث ظاهر لا شک فیه لانه لم یبلغ من ابناء فارس فی العلم مبلغه احداه۔ شامی وروی الجرجانی فی مناقبه بسنده لسهل بن عبدالله التستری انه قال لو کان فی اُمتی موسی وعیسی مثل ابی حنیفة لما تهودوا ولما تنصروا۔ (درمختار مناقب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ) شیخین کی روایت ایسی اصل صحیح ہے کہ اس سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف ہی اشارہ ہونا معتمد علیہ ہے اور یہی باعتبار صحت کے متفق علیہ ہے اور حاشیہ شیراملسی میں حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا تمیذ لکھتا ہے کہ ہمارے شیخ نے جو امام ابوحنیفہ کا اس حدیث سے مراد ہونا اعتقاد کیا ہے وہ ایسا ظاہر ہے کہ جس میں کوئی شک نہیں کیونکہ ابنائے فارس میں سے کوئی بھی باعتبار علم کے ان کے مرتبہ کو نہیں پہنچا۔ اور صاحب درمختار لکھتے ہیں کہ جرجانی نے سہل بن عبداللہ تستری سے روایت کی ہے کہ وہ کہا کرتے تھے کہ اگر حضرت موسیٰ اور عیسیٰ کی اُمتوں میں ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرح کوئی فرد اُمت ہوتا تو وہ ہرگز یہودی اور نصرانی نہ ہوتیں۔ اور یہی سہل بن تستری ہیں جو کہا کرتے تھے کہ میں اس میثاق کو یاد رکھتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے عالم الذر میں لیا اور میں اس کی رعایت کرتا ہوں۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے تشبہ اور حقیقت مذہب

الحاصل امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ہی جنہوں نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرح امر شوریٰ سے کام لیا جبکہ صریح کتاب وسنت سے کسی مسئلہ کا حکم نہ ملتا تھا اور ایسے کسی مسئلہ میں وہ تنہا پیشقدمی نہ فرماتے۔ وھو کالصدیق رضی اللہ عنہ وجه الشبه ان ابابکر رضی اللہ عنہ ابتدء جمیع القران بعد وفاته ﷺ بمشورۃ عمرو اباحنیفة ابتدء تدوین الفقه (شامی) وکان یجمع العلماء فی کل مسئلة لم یجدها صریحة فی الکتاب والسنة ویعمل بما یتفقون علیه فیها (کابی بکر رضی اللہ عنہ) (الی قوله) وقد وضع مذهبه شوریٰ ولم یستبد بوضع المسائل (الی قوله) ویناظرهم حتی یستقر احد القولین فیثبته ابویوسف (الی قوله) ونقل الشیخ کمال الدین بن الهمام عن اصحاب ابی حنیفة کابی یوسف ومحمد وزفر والحسن انهم کانوا یقولون ماقلنا فی مسئلة قولا الا وهو روایتنا عن ابی حنیفة واقسموا علی ذلک ایمانا مغلظة۔ (المیزان الکبریٰ ج۱، صفحہ ۵۸،۵۹ فصل فی بیان ... ورد فی ذم الرای... دار الفکر بیروت)

وکان کتب الخلیفة ابوجعفر المنصور الی الامام ابی حنیفة بلغنی انک تقدم القیاس علی الحدیث فقال لیس الامر کما بلغک یاامیر المؤمنین انما اعمل اوّلاً بکتاب اللّٰه ثم بسنة رسوله ﷺ ثم باقضیة ابی بکر وعمر وعثمان وعلی رضی اللہ عنهم ثم باقضیة بقیة الصحابة ثم اقیس بعد ذلک اذا اختلفوا ولیس بین اللّٰه وبین خلقه قرابة۔ (المیزان الکبریٰ ج۱، صفحہ ۶۱ فصل فی بیان ضعف قول من نسب الامام ابا حنیفۃ الی انہ قدم القیاس علی حدیث رسول اللہ ﷺ دار الفکر بیروت)

فلاینبغی لاحد الاعتراض علیه لکونه من اجلّ الائمة واقدمهم تدوینا للمذهب واقربهم سندا الی رسول اللّٰه ﷺ مشاهداً لفعل اکبر التابعین (الی قوله) وایاک ان تخوض مع الخائضین (الی قوله) فان الامام کان متقیدا بالکتاب والسنة متبرّئا من الرأی کما قدمناه لک (الی قوله) وحاشی ذلک الامام الاعظم من مثل ذلک حاشاه بل هو امام اعظم متبع الی انقراض المذاهب کلها کما اخبرنی به بعض اهل الکشف الصحیح واتباعه لن یزالوا فی ازدیاد کلما تقارب الزمان وفی مزید اعتقاد فی اقواله واقوال اتباعه۔ (المیزان الکبریٰ ج۱، صفحہ ۷۳، ۷۴ فصل فی بیان ذکر بعض من ... دار الفکر بیروت)

جیسے کہ جمع قرآن میں اور دیگر اقضیہ میں صحابہ کے شوریٰ سے کام لیا۔ پس امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے اپنا مذہب شوریٰ کے ساتھ وضع کیا اور ہر امر کو انہوں نے مناظرہ اور تصفیہ کے بعد لکھایا اور اصحاب ابی حنیفہ رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ ہمارا کوئی مسئلہ نہیں جو امام صاحب سے اس میں روایت نہ ہو اور اسی پر انہوں نے حلفیں دیں۔ میزان کے صفحہ ۵۷ میں ہے کہ خلیفہ ابوجعفر منصور نے امام ابی حنیفہ رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ تو قیاس کو حدیث پر مقدم رکھتا ہے۔ تو اس کے جواب میں ارشاد فرمایا اے امیر المؤمنین تجھے غلط خبر ملی ہے۔ میں اولاً کتاب اللہ کے مطابق عمل کرتا ہوں پھر سنت رسول اللہ کے مطابق پھر ابی بکر اور عمر اور عثمان اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے فیصلہ جات کے مطابق پھر باقی صحابہ کے احکام کے مطابق۔ پھر اگر ان میں سے کوئی فیصلہ نہ ملے تو میں اختلافی امر میں اپنے قیاس سے کام لیتا ہوں اور اللہ اور اس کے بندوں میں کوئی قرابت نہیں۔ پھر عارف شعرانی اسی کتاب کے صفحہ ۶۳ میں لکھتے ہیں۔ کہ امام ابوحنیفہ پر کسی کو اعتراض نہ کرنا چاہیے کیونکہ وہی سب اماموں کے سردار ہیں اور سب سے اوّل انہوں نے ہی فقہ کی تدوین کی اور انہیں کی سند رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سب سے قریب ہے۔ اور وہی سب سے اوّل اکابر تابعین کے افعال کے دیکھنے والے ہیں اور تجھ کو خائضین اور معترضین کی معیت سے بچنا چاہیے۔ کیونکہ امام رضی اللہ عنہ

کتاب اور سنت کے مقید تھے اور رائے سے براءت کرتے رہے۔ اور ایسے امام اعظم ایسی باتوں سے پاک ہیں بلکہ یہی امام اعظم ہیں جن کا مذہب سب مذہبوں کے انقراض اور ختم ہوجانے کے بعد بھی رہے گا جیسے کہ مجھے بعض صحیح کشف والوں نے اس سے اطلاع دی ہے اور اس کے تابعین اور مقلدین ہمیشہ ترقی پذیر رہیں گے۔ اور جوں جوں قرب ساعت ہوتا جائے گا اس کے اقوال اور اس کے تابعین کے اقوال میں اعتقاد بھی امت کا زیادہ ہوتا جائے گا۔ انتہی ملخصا پس وہ بالکل سچ ہے جو عبداللہ ابن مبارک سے درمختار میں منقول ہے۔ کہ وقد قال ابن ادریس مقالا صحیح النقل فی حکم لطیفة بان الناس فی فقه عیال علی فقه الامام ابی حنیفه فلعنة ربنا اعداد رمل علی من رد قول ابی حنیفة۔ (عبداللہ بن مبارک شامی، درمختار) فرمایا کہ اس شخص پر خدا کی لعنت ہے جس نے امام ابوحنیفہ کے قول کو رد کیا۔ جب کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جیسے مستند امام ان کی مدح میں لکھ رہے ہیں کہ امت کے سب ائمہ علم فقہ میں ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے عیال ہیں۔ پس ہم امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے اس کثرت مناقب سے سراغ لیجاسکتے ہیں کہ رجل فارس سے بجز ان کے اور کوئی مراد نہیں ہوسکتا۔ اور اب اسی قدر پر اس مقدمہ میں کفایت کرتے ہیں۔

وجود جبرئیل اور ملائکہ میں خود قادیانی کے اقوال میں تخالف

کیونکہ جبرئیل اور ملائکہ کرام کی حقیقت کے متعلق اور ان کے القاء اور ایحاء کے متعلق جو کچھ کہ قادیانی صاحب نے توضیح المرام کے متعدد صفحات میں لکھا ہے وہ اس قدر جلی الکفر ہے کہ جمیع انبیاء علیہم السلام کی امتوں کے افراد کے مذاق کے مخالف ہے اور قرآن وسنت اور اصل امر نبوت ہی اس کی تکذیب پر بآواز بلند فتویٰ دے رہا ہے۔ بھلا کوئی نادان سے نادان مسلمان بھی یہ لفظ زبان سے نکال سکتا ہے کہ ملائکہ کرام کا وجود حقیقی بجز اس کے کوئی نہیں کہ وہ ایک قسم کی محبت ہے جو بندہ اور خدا کی محبت کے نر و مادہ کے ملنے سے پیدا

ہوجاتی ہے۔ مگر خدا کی قدرت ہے کہ

ع چراغ کذب را نبود فروغے

توضیح المرام کے بعد انہوں نے اپنے ازالۃ الاوہام کے صفحہ ۶۵۱، ۶۵۲ میں اس کے برخلاف خود ہی اپنی تکذیب بایں الفاظ کردی کہ "اس زمانہ میں ایک گروہ مسلمانوں کا ایسا فلاسفہ ضالہ کا مقلد ہوگیا کہ وہ ہر ایک امر کا عقل سے ہی فیصلہ کرنا چاہتے ہیں ان کا بیان ہے کہ اعلیٰ درجہ کا حکم جو تصفیہ تنازعات کے لئے انسان کو ملا ہے وہ عقل ہی ہے۔ ایسے ہی لوگ جب دیکھتے ہیں کہ وجود جبرائیل وعزرائیل اور دیگر ملائکہ کرام جیسا کہ شریعت کی کتابوں میں لکھا ہے اور وجود جنت وجہنم جیسا کہ قرآن کریم سے ثابت ہوتا ہے اور یہ تمام مصداقتیں عقلی طور پر پایہ ثبوت نہیں پہنچتیں تو فی الفور ان سے منکر ہوجاتے ہیں اور تاویلات رکیکہ شروع کردیتے ہیں کہ ملائک سے صرف قوتیں مراد ہیں اور وحی رسالت صرف ایک ملکہ ہے اور جنت وجہنم صرف ایک روحانی راحت یا رنج کا نام ہے۔ انتہی" پس ہم اس مقدمہ کو اسی پر ختم کرتے ہیں اور ملائکہ کے وجود کے متعلق مزید بحث اس کتاب میں نہیں کرنا چاہتے ہیں کیونکہ وہ ایک غامض مسئلہ ہے اور بوجہ اتم اس کو حضرت ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں لکھ دیا ہے۔

مقدمۂ سوم

(قادیانی صاحب کے الہامات وآیات محرفہ کے بیان میں)

اس کے بعد قادیانی صاحب نے براہین احمدیہ کے متعدد صفحات میں ایک فہرست آیات قرآنی کی دی جو بعینہا یا بصورت تحریف ان پر وقتاً فوقتاً بطریق ایحاء نازل ہوتی رہیں جیسے کہ ہماری اس کتاب کے اخیر میں وہ سب درج ہوں گی اور بجائے اس کے کہ ان آیات کے منزل علیہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں قادیانی صاحب نے ظلی طور پر ان

آیات کا مخاطب اپنے کو تصور کیا اور خود ہی اپنے مطلب کے موافق ان آیات کی تفسیر کر دی۔ چنانچہ ہم بطور مشتے نمونہ خروار چند الہامی آیات یہاں پر نقل کرتے ہیں تا کہ قبل از شروع مقاصد کتاب اس کے مقدمات پر ہمارے صداقت پسند دوست حاوی ہو جائیں اور ان کو قادیانی صاحب کے متعلق ان کے کلمات الہامیہ کے بخوبی سمجھنے سے صحیح نتیجہ نکالنے کے لئے عمدہ موقع ملے۔ مثلاً قادیانی صاحب کا براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۵۸ میں یہ الہام کہ الم نشرح لک صدرک الم نجعل لک سہولۃ فی کل امر بیت الفکر و بیت الذکر و من دخلہ کان امنا کہ کیا ہم نے تیرا سینہ نہیں کھولا؟ کیا ہم نے ہر ایک بات میں تیرے لئے آسانی نہیں کی کہ تجھ کو بیت الفکر اور بیت الذکر عطا کیا۔

قادیانی کی مسجد اور چوبارہ بیت الحرم ہے

اور خود ہی قادیانی صاحب نے ان بیوت کی یہ تعبیر کی کہ بیت الفکر سے مراد اس جگہ وہ چوبارہ ہے جس میں یہ عاجز کتاب کی تالیف کیلئے مشغول رہا ہے اور رہتا ہے اور بیت الذکر سے مراد وہ مسجد ہے جو اس چوبارہ کے پہلو میں بنائی گئی ہے اور وَمَنْ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا اس مسجد کی صفت بیان فرمائی گئی ہے یعنی جو کوئی اس مسجد میں داخل ہوگا وہ امن کی حالت میں ہو جائے گا۔ حالانکہ قادیانی صاحب کے اس الہام کا پہلا فقرہ قرآن شریف کی آیت ہے جس میں رسول خدا ﷺ کی طرف خطاب ہے اور اس کا اخیر فقرہ بھی قرآن شریف کی آیت مبارک ہے جو حق تعالیٰ نے کعبۃ اللہ کی شان میں بیان فرمائی۔ لیکن قادیانی صاحب نے اپنی قادیانی مسجد کو کعبۃ اللہ کے ساتھ برابر کر دیا۔

قادیانی کو ابراہیم اور سلیمان نبی سے مشابہت ہے

براہین کے صفحہ ۵۶۱ میں اپنے حق میں یہ الہام اتارا کہ ففہمنا ھا سلیمان فاتخذوا من مقام ابراھیم مصلی یہ نشانی سلیمان کو سمجھائی یعنی اس عاجز (قادیانی) کو۔ سو

تم ابراہیم کے نقش قدم پر چلو۔ یعنی رسول کریم کا طریقہ حقہ کہ جو حال کے زمانہ میں اکثر لوگوں پر مشتبہ ہو گیا ہے اور بعض یہودیوں کی طرح صرف ظواہر پرست اور بعض مشرکوں کی طرح مخلوق پرستی تک پہنچ گئے ہیں۔ یہ طریقہ خداوند کریم کے اس عاجز بندہ سے دریافت کریں اور اس پر چلیں۔ پس قادیانی صاحب نے یہ دونوں آیتیں جو قرآن کریم میں جدا جدا ترتیب پر بیان فرمائی گئی ہیں ان کو ایک جگہ جمع کر کے ایک میں سلیمان علیہ السلام سے اپنے کو تعبیر کیا اور دوسری آیت میں ابراہیم علیہ السلام سے اپنے کو معبر کیا اور جو منشا حق تعالیٰ کا اس آیت کے نازل فرمانے کا تھا کہ اُمتِ محمدیہ مقام ابراہیم کو اپنا جائے نماز بنائے یعنی کعبۃ اللہ کی طرف آئیں اس کے برخلاف قادیانی صاحب نے یہ الہام اپنے حق میں اتار کر لکھا کہ مقام ابراہیم مُصلّٰی میں مجھ کو اللہ تعالیٰ نے ابراہیم بنایا ہے اور ساری خلقت کو میری اتباع کے واسطے فرمایا ہے۔

قادیانی صاحب پر وحی اترتی ہے

پھر براہین کے صفحہ ۵۱۱ میں اپنے حق میں اس آیت مبارک کو اتارا کہ قل انما انا بشر مثلکم یوحی الیّ انما الھکم الہ واحد۔ کہدے میں صرف تمہارے جیسا ایک آدمی ہوں مجھ کو یہ وحی ہوتی ہے کہ بجز اللہ تعالیٰ کے اور کوئی تمہارا معبود نہیں وہی اکیلا معبود ہے جس کے ساتھ کسی کو شریک کرنا نہیں چاہیے۔ انتہی بلفظہ پس اس آیت مبارک میں قرآن مجید نے یہ تمام اعزاز حضرت نبی کریم ﷺ کو جو بخشا اور جو نبی کو غیر نبی سے جدا کرتا ہے قادیانی صاحب نے اس میں اپنے کو سہیم و شریک بنا دیا اور منجانب اللہ ان پر بھی وحی اترنے لگی۔

قادیانی کی وحی قرآن کی طرح وحی متلو ہے

پھر براہین کے صفحہ ۲۴۲ میں اپنے وحی کے متلو ہونے کے متعلق یہ آیت اتاری کہ واتل علیھم ما اوحی الیک من ربک۔ پڑھ ان پر جو وحی کی جاتی ہے تیری طرف تیرے رب سے۔ پس قادیانی صاحب کے اس الہام نے جو قرآن شریف کی آیت ہے اور

نبی ﷺ پر اتری اس نے قرآن کی طرح قادیانی صاحب کے الہامات کو بھی وحی متلو بنا دیا۔ مگر اس خوفناک اور ڈراؤنے معنی سے قادیانی صاحب کے چیلے بھی چونک اٹھیں گے کہ قرآن کے مقابل قرآن کی طرح یہ کہاں کی وحی متلو آ گئی؟ اور قرآن قادیانی یہ جدید قرآن کہاں سے آ گیا؟

قادیانی اور زوجۂ قادیانی کو جنت کی بشارت

براہین احمدیہ کے صفحہ ۴۹۶ میں یہ فقرات اپنے حق میں اتار کران کے معنی خود ہی اس طرح لکھے۔ کہ یاادم اسکن انت وزوجک الجنة یامریم اسکن انت وزوجک الجنة یااحمد اسکن انت وزوجک الجنة نفخت فیک من لدنی روح الصدق۔ اے آدم تو اپنی زوجہ سمیت بہشت میں رہ۔ اے احمد تو اپنی زوجہ کے ساتھ بہشت میں مکان پکڑ اور آدم اور مریم اور احمد سے اپنے کو مراد رکھا اور زوج سے مراد اپنے رفیق اور جنت سے مراد جنت کے وسائل۔ یعنی اے آدم اے مریم اے احمد! تو اور جو شخص تیرا تابع اور رفیق ہے جنت میں یعنی نجات حقیقی کے وسائل میں داخل ہو جاؤ۔ انتہیٰ بلفظہ

قادیانی کے مریدین عذاب اور بلا سے محفوظ ہیں

براہین کے صفحہ ۵۱۲ میں اس آیت مبارک کو جو خواص رسالت رسول اللہ ﷺ میں سے ہے لفظی اور معنوی تحریف کیساتھ اس طرح اتارا کہ وماکان الله لیعذبهم وانت فیهم وماکان الله لیعذبهم وهم یستغفرون۔ جس قوم میں تو (قادیانی) آیا ہے ان کو اللہ تعالیٰ ہرگز عذاب نہ دے گا اور ضرور اللہ تعالیٰ ان کو عذاب نہ دے گا درحالیکہ وہ اللہ سے بخشش مانگتے ہیں۔ حالانکہ قرآن شریف میں دوسرے لفظ لیعذبهم کی جگہ لفظ معذبهم آیا ہے۔

قادیانی رحمۃ للعالمین ہے

براہین کے صفحہ ۵۰۶ میں یہ الہام اتارا کہ وما ارسلناک الا رحمة

للعالمین ہم نے تجھے نہیں بھیجا مگر اس لئے کہ کل جہانوں کے حق میں رحمت ہو۔ حالانکہ رحمۃ للعالمین نبی ﷺ کا وصف خاص ہے۔

قادیانی کو کسی کام پر مواخذہ نہیں اور جو چاہے کرے

براہین کے صفحہ ۵۶۰ میں یہ الہام اتارا کہ اعمل ماشئت فانی قد غفرت لک (اے قادیانی) تو جو چاہے سو کر بیشک ہم نے تجھے بخش دیا ہے۔ مگر قادیانی صاحب کے کسی الہام سے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ انہیں اس قدر آزادی اور بے باکی خدائے تعالیٰ نے کیوں دی؟ جو کسی نبی کریم کو بھی حاصل نہ ہوئی۔ اور جبکہ بمقتضائے الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی۔ دین محمدی کامل ہو چکا اور نعمت خداداد میں کوئی کمی نہ رہی تو ان آیات اور نعمات ربانی کا محرف ہو کر قادیانی صاحب پر اترنا اس سے کیا نتیجہ نکل سکتا ہے بجز اس کے کہ دین محمدی کو ناقص سمجھا جائے اور نعمت خداداد کو غیر مکمل خیال کیا جائے۔ حالانکہ سفیر رب العالمین یعنی حضرت جبریل جو ایسی آیات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے کے لئے معہود ہیں اسے قادیانی صاحب ازالۃ الاوہام کے صفحہ ۵۸۳ میں بایں الفاظ آنے سے روک دیئے ہیں کہ ”یہ بات مستلزم محال ہے کہ خاتم النبیین ﷺ کے بعد پھر جبریل علیہ السلام کی وحی رسالت کے ساتھ زمین پر آمد و رفت شروع ہو جائے“۔ انتہیٰ

جو آیات قرآنی کہ قادیانی پر اتری ہیں ان کا نام قرآن نہیں

پس ہم کو قادیانی صاحب کے ایسی صریح کفریات اور مزخرف الہامات میں مزید کلام کرنے کی ضرورت نہیں ہاں ہم کو بحث ہے تو فقط اس میں ہے جو قادیانی صاحب کے مؤید اول مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اپنے رسالہ اشاعۃ السنۃ مطبوعہ ۲ ج ۱۳۰۱ھ کے صفحہ ۲۶۳ وغیرہ میں ان آیات کی تاویل اور تائید کے لئے اور نیز ان سے تحریف کا الزام اٹھا دینے کی غرض سے لکھتے ہیں۔ کہ ”آیات قرآنی جب آنحضرت یا دوسرے انبیاء علیہم السلام

کے خطاب میں نازل ہوئی تھیں تو ان کا نام قرآن تھا اور جب انہیں آیت سے اللہ تعالیٰ نے غیر انبیاء مثل صاحب براہین قادیانی کو مخاطب فرمایا تو ان کا نام قرآن نہیں رکھا جا سکتا''۔ بلکہ صفحہ ۲۶۴ وغیرہ میں صاف صاف لکھ دیا کہ ''ایک ہی کلام کو ایک ہی وقت میں مخاطب یا متکلم کے لحاظ سے قرآن اور غیر قرآن کہنا اہل علم کے نزدیک مستبعد اور محل اعتراض نہیں۔ چنانچہ کبھی ایک کلام جبکہ اس کا متکلم مثلاً خدائے تعالیٰ ٹھہرایا جائے کلام رحمانی کہلاتا ہے کبھی وہی کلام جب اس کا متکلم شیطان یا فرعون ٹھہرایا جائے تو شیطانی یا فرعونی کلام کہلاتا ہے''۔

بقول بٹالوی صاحب وہ خدا کا کلام نہیں جس کا متکلم قرآن میں شیطان یا فرعون کہا گیا ہے

پس وہ کلام جیسے انا خیر منه خلقتنی من نار جو ابلیس نے کہا یا جیسے انا ربکم الاعلی جو فرعون نے کہا تو یہ کلام شیطانی اور فرعونی کہلاتے ہیں۔ اور اسی صفحہ کے حاشیہ میں لکھا۔ ''پھر وہ خواہ کسی زبان میں ہو قرآن کہلاتا''۔ انتہی ملخصاً پس اگر قادیانی صاحب کے ان مؤیداوّل کی تاویلات فاسدہ کو تسلیم کیا جائے تو لازم آتا ہے کہ اس سے ہزارہا آیات فرقانی قرآن ہونے سے خارج ہو جائیں اس لئے کہ آنحضرت ﷺ قرآن مجید کی تمام آیات کے ساتھ مخاطب نہیں ہیں اور قطع نظر اس کے خود ائمہ اسلام نے تصریح کر دی ہے۔

تمام قرآن کلام خدا ہے

جیسے کہ فقہ اکبر میں ہے۔ وماذکرہ اللہ تعالی فی القران عن موسٰی وغیرہ من الانبیاء علیہم السلام وعن فرعون وابلیس فان ذلک کلہ کلام اللہ تعالی انتہی جو کچھ کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن منزل میں حضرت موسیٰ وغیرہ انبیاء علیہم السلام کے واقعات اور ایسا ہی فرعون اور ابلیس وغیرہ کے مقالات بیان فرمائے ہیں یہ سب اللہ کا کلام ہے۔ جو حسب ارشاد خداوندی بل ہو قران مجید فی لوح محفوظ (سورۃ بروج) لوح الٰہی میں محفوظ ہے اور کسی کے بدلانے سے نہیں بدل سکتا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ اگر کسی شخص

کو مثلاً امرء القیس کا یہ شعر یعنی قفانبک من ذکری حبیب ومنزل الہام ہو تو یہ شعر امرءالقیس کا نہ کہلائے گا۔ پس خدا کا کلام اس کے علم کی طرح ازل سے ابد تک اس کی ایک صفت قدیم اور بسیط ہے۔ اور جیسے اس نے ایک ہی آن بسیط میں معلومات ازل و ابد کو ان کے احوال مناسبہ اور صفات متضادہ کے ساتھ جان لیا۔ مثلاً زید کو اسی آن میں موجود بھی جان لیا اور معدوم بھی اور جوان بھی اور بوڑھا بھی اور ہنستا بھی اور روتا بھی اور جنتی بھی اور دوزخی بھی۔ یا کہ مثلاً زید ہزار برس کے بعد پیدا ہوگا اور بکرا تنے ہزار برس کے بعد مرے گا۔ اسی طرح حق تعالیٰ نے ایک ہی آن بسیط میں جمیع کتب سماویہ کے ساتھ بے کیف تکلم فرمایا۔ چنانچہ اسی معنی کے متعلق امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ جلد اوّل کے مکتوب ۲۶۶ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ ''ہمچنیں کلام اوتعالیٰ یک کلام بسیط است کہ از ازل تا ابد بہمان یک کلام گویا ست۔ اگر امر است از ہمانجا ناشی است و اگر نہی است ہم ازانجا اگر اعلام است ہم ازانجا ماخوذ است و اگر استعلام است ہم ازانجا اگر تمنی است ہم ازانجا مستفاد است و اگر ترجی است ہم ازانجا جمیع کتب منزلہ وصحف مرسلہ ورقیست ازاں کلام بسیط اگر توریت است ازانجا انتساخ یافتہ است و اگر انجیل است ہم ازانجا صورت لفظی گرفتہ است اگر زبور است ہم ازانجا مسطور گشتہ و اگر فرقان است ہم ازانجا تنزل فرمودہ واللہ کلام حق کہ علی الحق یک است وبس پس در نزول مختلف آثار آمدہ''

پس اس صورت میں ہم بقول امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نہایت وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ قرآن کریم میں حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کی حکایات یا فرعون وابلیس کے منازعات کو جس طرح کہ حق تعالیٰ نے اپنے علم بسیط کے ساتھ ایک ہی آن میں بصورت متضادہ جانا اسی طرح وہ اپنے کلام بسیط میں ان کے مقالات کے ساتھ گویا ہوا۔ پس وہ اسی کا کلام ہے جو ابلیس نے کہا اَنَا خَیۡرٌ مِّنۡهُ خَلَقۡتَنِیۡ مِنۡ نَّارٍ۔ یا فرعون نے کہا اَنَا رَبُّکُمُ الۡاَعۡلٰی۔

ہر چند کہ قادیانی صاحب خواہ انہیں وہ کلمات کے ساتھ ملہم کیوں نہ ہوں کبھی ان کلمات کا کلام ربانی ہونے سے انکار نہ ہو سکے گا۔ علی الخصوص جبکہ خود قادیانی صاحب ان کلمات فرقانی کو خدا کی طرف سے الہام ہونے کے قائل ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کا یہ محفوظ کلام جملات قرآنی ہوں یا ان کے معانی نظم موجودہ کے ساتھ کبھی کسی دوسرے کا کلام نہیں بن سکتا نہ متکلم کے تبدل کے لحاظ سے اور نہ مخاطب کے تغیر کے اعتبار سے۔ در سُفت آنکہ گفت ہے

گرچہ قرآن از لب پیغمبر است　　ہر کہ گوید حق نہ گفت او کافر است

مُقدمۂ چہارم

(قادیانی صاحب کی رسالت اور ان کی فطرت حضرت مسیح کی فطرت سے متشابہ بلکہ متحد ہونے کے بیان میں)

پھر قادیانی صاحب نے اس آیت مبارک کو جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم محمد مصطفیٰ ﷺ کی شان میں غلبہ دین کا وعدہ دے کر ارشاد فرمایا ہے کہ هو الذی ارسل رسوله بالهدیٰ ودین الحق لیظهره علی الدین کله (سورۂ توبہ، سورۂ الصف) وہی خدا ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اس کو سب دینوں پر غالب کر دے۔ براہین احمدیہ کے صفحہ ۴۹۸ میں اپنے الہامات کی فہرست میں داخل کر کے لکھا ہے کہ جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعے سے ظہور میں آئے گا اور چونکہ یہ خاکسار مسیح کی پہلی زندگی کا نمونہ ہے اور اس عاجز کی فطرت اور مسیح کی فطرت باہم نہایت ہی متشابہ واقع ہوئی ہے۔ گویا ایک ہی جوہر کے دو ٹکڑے یا ایک ہی درخت کے دو پھل ہیں اور بحد سے اتحاد ہے کہ نظر کشفی میں نہایت ہی باریک امتیاز ہے۔ اس لئے خداوند کریم نے مسیح کی پیشین گوئی میں ابتداء سے اس عاجز کو بھی شریک کر رکھا ہے

یعنی حضرت مسیح کی پیشین گوئی متذکرہ بالا ظاہری اور جسمانی طور پر مصداق ہے اور یہ عاجز روحانی اور معقولی طور پر اس کا محل اور مورد ہے۔

سب دینوں پر غلبہ حضرت مسیح کے وقت میں ہوگا جب وہ
جسمانی طور سے دنیا پر دوبارہ آئیں گے

یعنی روحانی طور پر دین اسلام کا غلبہ جو حجج قاطعہ اور براہین ساطعہ پر موقوف ہے اس عاجز کے ذریعہ سے مقدر ہے گو اس کی زندگی میں یا بعد وفات ہو۔ انتہی بلفظہ مختصراً

پس ہم کو اس چوتھے مقدمہ میں انصاف پسند دوستوں کو یہ دکھلانا منظور ہے کہ اولاً اس آیت کریمہ کا مصداق تاریخی واقعات نے کس کو بنا دیا؟ دوم یہ کہ مسیح قادیانی حضرت ابن مریم علیہ السلام کے ساتھ تشابہ فطرت کے دعوے میں کہاں تک سچے ہیں؟

پس امر اول یعنی اس آیت کریمہ کا مصداق کہ کس زمانہ میں دین حق کا غلبہ حسب وعدۂ ربانی ہوا یا ہوگا؟ تو اس کے متعلق فقط ایک ہی مفسر ضحاک کا قول ہے قال الضحاک ذلک عند نزول عیسی علیہ السلام (ازالہ الاوہام صفحہ ۴۴) یہ غلبہ عیسیٰ علیہ السلام کے وقت میں ہوگا۔ لیکن علامہ ذہبی نے میزان میں اور سیوطی نے اللآلی مصنوعہ میں تصریح کردی ہے کہ ضحاک ایک نہایت ضعیف الروایت مفسر ہے جس کے مرویات قابل غور ہیں۔ مگر قطع نظر اس کے ضعف کے جب ہم تاریخی واقعات پر نظر کرتے ہیں تو وہ ہم کو یقین دلاتے ہیں کہ اس غلبہ کا ظہور اور وعدۂ الٰہی کا وفا بوجہ اتم خلفاء ثلاثہ رضوان اللہ علیہم کے زمانہ میں ہو چکا کیونکہ غلبۂ تام کا معنی بجز اس کے اور کوئی نہیں کہ دین کفر کا بیضہ اور اس کا مرکز ٹوٹ جائے اور اس کے حامی پھوٹ جائیں یہاں تک کہ اس کا کوئی داعی باقی نہ رہے اور اس کا شرف مطلقاً نہ رہے مگر یہ معنی خلفاء ثلاثہ کے وقت حاصل ہوا۔ کیونکہ اس وقت تمام روئے زمین فقط دو ہی ذی شوکت بادشاہ ہوں یعنی کسریٰ اور قیصر کے قبضہ میں تھی اور انہیں ہر دو

بادشاہوں کا دین باقی ادیان پر غالب تھا۔ چنانچہ روس اور روم اور فرنگ وجرمن اور افریقہ اور شام اور مصر اور بعض بلاد مغرب اور حبش کے ملکوں میں قیصر کی متابعت اور موافقت سے دین نصرانیت تھا اور خراسان اور توران اور ترکستان اور زابلستان اور باختر وغیرہ ملکوں میں کسریٰ کی متابعت سے دین مجوس بڑھا ہوا تھا اور باقی ادیان جیسے دین یہودیت اور دین مشرکین اور دین ہنود اور دین صابئین ان ہر دو بادشاہوں کی شوکت سے پامال ہو کر ضعیف ہو گئے تھے اور ان ادیان کے متدین نہایت ہی زبوں حالت کے ساتھ پراگندہ ہو چکے تھے۔ پس داعیہ الٰہی ان راہ ہدایت سے بھٹکے ہوؤں کے پنجہ خلق اللہ کو چھڑانے کے لئے جوش میں آگیا اور اس نے دولت کسریٰ اور قیصر کو فتوحات اسلام کا آشیانہ بنا دیا اور ان دونوں بادشاہوں کے ادیان درہم برہم ہونے سے اسلام کی شوکت نے باقی ادیان کو بھی پامال کر لیا۔ پس اگر ہرمزان وزیر کسریٰ کے قول پر نظر کی جائے جس نے حضرت عمر ﷺ کے سامنے اس وقت کی آبادی زمین کا نقشہ یوں بیان کیا کہ تمام زمین اس وقت بمنزلہ ایک مرغ کے ہے کہ جس کا سر تو عراق ہے اور اس کے دو بازو فارس اور روم اور دونوں پاؤں ہند اور فرنگ ہیں۔ (بخاری شریف) تو تاریخ شہادت دے گی کہ عملاً اس مرغ کا سر کس نے چتھاڑا اور اس کے دو بازو کس نے توڑے؟ اور فتح فارس اور روم کی بنیاد کس نے رکھی اور اس کا وقوع کس کے ہاتھ سے ہوا اور اس کی ایک ٹانگ فرنگ کس نے توڑی؟ یعنی بجز خلفائے ثلاثہ کے کوئی اس دولت سے بہرہ ور نہ ہو سکا۔ یہی ایک ٹانگ یعنی ملک ہند باقی تھا جو عملاً اس وقت مفتوح نہ ہوا۔

محمود غزنوی اور عیسیٰ ابن مریم کے حق میں بشارت

لیکن حسب بشارت نبوی مرغ کی دوسری ٹانگ بھی سلطان محمود غزنوی کے ہاتھ سے توڑ دی گئی۔ قال رسول اللہ ﷺ خیر امتی عصابتان عصابة تغزوا الهند وعصابة تكون مع عيسى ابن مريم (جامع صغیر) اور عرب وعجم کے شہروں میں اسلام کا

رواج ہو گیا اور مسجدیں بنا ہو گئیں اور اللہ اکبر کی آواز گھر گھر میں اور اس کی صدائیں کوہ ودشت میں گونج اٹھیں اور آنحضرت ﷺ کی پیشین گوئی راست آئی۔ جو فرمایا واخرج احمد عن المقداد انه سمع رسول الله يقول لايبقى على ظهر الارض بيت مدر ولا وبر الا ادخله الله كلمة الاسلام بعز عزيز وذل ذليل اما يعزهم فيجعلهم من اهلها او يذلهم فيدينون لها قلت فيكون الدين كله لله۔ (ازالۃ الخفاء) کہ روئے زمین پر کوئی گھر مدر اور وبر کا باقی نہ رہے گا کہ اس میں اسلام کا کلمہ اللہ تعالیٰ داخل کرے گا خواہ کسی عزیز کی عزت کے ساتھ یا کسی ذلیل کی ذلت کے ساتھ جن کو خدا عزت دے گا وہ اس کلمہ کے اہل ہوں گے اور جن کو ذلت دے گا وہ اس کے مطیع ہوں گے اور سب جگہ دین اللہ کا ہوگا۔

پس کوئی وجہ نہیں کہ اس آیت کریمہ کا مصداق بقول قادیانی صاحب قادیانی صاحب کا موجودہ زمانہ ہو جس میں چاروں طرف سے کفر کا غلبہ ہونے سے دارالاسلام دارالکفر بلکہ دارالحرب بنا جا رہا ہے اور آج تک تیس (۳۰) برس کے عرصہ میں کوئی بھی نصرانی یا یہودی یا مجوسی ان کے ذریعہ سے مسلمان نہ ہو سکا اور نہ ان کی تصنیفات اور تالیفات اور ترہات الہامات اور مزخرفات دعویات نے بجز کاست دین کے کوئی فائدہ بخشا بلکہ اس نے الٹا امت محمدیہ کو یہودیت کی نسبت دے دی اور اپنے لئے ان کی زبانی ملحد کا خطاب حاصل کر لیا اور بجائے اس کے کہ وہ قوم شرک وکفر میں برہمی پھیلاتے برعکس اس کے خود امت محمدیہ میں سے گروہ نیچریہ کی طرح ایک گروہ غیر مقلد قادیانی کھڑا کر دیا۔

ایں قصہ عجب شنو کز بخت واژگون ۔۔۔ مارا بکشت یار بانفاس عیسوی

قادیانی کا دعویٰ تشابہ فطرت با مسیح

امر دوم یعنی قادیانی صاحب کا یہ دعویٰ کہ ان کو حضرت مسیح علیہ السلام کے ساتھ تحدی کی اتحاد اور ان کی فطرت اور حضرت مسیح علیہ السلام کی فطرت ایسی تشابہ واقع ہوئی ہے کہ گویا ایک

جوہر کے دو ٹکڑے یا ایک درخت کے دو پھل ہیں۔ پس قبل اس کے کہ ہم اس کی نسبت اپنی رائے سے کوئی فتویٰ دیں ضرور ہے کہ ہم اولاً حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام کی صفات ذاتیہ جو ان کے نفس فطرت میں ودیعت کی گئیں اور جو ان کو از جہت نبوت عطا کی گئیں اور جن کا ثبوت قرآن وسنت سے پایا گیا ہے انصاف پسند دوستوں کے پیش نظر کریں تا کہ مشبہ اور مشبہ بہ میں فرق کرنے کا پورا موقع ملے۔

عیسیٰ نبی اللہ کی فطرت

پس پہلا وصف ذاتی جو قرآن کریم حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں ثابت کر رہا ہے۔ وہ یہ ہے۔ واذکر فی الکتاب مریم اذا نتبذت من اھلھا مکانا شرقیاo فاتخذت من دونھم حجابا فارسلنا الیھا روحنا فتمثل لھا بشرا سویاo قالت انی اعوذ بالرحمٰن منک ان کنت تقیاo قال انما انا رسول ربک لاھب لک غلاما زکیاo قالت انّٰی یکون لی غلام ولم یمسسنی بشر ولم اک بغیاo قال کذلک قال ربک ھو علی ھین ولنجعلہ ایۃ للناس ورحمۃ منا وکان امر مقضیاo فحملتہ فانتبذت بہ مکانا قصیاo فاجاءھا المخاض الی جذع النخلۃ قالت یلیتنی مت قبل ھذا وکنت نسیا منسیاo فنادھا من تحتھا الا تحزنی قد جعل ربک تحتک سریاo وھزی الیک بجذع النخلۃ تساقط علیک رطبا جنیاo فکلی واشربی وقری عینا فاما ترین من البشر احدا فقولی انی نذرت للرحمٰن صوما فلن اکلم الیوم انسیاo فاتت بہ قومھا تحملہ قالوا یامریم لقد جئت شیئا فریاo یا اُخت ھارون ماکان ابوک امرء سوء وماکانت اُمک بغیاo فاشارت الیہ قالوا کیف نکلم من کان فی المھد صبیاo قال انی عبداللہ اتنی الکتاب وجعلنی نبیاo الایۃ (سورۂ مریم) کہ وہ باعتبار فطرت اور نفس خلقت کے برخلاف

جمیع انبیاء کرام اللہ تعالیٰ کے کمال قدرت کی ایک آیت اور رحمت ہیں جو بغیر کسی بشر کے چھونے کے مریم ناکتخدا کے بطن سے فقط حضرت جبریل علیہ السلام کے نفخ سے ایک ہی ساعت میں متکون ہو کر متولد ہو گئے۔ جیسے کہ یہی معنی خازن اور مدارک میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے لیکن افسوس کہ ان کے مثیل یعنی مرزا قادیانی یہ وصف اپنے میں نہ دیکھ کر حضرت مسیح کے اس وصف سے جس کو نفس فطرت سے تعلق ہے اور جس میں مرزا قادیانی اپنے کو حضرت مسیح سے متشابہ الفطرت ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں منکر ہو گئے اور باتباع یہود وجہود فرقہ نیچریہ کی طرح ایسے تولد کو خلاف قانون قدرت سمجھ کر اپنے ازالۃ الاوہام کے صفحہ ۳۰۳ میں لکھ دیا کہ حضرت مسیح ابن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس کی مدت تک نجاری کا کام بھی کرتے رہے ہیں یعنی وہ بن باپ نہیں پیدا ہوئے تھے بلکہ وہ یوسف نجار کے بیٹے تھے۔

قانون قدرت

حالانکہ یہ امر شرعاً وعقلاً ثابت ہے کہ جس طرح حق تعالیٰ کی ذات غیر محاط اور ہمارے تعقل سے خارج اور وراء الوراء ہے اسی طرح اس کے افعال بھی غیر محاط اور ہمارے احاطۂ عقل سے باہر اور وراء الوراء ہیں۔ پس یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایسی ذات کے افعال غیر محاط کو محاط بنانے کے لئے ایک ایسا قانون قدرت اختراع کیا جائے جس سے اس ذات وراء الوراء کی قدرت غیر محاط اور غیر محدود، محدود کی جاسکے۔ اور جس کو کہ وہ خود از روئے رحمت بھی نہایت اپنے نبی کریم اور کلام عظیم کے ذریعہ اپنے کمال قدرت کی ایک آیت بیان فرما رہا ہے اس کی تکذیب کی جائے۔ ہاں سچ ہے کہ سنت اللہ میں (یا بقول سید نیچری اللہ تعالیٰ کے قانون قدرت میں) کوئی بھی تغیر وتبدل نہیں کر سکتا۔ لیکن ساتھ ہی اس کے یہ بھی راست ہے کہ کوئی ناقص العقل اور کوئی چشم احول اس ذات کے قانون قدرت پر اپنے استقراء سے احاطہ نہیں کر سکتا ہے اور نہ اس صورت میں کوئی بھی ان اعجاز مغیبہ کی جو ایک اللہ

کے معجزنما بندہ کے ہاتھ پر ظاہر ہوئے اور اس سے زیادہ تر معجز نما بندہ خدا محمد مصطفیٰ ﷺ کی زبانی خدا نے ان کی خبر دی ہو اپنے محدود شواہد پر قیاس کر کے تکذیب کرسکتا ہے۔ پس اس فرقہ کے امام سرسید کا سورۂ انعام کی تفسیر کے اخیر یعنی جلد سوم صفحہ ۳۹ میں اولاً اقرار کرنا کہ ہاں یہ بات سچ ہے کہ تمام قوانین قدرت ہم کو معلوم نہیں ہیں اور جو معلوم ہیں وہ نہایت قلیل ہیں اور ان کا علم بھی پورا نہیں ہے بلکہ ناقص ہے۔ اور ثانیاً ایسے عجیب واقعہ کے متعلق کہ جس کے وقوع کا کافی ثبوت موجود ہو اور گو ان کے اختراعی اور معلومہ قانون قدرت کے مطابق نہ ہو۔ یہ لکھنا کہ ایسی صورت میں بلاشبہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس کے وقوع کے لئے کوئی قانون قدرت ہے مگر اس کا علم ہم کو نہیں اور پھر اس کے برخلاف یوں لکھنا کہ جب وہ کسی قانون قدرت کے مطابق واقع ہوا ہے تو وہ معجزہ نہیں۔ کیونکہ ہر شخص جس کو وہ قانون معلوم ہو گیا ہو گا اس کو کر سکے گا۔ یہ انصاف پسند دوستوں کے نزدیک ایک دیوانہ کی بڑ سے بھی زیادہ تر وقعت نہیں رکھتا۔ کیونکہ ہمارے نزدیک معجزہ خداتعالیٰ کے اس فعل کا نام ہے جو بندوں کی قدرت سے بالاتر ہو پھر خواہ خدا کے ایسے فعل کا ظہور بلاواسطہ ہو اور یا اس کے کسی خاص بندہ کے واسطے سے ہو جس کی کرامت اللہ تعالیٰ کو منظور ہے تو پھر اس قانون کے معلوم کر لینے میں دوسرا کوئی کیونکر سہیم ہو سکے گا۔ اور وہ فعل معجزہ کی حد سے کیوں باہر ہو گا۔ پس سرسید کا اس سے یہ نتیجہ نکالنا بالکل دور از ایمان ہے جو انہوں نے اس جلد کے صفحہ ۳۹ میں لکھا کہ ہماری سمجھ میں کسی شخص میں معجزے یا کرامت کے ہونے کا یقین کرنا ذات باری کی توحید فی الصفات پر ایمان کو ناقص اور ناکامل کر دیتا ہے اور اس کا ثبوت پیر پرست و گور پرست لوگوں کے حالات سے ظاہر ہے جو اس وقت بھی موجود ہیں اور صرف معجزہ و کرامت کے خیال نے ان کو اس کی رغبت دلائی ہے اور خدائے قادر مطلق کے سوا دوسرے کی طرف ان کو رجوع کیا ہے۔ اسی وجہ سے ہمارے سچے ہادی محمد رسول اللہ ﷺ نے اور ہمارے سچے خدا وحدہ لاشریک نے

صاف صاف معجزات کی نفی کر دی۔ الخ مگر ہمارا یہ تمام کلام یاد رکھنے کے قابل ہے جو اوپر قانون قدرت کے متعلق لکھا گیا ہے۔ کیونکہ اس سے عنقریب کام لینا ہو گا۔

عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات

اسی طرح وصف دوم جو قرآن نے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے لئے ثابت کیا ہے وہ یہ ہے جو سورۂ آل عمران میں خود عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی اقرار ہے۔ کہ انی جئتکم بایة من ربکم انی اخلق لکم من الطین کهیئة الطیر فانفخ فیه فیکون طیرا باذن الله وابرئ الاکمه والابرص واحی الموتیٰ باذن الله وانبئکم بما تاکلون وما تدخرون فی بیوتکم ان فی ذلک لاٰیة لکم ان کنتم مؤمنینo (آل عمران) یوم یجمع الله الرسل فیقول ماذا اجبتم قالوا لاعلم لنا انک انت علام الغیوبo اذ قال الله یا عیسی ابن مریم اذکر نعمتی علیک وعلی والدتک اذ ایدتک بروح القدس تکلم الناس فی المهد وکهلا واذ علمتک الکتاب والحکمة والتورٰة والانجیل واذ تخلق من الطین کهیئة الطیر باذنی فتنفخ فیها فتکون طیرا باذنی وتبرئ الاکمه والابرص باذنی واذ تخرج الموتی باذنی واذ کففت بنی اسرائیل عنک اذ جئتهم بالبینات فقال الذین کفروا منهم ان هذا الا سحر مبینo (مائدہ) انہوں نے ان علامات کے ساتھ بنی اسرائیل کی طرف اپنی رسالت کا دعویٰ کیا کہ مجھ کو میرے رب نے یہ نشانی دی ہے کہ میں مٹی کے پتلے بنا کر ان میں پھونک مارتا ہوں اور وہ اللہ کے حکم سے پرندے ہو جاتے ہیں۔ اور اللہ کے اذن سے مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرتا ہوں اور مُردوں کو زندہ کرتا ہوں اور جو گھروں میں کھا پی کر اور نیز ذخیرہ رکھ کر آتے ہو اس کو جانتا ہوں اور تم کو بتا سکتا ہوں۔ چنانچہ اسی کے مطابق حق تعالیٰ نے سورۂ مائدہ میں اپنے نبی کریم

ﷺ کی زبانی اطلاع دی کہ قیامت کے دن جبکہ وہ سب رسولوں کو جمع کرے گا اور ہر ایک کی امت کی سرگذشت ان سے پوچھے گا اور وہ اس کا علم خدا کی طرف تفویض کریں گے تو اس وقت خداتعالیٰ اپنی نعمات کی یاد دہانی جو حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ پر کی ہے اس طرح پر کرے گا کہ اے عیسیٰ ابن مریم میرے احسان کو یاد کر جو تجھ پر اور تیری ماں پر ہوا جبکہ میں نے تجھ کو روح القدس کے ساتھ تائید دی اور تو لوگوں سے حالتِ مہد یعنی ماں کی گود میں اور بڑی عمر میں یکساں باتیں کرتا تھا اور جبکہ میں نے تجھے کتاب اور حکمت اور توریت وانجیل سکھلائی اور جبکہ تو میرے اذن کے ساتھ جانور کی تمثال بنا کر اس میں پھونک مارتا تھا اور وہ میرے ہی اذن سے پھر پرند بن جاتے تھے اور تو میرے ہی اذن سے مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرتا تھا اور جبکہ تو میرے ہی اذن سے مُردوں کو قبروں سے زندہ نکالتا تھا اور جب کہ میں نے بنی اسرائیل کو تیرے قتل سے بچا رکھا جبکہ تو ان کی طرف معجزات کے ساتھ گیا لیکن وہ لوگ جو ان میں سے کافر ہوگئے وہ بول اٹھے کہ یہ سب بجز صریح جادو کے اور کچھ نہیں۔

قادیانی صاحب کا عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات سے انکار

لیکن ہائے افسوس کے ان کے مثیل مرزا قادیانی نے جبکہ اپنے کو حضرت مسیح علیہ السلام کے اس وصف سے بھی بے بہرہ پایا تو ان کفار کی طرح براہین احمدیہ کی تمہید پنجم میں ان معجزات کو بایں علت مجوب الحقیقت کہا کہ وہ بظاہر صورت مکروں سے مشابہ ہیں اور پھر صاف صاف لکھ دیا کہ عند العقل یہ بات نہایت صحیح اور قرین قیاس ہے کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے اندھوں لنگڑوں کو شفا حاصل ہوئی ہے تو بالیقین یہ نسخہ حضرت مسیح نے اسی حوض سے اڑایا ہوگا جو عبرانی میں بیت خدا کہلاتا تھا اور جس کا پانی ہلنے کے بعد جو کوئی کہ پہلے اس میں اترتا کیسی ہی بیماری میں کیوں نہ ہو اس سے چنگا ہو جاتا تھا اور جس پر کہ حضرت مسیح اکثر جایا بھی کرتے تھے۔ اور ازالۃ الاوہام میں لکھا کہ یہ اعتقاد بالکل غلط اور فاسد اور

مشرکانہ خیال ہے کہ مسیح مٹی کے پرندے بنا کر اور ان میں پھونک مار کر انہیں سچ مچ کے جانور بنا دیتا تھا۔ نہیں بلکہ صرف عمل الترب تھا جو روح کی قوت سے ترقی پذیر ہوگیا تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اسی کام کیلئے اس تالاب کی مٹی لاتا تھا جس میں روح القدس کی تاثیر رکھی گئی تھی۔ بہر حال یہ معجزہ صرف ایک کھیل کی قسم میں سے تھا اور وہ مٹی درحقیقت ایک مٹی ہی رہتی تھی جیسے سامری کا گوسالہ۔ اگر یہ عاجز اس عمل الترب کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو خداتعالیٰ کے فضل وتوفیق سے امید قوی رکھتا تھا کہ ان اعجوبہ نمائیوں میں حضرت ابن مریم سے کم نہ رہتا۔ اور حضرت مسیح کی پیشین گوئیوں کو براہین احمدیہ کی تمہید ششم میں بایں علت مجوب الحقیقت کہا کہ وہ نجومیوں اور رمالوں اور کاہنوں اور مورخوں کے طریقہ بیان سے مشابہ ہیں اور کہا کہ یہی وہ ہیں جن کے ساتھ ان لوگوں کا شریک ہونا ممتنع اور محال ہو۔ انتہی

اور نیز ازالۃ الاوہام کے صفحہ ۳۱۱، ۳۱۲ میں لکھا کہ حضرت مسیح کے عمل الترب سے وہ مردے جو زندہ ہو جاتے تھے وہ بلا توقف چند منٹ میں مر جاتے تھے۔ اور یہ جو میں نے مسمریزی طریق کا نام عمل الترب رکھا ہے یہ الہامی نام ہے جو خداتعالیٰ نے مجھ پر ظاہر کیا۔ انتہی

پس اگر قادیانی صاحب کے ان اقوال کو صحیح مان لیا جائے اور سامری کے گوسالہ کی طرح ان معجزات کو مجوب الحقیقت اور ایک کھیل تصور کیا جائے تو پھر حق تعالیٰ کا یہ احسان جتلانا کیا معنی رکھتا ہے؟ اور وہ اللہ کی آیات اور نعمات کیونکر ہو سکتے ہیں؟ اور ان کو سحر کہنے والے کفر کی طرف کیوں منسوب کئے جاتے؟ اور اگر موتیٰ سے مراد حقیقی موت اور ان کی احیا سے حقیقی حیات مقصود نہ ہوتی تو بار بار (لفظ اذنی) یعنی خدا کے اذن کی اس میں کیا ضرورت تھی اور نیز لفظ اخراج جو قبروں سے مُردوں کے نکالنے پر دلالت کرتا ہے اذن اللہ کے ساتھ کیوں مستعمل کیا گیا؟ اور اگر عیسیٰ نبی اللہ نجوم یا رمل وغیرہ کے ذریعہ سے پیشین گوئیاں کرتے تھے یا کسی نسخہ یا عمل الترب کے ذریعے سے بیماروں کو اچھا کرتے تھے تو نبی

اور ساحر میں فرق کیا رہا؟ الحاصل قادیانی صاحب کے یہ سارے ہذیانات نہ فقط قرآن کریم کے مخالف ہیں بلکہ خدا اور رسول اور ائمہ مقبول کی تکذیب بھی کرتے ہیں اور ان کفار کے قول سے بھی بدتر ہیں جنہوں نے ان کو سحر کہا۔

عیسیٰ علیہ السلام کی عمر

وصف سوم جو حضرت مسیح علیہ السلام کی نسبت قرآن کریم نے بیان فرمایا وہ یہ ہے کہ ان کی عمر اس دنیا میں زمانہ کہولت سے تجاوز نہ کرے گی اور نہ وہ کہولت کے قبل مریں گے جیسے کہ مظہری میں ہے اور بالتفصیل آئندہ اس کا بیان آئے گا۔ مگر افسوس کہ ان کے مثیل نے اپنی عمر کی نسبت ازالۃ الاوہام کے صفحہ ۶۳۵ میں الہامی پیشین گوئی کر دی ہے کہ ان کی عمر اسی (۸۰) برس یا اس کے قریب یعنی سن شیخوخت تک پہنچے گی۔

عیسیٰ علیہ السلام کا قیامت کے قبل آنا اور اس پر اہل کتاب کا ایمان لانا

وصف چہارم جو حضرت مسیح کے متعلق قرآن کریم نے بیان فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته ويوم القيامة يكون عليهم شهيدا ٥ (سورۂ نساء) آئندہ کسی زمانہ میں ہر ایک اہل کتاب عیسیٰ پر ایمان لائے گا۔ قبل اس کے کہ مرے اور قیامت کے دن عیسیٰ ان کے ایمان کی شہادت دے گا۔

مگر افسوس کہ حضرت مسیح کے مثیل مرزائے قادیانی حضرت مسیح علیہ السلام کو ایسا منصب حاصل نہیں کرنے دیتے اور ازالۃ الاوہام کے متعدد صفحات ایک طویل لیکچر میں تحریر فرمارہے ہیں کہ ''کوئی اہل کتاب ایسا نہیں جو اپنے مرنے کے قبل مسیح علیہ السلام کی طبعی موت کے ساتھ مرنے پر یقین نہ رکھتا ہو اور اس آیت میں ایک بھی ایسا لفظ نہیں جو اس کو کسی خاص محدود زمانہ سے متعلق اور وابستہ کرتا ہو''۔

لیکن قادیانی صاحب کو اس آیت کریمہ میں لیؤمننّ بہ کا صیغۂ استقبال نظر نہ آیا

جو مؤکد بنون تاکید ثقیلہ اور لام جواب قسم کے ساتھ حرف نفی یعنی حرف اِنْ کے بعد واقع ہوا۔ اور کتب اصول نحو میں مذکور ہے کہ حرف اِن لام قسم اور نون تاکید اور بقول سیبویہ ما نافیہ کی طرح صیغہ مضارع کو خالص استقبال کے لئے مخصوص کر دیتا ہے۔ پس یہ صیغہ صریح النص ہے کہ اس آیت مبارک کے نزول کے قبل کے اہل کتاب یا وقت نزول کے اہل کتاب کے متعلق خبر نہیں دی گئی کہ وہ ایمان لا چکے ہیں یا لائے ہیں بلکہ یہ ان اہل کتاب کے ایمان کے متعلق پیشین گوئی ہے جو نزول عیسیٰ علیہ السلام کے وقت موجود ہوں گے اور ان کے ایمان پر قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام شہادت دیں گے۔ جیسے کہ یہی مذہب مفسرین کی ایک جماعت کا اور نیز ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ہے۔ (دیکھو معالم صفحہ ۵۶) اور نیز شہید کے اصل معنی بھی یہی ہیں یعنی حاضر نہ کہ غائب۔ کیونکہ غائب کو شہید نہیں بولا جاتا اسی واسطے ان لوگوں سے جنہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے رفع کے بعد ان کی غیبت کے زمانہ میں ان کو اور ان کی والدہ کو خدا کہا حضرت عیسیٰ ان کی نسبت قیامت کے دن اس طرح تبرے کا اظہار فرمائیں گے۔ وکنت عليهم شهيدا مادمت فيهم فلما توفيتني كنت انت الرقيب عليهم وانت على كل شئ شهيد ٥ (سورۂ مائدہ) کہ اے خدا جب تک کہ میں ان کے درمیان تھا تو میں ان کا شہید اور رقیب تھا لیکن جب تو نے مجھے ان کے درمیان سے اٹھا لیا تو پھر تو ہی ان کا رقیب تھا اور تو ہی ہر شے کا شہید ہے۔ پس سورۂ مائدہ میں ان کافروں کے متعلق حضرت عیسیٰ کا شہید اور رقیب ہونے سے انکار کرنے اور سورۂ نساء میں حق تعالیٰ کا ان کو شہید بیان فرمانے کے معنی بجز اس کے نہیں کہ ان ایمان لانے والوں کے درمیان حضرت عیسیٰ اسی طرح شہید ہوں گے جس طرح کہ رفع کے قبل اپنی قوم میں شہید ہونے کا اقرار سورۂ مائدہ میں فرمارہے ہیں اور یہی معنی ہیں کہ احادیث صحیحہ جس کی مؤید اور مثبت ہیں جیسے کہ بالتفصیل اس کا بیان آئے گا۔ اور یہ تو پہلے بیان ہو چکا ہے کہ قادیانی صاحب تیس بائیس

برس تک قبل اس کے قرآنی آیات سے حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات اور جسمانی نزول کے قائل ہو چکے ہیں۔

ماسوائے ان چہار اوصاف مخصوصہ کے بہت سے اوصاف احادیث رسول اللہ ﷺ سے بھی ثابت ہیں جیسے ان کا بعد نزول دجال کو قتل کرنا اور بظاہر سلطنت وحکومت خلیفہ رسول اللہ ہونا اور بجز دین محمدی کے کسی دین کا باقی نہ رکھنا اور سب کا ایک ہی ملت پر ہو جانا اور خنازیر کو قتل کرنا اور صلیب کو توڑنا یعنی دین نصاریٰ کو نیست و نابود کرنا اور اس کے بعد زمین میں ایسا امن ہو جانا کہ بھیڑیا اور بھیڑ مل کر چریں گے اور رسول اللہ ﷺ کے روضہ مبارک میں صاحبین اور رسول اللہ کی قبر شریف کے درمیان ان کی قبر ہونا۔

قادیانی صاحب دعویٰ تشابہ فطرت میں سچے نہیں

مگر افسوس ہے کہ ہم قادیانی صاحب کو باوجود دعویٰ تشابہ فطرت ان سب اوصاف حضرت مسیح سے خالی بلکہ ان کا منکر دیکھتے ہیں اور جو شخص کہ ان کو ان کے جزئیات کا جواب دیتا ہے اس کے مقابل ملاعنہ اور مباہلہ کے ساتھ وہ کھڑے ہو جاتے ہیں اور بدمعاشوں کی طرح گالی گلوچ پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ ان کا عربی مکتوب ابتدا سے انتہا تک لعنت اور پھٹکار سے بھرا ہوا ہے۔ حالانکہ ایک خاص وصف عیسیٰ علیہ السلام کا جیسے کہ انجیل میں ہے یہ بھی تھا کہ فرمایا انہوں نے، میں توریت کے ابطال کے لئے نہیں آیا بلکہ اس کی تکمیل کے لئے آیا ہوں۔ صاحب توریت نے کہا کہ نفس کے مقابل نفس اور آنکھ کے مقابل آنکھ اور ناک کے مقابل ناک اور کان کے مقابل کان اور جروح کے لئے قصاص ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ جب تیرا بھائی تیرے سیدھے کلہ پر تھپڑ مارے تو بایاں کلہ بھی اس کے سامنے رکھ۔ یعنی تواضع اور انکسار اور عفو اور ایثار عیسیٰ علیہ السلام کا ایک خاص وصف تھا جو ان کی امت کے لئے بمنزلہ شریعت ہو گیا۔

حدیث ''علماء اُمتی کانبیاء بنی اسرائیل'' کی شرح

اور نیز بتقدیر صحت حدیث علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل جس سے قادیانی صاحب اپنے متعدد رسائل میں اپنی صحت مثیل ہونے پر استدلال کرتے ہیں۔ اس کے معنی بھی بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ علماء اُمت کے بعض افراد کو علی سبیل التفاوت انبیاء بنی اسرائیل میں سے کسی ایک نبی کے ساتھ تشبہ اور مناسبت بعض خصوصیات ذاتیہ میں ہو جاتی ہے جیسے کہ یہی مفاد کاف تشبیہ کا ہے اور اس نبی کی وہ خصوصیات اس عالم اُمت میں علی سبیل الظل ظاہر ہونے لگتی ہیں اور اس وقت وہ نبی اس عالم امت کا مُربی کہا جاتا ہے اور اس عالم کو کہا جاتا ہے کہ وہ زیر قدم فلاں نبی ہے اور وہ عیسوی المشرب ہے یا موسوی المشرب اور وہ آدمی المشرب ہے یا ابراہیمی المشرب۔ پس اس عالم میں اس وقت اس نبی کی صفات خاصہ حسناً متحقق ہونے لگتی ہیں جیسے حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کہ وہ عیسوی المشرب تھے۔

ابویزید نے عیسوی المشرب ہونے سے ایک چیونٹی کو قتل کر کے زندہ کیا

انہوں نے اس معنی کو جان لیا وھذہ مسئلۃ لایمکن ان تصرف الاذوقا کابی یزید حین نفخ فی النملۃ التی قتلھا فحییت فعلم عند ذلک انہ کان عیسوی المشھد (فصوص الحکم صفحہ ۹۰) جبکہ انہوں نے ایک چیونٹی کو قتل کر کے اور پھر اس میں پھونک مارنے سے دوبارہ اس میں جان ڈال دی۔ اور جیسے حضرت شاہ غلام محی الدین قصوری رحمۃ اللہ علیہ مؤلف کی دادا پیر ہیں ان کی نسبت ہمارے پیر حضرت شاہ غلام نبی احمدی للہی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ چونکہ وہ موسوی المشرب تھے۔ ایک مرتبہ کسی مخالف سے ایک مسئلہ میں کچھ بحث تھی اور طرف ثانی مسئلہ تسلیم نہ کرتے تھے۔ حضرت کے سامنے فقہ شریف کی کتاب رکھی تھی۔ جلالیت میں آ کر وہ کتاب بزور اٹھا کر زمین پر دے ماری اور یہ فعل ان سے بعینہ ایسا ہی سرزد ہوا جیسے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے وقوع میں آیا کہ انہوں نے

توریت کو اٹھا کر دے مارا۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ عالم امت ترقی کر کے نبی بن جائے جیسے کہ قادیانی صاحب نے کہہ دیا کہ میں نبی بھی ہوں اور امتی بھی۔ ہاں یہ عالم امت کبھی انبیاء کی طرح ایک مشرب سے دوسرے بالاتر مشرب کی طرف ترقی کر جاتا ہے۔

العلماء ورثة الانبياء کی حقیقت

جیسے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے متعلق حضرت مجدد الف ثانی ؒ جلد اول کے مکتوب صفحہ ۲۰۹ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ ''چون حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نزول خواہد فرمود ومتابعت شریع خاتم الرسل ﷺ خواہد نمود از مقام خود عروج فرمودہ بہ تبعیت بمقام حقیقت محمدی ﷺ خواہد رسید وتقویت دین اوعلیہم الصلوت والتحیات خواہد نمود''۔ اور کبھی یہ عالم ایک مشرب کے علاوہ دیگر مشارب سے بھی شرف فیض کرتا ہے۔ چنانچہ یہی معنی ہیں اس حدیث کے جو فرمایا آنحضرت ﷺ نے کہ علماء ہی انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں اور یہی معنی ہیں اس حدیث کے جو فرمایا آنحضرت ﷺ نے اے علی ؓ تجھ میں عیسیٰ کی مثال ہے کہ یہود نے اس کے ساتھ ایسی دشمنی کی کہ اس کی ماں پر بہتان لگائے اور نصاریٰ نے اس کے ساتھ ایسی محبت کی کہ اس کو ایسا مرتبہ دے دیا جو اس کا نہیں۔ چنانچہ خارج میں آنحضرت ﷺ کی یہ پیشین گوئی پوری ہوگئی اور خارجیوں نے حضرت علی ؓ سے ایسی عداوت کی کہ بدگوئی تک پہنچ گئے۔ اور شیعہ نے ان کی دوستی میں یہاں تک غلو کیا کہ ان کے بعض نے ان کو ابن اللہ بنا دیا اور نیز جیسے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی بدولت یہودیوں کے اکہتر فرقے ہوگئے۔ اور نصاریٰ کے بہتر اسی طرح حضرت علی ؓ کی بدولت خوارج کے اکہتر فرقے ہوگئے اور شیعہ کے بہتر۔ جن کے اکثر تو عبدالکریم شہرستانی نے بالتفصیل اپنی کتاب الملل میں لکھ دیئے ہیں۔

حضرت ابوذر صحابی سے زیادہ کسی کو زہد وعکوف میں عیسیٰ بن مریم سے تشابہ نہیں اور اسی معنی کی طرف اشارہ ہے اس حدیث مشکوٰۃ میں عن ابی ذر قال قال

رسول الله ماأظلت الخضراء ولا اقلت الغبراء من ذی لهجة اصدق ولااوفی عن ابی ذر شبه عیسی ابن مریم یعنی فی الزهد۔ جو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ نہیں سایہ کیا آسمان نے اور نہیں اٹھایا زمین نے کسی ذی زبان کو جو ابوذر ؓ سے اصدق اور اوفی باعتبار مشابہت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کے ہو۔ لمعات میں ہے کہ خارج میں ایسا ہی ہوا کہ وہ کبھی ادائے حق میں پیچھے نہ رہے اور زہد وعکوف میں ایسے ہوئے جیسے کہ عیسیٰ علیہ السلام تھے اور اس حدیث نے یہ بھی بتا دیا ہے کہ ابی ذر سے بڑھ کر صدق اور وفا اور زہد وتجرد میں عیسیٰ علیہ السلام سے کوئی شخص دنیا میں مشابہ نہ ہوگا۔ اور اسی معنی کے متعلق ہے جو حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی ؒ جلد اول کے مکتوب ۲۵۱ میں اشارہ فرماتے ہیں۔ کہ ''حضرت صدیق ؓ وحضرت عمر فاروق ؓ باوجود حصول کمالات محمدی ﷺ بدرجات ولایت مصطفوی علیہ الصلوۃ والسلام درمیان انبیاء متقدم در طرف ولایت مناسبت بحضرت ابراہیم علیہ السلام دارند ودر طرف دعوت کہ مناسب مقام نبوت است مناسبت بحضرت موسیٰ علیہ السلام دارند۔ وحضرت ذی النورین ؓ در ہر دو طرف مناسبت بحضرت نوح علیہ السلام وحضرت امیر ؓ در ہر دو طرف مناسبت بحضرت عیسیٰ علیہ السلام دارند۔ وچون حضرت عیسیٰ روح اللہ است وکلمہ ولاجرم طرف ولایت درایشان غالب است از جانب نبوت ودر حضرت امیر ؓ نیز بواسطہ آن مناسبت طرف ولایت غالب است''۔ انتہی اور یہ معنی علم سیر کے جاننے والوں سے مخفی نہیں۔

پس جبکہ ہم ایسی ہی امثال کو پیش نظر رکھ کر قادیانی صاحب کے دعویٰ تشابہ فطرت اور اتحاد طینت اور ان کے حالات پر غور کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ وہ اپنے اصیل یعنی حضرت مسیح علیہ السلام کے کسی وصف خاصہ کے ساتھ متصف نہیں ہیں بلکہ ان سب اوصاف کا ابطال اور انکار کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ وہ معاملات جو دو متحد الطینت اشخاص میں باہم ہو

نے چاہئیں وہ ان سے بالکل معرا ہیں تو اس وقت ہم نہیں یقین کر سکتے کہ وہ اپنے اس دعویٰ میں کسی طرح بھی سچے ہو سکتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام نے ان میں بروز کیا۔ سچ ہے

ع   درکلبۂ گدایان سلطان چہ کار دارد

اتحادِ طینت کی حقیقت

دعویٰ اتحادِ طینت کے متعلق صحیح نتیجہ نکالنے کے لئے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے معاملات انصاف پسند دوستوں کو بس ہیں جن کی طینت آنحضرت ﷺ کی طینت کا بقیہ ہونا ابن سیرین رضی اللہ عنہ سچے حلف کے ساتھ بیان فرماتے ہیں۔ قال ابن سیرین لو حلفت حلفت صادقا باراً غیر شاک ولا مستثن ان اللّٰہ ماخلق محمدا ﷺ ولا ابابکر ولا عمر الا من طینة واحدہ ثم ردھم الی تلک الطینة (عینی شرح بخاری) اور خطیب، ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ عن ابن مسعود قال قال رسول اللّٰہ مامن مولود الاوفی سرتہ من تربة التی یولد منھا فاذا رد الی ارزل عمرہ رد الی تربة التی خلق منھا یدفن فیھا وانی وابابکر وعمر خلقنا من تربة واحدة وفیھا تدفن (خطیب بحوالہ مجددیہ) فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کوئی مولود ایسا نہیں جس کی ناف میں اس مٹی کا کوئی حصہ نہ ہو جس سے کہ وہ پیدا کیا جاتا ہے پس جبکہ وہ ارزل عمر کو پہنچتا ہے تو اسی مٹی کی طرف لوٹایا جاتا ہے جس سے وہ پیدا ہوا ہے اور اسی میں دفن کیا جاتا ہے۔ اور میں اور ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ ایک ہی مٹی سے پیدا کئے گئے ہیں اور اسی میں دفن کئے جائیں گے۔

اور کوئی کمالِ نبوت ایسا نہیں جو آنحضرت ﷺ کے ضمن میں شیخین رضی اللہ عنہما نے اس سے حظ وافر حاصل نہ کیا ہو۔ اور غالباً یہی سر ہے جو عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد بقول حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ اپنے مقامِ عیسوی سے حقیقتِ محمدی ﷺ کی طرف عروج فرمائیں گے

اور یہی بھید ہے جو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ عیسیٰ ابن مریم میرے ساتھ میرے مقبرہ میں دفن ہوگا اور میں اور عیسیٰ بن مریم ایک ہی قبر سے ابی بکر اور عمر کے درمیان اٹھیں گے۔

پس اتحادِ طینت اور تشابہ فطرت کے ایسے ہی خواص ہوتے ہیں جو باہمی تشابہ فطرت میں بروز کر آتے ہیں حتیٰ کہ انواع نباتات میں بھی جیسے کہ حدیث اکرام نخلہ سے ثابت ہے اور اس مقدمہ کو ہم اسی پر ختم کرتے ہیں۔

مقدمۂ پنجم

(خدا کے وعید میں تخلف ہو جانے کے بیان میں)

بقول قادیانی عذاب کے وعدے میں تخلف سنت اللہ ہے

قادیانی صاحب نے اپنی پیشین گوئیوں کا جھوٹ چھپا دینے کے لئے خدا کو اور خدا کے رسولوں کو بھی اپنے ساتھ اس جھوٹ میں شریک بنانا چاہا اور انجام آتھم کے صفحات ۲۸، ۲۹ اور ۳۱ میں وعید میں تخلف سنت اللہ ہونا لکھ دیا اور اس کی شہادت میں حضرت یونس علیہ السلام کا قصہ بحوالہ تفسیر درِ منثور ابن عباس سے نقل کیا کہ خدا نے یونس علیہ السلام نبی پر یہ وحی نازل کی کہ فلاں تاریخ ان کی قوم پر عذاب نازل کروں گا۔ سو ان لوگوں نے خدا کی طرف تضرع کی اور رجوع کیا سو خدا نے ان کو معاف کر دیا اور کسی دوسرے وقت پر عذاب ڈال دیا۔ تب یونس کہنے لگا کہ اب میں کذاب کہلا کر اپنی قوم کی طرف واپس نہ جاؤں گا اور دوسری راہ لی۔ حالانکہ اس عذاب کے وعید میں کوئی شرط نہ تھی۔ انتہیٰ مگر قادیانی صاحب کو خدا کا یہ کلام یاد نہ رہا جو فرمایا ہے کہ وقد قدمت الیکم بالوعیدo ما یبدل القول لدی (سورۂ ق) وعید پہلے ہی سے مقرر ہو چکی ہے اور اس کے کسی قول میں تبدیلی نہیں ہو سکتی اور ولا تحسبن اللّٰہ مخلف وعدہ رسلہ (سورۂ رعد) وہ اپنے وعدوں میں جو اپنے

رسولوں سے کرتا ہے ہرگز تخلف نہیں کرتا۔ امام ربانی فرماتے ہیں کہ وعد رسل وعد اور وعید ہر دو کو شامل ہے اور یہ کس قدر شناعت کی بات ہے کہ خدا اپنے رسولوں سے وعد اور وعید کے عہد میں تخلف کر دے جو عقلاً اور شرعاً ہر طرح سے شنیع اور قبیح ہے اور جیسے کہ شامی کی جلد اوّل میں علامہ تفتازانی وغیرہ نے اور نیز علامہ نسفی نے تصریح کر دی ہے۔ کہ ''وعید میں تخلف محققین نے ہرگز جائز نہیں رکھا اور لقانی نے ابی اور امام نووی سے نقل کر دیا ہے کہ علاوہ کفار کے ایمان والے گنہگاروں پر بھی وعید کا نفوذ ہوگا اور اسی پر اجماع کا انعقاد ہے''۔ اور قطع نظر اس کے قوم یونس کے مقدمہ کا فیصلہ تو خود خدا نے کر دیا۔ اور صریح ارشاد فرما دیا کہ فلولا کانت قریة امنت فنفعها ایمانها الا قوم یونس لما امنوا کشفنا عنهم عذاب الخزی فی الحیوة الدنیا (سورہ یونس) کہ کیوں نہ وہ ویران شدہ بستیاں معائنہ عذاب کے قبل سچا ایمان لے آئیں تا کہ ان کا ایمان ان کے رفع عذاب کا نفع دیتا اور حلول عذاب کے انتظار میں نہ رہتیں جیسے کہ فرعون نے کیا۔ مگر برخلاف ان کے فقط ایک قوم یونس ہی تھی جو نزول عذاب کے قبل سچا ایمان لے آئی اور ہم نے دنیا کی زندگانی میں بھی ان سے ذلت کا عذاب اٹھا دیا۔ پس کلام اللہ کی یہی آیت بتلا رہی ہے کہ حلول عذاب کے وعید میں عدم ایمان ہی ہمیشہ کیلئے سنت اللہ میں شرط رہا۔ اور قطع نظر اس کے یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ایک اولوالعزم نبی اللہ اپنے اللہ کی نسبت ایسا ظن کر کے بھاگ نکلے۔ حالانکہ تفسیر خازن میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قصہ اس طرح پر منقول ہے کہ عن ابن عباس اتی جبریل یونس فقال انطلق الی اهل نینوا فانذرهم فقال التمس دابة قال الامر اعجل من ذلک فغضب وانطلق الی السفینة۔ کہ حضرت جبریل علیہ السلام حضرت یونس نبی علیہ السلام کے پاس آئے۔ اور کہا کہ نینوا میں جا کر اہل نینوا کو ڈرا۔ اس پر یونس نے کہا کہ مجھے ایک سواری چاہیے۔ جبریل نے کہا یہ کام جلدی کا ہے اس پر یونس علیہ السلام غصہ ہو کر

کشتی کی طرف چلے گئے۔ اور ایک روایت میں ابن عباس سے یہ بھی ہے۔ کہ قال ابن عباس فی روایة عنه کان یونس وقومه یسکنون فلسطین فغزاهم ملک فسبی منهم تسعة اسباطا ونصفا وبقی منهم سبطان ونصف فاوحی اللّٰه الی شعیاء النبی ان اسر الی حزقیل الملک وقل له یوجه نبیًا قویا فانی القی فی قلوب اولئک حتی یرسلوا معه بنی اسرائیل. فقال له الملک فمن تری و کان فی مملکة خمسة من الانبیاء قال یونس انه قوی امین فدعا الملک یونس وامره ان یخرج فقال یونس هل اللّٰه امرک باخراجی قال لا قال فهل سمانی اللّٰه لک قال لا قال فههنا غیری انبیاء اقویاء فالحوا علیه فخرج مغاضبا للنبی وللملک وقومه واتی بحر الروم فرکب (خازن) کہ حضرت یونس علیہ السلام اپنی قوم کی معیت میں فلسطین میں رہا کرتا تھا کہ اتفاقاً کسی بادشاہ نے ان پر فوج کشی کر کے ان کے بارہ سبطوں میں سے ساڑھے نو سبط قید کر لئے اور باقی صرف اڑھائی سبط رہ گئے اس پر خدا نے شعیاء نبی کو وحی کی کہ حزقیل بادشاہ کو جا کر کہہ کہ وہ کسی قوی نبی کو اس ظالم بادشاہ کے مقابلہ کے لئے روانہ کرے اور میں بنی اسرائیل کے دلوں میں اس کے ساتھ جانے کے لئے القا کر دوں گا۔ حزقیل نے شعیاء نبی سے پوچھا کہ تیرے خیال میں کس کو بھیجوں۔ کیونکہ اس وقت وہاں پانچ نبی موجود تھے تو شعیاء نے رائے دی کہ یونس ہی قوی اور امین ہے۔ پھر حزقیل نے یونس کو بلا کر فہمائش کی اس پر یونس علیہ السلام نے پوچھا کہ کیا خدا نے میرے جانے کا تجھے حکم کیا ہے؟ حزقیل بولا نہیں۔ پھر یونس نے کہا کہ کیا خدا نے میرا نام لیا ہے؟ حزقیل بولا نہیں۔ پھر یونس علیہ السلام بولا کہ یہاں میرے سوائے دوسرے قوی انبیاء موجود ہیں۔ لیکن سب نے یونس ہی کو مجبور کرنا چاہا۔ مگر وہ شعیاء نبی اور حزقیل اور قوم سے رنجیدہ ہو کر بحیرہ روم کی طرف چلا گیا اور کشتی پر جا سوار ہوا۔ انتہی

بقول قادیانی چار سونبی کو شیطان نے دھوکا دیا اور وحی میں دخل دیا

مگر قادیانی صاحب نے اسی پر اکتفا نہ کیا اور ازالۃ الاوہام کے صفحہ ۶۲۸ میں لکھا کہ کبھی شیطانی دخل انبیاء اور رسولوں کی وحی میں بھی ہو جاتا ہے اور اس کی سند میں وہی توریت کا قصہ لکھا کہ ایک بادشاہ کے وقت میں چار سو نبی نے اس کی فتح کے بارے میں پیشین گوئی کی اور وہ جھوٹے نکلے اور بادشاہ کو شکست آئی بلکہ اسی میدان میں مر گیا اور اس کی توجیہہ یہ بیان کی کہ دراصل وہ الہام ایک ناپاک روح کی طرف سے تھا۔ نوری فرشتہ کی طرف سے نہیں تھا۔ اور ان نبیوں نے دھوکا کھا کر ربانی سمجھ لیا تھا۔

انبیاء کے خطرات سے شیطانی وسوسہ بلا توقف اٹھا دیا جاتا ہے

حالانکہ قرآن کریم قادیانی صاحب کے اس منقولہ قصہ کی تکذیب کر کے گذشتہ نبیوں اور رسولوں کا اس بہتان سے ابراء فرما رہا ہے۔ دیکھو سورۂ حج میں آنحضرت ﷺ وارشاد ہوا۔ وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبیّ الا اذا تمنی القی الشیطان فی امنیتہ فینسخ اللہ مایلقی الشیطان ثم یحکم اللہ ایٰتہ (سورۂ حج) کہ اے محمد (ﷺ) ہم نے تیرے قبل ایسا کوئی نبی اور رسول نہیں بھیجا کہ اس کو یہ حالت پیش نہ آئی کہ جب اس نے (اپنی طبعی خواہش سے) کوئی خیال اپنے نفس میں گذرانا تو شیطان نے اس میں وسوسہ ڈال دیا اور معاً بلا توقف اور بلا مہلت اسی دم اللہ تعالیٰ نے شیطانی وسوسہ کا ازالہ فرما دیا اور اپنی نشانیوں کو محکم کر دیا اور یہ معنی نہیں کہ شیطانی وسوسہ دیر تک قائم رہا ہو اور اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی استواری میں کوئی عرصہ لگا ہو یا اخیر دم تک اس کا ازالہ نہ ہوا ہو۔ اس لئے کہ الفاء للترتیب بلا مھلۃ وثم للتراخی زماناً اور رتبۃ ارتفاعا او انحطاطاً نحو جاء الجیش ثم الامیر اذا جاء وا معا او جاء الامیر سابقا لکن اخّر لافادۃ الترتیب بحسب الرتبۃ (متن متین وحاشیہ) حرف فا قاعدہ نحو کے مطابق کلام عرب میں ترتیب بلا مہلت کا افادہ دیتا ہے اور حرف ثم تراخی باعتبار زمانہ کے علاوہ اکثر تراخی بلحاظ رتبہ کے لئے بھی آتا ہے خواہ ارتفاعاً ہو یا انحطاطاً۔ پس

آیت مذکورہ میں حرف ثم تراخی زمانہ کے لئے نہیں کیونکہ القاء شیطانی کے ازالہ اور آیات رحمانی کے استحکام میں بظاہر نظر فقط رتبۃً فرق ہے۔ اس لئے کہ ازالہ وسوسۂ شیطانی کو استحکام آیات رحمانی لازم ہے اور یہ وہ آیت ہے کہ جس کی تفسیر میں کور فہموں نے جھوٹی کہانیاں اختراع کر لیں۔ چنانچہ کسی نے یہ کہا کہ آنحضرت ﷺ جب سورۂ نجم کی آیت افرأیتم اللات والعزیٰ پڑھ رہے تھے تو شیطان نے بے اختیار آپ کی زبان مبارک سے یہ فقرات نکلوا دیئے۔ تلک الغرانیق العلی وان شفا عتھن لترتجی۔ بیضاوی میں ہے کہ یہ قصہ محققین کے نزدیک قبول نہیں ھو مردود عند المحققین بیضاوی لااسندھا ثقۃ بسند صحیح اوسلیم متصل وانما رواہ المفسرون والمؤرخون المولعون بکل غریب الملفقون من الصحف کل صحیح وسقیم (خازن) کہ اس قصہ کو کسی ثقہ نے سند صحیح کے ساتھ روایت نہیں کیا۔ بلکہ اس کو ان مؤرخوں اور مفسروں نے بیان کیا ہے جو کہ صحت وسقم میں تمیز نہیں کر سکتے۔ اور کسی نے یہ کہا کہ تمنّی کے معنی قرأت اور تلاوت ہے۔ بیضاوی میں ہے کہ یہ معنی وثوق قرآن کے مخل ہیں کہ شیطان رجیم نبی ﷺ کی صورت کا محاکی بنے۔ پس صحیح معنی وہی ہیں جو بیضاوی اور خازن میں ہیں۔ تمنی زوّر فی نفسہ ما یھواہ (بیضاوی)۔ تمنی خطر بالہ وتمنی بقلبہ (خازن)۔ یعنی اپنی طبعی خواہش کے مطابق کوئی خیال دل میں لائے۔ پس یہی آیت دلیل اتم ہے کہ انبیاء علیہم السلام بعد بعثت الی الخلق کبھی شیطان کے دام میں نہیں آ سکتے اور ہمیشہ ان کی حرکات وارادات اور اقوال وافعال ارادہ الٰہی کے تابع رہتے ہیں اور وہ کوئی کام اپنی خواہش کے مطابق نہیں کر سکتے۔ بلکہ ان کی مثال ایسی ہے جیسے نے کی آواز نائی کی تابع یا کہ حرکت حجر تحریک رامی کا ثمرہ ہے۔

بقول قادیانی محدث کا الہام قطعی ہوتا ہے اور شیطانی القاء بلا توقف اس سے اٹھایا جاتا ہے

زیادہ تر تعجب خیز یہ امر ہے کہ قادیانی صاحب براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۴۸ میں اپنا الہام لکھ چکے ہیں کہ وہ محدث بفتح دال ہیں اور اس کی سند میں لائے ہیں کہ ابن عباس کی

قراءت میں جس کو بخاری نے بھی لکھا ہے اس آیت میں کلمہ ولا مُحدَّث بھی ہے اور بعد اس کے لکھتے ہیں کہ محدّث کا الہام قطعی اور یقینی ثابت ہوتا ہے جس میں دخل شیطان قائم نہیں رہ سکتا اور رو دیا توقف نکالا جاتا ہے۔

ہم قادیانی صاحب سے معارضہ کر کے کہتے ہیں کہ جب محدث کی یہ شان ہے تو پھر انبیاء کے الہامات میں کیوں غلطی ہونے لگی۔ قطع نظر اس کے ہم کہتے ہیں کہ ان کے حوالہ کے مطابق بخاری میں یہ کلمہ براویت ابن عباس نہیں ہے۔ ہاں تفسیر درِ منثور میں اس کلمہ کے نسخ ہونے پر تخریج ابن ابی حاتم شہادت موجود ہے۔ جیسے کہ کہا اخرج ابن ابی حاتم عن سعد بن ابراھیم بن عبداللّٰہ بن عوف قال ان فیما انزل اللّٰہ وما انزلنا من قبلک من رسول ولا نبی ولا محدث فنسخت والمحدثون صاحب یس ولقمان وھو من ال فرعون وصاحب موسٰی (درمنثور صفحہ ۶۴،۳)

مقدمۂ ششم

(محمد مصطفیٰ ؐ کے اجتہاد میں خطا اور وحی کے غلط معنی سمجھنے میں اور غیر محدود علوم رسول اللہ میں)

اس کے بعد قادیانی صاحب نے اپنا جھوٹ چھپانے کے لئے خاتم النبیین محمد مصطفیٰ ﷺ کی نسبت بھی آریا اور کرسٹانوں کی طرح گستاخانہ کلمات کی پروا نہ کی۔

بقول قادیانی محمد ﷺ نے بھی اجتہاد میں خطا کی اور وحی کے معنی غلط سمجھے

ازالۃ الاوہام کے صفحہ ۶۸۷ سے ۶۹۲ تک متعدد مقامات میں لکھا کہ ”ایسے امور میں جو عملی طور پر سکھلائے نہیں جاتے اور نہ ان کی جزئیات خفیہ سمجھائی جاتی ہیں انبیاء سے بھی اجتہاد کے وقت امکان سہو و خطا ہے۔ مثلاً

۱.....وہ خواب جس کا ذکر قرآن میں بھی ہے اور جو بعض مومنوں کے حق میں موجب ابتلا ہوئی

اور جس کی بنا پر نبی ﷺ مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کو کتنے دن تکلیف اٹھا کر گئے مگر کفار نے طواف خانہ کعبہ سے روک دیا اور اس وقت اس رؤیا کی تعبیر ظہور میں نہ آئی۔ حالانکہ بلاشبہ رسول اللہ ﷺ کا خواب وحی میں داخل ہے۔ لیکن اس وحی کے اصل معنی سمجھنے میں غلطی ہوئی۔

۲.....اور ایسا ہی جب آنحضرت ﷺ کی بیویوں نے آپ کے روبرو ہاتھ ناپنے شروع کئے تھے تو آپ کو اس غلطی پر تنبیہ نہیں کیا گیا یہاں تک کہ آپ فوت ہوگئے۔

۳.....اور اسی طرح ابن صیاد کی نسبت صاف طور وحی نہیں کھلی اور آنحضرت ﷺ کا اول یہی خیال تھا کہ ابن صیاد ہی دجال ہے۔ مگر آخر میں یہ رائے بدل گئی۔

۴.....اور ایسا ہی سورۂ روم کی پیشین گوئی کے متعلق جو ابوبکر صدیق ؓ نے شرط لگائی تھی آنحضرت ﷺ نے صاف فرمایا کہ بضع کا لفظ لغت عرب میں نو برس تک اطلاق پاتا ہے اور میں بخوبی مطلع نہیں کیا گیا کہ نو برس کی حد کے اندر کس سال تک یہ پیشین گوئی پوری ہوگی۔

۵.....اور ایسا ہی وہ حدیث جس کے یہ الفاظ ہیں فذھب وھلی الی انہ الیمامۃ او الھجر فاذا ھی المدینۃ یثرب۔ پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ جو کچھ کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے اجتہاد سے پیشین گوئی کا محل و مصداق سمجھا تھا وہ غلط نکلا اور حضرت مسیح کی پیشین گوئیوں کا سب سے عجیب تر حال ہے۔ بارہا انہوں نے کسی پیشین گوئی کے کچھ معنی سمجھے اور آ کر کچھ اور ہی ظہور میں آیا۔ بہرحال ان باتوں سے یقینی طور یہ اصول قائم ہوتا ہے کہ ایسی پیشین گوئیوں کی تعبیر اور تاویل میں انبیاء علیہم السلام کبھی غلطی بھی کھاتے ہیں۔ جس کو اللہ تعالیٰ خود اپنی کسی مصلحت کی وجہ سے مبہم اور مجمل رکھنا چاہتا ہے اور مسائل دینیہ سے ان کا کچھ علاقہ نہیں ہوتا۔ یہ ایک نہایت دقیق راز ہے جس کے یاد رکھنے سے معرفت صحیحہ مرتبہ نبوت کی حاصل ہوتی ہے اور اسی بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر آنحضرت ﷺ پر ابن مریم اور دجال کی حقیقت کاملہ بوجہ نہ موجود ہونے کسی نمونہ کے موبمو منکشف نہ ہوئی ہو نہ دجال کے

ستر ہاع کے گدھے کی اصل کیفیت کھلی ہو اور نہ یاجوج و ماجوج کی عمیق تہہ تک وحی الٰہی نے اطلاع دی ہو اور نہ دابۃ الارض کی ماہیت کماحقہ ظاہر فرمائی گئی اور صرف امثلہ قریبہ کے طرز بیان میں اجمالی طور سے سمجھایا گیا ہو تو کچھ تعجب کی بات نہیں اور اگر وقت ظہور کچھ جزئیات غیر معلومہ ظاہر ہو جائیں تو شان نبوت پر کچھ جائے حرف نہیں''۔

حقیقت نبوت اور غیر محدود علوم رسول اللہ کا بیان

پس قبل اس کے کہ ہم قادیانی صاحب کے ان ہزلیات کا جواب دیں ہم بارگاہ نبوت میں نہایت ادب کے ساتھ التجا کر کے اس امر کے اظہار کیلئے مجبور ہیں کہ ہر وہ شخص جو آنحضرت ﷺ کے ساتھ نسبت فدائی رکھتا ہے اس کا ایمان اس کو ہرگز فتویٰ نہیں دے سکتا کہ وہ قادیانی صاحب کے ان غلط افتراؤں کو ایک لحظہ کے لئے بھی صحیح مان لے جو انہوں نے حضرات انبیا خصوصاً خاتم الانبیا محمد مصطفیٰ ﷺ کی شان میں لکھی ہیں اور جن کا صحیح مان لینا نہ فقط ان کی عصمت اور وثوق اور اصطفا اور اجتبا کا منافی ہے جو اللہ کے ایک مرسل بندہ کے لئے ضروری ہے بلکہ شان نبوت کے بھی مخالف ہے جس کے ساتھ وہ خدا کے بندوں کو تاریکی سے روشنی کی طرف نکالنے اور ناپاک دلوں کے تزکیہ اور طہارت اور ان کو لوث بشریت سے پاک وصاف کرنے کے لئے مبعوث ہوتے ہیں۔ ورنہ

ع آں کس کہ خود گم است کرا رہبری کند

نبی کی صورت بشریہ اور ملکیہ بشر اور ملک سے بالاتر ہوتی ہے

مانا ہم نے کہ آنحضرت ﷺ صورت بشریہ میں ہمارے مماثل تھے لیکن طرف معنی اور وحی میں وہ ہماری مثل نہ تھے۔ پس ایک طرف سے ان کو نوع انسان کے ساتھ مشابہت رہی اور دوسری طرف سے ان کو نوع ملائکہ کے ساتھ مماثلت حاصل اور ان دونوں مماثلتوں کے اجتماع سے بشریت ان کے مزاج واستعداد میں نوع بشر سے فائق رہی اور

ملکیت ان کی وحی و رسالت کے قبول و ادا میں ملکیت نوع ملائکہ سے زائد رہی۔ لہٰذا ممکن نہیں کہ طرف بشریت میں بنی نوع کی مثل ان کو ضلالت اور غوایت ہو یا طرف ملکیت میں ان کو کسی قسم کی زیغ وطغاوت ہو۔ چنانچہ یہی جامعیت ہے کہ جس کی رعایت سے کبھی تو وحی کا نزول صورت بشریہ میں ہوتا رہا اور آنحضرت ﷺ جبریل علیہ السلام سے حساً اور عیناً مکالمہ اور مشاہدہ فرماتے اور کبھی صلصلۃ الجرس کی طرح وحی ربانی کی متسلسل آواز آنحضرت ﷺ کے سمع مبارک میں پہنچتی اور کبھی از روئے ہتف اور کشف اور کبھی بطریق فراست یا رؤیا معانی خفیہ کا القا آنحضرت ﷺ کیلئے شرح صدر کا باعث ہوتا اور اگر احیاناً حسی طور پر وحی کا انقطاع ہوا لیکن تائید اور عصمت الٰہی کبھی منقطع نہ ہوئی جس سے آنحضرت ﷺ کے افکار اور اقوال اور افعال میں استواری اور استحکام کا افاضہ ہوتا رہا۔

مانا ہم نے کہ آنحضرت ﷺ ایک وقت اس امر کے اقرار کیلئے مامور کیے گئے کہ انا بشر مثلکم اکل مما تاکلون و اشرب مما تشربون۔ کہ میں بھی تمہاری مثل ایک آدمی ہوں جو تم کھاتے پیتے ہو میں بھی وہی کھاتا پیتا ہوں۔ لیکن دوسرے وقت وہ اس امر کی اطلاع کے لئے بھی مجبور ہوئے انی لست کھیئتکم انی ابیت عند ربی ہو یطعمنی ویسقینی (الخ) قال النبی ﷺ لا تواصلوا قالوا انک لتواصل قال انی لست مثلکم انی ابیت یطعمنی ربی ویسقینی (بخاری صفحہ ۱۰۸، ابی ہریرہ) جبکہ صحابہ نے کھانا پینا ترک کرنا چاہا کہ میں تمہاری مثل نہیں ہوں، میں اللہ کے ہاں مہمان رہتا ہوں وہی مجھ کو کھلاتا پلاتا ہے۔ وقالوا لن نؤمن لک حتی تفجر لنا من الارض ینبوعاo او تکون لک جنۃ من نخیل وعنب فتفجر الانہار خلالہا تفجیراo او تسقط السماء کما زعمت علینا کسفا او تاتی باللہ والملائکۃ قبیلاo او یکون لک بیت من زخرف اوترقی فی السماء ولن نومن لرقیک حتی

تنزّل علینا کتابا نقرءہ قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولاo ای الاجل رقیک فاللام للتعلیل (فتح البیان سورۂ بنی اسرائیل) مانا ہم نے جب کفار نے آنحضرت ﷺ سے چشمہ کے جاری کرنے اور کھجور اور انگور کا ایک ایسا باغ مہیا کرنے کے لئے جس میں نہریں جاری ہوں اور آسمان کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے گرانے اور اللہ اور فرشتوں کو سامنے لانے اور سنہرے گھر کے مہیا ہو جانے اور آسمان پر چڑھ کر ایک کتاب لانے پر ایمان لانا مشروط کیا۔ ومامنعنا ان نرسل بالایات الا ان کذب بها الاوّلون (سورۂ بنی اسرائیل) تو اس وقت ان کے سوالات کے جواب میں آنحضرت ﷺ کو یہ کہنے کا ارشاد ہوا کہ اے محمد کہہ دے ان کو کہ میرا رب ہر عجز و نقص سے پاک ہے اور میں اس کا بندہ رسول ہوں لیکن ساتھ ہی اس کے ارشاد ہوا کہ ہم کو کسی شے نے ایسی آیات کے بھیجنے سے نہیں روکا بجز اس کے کہ اگلے کفار نے تکذیب کی اور وہ ایمان نہ لائے۔ والذی نفسی بیدہ لقد اعطانی ماسألتم ولوشئت لکان واخبرنی الله ان اعطاکم ذلک ثم کفرتم الله یعذبکم عذابا لا یعذبه احدا من العلمین (ام عہ تفسیر حافظ ابن کثیر سورۂ بنی اسرائیل) آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میرا وجود ہے جو تم نے مجھ سے مانگا ہے وہ مجھے اللہ نے دے دیا ہے اور اگر میں چاہوں تو وہ ہو جائے اور مجھے اللہ نے خبر دی ہے کہ اگر میں تم کو دیدوں اور پھر تم انکار کرو تو وہ تم کو سب سے نرالا عذاب دے گا۔

آنحضرت ﷺ کا نسیان

مانا ہم نے کہ ایک وقت آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ انی انسی کماتنسون واغضب کما تغضبون (مواہب اللدنیہ) میں بھی تمہاری مثل بھول جاتا ہوں اور تمہاری مانند غصہ کرتا ہوں لیکن دوسرے وقت یہ ارشاد فرمایا لم یبسط احد منکم ثوبه حتی اقضی مقالتی هذه ثم یجمعه الی صدره فینسی من مقالتی شیئا

ابدا فبسط ابوهریرہ فما انسی منها شیئا (مشکوٰۃ و بخاری) کہ جو کوئی تم میں سے اپنا کپڑا بچھائے رکھے یہاں تک کہ میں اس کلام کو ختم کر لوں اور وہ اس کپڑے کو اپنے سینہ سے لگائے تو وہ کبھی میری احادیث کو نہ بھولے گا۔ چنانچہ ابوہریرہ ؓ نے اپنی چادر بچھائی اور وہ کبھی آنحضرت ﷺ کی حدیث مبارک کو نہ بھولے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر احادیث ابی ہریرہ ؓ سے ہی مروی ہیں۔ اور نیز آنحضرت ﷺ کی طرف سہو و غفلت کا انتساب نبی ﷺ کی اس حالت صحو و ہوشیاری کے مبائن ہے جس پر کہ امر نبوت کا کل دارومدار ہے۔

آنحضرت ﷺ کا دل بیدار

تنام عینی ولا ینام قلبی (مشکوٰۃ)۔ جاء ت ملائکة الی النبی ﷺ وهو نائم فقالوا ان بصاحبکم هذا مثلا فاضربوا له مثلا قال بعضهم انه نائم وقال بعضهم ان العینین نائمة والقلب یقظان فقالوا مثله کمثل رجل۔اہ (مشکوٰۃ) اسی وجہ سے آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ اگرچہ میری آنکھ سو جاتی ہے لیکن میرا دل نہیں سوتا۔ اسی وجہ سے جبکہ آنحضرت ﷺ سوئے ہوئے تھے ملائکہ نے ضرب المثل کے وقت کہا کہ آنحضرت ﷺ کی آنکھ اگرچہ نیند میں ہے لیکن دل بیدار ہے۔ اور آنکھ کا نیند میں ہونا فہم و تفہیم سے مانع نہ ہوگا۔

آنحضرت ﷺ کا دل نور اور حکمت سے مملو کیا گیا

وظهرت الملائکة فشقت عن قلبه فملائة ایمانا وحکمة وذلک بین عالم المثال والشهادة فلذلکم لم یکن الشق عن القلب اهلاکاً وقدبقی منه اثر الخیط وکذلک کلما اختلط فیه عالم المثال والشهادة (حجۃ اللہ البالغہ صفحہ ۳۸۶)۔ اور یہ بالکل ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ کا قلب مبارک چیر کر ایمان اور حکمت کے ساتھ پر کر دیا گیا حتیٰ کہ سیون کی نشانیاں قلب مبارک پر نمایاں رہیں پس

کیونکر ممکن ہے کہ ایسے نبی پر غفلت اور ذہول طبعی کا غلبہ ہو اور اگرچہ آنحضرت ﷺ نے ایک وقت مقام ہیبت اور عبودیت سے اطلاع دی کہ واللہ لاادری واللہ لاادری وانا رسول اللہ ما یفعل بی ولابکم (مشکوۃ) ارشاد فرمایا کہ اللہ کی قسم میں اللہ کا رسول ہوتے ہوئے بھی نہیں جانتا کہ میرے اور تمہارے ساتھ کیا برتاؤ ہوگا۔ اور نیز وہ اس کہنے میں خاص طور سے مامور ہوئے لیکن آنحضرت ﷺ نے دوسرے وقت ملک وملکوت اور ناسوت وجبروت کے مو بمو اسرار کھول دیئے۔ قل ماکنت بدعا من الرسل وما ادری مایفعل بی ولا بکم ان اتبع الا مایوحی الی وما انا الا نذیر مبین (سورۃ احقاف)

آنحضرت ﷺ کا علم تفاصیل ملک وملکوت

سورۂ نساء میں خود خدا نے اپنے کلام میں فرمایا کہ وانزل اللہ علیک الکتاب والحکمۃ وعلمک مالم تکن تعلم وکان فضل اللہ علیک عظیما ○ ای العلم التفصیلی التام وعلم احکام التفاصیل وتجلیات الصفات مع العمل بہ (سورۂ نساء تفسیر کمالین ابن احرل) اے محمد ہر وہ چیز جو تجھے معلوم نہ تھی خدا نے تجھے بتلا دی اور اس کے موافق عمل کی توفیق بخشی۔ اور خود آنحضرت ﷺ نے اپنی حالت مخصوصہ سے اطلاع دی جو فرمایا کہ انی اری مالا ترون واسمع مالا تسمعون (مشکوۃ) وانی لاعلم اخر اھل الجنۃ دخولا واخر اھل النار خروجاً (مشکوۃ)۔ فعلمت مافی السموات والارض وفی روایۃ فوضع کفہ بین کتفی حتی وجدت بردا ناملہ بین ثدیی فتجلی لی کل شئ وعرفت (مشکوۃ، باب المساجد ومواضع الصلوۃ)۔ قال الطیبی الحبیب علم الاشیاء کلھا والخلیل رای ملکوت الاشیاء ولاحاجۃ الی ماقال الشیخ القاری یعنی ماعلمہ اللہ مما فیھمامن الملائکۃ الاشجار وفرعھا۔ میں وہ دیکھتا اور سنتا ہوں جو تم دیکھتے سنتے

نہیں۔ اور میں جانتا ہوں کہ سب سے پیچھے کون جنت میں جائے گا اور کون دوزخ سے نکلے گا اور خدا نے میرے دونوں کاندھوں پر قدرت کا ہاتھ رکھا حتی کہ میں نے اس کی خنکی اپنے سینے میں پائی اور ہر شے مجھ پر کھل گئی اور میں نے پہچان لی۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ میں نے زمین اور آسمان کی اشیاء جان لیں۔ چنانچہ اسی حدیث کے تحت میں مشکوۃ کی شرح اشعۃ اللمعات میں ہے کہ ایں عبارت است از حصول تمامہ علوم جزوی وکلی واحاطہ آن وخواند آنحضرت مناسب این حال وبقصد استشہاد برامکان آن این آیت را وکذلک نری ابراھیم ملکوت السمٰوٰت والارض ولیکون من الموقنین۔ اور طیبی میں ہے قال الطیبی الحبیب علم الاشیاء کلھا والخلیل رای ملکوت الاشیاء ولاحاجۃ الی ماقال الشیخ القاری یعنی ما اعلمہ اللہ مما فیھما من الملائکۃ والاشجار وغیرھا۔ حبیب نے سب اشیاء کو پہچان لیا اور خلیل نے اشیاء کے ملکوت کو دیکھ لیا اور زرقانی اور روحانی میں ہے کہ حق تعالیٰ نے شب اسریٰ میں علم ماکان اور مایکون آپ پر کھول دیا۔ اور حدیث معراج میں ہے کہ قال ﷺ فی حدیث المعراج نزلت قطرۃ من العرش فوضعت علی لسانی ابر من الثلج واحلی من العسل فما ذاق الذایقون شیئا قط احلی منھا فانبأنی اللہ بھا علم الاولین والاخرین (زرقانی شرح مواہب اللدنیہ واحمد وترمذی از معاذ ابن جبل) فرمایا بالائے عرش سے ایک قطرہ میری زبان پر اترا جو برف سے خنک تر اور شہد سے ایسا شیریں تر تھا جو کسی نے ایسا شیریں تر کبھی نہیں چکھا۔ پس اس قطرہ سے حق تعالیٰ نے مجھ پر اولین اور آخرین کا علم کھول دیا۔ اور فرمایا حضرت ﷺ نے کہ عن ثوبان قال قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ زوی لی الارض فرأیت مشارقھا ومغاربھا وان امتی سیبلغ ملکھا ماروی منھا واعطیت الکنز الاحمر والابیض (مسلم)۔ اور فرمایا حضرت ﷺ نے کہ اللہ تعالیٰ نے

میرے لئے زمین کو اکٹھا کر دیا اور میں نے اس کے مشارق اور مغارب کو دیکھ لیا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جس قدر زمین اکٹھی کی گئی ہے میری امت کا ملک وہاں تک پہنچے گا اور مجھے احمر اور ابیض دو خزانے دیے گئے۔ اور فرمایا انا شهيد عليكم وانی والله لانظر الی حوضی الان وانی اعطيت مفاتيح خزائن الارض او مفاتيح الارض (بخاری صفحہ ۷۷۵) میں تم پر شاہد ہوں اور خدا کی قسم اس وقت میں اپنے حوض کو دیکھ رہا ہوں اور مجھے زمین کی یا زمین کے خزانوں کی کنجیاں دی گئی ہیں۔ اور ارشاد فرمایا انکم ترون انه يخفى على شئ مما تصنعون والله انی لاری من خلفی كما اری من بين يدی. (رواہ احمد مشکوۃ صفحہ ۷۷) فرمایا کہ تمہارا خیال ہے کہ میرے پر کوئی شے مخفی رہ سکتی ہے جو تم کرتے ہو۔ سو خدا کی قسم میں اپنے پیچھے سے ویسا ہی دیکھتا ہوں جیسے کہ سامنے سے دیکھتا ہوں۔

حضرت حذیفہ ؓ جو صاحب سر رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں عن حذيفه قال قام فينا رسول الله ﷺ مقاماً ماترک شيئا يكون فی مقامه ذلک الی قيام الساعة الاحدث به حفظه من حفظه ونسيه من نسيه قد علمه اصحابی هولاء وانه ليكون منه الشئ قد نسيته فاراه فاذكره كما يذكر الرجل وجه الرجل اذا غاب عنه ثم اذا راه عرفه (متفق علیہ) کہ آپ ﷺ نے ہمارے درمیان کھڑے ہو کر ان سب اشیاء کا بیان فرمایا جو قیامت تک ہونے والے ہیں اور اور کوئی بھی فروگذاشت نہ کی جس نے یاد رکھا اس کو یاد رہیں اور جس نے بھلا دیا اس کو بھول گئیں۔ چنانچہ یہ امر میرے ان صاحبوں کو معلوم ہے اور جب میں کوئی شے اس میں سے بھول جاتا ہوں تو وقوع میں آتے ہی اسی طرح یاد آجاتی ہے جیسے کوئی آدمی کسی کا منہ ایک دفعہ دیکھتا ہے اور مدت کے بعد جب اس کو دیکھتا ہے تو اس کو پہچان لیتا ہے۔ اور نیز حذیفہ ؓ حلف کے ساتھ کہتے ہیں کہ قال والله مادری انسی اصحابی ام تناسوا والله ماترک رسول الله من

قائد فتنة الی ان تنقضی الدنيا يبلغ من معه ثلاث مائة فصاعداً الا قد سماه لنا باسمه واسم ابيه واسم قبيلته (ابوداؤد) قیامت تک کوئی ایسا سرغنہ فتنہ وفساد کا نہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اس کی اطلاع نہ دی ہو۔ یہاں تک کہ اس کی ان ہمراہیوں کی تعداد سے بھی اطلاع دی جو اقل درجہ تین سو اور اس سے زیادہ اس کے ساتھ رہیں گے اور اس کا اور اس کے باپ اور اس کے قبیلہ کا نام بھی بتا دیا۔

آنحضرت ﷺ کا قیامت تک کے واقعات سے پیشین گوئی کرنا

شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ازالۃ الخفا میں لکھتے ہیں کہ چونکہ سلسلہ تکوین میں آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی مبعوث ہونا مقدر نہ تھا لہذا حکمت الہیہ کا اقتضا ہوا کہ ان واقعات کے احکام بھی آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک پر جاری ہوں جو قیامت تک ہونے والے ہیں اور ان کے متعلق حق تعالیٰ کی رضا یا عدم رضا بھی ظاہر ہوتا کہ نعمت الٰہی تمام وکامل ہو اور حجت قائم۔ پس وہ سب وقائع منکشف ہو گئے اور آنحضرت ﷺ نے بعض کی نسبت تو اس طرح خبر دی کہ گویا بظاہر چشم دیکھ رہے ہیں اور بعض کی نسبت حسب تقریبات اطلاع دی تا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد امت مرحومہ بالکل تاریکی میں نہ رہے۔ پس بموجب آیت وعد الله الذين امنوا منكم وعملوا الصّٰلحٰت ليستخلفنهم فی الارض كما استخلف الذين من قبلهم پہلا امر جو آنحضرت ﷺ کے بعد ہونے والا تھا وہ امر خلافت اور اس کے مستحقین کے تعین کا مسئلہ تھا۔ سو اس کی نسبت آنحضرت ﷺ نے مختلف طریقوں سے نصاً وایماءً وقولاً وفعلاً تقریر فرما دی اور ان کے مستقر سے بھی اطلاع دے دی اور اس کے مراتب خاصہ سے بھی اس طرح آگاہ کر دیا کہ وقت وفات اس اہتمام کی ضرورت نہ رہی۔

ترمذی اور ابوداؤد میں ابی بکرہ اور عرفجہ اور سفینہ مولی ام سلمہ سے روایت ہے

کہ عن سفینة مولٰی ام سلمة رضی اللہ عنہا قال کان رسول اللہ الی صلی الصبح ثم اقبل علی اصحابه فقال ایکم رای رؤیاً فقال رجل انا یارسول اللہ کان میزانا نزل به من السماء فوضعت فی کفة و وضع ابوبکر فی کفه اخری فرجحت بابی بکر فرفعت ونزل ابوبکر مکانه فجیٔ لعمر بن الخطاب فوضع فی الکفة الاخری فرجح ابوبکر ثم رفع ابوبکر ووضع عثمان فرجح عمر ثم رفع عمر ورفع المیزان قال فتغیّر وجه رسول اللہ (رواہ ابن سعد ۳۰۲) ثم قال خلافة النبوة ثلاثون عاما ثم یکون ملک فاستاء لها رسول اللہ ﷺ یعنی فساء ہ ذٰلک فقال خلافة نبوة ثم یوتی اللہ الملک من یشاء (مشکوٰۃ) آنحضرت ﷺ کی عادت مبارک تھی کہ صبح کی نماز کے بعد صحابہ کی طرف منہ پھیر کر دریافت فرماتے کہ تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے؟ پس ایک شخص نے عرض کی کہ اے رسول اللہ میں نے دیکھا ہے کہ گویا ایک ترازو آسمان سے اتری ہے اور آپ اور ابوبکر وزن کیے گئے اور آپ کا پلہ غالب ہوا۔ پھر ابوبکر اور عمر تولے گئے اور ابوبکر کا پلہ غالب ہوا پھر عمر اور عثمان تولے گئے اور عمر کا پلہ غالب ہوا۔ پھر وہ ترازو اٹھائی گئی۔ سفینہ فرماتے ہیں کہ اس خواب کے سننے سے آنحضرت ﷺ کے چہرہ مبارک میں کسی قدر تغیر آگیا۔ پھر فرمایا کہ یہ سلسلہ خلافت نبوت ہے جو تیس برس رہے گا اور اس کے بعد ملک و سلطنت ہوگی۔

خلافت کے بعد سلطنت

مشکوٰۃ میں حذیفہ سے روایت ہے کہ قال قال رسول اللہ ﷺ تکون النبوة فیکم ماشاء اللہ ان تکون ثم یرفعها اللہ تعالٰی ثم تکون خلافة علی منهاج النبوة ماشاء اللہ تعالٰی ان تکون ثم یرفعها اللہ تعالٰی ثم تکون مُلکا عاضا فتکون ماشاء اللہ ان تکون ثم یرفعها اللہ تعالٰی ثم تکون ملکا جبریة

فتکون ماشاء اللہ ان یکون ثم یرفعه اللہ تعالٰی ثم تکون خلافة علی منهاج النبوة ثم سکت (احمد، بیہقی) فرمایا آنحضرت ﷺ نے کہ نبوت کے بعد خلافت منہاج کے مطابق رہے گی۔ اس کے بعد ملک عاض ایک زمانہ تک رہے گا۔ پھر اس کو اٹھا دیا جائے گا اور ایک زمانہ تک ملک جبریہ رہے گا اس کے اٹھائے جانے کے بعد پھر خلافت منہاج نبوت پر قائم ہو جائے گی۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے سکوت فرمایا۔ پھر مشکوٰۃ میں حضرت ابی ہریرہ سے روایت ہے کہ عن ابی هریرة قال قال رسول اللہ ﷺ الخلافة بالمدینة والملک بالشام (بیہقی فی دلائل النبوۃ) فرمایا آنحضرت ﷺ نے خلافت کا مستقر مدینہ ہے اور ملک و سلطنت کا مستقر شام ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ رایت عمودا من تحت راسی ساطعا حتی استقر بالشام (بیہقی) فرمایا حضرت نے کہ میں نے نور کا ایک ستون دیکھا ہے جو میرے سر کے نیچے سے نکل کر شام میں جا ٹھہرا۔

پس ان احادیث نے بتلا دیا کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی ریاست کے دو حصے فرمائے۔ ایک کا نام خلافت رکھا اور دوسرے کا نام ملک اور واقعات نے بتلا دیا کہ خلفائے ثلاثہ کے سوا کوئی بھی مدینہ میں آنحضرت کے بعد متوطن نہ ہوا اور آنحضرت ﷺ نے ابن حوالہ کو خطاب کر کے فرمایا عن عبداللہ بن حواله قال قال رسول اللہ ﷺ یا ابن حواله اذا رایت الخلافة قد نزلت الارض المقدسة فقد اتت الزلازل والبلابل والامور العظام (ازالۃ الخفاء، ابوداؤد، حسن، حاکم، مرقات، مشکوٰۃ) کہ اے ابن حوالہ جب تو خلافت کو دیکھے گا کہ بیت المقدس کی زمین میں اتر آئی ہے تو اس کے ساتھ زلزلہ اور اندوہ اور امور عظام پیوستہ ہوں گے۔ اور اس معنی کو آنحضرت ﷺ متعدد طریق سے بالتصریح بھی فرمایا کہ اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر (طبرانی از ابی الدرداء، مسند احمد، ترمذی)

ابن ماجہ از حذیفہ، مشکوٰۃ) کہ میرے بعد ابی بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کا اقتدا کرنا۔ اور بالآخر آنحضرت ﷺ نے اخیر وقت مرض موت میں ابی بکر کو نماز میں اپنا امام بنایا اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا ادعی لی اباک واخاک حتی اکتب کتابا فانی اخاف ان یتمنی متمن ویقول قایل انا اولی و یابی اللہ والمؤمنون الا ابی بکر عن عائشۃ (مشکوٰۃ، صحیحین) کہ اپنے باپ اور بھائی کو بلا کہ میں لکھ دوں مبادا کوئی آرزومند کہے کہ وہ اولیٰ ہے۔ حالانکہ اللہ اور مومنین ابی بکر رضی اللہ عنہ کے ماسوا کا انکار کرتے ہیں۔ اور اس میں ایک گونہ خلافت کے فیصلے سے بھی آگاہ کر دیا جو آنحضرت ﷺ کے بعد ہونے والا تھا۔ اور سائلہ عورت سے فرمایا قال ان لم تجدنی فاتی ابابکر (بخاری) اور نیز آنحضرت ﷺ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فرمایا کہ۔ قال ابن عباس جئت رسول اللہ مرا فقال ان اللہ جعل ابابکر خلیفتی علی دین اللہ ورسولہ وصیہ وہو مستوص فاسمعوا لہ و اطیعوا تہتدوا (ازالۃ الخفاء) اخرج الطبرانی عن حاصر بن سمرہ قال قال رسول اللہ لعلی انک مؤمر مستخلف وانک مقتول وان ہذہ مخضوبۃ من ہذہ یعنی لحیۃ من راسہ (ازالۃ الخفاء) لا تذہب الایام واللیالی حتی یملک معاویۃ (ازالۃ الخفاء) اللہم علمہ الکتاب ومکن لہ فی البلاد وقہ العذاب۔ (ترمذی) فرمایا کہ اللہ نے ابا بکر رضی اللہ عنہ کو میرا خلیفہ اللہ تعالیٰ کے دین اور وحی پر بنا دیا ہے۔ وہی میرا وصی ہے اسی کی اطاعت کریو۔ اور علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے علی! تو امیر بنایا جائے گا خلافت کیلئے طلب کیا جائے اور تو قتل کیا جائے گا اور سر سے ریش تک رنگا جائے گا۔ اور دیلمی میں علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو فرماتے سنا کہ معاویہ بالضرور سلطنت کا مالک ہوگا۔ اور ترمذی میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دعا دی کہ اے خدا تو اس کو قرآن کا علم سکھلا اور اس کو ملک میں تمکنت دے اور عذاب سے نگاہ رکھ۔

پس جس طرح کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے بعد کے متصل واقعات سے آگاہ کیا اسی طرح ہر ایک معظم واقعہ سے بھی جو قریب یا بعید میں ہونے والے تھے ان کا ذکر فرمایا۔ لیکن ہم بخوف طوالت فقط ان چند مغیبات کی پیشین گوئیوں کا ذکر کرتے ہیں جو آنحضرت ﷺ نے اپنی آخری امت کے باب میں ارشاد فرمائے ہیں اور جن کا تعلق آخری زمانہ سے ہونے والا تھا۔

دجال کا خروج

ثم ذکر الدجال فقال انی انذرکموہ و مامن نبی الا وقد انذر قومہ لقد انذر نوح قومہ ولکنی ساقول لکم فیہ قولا لم یقلہ نبی لقومہ تعلمون انہ اعور وان اللہ لیس باعور (مشکوٰۃ، متفق علیہ از ابن عمر) پس آنحضرت ﷺ نے حدیث ابن صیاد میں جو عبداللہ بن عمر سے مشکوٰۃ میں مروی ہے آگاہ فرمایا کہ میں تم کو ڈراتا ہوں اور کوئی نبی نہیں گذرا جس نے اپنی قوم کو دجال سے نہ ڈرایا ہو، چنانچہ نوح علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کو اس سے ڈرایا اور میں تم کو اس کی ایک خاص علامت بتاتا ہوں جو کسی نبی نے نہیں بتائی کہ وہ کانا ہے اور خدا کانا نہیں۔ اور ابن صیاد اس کا ایک نمونہ دکھایا گیا حتیٰ کہ بعض صحابہ نے شدت مشابہت کے دیکھنے سے یقین کر لیا کہ ابن صیاد ہی دجال معہود ہے۔ یہاں تک کہ جابر بن عبداللہ نے حلف اٹھایا اور بقول ان کے عمر نے بھی۔ مگر آنحضرت ﷺ نے اس سے انکار فرمایا۔ بایں ہمہ ابن صیاد نے بھی خود ان کے اس زعم کی تردید ابی سعید الخدری کے سامنے کر دی اور کہا کہ عن ابی سعید الخدری قال صحبت ابن صیاد الی مکۃ فقال لی مالقیت من الناس یزعمون انی الدجال الست سمعت رسول اللہ یقول انہ لا یولد لہ وقد ولد لی الیس قد قال وہو کافر وانا مسلم اولیس قد قال لایدخل المدینۃ ولامکۃ وقد اقبلت من المدینۃ وانا ارید مکۃ (مشکوٰۃ) اے ابی سعید کیا تو نے نہیں سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دجال کی

اولاد نہ ہوگی، حالانکہ میری اولاد ہے۔ کیا نبی نے نہیں کہا کہ وہ کافر ہے اور میں مسلمان ہوں۔ کیا نبی نے نہیں کہا کہ وہ مکہ اور مدینہ کو داخل نہیں ہوگا اور میں مدینہ سے آرہا ہوں اور مکہ کو جارہا ہوں۔ اور آنحضرت ﷺ کا حضرت عمر ؓ کو ابن صیاد کے قتل سے منع کردینا اس کے یہ معنی نہیں جیسے کہ قادیانی صاحب کا زعم ہے کہ آنحضرت ﷺ پر اس کی نسبت کچھ اخفا ہوا ہو بلکہ جائز ہے کہ کسی مصلحت سے آنحضرت ﷺ نے اس معنی کو مبہم رکھا ہو۔ کیونکہ عبیدہ بن جراح سے مشکوٰۃ میں مروی ہے کہ عن عبیدة ابن الجراح قال سمعت رسول اللہ یقول انه لم یکن نبی بعد نوح الا انذر الدجال قومه وانی انذرکموه فوصفه لنا قال لعله سیدرکه بعض من رانی اوسمع کلامی (مشکوٰۃ) آنحضرت ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمادیا کہ بعض میرے دیکھنے والے یا فرمایا بعض میرا کلام سننے والے عنقریب دجال کو پالیں گے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کی اس پیشین گوئی کا ظہور خود آنحضرت ﷺ کے وقت میں ہوگیا جیسے کہ فاطمہ بنت قیس کی حدیث سے ثابت ہے۔ قال رسول اللہ ولکن جمعتکم لان تمیم الداری حدثنی حدیثا وافق الذی کنت احدثکم به عن المسیح الدجال فلقیتهم دابة اهلب وقالت انا الجساسة (مسلم، مشکوٰۃ) وانی مخبرکم عنی انا المسیح الدجال وانی یوشک ان یوذن لی فی الخروج فاخرج فاسیر فی الارض فلا ادع قریة الا هبطتها فی اربعین لیلة غیر مکة وطیبة هما محرمتان علی کلتاهما کلما اردت ان ادخل واحداً منهما استقبلنی ملک بیده السیف صلتا یصدنی عنها وان علی کل نقب منها ملائکة یحرسونها قال رسول اللہ ﷺ وطعن بمخصرة فی المنبر هذه طیبة یعنی المدینه الاهل کنت حدثتکم فقال الناس نعم وانه فی بحر الشام او بحر الیمن لابل من قبل المشرق ماهو

والوما بیده الی الشرق (مشکوٰۃ) تمیم داری نے دجال سے ملاقات کی اور اس کی زبانی اطلاع دی کہ وہی مسیح الدجال ہے اور وہ مشرق سے نکلنے کے لئے مامور ہوگا اور وہ مکہ اور مدینہ کے سوا تمام زمین پر چالیس راتوں میں گشت کرجائے گا۔ چنانچہ خود نبی ﷺ نے صحابہ کو جمع کرکے اس واقعہ کو سنایا اور اس کی تصدیق فرمائی اور اپنے علم کے مطابق اس خبر کو پایا اور تمیم الداری کے بیان کے مطابق داپہ اہلب یعنی جساسہ کی تصدیق بھی فرمائی اور فرمایا کہ اصفہان کے ستر ہزار یہودی دجال کے ساتھ ہوں گ۔ اور مشکوٰۃ کی کتاب الرقاق کی فصل ثانی میں حضرت ابوہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ عن ابی هریرة عن النبی ﷺ قال ماینتظر احدکم الاغنی مطغیا اوفقرا منسیا او مرضا مفسدا او هرما مفندا او موتا مجهزا او الدجال فالدجال شر غائب ینتظر او الساعة والساعة اوهی وامر (مشکوٰۃ، ترمذی) آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ نہ انتظار کرے تم میں سے کوئی کسی چیز کا مگر غنا کا جو طغاوت کا باعث ہوگی اور فقر وفاقہ جو خدا سے بھلادے گا یا بڑھاپا جو مکروہنر سنبھالے گا یا موت جو توبہ کی مہلت نہ دے گی یا دجال جو سب سے زیادہ شر والا غائب اور منتظر ہے یا قیامت جو نہایت تلخ رکھتی ہے۔ پس دجال ان غائب اشیاء میں سے شریرتر ہے جس کا انتظار بقول نبی ﷺ ہے۔ معہذا خود خلیفہ اول صدیق اکبر ؓ سے مروی ہے کہ فرمایا آنحضرت ﷺ نے کہ عن ابی بکر الصدیق قال حدثنا رسول اللہ ﷺ ان الدجال یخرج فی ارض بالمشرق یقال لها خراسان یتبعه اقوام کان وجوههم المجان (ترمذی، مشکوٰۃ) فرمایا کہ دجال مشرق کی ایک زمین سے نکلے گا اور اس کے تابع ایک قوم ہوگی جن کے منہ تہہ بہ تہہ سپروں کی طرح ہوں گے۔

اور حضرت معاذ بن جبل سے مروی ہے کہ اخرج البغوی من حدیث جبیر عن نفیر عن مالک بن نخامر عن معاذ ابن جبل ان رسول اللہ ﷺ

قال عمران بيت المقدس خراب يثرب وخراب يثرب خروج الملحمة وخروج الملحمة فتح القسطنطنيه و فتح القسطنطنيه خروج الدجال ثم ضرب على فخذى الذى حدثه يعنى معاذ ابن جبل او على منكبه ثم قال ان هذا الحق كما انت ههنا او كما انت قاعد (ابوداؤد) حضور ﷺ نے فرمایا کہ بیت المقدس کی آبادی مدینہ کی ویرانی ہے اور مدینہ کی ویرانی ایک بڑے ملحمہ اور فتنہ کے ظہور کی علامت ہے۔ اور اس فتنہ کا ظہور قسطنطنیہ کی فتح ہے اور فتح قسطنطنیہ خروج دجال کی علامت ہے۔ پھر آنحضرت ﷺ نے میری ران (یا کاندھے) پر ہاتھ مار کر فرمایا کہ یہ امر اسی طرح حق ہے جیسے تو یہاں ہے اور یا جیسے تو بیٹھا ہے۔

دجال نے کیوں اب تک خروج نہ کیا

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ ازالۃ الخفا میں اس عقدہ کی شرح اس طرح فرماتے ہیں۔

کہ ''بیت المقدس اینجا کنایہ از اقلیم شام است زیرا کہ افضل واقدم بقاع اوست ونشست انبیاء بنی اسرائیل علیہم السلام وملوک ایشان آنجا بود۔ وعمران شام در زمان خلافت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ وامارت معاویہ ابن ابی سفیان از جانب حضرت عثمان واقع شد خراب یثرب قتل حضرت عثمان وبرآمدن حضرت مرتضیٰ بجانب عراق وخروج ملحمہ حرب جمل وصفین است وفتح قسطنطنیہ در زمان امارت معاویہ بن ابی سفیان بظہور آمد۔ اینجا حیرتے میرسد کہ خروج دجال را متعاقب قسطنطنیہ آوردہ شد حالانکہ زیادہ از ہزار سال از فتح قسطنطنیہ گذشت وہنوز بوئے از خروج دجال بمشام نرسید وہمچنین در حدیث حذیفہ مذکور شد لاتقوم الساعة حتى تقاتلوا امامكم وتجتلدوا باسيافكم این لفظ متنمن ست ازانکہ واقعہ قتل امام واجتلاد باسیاف علامت قیامت است۔ حالانکہ زیادہ از ہزار سال منقضی شد وہنوز اثرے از ساعت ظہور نہ کردہ، ہمچنین بعثت انا والساعة کھاتین وہمچنین آیت اقتربت الساعة

وانشق القمر الى غير ذلك وجوابش آن است کہ خروج دجال وقیام ساعت با ہر فتنہ کہ مذکور شد ربطے دارد۔ مانند ربط نشاندن نہال بہ بارآوردن آن نہال۔ گویا ابتدائے آن حرکت این فتنہ است وغایت آن خروج دجال وقیام ساعت ولہذا حضرت نوح علیہ السلام انذار قوم خود فرمود بدجال باوجود بعد حضرت نوح بزمان ظہور دجال، وقتیکہ کہ شخصے نہالے میشاند میگوید کہ عقب نشاندن آن نہال بارآوردن است وہر سعی کہ میکند از سقی وساختن شربت تحلہ وغیر آن غایتش بارآوردن است۔ سخن ہر جا منتہی میشود وآخر آن خروج دجال است۔ وانیجا سر یست دقیق کہ بدون تمہید مقدمات نتوان بآن زبان کشود ولیس ہذا مقامہ۔ انتہیٰ''

عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی بشارت

اسی طرح آنحضرت ﷺ نے عیسیٰ بن مریم نبی اللہ کے نزول کی بشارت دی عن ابى هريرة قال قال رسول الله ﷺ والذى نفسى بيده ليوشكن ان ينزل فيكم ابن مريم حكما عدلا فيكسر الصليب ويقتل الخنزير ويضع الجزية ويفيض المال حتى لا يقبله احد حتى تكون السجدة الواحدة خيرا من الدنيا ومافيها ثم يقول ابوهريره فاقرء وا ان شئتم وان من اهل الكتاب الا ليومنن به قبل موته اى موت عيسى بن مريم ثم يعيد ها ابوهريره ثلاث مرات (بخاری، مسلم، عبد بن حمید، ابن ابی شیبہ، درمنثور، شرح سنہ) اور فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میرا وجود ہے کہ ضرور تم میں ابن مریم کا نزول بصورت حاکم عادل ہوگا اور وہ صلیب کو توڑے گا اور خنزیر کو قتل کرے گا اور جزیہ رکھ دے گا یعنی اٹھا دے گا اور مال بہا دیگا۔ یہاں تک کہ کوئی اس کو قبول نہ کرے گا۔ اس وقت ایک سجدہ دنیا ومافیہا سے بہتر ہوگا۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس کی تصدیق کے لئے یہ آیت پیش کی کہ کوئی اہل کتاب ایسا نہیں رہے گا جو کہ عیسیٰ علیہ السلام پر قبل از موت ایمان نہ لائے اور اس کا تین بار اعادہ فرمایا۔ گویا ابوہریرہ

ﷺ جن کا دامن آنحضرت ﷺ نے علوم نبوت سے لبالب فرمادیا تھا وہ تصریح فرمارہے ہیں کہ عیسیٰ بن مریم سے مراد اس حدیث نبوی میں وہی عیسیٰ بن مریم نبی اللہ ہے جس کا ذکر قرآن کریم کی اس آیت مبارک میں ہے۔ اور نیز اس آیت مبارک کی تفسیر سے بھی آگاہ فرمارہے ہیں کہ موت سے مراد موت عیسیٰ بن مریم ہے جو آئندہ کسی زمانہ میں ہونے والی ہے۔ اور اس وقت کے جملہ اہل کتاب ان کے مرنے سے ان پر ایمان لے آئیں گے۔ اور نیز اسی جلیل القدر صحابی ابی ہریرہ سے ایک دوسری حدیث مروی ہے۔ عن ابی هريرة ان النبى ﷺ قال الانبياء كلهم اخوات لعلات امهاتهم شتّى ودينهم واحد وانى اولى الناس بعيسى ابن مريم لانه لم يكن بينى وبينه نبىّ وانه خليفتى على امّتى و انه نازل فاذا رأيتموه فاعرفوه رجل مربوع الى الحمرة والبياض عليه ثوبان ممصران كان راسه يقطر و ان لم يصبه بلل فيدق الصليب ويقتل الخنزير ويدعو الناس الى الاسلام ويهلك الله فى زمانه الملل كلها الاالاسلام ويهلك الله فى زمانه المسيح الدجال ثم تقع الامنة على الارض حتى ترتع الاسود مع الابل والنمار مع البقر والذئاب مع الغنم وتلعب الصبيان بالحيّات لاتضرهم فيمكث اربعين سنة ثم يتوفّى ويصلّى عليه المسلمون ويدفنونه (ابن ابی شیبہ، احمد، ابوداؤد، ابن جریر، ابن حبان)

فرمایا آنحضرت ﷺ نے کل انبیاء باپ کی طرف سے بھائی ہیں اور مائیں ان کی جدا جدا ہیں اور دین ان کا ایک ہی ہے اور میں عیسیٰ ابن مریم سب سے قریب تر ہوں کیونکہ اس کے اور میرے درمیان کوئی نبی نہیں گذرا (جو اولوالعزم ہو) اور وہ میری امت پر میرا خلیفہ ہے اور وہ اترنے والا ہے پس جب تم اس کو دیکھو گے تو اس کو پہچان لو کہ وہ ایک میانہ قد کا آدمی سرخ اور سفید رنگ کا ہے جس پر دو زرد رنگ کے کپڑے ہوں گے اور ان کے سر پر سے

قطرات ٹپکتے ہوں گے اگرچہ اس کو نمی نہیں پہنچی ہے پس وہ صلیب توڑے گا اور خنازیر قتل کرے گا اور لوگوں کو اسلام کی طرف بلائے گا اور اللہ تعالیٰ اس کے زمانہ میں اسلام کے سوا باقی تمام ملتوں کو نیست و نابود کردے گا اور اسی کے زمانہ میں مسیح الدجال کو ہلاک کرے گا پھر زمین پر ایسا امن ہوگا کہ شیر اور اونٹ مل کر اور چیتے اور گائے اور بھیڑیے اور بکریاں مل کر چریں گے اور چھوٹے بچے سانپوں کے ساتھ کھیلیں گے اور وہ ان کو ضرر نہ دیں گے۔ پس چالیس (۴۰) برس تک عیسیٰ علیہ السلام زمین پر رہے گا اور پھر فوت ہوگا اور مسلمان اس پر نماز جنازہ پڑھ کر اس کو دفن کریں گے۔

پس اس حدیث مبارک نے نہ فقط عیسیٰ بن مریم نبی اللہ کے نزول کی بشارت دی بلکہ صاف صاف بتلا دیا کہ عیسیٰ نبی اللہ کے وقت میں خدا تعالیٰ کی ایک ایسی رحمت اور رافت کا نزول ہوگا کہ ہر موذی شے میں رافت اور رحمت بھر آئے گی۔ حتیٰ کہ شیر، چیتے اور سانپ بھیڑیے میں، جیسے کہ حدود حرم میں ایک خاص رحمت اور رافت ہے کہ ہرن کے حدود حرم میں داخل ہوتے ہی بمصداق من دخل فيه فكان امنا بھیڑیا اس کا تعاقب چھوڑ دیتا ہے اور بجز اسلام کے کوئی دین باقی نہ رہے گا۔ وغیرہ وغیرہ۔

عیسیٰ علیہ السلام کی قبر رسول اللہ ﷺ کی قبر کے ساتھ ہوگی

پھر اس معنی کی تاکید کہ عیسیٰ بن مریم ابھی نہیں مرا اور وہ نزول کے بعد مرے گا اس کی نسبت ابن جوزی کتاب الوفا میں عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں قال رسول الله ﷺ ينزل عيسى بن مريم الى الارض فيزوّج ويولد ويمكث خمسا و اربعين سنة ثم يموت ويدفن معى فى قبرى فاقوم انا وعيسى بن مريم فى قبر واحد بين ابى بكر وعمر (مشکوۃ، ابن جوزی از عبداللہ بن عمر) يدفن عيسى بن مريم مع النبى وصاحبيه و يكون قبر الرابع (بخاری، طبرانی، درمنثور) کہ فرمایا

آنحضرت ﷺ نے عیسیٰ بن مریم زمین کی طرف اتریں گے اور نکاح کریں گے اور اولاد ہوگی اور پینتالیس برس تک زندہ رہ کر فوت ہوں گے اور میرے ساتھ میری قبر میں یعنی میرے مقبرہ میں دفن ہوں گے۔ اور میں اور عیسیٰ بن مریم ایک ہی قبر میں ابی بکر اور عمر کے درمیان اٹھیں گے اور اس کی شرح امام بخاری اپنی تاریخ میں اور طبرانی عبداللہ بن سلام سے اس طرح کرتے ہیں کہ عیسیٰ بن مریم رسول اللہ ﷺ اور صاحبین کے ساتھ دفن ہوں گے اور ان کی قبر چوتھی ہوگی۔ چنانچہ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ ابومودود سے نقل کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے روضۂ مبارک میں ایک قبر کی جگہ باقی ہے اور سعید بن مسیب لکھتے ہیں کہ عیسیٰ ابن مریم وہیں دفن ہوں گے۔

محمد بن عبدالوہاب اور فرقۂ وہابیہ کا خروج

عن ابی عمر قال قال النبی ﷺ بارک لنا فی شامنا اللهم بارک لنا فی یمننا قالوا یارسول اللّٰه وفی نجدنا قال اللهم بارک لنا فی شامنا اللهم بارک لنا فی یمننا قالوا یارسول اللّٰه وفی نجدنا فاظنّه قال فی الثالثة هناک الزلازل والفتن وبها یطلع قرن الشیطان (بخاری، مشکوۃ صفحہ ۵۸۲) اسی طرح آنحضرت ﷺ نے گروہ نجدیہ یعنی فرقۂ وہابیہ کے خروج اور حدوث کی اطلاع فرمائی اور نجد کے حق میں دعا نہ فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ نجد میں سے ہی زلزلے اور فتنے اٹھیں گے اور وہیں سے قرن الشیطان نمودار ہوگا۔ اور خارج میں ایسا ہی ہوا کہ ۱۱۱۱ھ میں عبدالوہاب نجدی پیدا ہوا جس کی پشت سے اس کا بیٹا محمد بن عبدالوہاب آگ کے شعلہ کی طرح نکلا جس کا دعویٰ تھا کہ فاجزهم محمد بانه قریشی من نسل النبی ﷺ واسمه کاسمه والف لهم عقائد دینیة واصولا کلامیة یتضمن عبادة الله واحد قدیم قادر حق رحمٰن یثیب المطیع ویعاقب العاصی وان القران قدیم یجب اتباعه دون الفروع المستنبطة وان محمدارسول اللّٰه وحبیبه ولکن لاینبغی وصفه

باوصاف المدح والتعظیم اذ لایلیق ذلک الا بالقدیم وان ذلک من قبیل الاشراک وان اللّٰه تعالی حیث لم یرض بهذا الشرک ارسله لیهدی الناس الی سواء السبیل فمن اجاب کان من الاحباب ومن عصی حق علیه العذاب ووجب قتله بلا ارتیاب (جلد ۳، جغرافیہ عمومیہ مطبوعہ بیروت صفحہ ۱۰۲،۱۰۰) وہ بھی محمد کا ہمنام اللہ کا رسول ہے اور اس لئے بھیجا گیا ہے تاکہ لوگوں کو شرک سے بچائے اور نبی الانبیاء حضرت خاتم النبیین کی نسبت کہا کہ وہ اگرچہ اللہ کا رسول ہے لیکن اس کی مدح اور تعظیم کرنا لائق نہیں کیونکہ مدح اور تعظیم صرف خدائے قدیم کے لئے شایان ہے۔ لہٰذا کسی غیر کی مدح اور تعظیم من قبیل شرک ہے۔ پس جس کسی نے میری دعوت کو قبول کر لیا وہ دوستوں میں سے ہے اور جس نے قبول نہ کیا وہ عذاب کا مستحق ہے اور اس کو بغیر کسی شک وشبہ کے قتل کرنا واجب ہے۔ فمن اعتقد انه اذا ذکر اسم نبی فیطلع هو علیه صار مشرکا وهذا الاعتقاد شرک سواء کان مع نبیٍ او ولیٍ او ملک اوجنی او صنم او وثن وسواء کان یعتقد حصوله بذاته او باعلامه اللّٰه تعالی بای طریق کان یصیر مشرکا ومن اعتقد النبی وغیره ولیّه وشفیعه فهو وابوجهل فی الشرک سواء اما السابقون فاللات والسواع والعزّی واما اللاحقون فمحمد وعلی وعبدالقادر ومن لم یقل فی حاجته یا اللّٰه وقال یامحمد وان اعتقد عبداغیر متصرف فی الکل صار مشرکاً وکفاک قدوة فی ذلک شیخنا تقی الدین ابن تیمیة وقد ثبت ان السفر الی قبر محمد ومشاهده ومساجد واثاره وقبرای نبی او ولی وسائر الاوثان شرک اکبر (ابجی، رسالہ محمد بن عبدالوہاب) اور اس نے اپنے احباب کے سواسب کو مشرک بتایا۔ علی الخصوص اہل مکہ اور اہل مدینہ کی تکفیر بھی کی اور نبی ﷺ کے روضۂ مبارک کو بت کہا اور اصحاب کبار کے

قبور کو شکستہ کر دیا اور تقلید کو اڑا دیا اور شفاعت کا منکر ہو گیا چنانچہ اس نے اپنے ایک رسالہ میں جو محرم ۱۲۱۸ھ میں سعود کی طرف سے علماء مکہ کی طرف بھیجا، لکھا کہ جو کوئی یہ اعتقاد کرے کہ نبی کا نام لینے سے نبی اس پر مطلع ہو جاتا ہے تو وہ مشرک ہو جاتا ہے۔ پھر خواہ یہ اعتقاد کسی نبی کے ساتھ ہو یا ولی یا فرشتہ یا جن یا بھوت یا صنم یا بت کے ساتھ ہو۔ پھر خواہ یہ اعتقاد کرے کہ اس کا علم اس نبی وغیرہ کو بذاتہ حاصل ہوتا ہے یا اللہ کے اعلام سے الغرض جس طریق سے یہ اعتقاد ہو اس سے مشرک ہو جاتا ہے اور جو کوئی نبی وغیرہ کو اپنا ولی یا شفیع ہونا اعتقاد کرتا ہے تو وہ اور ابو جہل دونوں شرک میں برابر ہیں پہلے بت لات اور سواع اور عزیٰ تھے۔ لیکن پچھلے بت محمد اور علی اور عبد القادر ہیں۔ جو شخص اپنی حاجت کے وقت یا اللہ نہیں کہتا اور یا محمد کہتا ہے اگرچہ اس کو ایک بندہ وعاجز سب باتوں میں اعتقاد کر لیتا ہے تو بھی مشرک ہو جاتا ہے۔ اور تجھے اس باب میں ہمارا شیخ تقی الدین ابن تیمیہ بس ہے۔ اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ محمد ﷺ کی قبر اور مشاہد اور مساجد اور آثار کی طرف یا کسی دوسرے نبی یا ولی یا دوسرے بتوں کی طرف سفر کر کے جانا شرک اکبر ہے۔ انتہی

اسی طرح اس فرقہ وہابیہ کی ظاہری طاقت بھی بصورت حاکم جابر، بحر احمر اور بحر فارس اور حلب اور دمشق اور بغداد کے اکناف واطراف تک پھیل گئی۔ مگر بحمد اللہ ۱۲۳۳ھ میں خدیو مصر کے ہاتھوں اس فرقہ کی طاقت کا قلع قمع ہو گیا لیکن اس فرقہ کا داعیہ ہندو پنجاب میں بھی سرایت کر گیا جو اب تک ہمارے ملک میں اپنے کو موحد بتلاتے ہیں اور مشہور غیر مقلد اور وہابی کے نام سے ہیں۔

فرقہ قادیانی اور فرقہ نیچریہ کا خروج

اور انہیں وہابیہ کی ایک صنف فرقہ نیچریہ اور فرقہ قادیانی ہے۔ جس کی حضرت عمر ؓ نے جو زمان غیب تھے اپنے ایک خطبہ میں پیشین گوئی فرمائی کہ عن ابن عباس

قال خطبنا عمر ؓ فقال یا ایها الناس سیکون قوم من هذه الامة یکذبون بالرجم ویکذبون بالدجّال ویکذبون بطلوع الشمس من مغربها ویکذبون بعذاب القبر ویکذبون بالشفاعه ویکذبون بقوم یخرجون من النار بعد ما امتحشوا (ازالۃ الخفا صفحہ ۸۱) فرمایا حضرت عمر ؓ نے کہ اے لوگو! اس اُمت میں سے ایک قوم پیدا ہونے والی ہے جو رجم کی تکذیب کرے گی اور دجال معہود کا انکار کرے گی اور مغرب کی طرف سے آفتاب کے طلوع ہونے کو باطل کہے گی اور عذاب قبر کو جھٹلائے گی اور شفاعت کی منکر ہوگی اور اس قوم کے امر سے انکار کرے گی جو آگ میں جلنے کے بعد دوزخ سے نکالی جائے گی۔ پس اگر حضرت عمر ؓ کی اس پیشین گوئی میں غور کیا جائے اور اس کو واقعات خارجیہ کے مطابق کر کے دیکھا جائے تو ظاہر ہوگا کہ اسی فرقہ قادیانی اور نیچری نے امور خوارق عادات کا انکار کیا ہے اور علی الخصوص دجال معہود کا انکار اسی قادیانی صاحب نے کیا ہے۔ چنانچہ وہ اپنے ازالۃ الاوہام کے صفحہ ۴۸۶ میں لکھتے ہیں کہ ”دجال جس کا ذکر فاطمہ بنت قیس کی حدیث میں زندہ موجود ہونے کا ہے وہ فوت ہو چکا ہے اور مراد اس کا مثیل ہے جو گرجا سے نکل کر مشارق ومغارب میں پھیل گیا۔ یعنی گروہ پادریان“۔

دجال معہود کے قبل تیس دجال کا خروج

سیکون فی اُمتی کذابون ثلاثون کلهم یزعم انه نبی الله (ثوبان، ابوداود، ترمذی، مشکوۃ) لاتقوم الساعة حتّٰی یبعث دجّالون کذّابون قریب من ثلاثین کلهم یزعم انه رسول الله (ابوہریرہ، متفق علیہ) اور اسی طرح آنحضرت ﷺ نے ان تیس (۳۰) کذابوں کے وجود سے اطلاع دی جو کہ اپنے کو نبی اللہ کہنا زعم کریں گے اور نیز ان تیس (۳۰) دجالوں کے حدوث سے آگاہ فرمایا جو اپنے کو رسول اللہ ہونا زعم کریں گے۔ چنانچہ امر اول حدیث ثوبان سے ثابت ہے جو ابوداؤد اور ترمذی سے مشکوۃ میں ہے اور امر

ثانی ابوہریرہ کی حدیث سے ثابت ہے جو بخاری اور مسلم میں مروی ہے۔ پس اگر اس پیشین گوئی کو بھی خارج میں مطابق کر کے دیکھا جائے تو مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی اور حمدان بن قرمط اور محمد بن عبدالوہاب کے بعد یہی قادیانی صاحب ہیں جنہوں نے اپنے کو نبی ہونا کہا اگرچہ من وجہٍ کہا۔

قادیانی کا دعویٰ رسالت ونبوت

اور انہوں نے ہی اپنے کو ازالۃ الاوہام کے صفحہ ۶۷۵ میں آیت هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ کا مصداق بتایا اور لکھا کہ یہ آیت درحقیقت اسی مسیح ابن مریم (قادیانی) کے زمانہ سے متعلق ہے۔ اور اسی کے صفحہ ۶۷۳ میں آیت مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ کے تحت میں لکھا کہ آنے والے کا نام جو احمد رکھا گیا ہے وہ بھی اسی کے مثیل کی طرف اشارہ ہے اور احمد اور عیسیٰ اپنے جمالی معنوں کی رو سے ایک ہی ہیں اور آخری زمانہ میں برطبق پیش گوئی مجرد احمد جو اپنے اندر حقیقت عیسوی رکھتا ہے بھیجا گیا اور لکھا کہ کیا حیّ وقیوم ایک انسان کو دوسرے انسان کی صورت مثالی پر نہیں بنا سکتا؟ اور اسی کتاب کے صفحہ ۵۳۳ میں لکھا کہ "میں نبی بھی ہوں اور امتی بھی"۔ اور توضیح مرام کے صفحہ ۱۸ میں لکھا کہ "یہ عاجز خدائے تعالیٰ کی طرف سے اس امت کے لئے محدَّث ہو کر آیا ہے اور محدَّث بھی ایک معنی سے نبی ہی ہوتا ہے۔ گو اس کے لئے نبوت تامہ نہیں مگر تاہم وہ جزوی طور پر ایک نبی ہی ہے"۔ پس ان تمام عبارات قادیانی صاحب سے ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ کی پیشین گوئی کے مصداق اور مسیلمہ کذاب کی طرح ایک فرد قادیانی صاحب بھی ہیں۔ کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو راس المحدثین ہیں اور جن کی شان میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ لقد کان فیما کان قبلکم من الامم ناس محدثون من غیر ان یکون انبیاء فان یکن فی اُمّتی احد فانه عمر (بخاری، ازالہ ص ۳۲۳)

"گزشتہ امتوں میں چند لوگ محدث ہوئے ہیں جو نبی نہ تھے پس اگر میری امت میں کوئی ایسا محدث ہے تو وہ عمر ہے اور فرمایا لو کان بعدی نبی لکان عمر (ابن جوزی، احمد، ترمذی، حاکم، طبرانی) کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہونا ہوتا تو وہ بالضرور عمر بن الخطاب ہوتا۔ پس جبکہ راس المحدثین یعنی حضرت عمر سے آنحضرت ﷺ نے سلب نبوت فرمائی تو پھر دوسرا کون ایسا محدث پیدا ہوسکتا ہے جس کو جزواً بھی نبی کہا جاسکے؟

عیسیٰ علیہ السلام کعبۃ اللہ کا حج کریں گے اور اصحاب کہف ان کے ساتھ ہوں گے

قال القرطبی وردت فرقة ان النبی قال لیحجن عیسی ابن مریم ومعه اصحاب الکهف فانهم لم یحجوا بعد ذکره ابن عیینة ونحوه فی التورة والانجیل وقد ذکرنا هذا الخبر بکماله فی التذکرة فعلی هذاهم ینام لم یموتوا ولایموتون الی یوم القیامة بل یموتون قبل الساعه (اشاعۃ ص ۲۹۲) اسی طرح آنحضرت ﷺ نے مہدی معہود کی علامت سے آگاہ فرمایا۔ چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں اور ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں مرفوعاً روایت کیا ہے۔ اخرج ابن عساکر فی تاریخه وابن مردویه فی تفسیره عن ابن عباس مرفوعا اصحاب الکهف اعوان المهدی تشیید المبانی تخریج احادیث مکتوبات امام ربّانی رحمۃ اللہ علیہ تواتر الاخبار واستفاض بکثرتها ان المهدی یخرج مع عیسی فیساعده علی قتل الدجّال بباب لُدّ (ابن حجر، سیوطی، حاشیہ ابن ماجہ) ان للمهدی ایتین لم تکونا منذ خلق السمٰوٰت والارض ینکسف القمر فی اوّل لیلة من رمضان وتنکسف الشمس فی نصف منه (دارقطنی، محمد بن علی) کہ اصحاب کہف مہدی معہود کے اعوان وانصار ہوں گے اور امام قرطبی لکھتے ہیں کہ ایک بڑے فرقہ نے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ عیسیٰ ابن مریم بالضرور حج

کرے گا اور اصحاب کہف اس کے ساتھ ہوں گے کیونکہ انہوں نے ابھی تک حج نہیں کیا۔ اس کو ابن عیینہ نے ذکر کیا۔

مہدی موعود عیسٰی کے ساتھ ہوگا

اور اسی طرح توریت اور انجیل میں ہے اور ہم نے اس خبر کو پورے طور سے تذکرہ میں لکھا ہے۔ پس اس بنا پر اصحاب کہف ابھی سوئے ہوئے ہیں، مرے نہیں۔ اور قیامت تک نہیں مریں گے بلکہ ساعت مقررہ سے پہلے فوت ہوں گے۔ اور حاشیہ ابن ماجہ میں ابن حجر اور شیخ سیوطی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ فرمایا انہوں نے اس باب میں احادیث متواتر ہیں کہ مہدی معہود عیسٰی کے ساتھ خروج کرے گا اور باب لدّ پر دجال کے قتل کرنے میں عیسٰی کا معاون ہوگا۔ اور دار قطنی میں محمد بن علی سے مروی ہے کہ مہدی معہود کے ظہور کے لئے دو ایسی علامتیں ہیں جو ابتدائے پیدائش آسمان و زمین سے کبھی نہ واقع ہوئیں اور وہ یہ ہیں کہ رمضان کی پہلی رات کو خسوف ماہتاب ہوگا اور نصف رمضان میں کسوف آفتاب ہوگا۔

مہدی کی علامات

اور ابن جوزی نے اپنی تاریخ میں ابن عباس سے مرفوعا روایت کیا ہے۔ اخرجه ابن الجوزی فی تاریخه عن ابن عباس مرفوعا (تنبیہ امبانی) کہ مہدی معہود تمام روئے زمین کا حاکم ہوگا جیسے کہ ذوالقرنین اور سلیمان علیہ السلام ہوئے۔ اور مسند ابو نعیم میں ابن عمر سے مروی ہے کہ مہدی موعود کے سر پر ایک ٹکڑا ابر کا رہے گا۔ جیسے کہ یہی علامات بوجہ اتم مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ میں بالتفصیل مذکور ہیں۔

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے وجود کی بشارت نبوی ﷺ

اور اسی طرح آنحضرت ﷺ نے امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے وجود مسعود سے بشارت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ یکون فی امتی یقال له

صلة يدخل بشفاعته الجنة كذا وكذا (جمع الجوامع للسیوطی رحمۃ اللہ علیہ) میری امت میں ایک مرد ہوگا۔ جس کو صلہ کے نام سے پکارا جائے گا اور جس کی شفاعت سے اتنے اور اتنے جنت میں داخل ہوں گے۔ جس کی تصدیق حضرت مجدد جلد ثانی کے مکتوب ۶ میں اس طرح فرماتے ہیں کہ "الحمد لله الذی جعلنی صلة بین البحرین ومصلحا بین الفئتین وانچہ مقصود از آفرینش خودمی دانستم معلوم شد کہ بحصول پیوست و مسئول ہزار سالہ باجابت قرین گشت"۔ چنانچہ خارج میں ایسا ہی ہوا کہ حضرت مجدد برسنت انبیائے اولوالعزم ایک ہزار برس کی انتہا اور دوسرے ہزار کی ابتدا میں ایسے وقت پر پیدا ہوئے جبکہ جور و بدعت میں رواج اور علماء سوء کا غلبہ ہو چکا تھا اور ذات و صفات باری تعالیٰ میں باہمی فرق۔ علماء و صوفیہ میں افراط و تفریط پھیل گئی تھی۔ ایک طرف سے فرقہ وجودیہ علم حال کو فلسفی رنگ آمیزیوں سے قال میں لا رہا تھا۔ چنانچہ ان کے متاخرین صوفیہ نے ممکن کو عین واجب کہا اور ممکن کے صفات و افعال کو عین صفات و افعال خدائے تعالیٰ جان کر بآواز بلند کہہ دیا۔

ہمسایہ و ہمنشین و ہمراہ ہمہ اوست ۔۔۔ در دلق گدا و اطلس شاہ ہمہ اوست
در انجمن فرق و نہان خانۂ جمع ۔۔۔ باللہ ہمہ اوست ثم باللہ ہمہ اوست

فرقہ وجودیہ اور علماء ظاہریہ کے مذہب کی اصلاح

اور اس قول کی بنا بظاہر اس پر ہے جو شیخ محی الدین ابن العربی نے فرمایا کہ "اسماء و صفات واجبی جل و علا عین ذات واجب اند تعالیٰ و تقدس و ہمچنین عین یکدیگر اند مثلاً علم و قدرت چنانچہ عین ذات تعالیٰ عین یکدیگر اند۔ پس دران موطن ہیچ اسم و رسم تعدد و تکثر نباشد و تمائز و تباین خورند۔ غایت مافی الباب آن اسماء و صفات باعتبار شیون و اعتبارات در حضرت علم تمائز و تباین پیدا کردہ اند۔ اجمالاً و تفصیلاً اگر تمیز اجمالی است معبر بتعین اول است و اگر تفصیلی است مسمّٰی بہ تعین ثانی۔ تعین اول را وحدت مے نامند و آنرا حقیقت محمدی میدانند

تعین ثانی را واحدیت میگویند وحقائق سائر ممکنات می انگارند واین حقائق ممکنات را اعیان ثابتہ مے دانند ومے گویند کہ این اعیان بوئے از وجود خارجی نیافتہ اند ودر خارج غیر از احدیت مجردہ ہیچ موجودے نیست واین کثرت کہ در خارج مینماید عکس آن اعیان ثابتہ است کہ در مرأت ظاہر وجود کہ جز او در خارج موجودے نیست منعکس گشتہ است ووجود تخیلی پیدا کردہ واین متخیل ومتوہم چون صنع خداوندی است برفع وہم وتخیل مرتفع نگردد وثواب وعذاب ابدی بران مرتب باشد. الی غیر ذلک"۔ اور دوسری طرف سے علماء ظواہر کی تشکیکات نے برہمی پھیلا دی جنہوں نے کہا کہ وجود ممکن اور وجود واجب تعالیٰ ہر دو وجود مطلق کے افراد میں سے ہیں۔ پس انہوں نے وجود واجب تعالیٰ کو اقدم اور اولیٰ کہا۔

پس حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے ان دونوں فریق کے اقوال کی شناخت بآواز بلند ظاہر کردی جیسے کہ جلد ثانی کے مکتوب ثانی میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ "ممکن را عین واجب گفتن وصفات وافعال او را عین صفات وافعال او تعالیٰ ساختن سوء ادب است والحاد است در اسماء وصفات او تعالیٰ کناس خسیس کہ بہ نقص وخبث ذاتی متّسم است چہ مجال کہ خود را عین سلطان عظیم الشان کہ منشاء خیرات وکمالات است تصوّر نماید۔ وصفات وافعال ذمیمۂ خود را عین سلطان عظیم الشان کہ منشاء خیرات وکمالات است تصوّر نماید۔ وصفات وافعال ذمیمۂ خود را عین صفات وافعال جمیلہ او توہم کند۔ وہمچنین ممکن را وجود ثابت کردن وخیر وکمال راجع باو داشتن فی الحقیقت شریک کردن است او را در ملک وملک حق جل سلطانہ واین معنی موجب تشریک ممکن است بواجب تعالیٰ در کمالات وفضائل کہ از وجود ناشی گشتہ اند تعالی اللہ عن ذلک علوا کبیرا درحدیث قدسی آمدہ الکبریاء ردائی والعظمۃ ازاری اگر علماء ظواہر ازیں دقیقہ آگاہ میگشتند ہرگز ممکن را وجود ثابت نمیکردند"۔

پس حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے ان ہر دو فریق کی اصلاح فرمائی اور اپنے اسی مکتوب

میں شیخ عبدالعزیز جونپوری کو لکھا۔ کہ "مخدوما صفات ثمانیہ واجب الوجود تعالیٰ وتقدس کہ نزد اہل حق شکر اللہ تعالیٰ سعیہم در خارج موجود اند ناچار در خارج از ذات تعالیٰ وتقدس متمیز باشند تمیز یکہ از قسم بیچونی وبیچگونگی بود وہمچنین این صفات از یکدیگر متمیز اند تمیز بیچونی بلکہ تمیز بیچون در مرتبۂ حضرت ذات تعالیٰ وتقدس نیز ثابت است لانہ الواسع بالوسع المجھول الکیفیت وتمیز یکہ فراخور فہم وادراک ما باشد ازان جناب قدس مسلوب است چہ تبعض وتجزی در انجا متصور نیست۔ ترکیب وتحلیل را دران حضرت بار نہ وحالیت ومحلیت را گنجائش نہ۔ بالجملہ آنچہ از صفات واعراض ممکن است از انجناب قدس مسلوب ست لیس کمثلہ شیٔ لا فی الذات ولا فی الصفات ولا فی الافعال باوجود این تمیز بیچونی ووسعت بے کیفی اسماء وصفات واجبی جل سلطانہ در خانۂ علم نیز تفصیل وتمیز پیدا کردہ اند ومنعکس گشتہ وہر اسم وصفت متمیز را مقابلے ست در مرتبۂ عدم ونقیضے ست دران موطن۔ مثلا صفت علم را در مرتبۂ عدم مقابلے است ونقیضے کہ عدم علم باشد کہ معبر بجہل است وصفت قدرت را مقابلیست عجز کہ عدم قدرت باشد علی ہذا القیاس وآن عدمات متقابلہ نیز در علم واجبی جل شانہ تفصیل وتمیز پیدا کردہ اند ومرایائے اسماء وصفات متقابلۂ خود گشتہ ومجالئ ظہور عکوس آنہا شدہ۔ نزد فقیر عدمات باآن عکوس اسماء وصفات حقائق ممکنات اند۔ غایۃ ما فی الباب آن عدمات در رنگ اصول وسواد آن ماہیات اند وآن عکوس ہمچو صور حالہ دران مواد۔ پس حقائق ممکنات نزد شیخ محی الدین ہمان اسماء وصفات متمیزہ اند در مرتبۂ علم ونزد فقیر حقائق ممکنات عدمات اند کہ نقائض اسماء وصفات اند یا عکوس اسماء وصفات کہ در مرائے یا آن عدمات در خانۂ علم ظاہر گشتہ وبا یکدیگر ممتزج شدہ۔ وقادر مختار جل سلطانہ ہرگاہ خواست کہ ماہیتے رازاں ماہیات ممتزجہ بوجود ظلی آرد کہ پرتویست از حضرت وجود بدین متصف گرداند وموجود خارجی ساختہ مبدأ آثار خارجیہ گرداند۔ پس وجود ممکن در علم ودر خارج در رنگ سایۂ

صفات او پر تو یست از حضرت وجود و ظلے ست ازان کہ در مقابل خود منعکس گشتہ۔ لیکن نزد فقیر ظل شے عین شے نیست بلکہ شبحی ست و مثال آن شے و حمل یکے بر دیگرے ممتنع است پس ہمہ اوست درست نباشد بلکہ ہمہ از وست۔ و چون عالم عبارت ازان عدمات است کہ اسماء و صفات واجبی در خانۂ علم ورانجا منعکس گشتہ و در خارج بوجود ظلی موجود شدہ لا جرم در عالم خبث ذاتی پیدا شد و شرارت جبلی ظاہر گشت و خیر و کمال ہمہ عاید بجناب قدس اوشد۔ آیت کریمہ ما اصابک من حسنة فمن الله وما اصابک من سيئة فمن نفسک مؤید این معرفت است۔ پس فقیر وجود ظلی در خارج اثبات مے نماید و ایشانان وجود ظلی را در وہم و تخیل مے انگارند و در خارج جز احدیت مجردہ را موجود نمید انند و صفات ثمانیہ را کہ بآرائے اہل سنت و جماعت رضی اللہ عنہم وجود انہا در خارج ثابت شدہ است۔ نیز در علم اثبات نمیکنند۔ علماء ظواہر و ایشانان رضی اللہ تعالیٰ عنہم دو طرف اقتصد را اختیار فرمودہ اند وحق متوسط نصیب این فقیر بودہ کہ بآن موفق گشتہ۔ اگر ایشانان نیز این خارج را ظل آن خارج می یافتند از وجود خارجی عالم انکار نے نمودند و بر وہم و تخیل اقتصار نمی فرمودند اگر علماء نیز آگاہ میگشتند ہرگز ممکن را وجود اصلی اثبات نمیکردند و بوجود ظلی اکتفا میفرمودند“۔ انتہی ملخصاً

اس کے بعد جلد ثانی کے مکتوب ثانی میں قول فیصل لکھتے ہیں۔ کہ ”حل این اشکال انچہ برین فقیر ظاہر ساختہ اند آنست کہ حضرت حق تعالیٰ بذات خود موجود است نہ بوجود کہ عین باشد آن وجود یا زاید۔ و صفات واجب تعالیٰ بذات او تعالیٰ موجود اند نہ بوجود۔ زیرا کہ وجود را دران موطن گنجایش نیست۔ شیخ علاء الدولہ اشارتے باین مقام فرمودہ است آنجا کہ گفتہ فوق عالم الوجود عالم الملک الودود چہ نسبت امکان و وجوب نیز دران موطن متصور نباشد چہ امکان و وجوب نسبتی است میان ماہیت۔ و وجود خیث را وجود لا امکان و لا وجوب۔ این معرفت ورائے طور نظر و فکر ست۔ محبوسان عقلیہ عقل ازین معرفت چہ دریا بند

و غیر از انکار نصیب ایشان چہ بود الا من عصمة الله سبحانہ“۔ اور نیز جلد اول کے مکتوب ۲۸۷ میں لکھتے ہیں کہ ”عالم چہ صغیر و چہ کبیر مظاہر اسماء و صفات الہیہ است تعالیٰ شانہ و مرایائے شیونات و کمالات ذاتیۂ او سبحانہ گنجے بود مکنون و سرے بود مخزون خواست کہ خلا بملا دہد و از اجمال بتفصیل آرد۔ عالم را آفرید تا کہ دلالت کند بر اصل خویش و علامت باشد بر حقیقت خود۔ پس عالم را با صانع بیچون ہیچ نسبتے نیست۔ الا آنکہ عالم مخلوق اوست و دلیل است بر کمالات مخزونہ او تعالیٰ و تقدس۔ ماورائے این ہر حکمے کہ ہست از جنس اتحاد و عینیت و احاطہ و معیت از سکر وقت و غلبۂ حال است۔ اکابر مستقیم الاحوال کہ از قدح صحو ایشان اثر بے ارزانی داشتہ اند۔ ازین علوم متبری و مستغفر اند۔ اگر چہ بعضے ایشان را در اثنائے راہ این علوم حاصل میشود اما بالآخر از انہا میگزرانند و مطابق علوم شریعت علوم ازلی برایشان ایراد میفرمایند۔ مثالے از برائے تحقیق این مبحث بیان کنیم۔ عالمے نحریرے ذو فنونے کہ کمالات مخزونہ خود را در عرصۂ ظہور۔ و فنون مکنونہ خود را برملا جلوہ دہد ایجاد حروف و اصوات نماید تا در پردۂ حروف و اصوات آن کمالات را متجلی سازد و آن فنون را اظہار نماید۔ پس درین صورت این حروف و اصواتِ دوال را با معانی مخزونہ بلکہ بآن عالم موجد ہیچ نسبتے نیست الا آنکہ آن عالم موجد انہاست و انہا دوال اند بر کمالات مکنونۂ او۔ و حروف و اصوات را عین آن عالم موجد یا عین آن معانی گفتن معنی ندارد۔ و ہمچنین حکم باحاطہ و معیت درین حادثۂ غیر واقع است معانی ہمان صرافت مخزونہ اند۔ آرے چون درمیان معانی و صاحب معانی و درمیان حروف و اصوات مناسبت دالیہ و مدلولیت متحقق است بعضے معانی زاید و غیر واقعہ در تخیل مے آید۔ فی الحقیقت آن عالم و معانی مخزونۂ او ازان نسب زایدہ منزہ و مبرا است و این حروف و اصوات در خارج موجود اند نہ آنکہ آن عالم و معانی موجود اند و آن حروف و اصوات واوہام و خیالات اند۔ پس عالم کہ عبارت از ماسوا ہست در خارج موجود است

باوجود الظلی والکون الطبعی نہ آنکہ عالم اوہام وخیالات است۔ این مذہب بعینہ مذہب سوفسطائی ست کہ عالم را اوہام وخیالات میدانند۔ آہ"۔

پس حضرت مجدد رحمۃ اللہ کا ممنون ہونا چاہیے جنہوں نے ان ہر دو فریق صوفیہ وجودیہ اور علمائے شہودیہ میں صلح کرادی اور ان کی غلطیوں کی اصلاح فرمادی اور سب دنیا اس وقت تک ان کے برکات طریقہ سے بہرہ مند ہے۔ الا وہ شپرک چشم جو نور آفتاب کی قابلیت نہیں رکھتا محروم رہا۔ اور ان کی قبولیت کی بڑی علامت یہ ہے کہ ان کے خلفاء مسجد نبوی میں حلقہ کر کے خود رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں بالمشافہ اور بالمواجہ عرب اور عجم کے علماء اور طلباء کو توجہات فرما رہے ہیں حالانکہ بجز ان کے یہ خصوصیت آج تک کسی دوسرے طریقہ کے صوفی کو حاصل نہ ہوئی۔

طاعون بمبئی کی پیشین گوئی

اسی طرح آنحضرت ﷺ نے بمبئی کے عالمگیر طاعون سے بھی متنبہ فرمایا اور نیز امت مرحومہ کی مشوش حالت سے بھی آگاہ فرمایا۔ جیسے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مشکوۃ میں مروی ہے کہ فرمایا آنحضرت ﷺ نے جب فے کا مال حسب احکام قرآن تقسیم نہ ہو کر ذریعہ دولتمندی ہوگا اور مال امانت میں خیانت ہو کر بمنزلہ غنیمت ٹھہرے گا اور ادائے زکوۃ ایک تاوان کہلائے گا اور علوم دینیہ کی تعلیم سے دین مقصود نہ ہوگا اور مرد اپنی عورت کی اطاعت کرے گا اور ماں باپ کی اطاعت نہ کرے بجائے اس کے اپنے دوستوں کو چاہے گا اور مسجدوں میں آوازیں اونچی ہوں گی اور قبیلہ میں سرداری فاسق کے نام اور قوم کی ریاست اور حکومت ان کے اخس ارذل کے نام ہوگی اور آدمی کی تعظیم اس کے شر کے خوف سے کی جائے گی اور کنچنیوں کا ناچ اور گانے بجانے کے آلات کا ظہور علانیہ ہوگا اور شراب کا پینا کھلم کھلا ہوگا اور پچھلی امت کے ناخلف اپنے سلف کو لعن وسب کہیں گے تو اس وقت تم منتظر رہو

کہ سرخ باد یعنی طاعون اور زلزلے اور خسف اور مسخ اور قذف تم کو اس طرح احاطہ کریں گے اور مسلسل آئیں گے جیسے ایک لڑی کا تار ٹوٹ جائے اور اس کے دانے منظوم پے در پے گرنے سے نہ رکیں۔

پس آنحضرت ﷺ کی اس پیشین گوئی کی صداقت نے جو تیرہ سو اٹھارہ برس قبل آنحضرت ﷺ کی زبان غیب ترجمان سے ظاہر ہوئی۔ بمبئی کی اس عالمگیر طاعون کے تمامی عقدے حل کر دیئے جو اس میں ملفوف ہیں اور یہ ایک ایسی لاعلاج طاعون ہے جس کے لئے قادیانی صاحب کا مرہم عیسیٰ مکتفی نہیں ہو سکتا۔

نبی کریم کا کوئی فعل ان کے علم کے خلاف نہ تھا

پس وہ نبی کریم ﷺ جس کو خطاب الٰہی ہوا کہ اگر تو نہ ہوتا تو میں اپنی ربوبیت کو ظاہر نہ کرتا اور وہ نبی جس کا معلم شدید القویٰ ہے اور علم لوح وقلم جس کے علوم کا ایک جزو ہے اور وہ نبی جس کے سماوی مشیر اور وزیر جبرئیل ومیکائیل ہوں اور ارضی مشیر ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما ہوں اور وہ نبی جس کا دل نور حکمت وایمان سے پر کیا گیا اور جو دوسروں کی تطہیر اور ان کے مکارم اخلاق کی تتمیم اور ان کو الواث بشریہ سے پاک وصاف کرنے اور ان کے امور معاش ومعاد میں رسوم غیر مرضیہ کی اصلاح کے لئے مبعوث ہوا ہو اس کی نسبت عقل سلیم کبھی فتویٰ نہیں دے سکتی کہ اس کا فعل اس کے علم کے مخالف ہو یا اس کا علم بے تعلیم الٰہی ہو یا اس کا بولنا بے بتلائے ہو اور اس کی رائے اور اجتہاد صیانت اور عصمت الٰہی سے مصون نہ ہو اور بقول کفار اس سے ایسی حرکات مجنونانہ سرزد ہوں کہ بے اعلام اور بغیر احکام الٰہی فقط اپنے ہی خیال سے مومنین کی ایک جماعت کثیرہ کو مدینہ سے مکہ کی طرف فوج کشی کر کے گونا گوں جنایات میں مبتلا کرے اور تائید الٰہی اس کے اس غلط خیال کی اصلاح نہ کرے۔ حالانکہ وہ خاص طور پر مامور ہوئے کہ اے نبی! ولا تقف ما لیس لک بہ علم ان السمع

والبصر والفواد کل اولئک کان عنه مسئولا O (سورۂ بنی اسرائیل) غیر معلوم کا پیچھا نہ کر اور ناشنیدہ اور نادیدہ اور نادانستہ امور کا اتباع نہ کر۔ کیونکہ کان اور آنکھ اور دل ہر ایک سے سوال کیا جائے گا۔ پس ایسے نبی کریم کے حق میں اس سے بڑھ کر اور کیا شناعت ہو سکتی ہے کہ بقول قادیانی اس کی رائے صائب نہ ہو اور وہ اپنے خیال میں جھوٹا نکلے یا اپنے کسی اجتہاد میں غلطی کرے خواہ امر دین میں ہو یا امر دنیا میں۔ چنانچہ آیت القی الشیطان کے تحت میں عارف شعرانی لکھتے ہیں۔ کہ فکل نبی معصوم من عمله بوسوسته لا من وسوسته۔ (الیواقیت والجواہر ج۲، صفحہ ۱۵، باب صفۃ الصلوٰۃ، دارالفکر بیروت) ''ہر نبی شیطان کے وسوسہ کے مطابق عمل کرنے سے معصوم رہتا ہے''۔

اجتہادات نبی کریم ﷺ کے متعلق قادیانی کے تخطیہ کے جوابات

پس وہ قرآنی خواب جس کا ذکر قادیانی صاحب نے کیا ہے کہ وہ موجب ابتلا ہوا اور جس کے باعث آنحضرت ﷺ نے غلط فہمی سے تکلیف گوارا فرمائی اس کی نسبت صحیح بخاری وغیرہ میں ابن عباس سے مروی ہے۔ کہ عن ابن عباس وما جعلنا الرؤیا التی اریناک الا فتنة للناس قال هی رؤیا عین راٰها رسول اللّٰه لیلة اسری به (بخاری صفحہ ۶۸۶، احمد، ترمذی، نسائی، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، طبرانی، حاکم، ابن مردویہ، بیہقی، درمنثور) وہ رؤیا خواب نہ تھا بلکہ آنکھ کا دیکھنا ہے جو شب معراج میں ہوا۔ فتح البیان میں ہے کہ یہی امر باعتبار کثرت اور صحت کے راجح ہے اور اسی پر جماعت کثیرہ کا اجماع ہے۔ ہاں ایک ضعیف روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک خواب کی بنا پر مدینہ سے مکہ کو تشریف فرما ہوئے۔ لیکن سیرۃ ابن اسحاق میں ہے کہ قال محمد بن اسحق وقد بلغنی ان رسول اللّٰه قال لابی بکر الصدیق وهو محاصر ثقیفا یا ابابکر انی رأیت انی أهدیت الی قعبة مملوة زبدا فنقرها دیک فهرالی مافیها فقال ابوبکر ماظن ان

تدرک منهم یومک هذا ما ترید فقال رسول اللّٰه وانا اری ذلک (ازالہ اوہام) وقال عمر اوماأذن فیهم یارسول اللّٰه قال لاقال افلا اوذن بالرحیل قال بلی قال فاذن عمر بالرحیل (ازالہ اوہام) ثقیف کے عین محاصرہ کے وقت آنحضرت ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اپنا خواب بیان فرمایا کہ اے ابوبکر رضی اللہ عنہ میں نے دیکھا ہے کہ ''مسکہ سے پُر ایک قاب مجھے ہدیۃً دی گئی ہے پھر ایک مرغ نے اس میں چونچ ماری اور سارا مسکہ گرا دیا''۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کی تعبیر عرض کی کہ آج کے دن مراد کا حاصل ہونا نہیں پایا جاتا آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں بھی یہی دیکھتا ہوں اور عمر رضی اللہ عنہ کو رحیل کا امر فرمایا۔ پس اس سے بھی صاف ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ نے نہ تو اپنی رائے سے مکہ سے مراجعت فرمائی اور نہ اپنی رائے سے چڑھائی کی بلکہ ہر دو باعلام الٰہی ہوئے۔ معہذا حافظ ابن کثیر آیت لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّؤْیَا بِالْحَقِّ کے تحت میں لکھتے ہیں کہ کان رسول اللّٰه قد رای فی المنام انه دخل مکة وطاف بالبیت فاخبر اصحابه بذلک وهو بالمدینه فلما ساروا عام الحدیبیة لم یشک جماعة منهم ان هذه الرؤیة تتفسر هذا العام فلما وقع ماوقع من قضیة الصلح و رجعوا عامهم ذلک علی ان یعودوا من قابل وقع فی نفس بعض الصحابة من ذلک شیٔ حتی سأل عمر ابن الخطاب فی ذلک فقال له فیما قال افلم تکن تخبرنا انا سنا فی البیت ونطوف به قال بلی فاخبرتک انک تاتیه عامک هذا قال لاقال ﷺ فانک ایته ومطوف به وبهذا اجاب الصدیق ایضا حذوا القذة بالقذة (فتح البیان صفحہ ۲۱۱، ابن کثیر)۔ آنحضرت ﷺ نے عام حدیبیہ میں جبکہ صلح واقع ہوگئی عمر اور ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جواب میں صاف صاف فرما دیا کہ میں نے ہرگز تم کو یہ نہ کہا تھا کہ اسی سال مکہ میں داخل ہو کر طواف کرو گے۔ بلکہ عام حدیبیہ کی نقل

وحرکت سے بعض صحابہ نے بطور خود اعتقاد اور زعم کر لیا تھا کہ اسی سال فتح ہوگی اور ان کو ایک زمانہ تک یہ معلوم نہ ہوا کہ اس سال میں صلح کا واقع ہونا حکمت الٰہی میں ایک بیش بہا فتوحات ملکیہ کا زینہ چڑھنا تھا۔

بضع کی تحقیق

اسی طرح قادیانی صاحب کا یہ بھی بالکل افترا اور بہتان ہے جو انہوں نے نبی ﷺ کی طرف منسوب کیا کہ خود آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بضع کا لفظ لغت عرب میں نو برس تک اطلاق پاتا ہے اور میں بخوبی مطلع نہیں کیا گیا کہ کس سال فتح ہوگی۔ پس اگر ساری کتب احادیث کو دیکھا جائے تو کبھی یہ معنی نہ ملیں گے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہو کہ میں بخوبی مطلع نہیں کیا گیا۔ بلکہ ترمذی اور دارقطنی اور تاریخ بخاری میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ عن ابن عباس ان النبی ﷺ قال لابی بکر الا احتطت یا ابابکر فان البضع مابین ثلاث الی تسع (ترمذی) فقال الا جعلبة اراہ احمد ابن کثیر (فتح البیان) آنحضرت ﷺ نے ابی بکر رضی اللہ عنہ کو چھ سال کی تعیین پر تشدید کے ساتھ فرمایا کہ کیوں تو نے چھ سال کی معیاد ٹھہرائی اور کیوں نہ وہ مدت مقرر کی جو میں دیکھتا ہوں۔ فتح البیان میں ہے وانما ابھم البضع ولم یبینہ وان کان معلوما لنبیہ ﷺ لادخال الرعب والخوف علیھم فی کل وقت کمایوخذ ذلک من تفسیر الفخر الرازی (فتح البیان صفحہ ۱۷۰ ج ۷، روم) کہ آنحضرت ﷺ نے بضع کا لفظ (اگرچہ آپ کو معلوم تھا) اس لئے مبہم رکھا تا کہ کفار پر ہر وقت رعب اور خوف چھایا رہے۔

طول ید کے معنی

ایسا ہی قادیانی صاحب کا یہ کہنا بالکل بے ایمانی کی بات ہے۔ کہ ”آنحضرت ﷺ کے روبرو جب آپ کی بیویوں نے ہاتھ ناپنے شروع کئے تو آپ کو اس غلطی پر متنبہ نہ

کیا گیا یہاں تک کہ آپ فوت ہو گئے“۔ تعجب کا مقام ہے کہ نبی کریم اپنی زبان سے نکالے ہوئے الفاظ کے معنی نہ سمجھیں اور اپنی مادری زبان کے ان استعارات اور مجازات کو نہ جانتے ہوں جس میں وہ اعجاز کیساتھ مبعوث ہوئے ہوں اور غلطی بھی ایسی کہ مرتے دم تک اس سے متنبہ نہ کئے گئے۔ یہ ایسا افترا ہے کہ اگر ایک لحہ کیلئے بھی اس کو صحیح مان لیا جائے تو کارخانہ نبوت ہرگز قائم نہیں رہ سکتا۔ اور کبھی کوئی عاقل باور نہیں کر سکتا کہ ایسا شخص جو اپنے منہ سے نکالے ہوئے الفاظ کے معنی سے بے خبر ہو وہ بھی جو ایک سوال کے جواب میں بیان کر رہا ہے اپنے دعویٰ نبوت میں سچا ہو سکے۔ حالانکہ اصل واقعہ جو مشکوٰۃ میں بروایت بخاری حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے منقول ہے۔ وہ یہ ہے کہ عن عائشہ ان بعض ازواج النبی قلن للنبی اینا اسرع بک لحوقا قال اطولکن یدا فاخذوا قصبة یذرعونھا وکانت سودة اطولھن یدا فعلمنا بعد انما کان طول یدھا الصدقة وکانت اسرعنا لحوقابہ زینب وکانت تحب الصدقة (بخاری، مشکوٰۃ) کہ بعض ازواج نبی ﷺ نے آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا کہ ہم میں سے کون بی بی پیشتر آپ سے جا ملے گی؟ آپ نے فرمایا وہ بی بی جس کا ہاتھ بہت طویل ہے اس کے بعد ازواج مطہرہ نے نے سے ہاتھ ناپنے شروع کئے اور حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ہاتھ لمبا نکلا۔ لیکن ہم نے بعد ازیں معلوم کر لیا کہ طول ید سے مراد حضرت کی صدقہ تھا۔ اور ہم سب سے پہلے حضرت زینب رضی اللہ عنہا آپ سے جا ملیں جو کہ صدقہ کو دوست رکھتی تھیں۔ یہ ازواج مطہرہ کی بسبب عورت ہونے کے کم فہمی تھی جنہوں نے وہلۂ اول میں نبی ﷺ کے روزمرہ استعارہ کے کلام پر غور نہ فرمایا اور اس کے ظاہری معنی سمجھ لئے۔ ورنہ ید کا لفظ لغت ومحاورۂ عرب میں منت اور احسان اور حاقت اور قدرت کے معنی میں بکثرت شائع ہے اور ہر ایک کے لئے نظائر موجود اور اسی طرح اطول یدا کا لفظ صدقہ خیرات کے معنی میں اور یہ ایسا لفظ

ہے کہ اس کا ترجمہ یعنی فراخ دست ہماری زبان میں بھی صاحب خیرات اور صدقات کے لئے مستعمل ہے۔ اور اس حدیث میں کوئی ایسا لفظ نہیں جس سے پایا جائے کہ ازواج مطہرہ نے نبی کے روبرو ہاتھ ناپنے شروع کئے یا کہ آنحضرت ﷺ معنی مراد سے آگاہ نہ تھے جیسے کہ قادیانی صاحب کا زعم فاسد ہے۔

ابن صیاد کے متعلق نبی ﷺ کا علم

ایسا ہی ابن صیاد کے مقدمہ میں قادیانی صاحب کو کوئی ایسی حدیث قولی نہ ملے گی جس میں آپ نے ابن صیاد کا دجال معہود ہونا اپنے ظن میں فرمایا ہو۔ وہی ابن عمر ہیں جنہوں نے بقول قادیانی حلف کیسا تھ کہا کہ مجھے اس میں شک نہیں کہ ابن صیاد ہی دجال ہے اور جابر بن عبداللہ نے اس حلف کا انتساب عمر رضی اللہ عنہ کی طرف کیا۔ لیکن وہی عمر اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں جو بخاری اور مسلم کی متفق علیہ طویل حدیث ابن صیاد میں بشہادت روایت خود رسول اللہ ﷺ کے خطبہ سے ابن صیاد اور دجال معہود کے درمیان تفریق فرما رہے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا دجال کانا ہے اور خدا کانا نہیں اور فرمادیا کہ دجال خدا ہونے کا دعویٰ کرے گا۔ لیکن ابن صیاد نے کبھی یہ دعویٰ نہ کیا۔ بلکہ ابی سعید خدری کے سامنے اس نے اپنے اسلام کا اقرار کیا اور آنحضرت ﷺ نے اس کے مشتبہ اقوال پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کے قتل سے روکا۔

ہجرت از مدینہ کا خواب

عن ابی موسی اراہ عن النبی ﷺ قال رأیت فی المنام انی اھاجر من مکۃ الی ارض بھانخل فذھب وھلی الی انہ الیمامۃ او الھجر فاذا ھی المدینۃ یثرب ورأیت فی رؤیا ی انی ھززت سیفا فانقطع صدر ہ فاذا ھو اصیب من المؤمنین یوم احد ثم ھززتہ اخری فعاد احسن ماکان فاذاھو ماجاء اللہ بہ من الفتح واجتماع المؤمنین ورأیت فیھا بقرا واللہ خیر فاذاھم

المؤمنون یوم احد واذا الخیر ماجاء اللہ بہ من الخیر (بخاری صفحہ ۱۰۱۱) اور ایسا ہی قادیانی صاحب کا حدیث ہجرت میں یہ کہنا کہ جو کچھ آنحضرت ﷺ نے اپنے اجتہاد سے پیشین گوئی کا محل ومصداق سمجھا تھا وہ غلط نکلا۔ یہ اس قدر تحریف یہودانہ سے بھرا ہے کہ کوئی اہل ایمان اس قسم کی تحریف پر جرأت نہیں کرسکتا۔ کیونکہ محاورات عرب میں لفظ وہل بسکون ہا جبکہ حرف الی کے ساتھ مستعمل ہوتا ہے تو اس کے معنی ہرگز عمد اور قصد جازم کے نہیں ہوتے۔ صراح میں ہے وہل بالسکون دل بجائے رفتن کہ مراد آن نباشد۔ فذھب وھلی الی الیمامۃ پس در یمامہ گمان من بلاقصد رفت۔ پس گمان بلاقصد کو اور عمد کا حکم کیونکر دے سکتے ہیں اور کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے خواب سے ارض یمامہ تعبیر کی اور اس تعبیر میں غلطی ہوئی بلکہ اگر طریق تعبیر کو جو اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے متعدد جگہ کلمہ فاذا سے افادہ فرمایا ہے ملاحظہ کیا جائے تو بالکل معلوم ہو جائے گا کہ یہ خیال بلاقصد بھی خواب کا ایک جزو تھا جیسے کہ کلمہ واللہ خیر جو رویت بقر کے بعد آپ نے فرمایا بدلیل تعبیر مابعد خواب کا ایک جزو کہا جاتا ہے۔ پس ہر دوصورت میں وہل کے لفظ سے جس کے معنی ابن تین نے وہم کے لئے ہیں اور مجمع البحار نے خیال اور حجۃ اللہ میں میلان دل کے۔ اس سے آنحضرت ﷺ کی رائے اور اجتہاد میں غلطی کا انتساب کبھی نہیں ہوسکتا۔ خصوصاً جبکہ سورۂ بنی اسرائیل کی آیت ولا تقف کو علوم نبوت کے سمجھنے کے لئے آئینہ بنایا جائے تو یہ معنی بالکل منکشف ہو جائیں گے کہ آنحضرت ﷺ نے کبھی رائے غیر معلوم سے کام نہ لیا۔

داؤد اور سلیمان نبی علیہما السلام کا اجتہاد

اور اسی طرح دوسرے انبیاء نے مقدمہ غنم قوم میں اگرچہ سلیمان داؤد علیہم السلام نے مختلف فیصلہ فرمایا لیکن حق تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں دونوں کی نسبت شہادت دے کر فرمادیا وداؤد وسلیمان اذ یحکمان فی الحرث اذ نفشت فیہ غنم القوم

وکنا لحکمهم شاهدین٥ ففهمناها سلیمان وکلا اتینا حکما وعلما. ای بوجوه الاجتهاد وطریق الاحکام (فتح المبین) کہ ہم نے ان دونوں کو حکم اور علم دیا اور ان دونوں نے علم کے مطابق فیصلہ کیا۔ پس بحکم و اصطنعتک لنفسی انبیاء علیہم السلام جو بالکل جوارح الٰہی اور فانی ازخود اور باقی بارادۃ اللہ ہیں بلاتحریک الٰہی وہ خود بخود کسی کام پر حرکت نہیں کرتے۔ حدیث قدسی میں ہے۔ قال ﷺ عن ربّہ تبارک وتعالٰی ومایزال عبدی یتقرب الیّ بالنوافل حتی احببت فاذا احببته کنت سمعه الذی یسمع به وبصره الذی یبصربه ویده التی یبطش بها ورجله التی یمشی بها ولئن سالنی عبدی اعطیته ولئن استعاذ بی لاعیذنه وماترددت[1] عن شی انافاعله ترددی عن نفس المؤمن یکره الموت واکرهه مسائة (بخاری عن ابی ہریرہؓ مشکوٰۃ صفحہ ۱۹۷) کہ جب میرا بندہ ادائے نوافل سے میرا قرب یہاں تک حاصل کرتا ہے کہ میں اس کو چاہنے لگتا ہوں تو اس وقت میں ہی اس کا کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور میں ہی اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور میں ہی اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ گرفت کرتا ہے اور میں ہی اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور اگر مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں اس کو دے دیتا ہوں اور اگر میرے ساتھ پناہ مانگتا ہے تو میں اس کو پناہ دیتا ہوں اور نفس مومن سے کسی شے کا تردد ظاہر ہونا وہ دراصل میرا تردد ہے جس میں فاعل ہوں۔ وہ موت

---

[1] والتردد صفة الله عزوجل غیر جائز فتاویله علی وجهین احدهما ان العبد قد یشرف فی ایام عمره علی المهالک مرات ذات عدد من داء یصیبه وآفة تنزل به فیدعو الله عزوجل بشفیه منها ویدفع لکرهما عنه فیکون ذلک من فعله کتردد من یرید امرا ثم یبدوله فی ذلک فیترکه ویعرض عنه ولا بدله من لقائه اذا بلغ الکتاب اجله فانه قد کتب الفناء علی خلقه واستاثر البقا لنفسه وفیه وجه اخر کما روی من قصة ملک الموت وماکان من لطمه عینه وتردده الی الله مرة بعد اخری۔ (التعلیق الاخر یہ صفحہ ۱۸۹)

سے کراہت کرتا ہے اور مجھے اس کی کرب و صعوبت نہیں بھاتی۔

قال له موسی هل اتبعک علی ان تعلمن مما علمت رشدا٥ قال انک لن تستطیع معی صبرا٥ وکیف تصبر علی مالم تحط به خبرا٥ قال ستجدنی ان شاء الله صابرا ولا اعصی لک امرا٥ قال فان اتبعتنی فلا تسئلنی عن شی حتی احدث لک منه ذکرا٥ فانطلقا حتی اذا رکبا فی السفینة خرقها قال اخرقتها لتغرق اهلها لقد جئت شیئا امرا٥ قال الم اقل انک لن تستطیع معی صبرا٥ قال لا تواخذنی بمانسیت ولا ترهقنی من امری عسرا٥ فانطلقا حتّٰی اذا لقیا غلاما فقتله قال اقتلت نفسا زکیة بغیر نفس لقد جئت شیئا نکرا٥ قال الم اقل لک انک لن تستطیع معی صبرا٥ قال ان سألتک عن شیء بعدها فلا تصاحبنی قد بلغت من لدنی عذرا٥ فانطلقا حتی اذا اتیا اهل قریة استطعما اهلها فابوا ان یضیفوهما فوجدا فیها جدارا یرید ان ینقض فاقامه قال لوشئت لتخذت علیه اجرا٥ قال هذا فراق بینی وبینک سانبئک بتاویل مالم تستطع علیه صبرا٥ اما السفینة فکانت لمساکین یعملون فی البحر فاردت ان اعیبها وکان وراءهم ملک یاخذ کل سفینة غصبا٥ واما الغلام فکان ابواه مؤمنین فخشینا ان یرهقهما طغیانا وکفرا٥ فاردنا ان یبدلهما ربهما خیرا منه زکوة واقرب رحما٥ واما الجدار فکان لغلامین یتیمین فی المدینة وکان تحته کنزلهما وکان ابوهما صالحا فاراد ربک ان یبلغا اشدهما ویستخرجا کنزهما رحمة من ربک وما فعلته عن امری ذلک تاویل مالم تسطع علیه صبرا٥ (سورۂ کہف)

موسٰی علیہ السلام کا بامر الٰہی تعلم اسرار رشد کے لئے خضر علیہ السلام کی صحبت و معیت میں ایک عرصہ تک رہنا اور اوّلاً ایک کشتی جس پر کہ سوار تھے حضرت خضر کا اس کو شگافتہ کر دینا۔ پھر

ایک بچے کو خضر کا قتل کر دینا۔ پھر ایک ٹوٹی پھوٹی دیوار کو بلا اجرت خضر کا کھڑا کرنا اگرچہ موسیٰ علیہ السلام کو اپنے علم کے مطابق نہ بھایا لیکن حضرت خضر نے ان تینوں امور کے اسرار کھول کر ان سے کہہ دیا کہ میں نے کوئی کام اپنی رائے سے نہیں کیا اور موسیٰ علیہ السلام کو ان کی بے صبری پر ملامت کر کے رخصت کر دیا۔ یہ قرآنی قصہ ہے جس سے منکشف ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے عقول وعلوم ایسے وراء الوراء ہیں کہ عقل انسانی ان پر احاطہ نہیں کر سکتی۔ اور ان کو نوع انسان کے ساتھ ایسی ہی نسبت ہے جیسے نوع انسان کو انواع حیوانات سے۔ پس جیسے کہ ہم موجودات کے اسماء سے واقف ہیں اور حیوانات کو ان سے وقوف نہیں اسی طرح وہ اشیاء کے خواص اور حقائق اور منافع اور ضرر اور حدود و مقادیر سے آگاہ ہیں اور ہم آگاہ نہیں۔ اور جیسے کہ نوع انسان باعتبار تسخیر کے ملک الحیوان ہے اسی طرح انبیاء علیہم السلام باعتبار تدبیر کے ملوک الناس ہیں اور جیسے کہ آدمیوں کی حرکات حیوانات کے حق میں معجزات ہیں اسی طرح انبیاء علیہم السلام کی حرکات آدمیوں کے حق میں معجزات ہیں کیونکہ حیوانات کے لئے ممکن نہیں کہ حرکات فکریہ کو پہنچ کر حق اور باطل کے درمیان تمیز کریں اور نہ یہ کہ حرکات قولیہ کو پہنچ کر صدق اور کذب کو جدا کریں اور نہ یہ کہ حرکات فعلیہ کو پہنچ کر خیر اور شر میں تمیز کریں۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام کی حرکات فکریہ اور عقلیہ ایسی بالاتر ہوتی ہیں کہ ان کے منتہا کو قوت بشریہ پہنچنے سے بالکل عاجز ہے حتیٰ کہ اس مقام میں ان کا یہ کہنا مسلم ہے کہ لی مع اللّٰہ وقت لا یسعنی فیه ملک مقرب ولا نبیٌ مرسل اور اسی طرح ان کی حرکات قولی اور فعلی ایسی مستحکم اور منتظم اور طریق فطرت پر جاری رہتی ہیں جس کی غایت کو قوت بشریہ ہرگز نہیں پہنچ سکتی۔

حدیث تابیر النخل

عن رافع بن خدیج قال قدم النبی المدینة وهم یابرون النخل فقال ما تصنعون قالوا کنا نصنعه قال لعلکم لو لم تفعلوا لکان خیرا فترکوه فنقصت قال

فذکروا ذلک له فقال انما انا بشر اذا امرتکم بشیٔ من امر دینکم فخذوا به واذا امرتکم بشیٔ من رایی فانما انا بشر وقال عکرمة او نحو هذا (مسلم) انما انی ظننت ظنا ولا تؤاخذونی بالظن ولکن اذا حدثتکم عن اللّٰہ شیئا فخذوا به فانی لم اکذب علی اللّٰہ انتم اعلمون بامور دنیاکم (مسلم) قال العلماء قوله ﷺ من الرای انما اتی بها عکرمة علی المعنی بقوله فی اخر الحدیث قال عکرمة او نحو هذا فلم یخبر بلفظ النبی ﷺ محققا فلم یکن هذا القول خبر او انما کان ظنا کمابینه فی هذه الروایات (نووی صفحہ ۲۶۴)

حدیث تابیر النخل میں جہاں تک کہ ہمارا علم کارگر ہے آنحضرت ﷺ نے وقت قدوم مبارک اصحاب مدینہ کو اس فعل کی تابیر کے ترک میں جو خیریت کا ارادہ فرمایا تو وہ سنت اللہ کے مطابق محض ابتلا تھا جس میں وہ کھرے نکلے اور دین و دنیا کی خیریت سے مستفیض ہوئے اور ان کا ترک تابیر کے بعد نقص ثمر کا شاکی ہونا فقط اس لئے تھا کہ وہ اس خیریت کے معنی سے آگاہ نہ ہوئے جو آنحضرت ﷺ کے ارشاد میں ملفوف تھا اور اس معنی پر کوئی دلیل نہیں کہ ترک تابیر ہی نقص ثمر کا باعث حقیقت ہوئی یا آنحضرت ﷺ کا ارشاد ترک تابیر از دیاد ثمر کے لئے پیشین گوئی ہو یا آنحضرت ﷺ کا یہ متردد قول کہ اگر تم تابیر نہ کرو تو شاید اچھا ہو جس کو آنحضرت ﷺ نے اپنا ظن بیان فرمایا۔ علم الٰہی پر مبنی نہ ہو۔ معہذا عکرمہ جو اس حدیث کے راوی ہیں وہ اس کے اخیر میں لفظ او نحو ھذا لکھتے ہیں جس سے بقول امام نووی علماء امت نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ رائی کا لفظ آنحضرت ﷺ کا ارشاد نہیں۔ بلکہ راوی نے محقق طور سے آنحضرت ﷺ کے لفظ سے خبر نہیں دی بلکہ اپنا ایک ظن بتا دیا ہے جیسے کہ اس حدیث کی مختلف روایات سے پایا جاتا ہے۔ (دیکھو نووی صفحہ ۲۶۴)

قصہ افک میں تردد کا سر

قصہ افک میں اگر چند روز آنحضرت ﷺ نے اپنا تردد اور تشویش ظاہر فرمایا تو فقط اس لئے کہ کوئی آسمانی فیصلہ نازل ہو جو قیامت تک امت مرحومہ کے درمیان قانون عادل

رہے۔ امام ربانی ؒ فرماتے ہیں کہ باوجود فناء وبقائے کامل کے آنحضرت ﷺ کا صفات بشریہ جیسے اکل وشرب اور راحت ورنج وغیرہ کے ساتھ متصف ہونا فقط اسی لئے تھا تاکہ باب افادہ واستفادہ جو اس عالم میں تجنّس پر موقوف ہے، مفتوح ہو۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ ولو جعلناه ملكا لجعلناه رجلا وللبسنا عليهم مايلبسون یعنی کہ اگر ہم کوئی فرشتہ بھی نبوت کے ساتھ اتارتے تو ہم ضرور اس کو بھی ایک مرد ہی کی صورت میں کرتے اور ان پر وہی اشتباہ رکھتے جو کہ اب کر رہے ہیں اور نیز اس لئے تاکہ پاک اور ناپاک کے درمیان موجب ابتلا ہو کر کاذب اور صادق کے درمیان موجب تمیز ہو۔

اسی طرح آنحضرت ﷺ کا نماز میں سہو فرمانا اور ذوالیدین کا بار بار یاد دلانا اس لئے نہ تھا کہ درحقیقت آنحضرت ﷺ پر سہو طاری ہو گیا تھا۔ مواہب اللدنیہ میں ہے ثبت في الصحيحين من قوله ﷺ انما انا بشر انسى كما تنسون وقد كان سهوه من اتمام نعمة الله تعالى على اُمّته واكمال دينهم ليقتدوا به فيما يشرعه لهم عند السهو وهذا معنى الحديث الذى فى المؤطا انما انسى او اُنسى لاسن وكان ﷺ ينسى فيترتب على سهوه احكام شرعية تجرى على سهو امته الى يوم القيامة و حاصل مافى النهاية السهو فى الشئ تركه عن غير علم والسهو عنه تركه مع العلم وهو فرق حسن دقيق وبه يظهر الفرق بين السهو الذى وقع من النبى غير مرة کہ آنحضرت ﷺ کا سہو اُمت مرحومہ پر منجملہ اتمام نعمت اور اکمال دین تھا تاکہ اُمت مرحومہ کے لئے ایسے سہو کے مواقع میں آنحضرت ﷺ کا تشریعی عمل چراغ راہ ہو اور وہ اسی کے موافق اقتدا کریں۔ اور یہی معنی اس حدیث کے ہیں جو مؤطا میں ہے کہ میں اسی لئے بھولتا یا بھلایا جاتا ہوں تاکہ وہ سنت بنے اور نیز آنحضرت ﷺ اس لئے نسیان فرمایا کرتے تھے تاکہ ان کے سہو اور نسیان پر ان

احکام شرعیہ کا ترتب ہو جن کا قیامت تک سہو اُمت پر جاری ہونا مقدر تھا۔ چنانچہ امام ربانی مجدد الف ثانی ؒ مکتوبات کی جلد اول مکتوب ۳۰۵ میں لکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کا یہ سہو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس قدر محبوب تھا کہ آنحضرت ﷺ کا اقتدا کرنے والے صحابہ کو جنت کی بشارت دی گئی۔ چنانچہ لکھا ''ولہذا حضرت صدیق ؓ سہو حضرت پیغمبر ﷺ را بہتر از صواب وعمدہ خود دانستہ طلب سہو اوی فرمایدانجا کہ گوید یالَیْتَنِیْ کُنْتُ سهوَ محمّدٍ آرزوئے آن دارد کہ بکلیت خود سہو آن سرور باشد''۔ اور حجۃ اللہ البالغہ میں ہے کہ غزوۂ احد میں امر انہزام فقط ابتلا تھا جو کہ آنحضرت ﷺ کے ارشاد کے مطابق شعب جبال پر قیام نہ کرنے سے وقوع میں آیا اور جس کا علم حق تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو پہلے سے ہی دے دیا تھا اور دکھلا دیا کہ تلوار ٹکڑے ہوگئی اور گائے ذبح کی گئی۔

پس بمقتضائے انزل الله عليك الكتاب والحكمة حق تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو قوانین ارتفاقات سے کلاً وجزواً مطلع فرما دیا اور آنحضرت ﷺ عقل کل اور رائے محفوظ اور اجتہاد معصوم کے ساتھ اہل عالم کی اصلاح ارتفاقات میں مصروف ہوئے۔ آداب معاش ومعاد اور تدابیر منازل وسیاست مدن اور سیرۃ موک اور سیاستِ اعوان کے لئے ایسے قواعد تشریع فرمائے جو نہایت اعتدال اور سنن فطرت پر مبنی ہیں اور جس سے بہتر کوئی قوت بشری خیال میں نہیں لاسکتی۔ حدیث وفقہ کے ابواب وفصول اس باب میں شاہد عادل ہیں۔ اور حوادث جو ہماری آنکھوں اور کانوں سے ناآشنا تھے اور رضا اور عدم رضائے حق تعالیٰ جن کے ساتھ متعلق ہوئی ان کو آنحضرت ﷺ نے مختلف تقریبات اور مناسب تمثیلات کے ساتھ بحذے منکشف فرمایا کہ ان کے وجود کے متعلق ہمارے درمیان کوئی شک وشبہ نہ رہا۔ یہاں تک کہ دجال جس کے خروج کے متعلق نوح علیہ السلام نبی اللہ نے اپنی امت کو انذار فرمایا اور جس کا قتل عیسیٰ علیہ السلام نبی اللہ کے ہاتھوں مقدر ہے جبکہ وہ

آسمانوں سے نزول فرمائیں گے۔ اس کی بہت شبیہ مثال یعنی صورت ابن صیاد پیش نظر فرمادی۔ حتیٰ کہ بعض کو اسی کا دجال معہود ہونا مظنون ہوا بلکہ یقین بھی ہوگیا۔ اور یہ امر بالکل منافی نبوت ہے جیسے کہ قادیانی صاحب کا زعم ہے کہ ایسے حوادث کی اطلاع میں کسی طرح کا بھی اجمال ہو۔ جس سے امت مرحومہ تاریکی میں اور نعمت الٰہی ناتمام رہے۔ ہاں وہ رسوم جن میں ابھی اعوجاج اور کجی حادث نہ ہوئی تھی ان کو ان کی حالت پر چھوڑا۔ اور اسی کی طرف اشارہ ہے حدیث تابیر النخل میں جو فرمایا انتم اعلمون بامور دنیاکم۔ اور وہ امور جن کا فہم ہمارے میزان عقل سے باہر تھا جو ہماری اصل فطرت میں ودیعت کی گئی ہے اور جن کے فہم کے لئے ہم اصول ہندسہ وہیئت اور دقایق فلسفیہ اور حکمت کی طرف محتاج ہیں کمال شفقت اور لطف سے ان کے ضبط کے لئے اہتمام نہ فرمایا اور اس عورت سوداء کے ایمان کی تصدیق فرمائی جس سے آنحضرت ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تیرا خدا کہاں ہے اس نے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ ایسا ہی نماز کے استقبال کے لئے قبلہ کعبۃ اللہ کو شرط فرمایا لیکن معرفت استقبال کے لئے ہندسہ اور ہیئت کے مسائل کے حفظ کا امر نہ فرمایا بلکہ اس شخص کے لئے جو کہ کعبہ کے شمال وجنوب میں ہے فرمایا کہ قبلہ مشرق ومغرب کے درمیان ہے۔

مقدمۂ ہفتم

(روح انسانی کی حقیقت اور قول قادیانی کہ وہ رحم کے اندر کا ایک کیڑا ہے)

روح

ایسا ہی جبکہ یہود نے آنحضرت ﷺ سے سوال کیا کہ روح کیا چیز ہے؟ تو آپ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے امر ہوا کہ ویسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلا۝ وقرء اعمش عن ابن مسعود وما اوتوا ([illegible])

کہہ دے اے محمد ﷺ ان کو کہ روح میرے رب کے امر سے ہے اور ان کو بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے۔ پس شارع علیہ السلام کا روح کی تشریح حقیقت سے سکوت فرمانا اس لئے نہ تھا کہ نبی ﷺ یا امت مرحومہ کا کوئی فرد کامل اس کے فہم سے عاجز ہے بلکہ شارع نے سکوت اس لئے کیا کہ روح کی معرفت ایسی دقیق اور غامض ہے کہ جمہور امت کو اس میں غور وخوض کرنا مصلحت نہیں۔ کیونکہ روح کا آشیانہ فوق العرش اس عالم امر سے ہے جس کی موجودات ہمارے حس وخیال اور جہت ومکان اور تحیز سے باہر اور مساحت اور تقدیر اور کمیت اور تحدید سے مطلق پاک ہے۔ وعالم الامر عبارۃ عن الموجودات الخارجۃ من الحس والخیال والجہۃ والمکان والتحیز وہو ما لایدخل تحت المساحۃ والتقدیر لانتفاء الکمیۃ عنہ (فرس رسالہ روح) یہی وجہ ہے کہ بقول فتح البیان روح کی تفسیر میں ایک ہزار آٹھ سو اقوال منقول ہوئے جو ہنوز امر حق سے بہت پیچھے رہے۔

بقول قادیانی روح انسانی رحم کا ایک کیڑا ہے

اور انہیں میں سے قادیانی صاحب کا وہ ملحدانہ اور مطلق قول ہے جو انہوں نے لاہور کے جلسۂ مذاہب میں بتاریخ ۲۷ دسمبر ۱۸۹۶ء بڑے زور کے ساتھ بیان کیا کہ ”روح کا الگ طور سے آسمان یا فضا سے نازل ہونا نہ یہ خدا کا منشاء ہے اور نہ یہ خیال کسی طرح صحیح ٹھہر سکتا ہے بلکہ ایسے خیال کو قانون قدرت باطل ٹھہراتا ہے۔ ہم روز مشاہدہ کرتے ہیں کہ گندے زخموں میں ہزارہا کیڑے پڑ جاتے ہیں سو یہی بات صحیح ہے کہ روح ایک لطیف نور ہے جو اس جسم کے اندر ہی سے پیدا ہو جاتا ہے جو رحم میں پرورش پاتا ہے اور جس کا خمیر ابتدا سے نطفہ میں موجود ہوتا ہے اور وہ نطفہ کے ساتھ ایسا جزو ہوتا ہے جیسے آگ پتھر کے اندر ہوتی ہے نہ جیسے جسم، جسم کا جزو ہوتا ہے یا وہ باہر سے آتا ہے اور نطفہ کے مادہ سے آمیزش پاتا ہے۔ اور اسی سے اس کا حادث ہونا بھی ثابت ہوتا ہے۔“

پس قادیانی صاحب کے اس قول پر جاہلوں نے تحسین کے نعرے بلند کئے اور اس کے مطالب پر غور نہ کیا جو بالکل امر نبوت کے متصادم اور کلام ربانی کے بالکل مناقض ہیں۔

روح عالم امر سے ہے اور لا مکانی ہے

کیونکہ قرآن کریم کے صریح الفاظ ناطق ہیں کہ روح رب تعالیٰ کے عالم امر سے ہے نہ عالم خلق سے اور سنت صحیحہ سے ثابت ہے کہ رب تعالیٰ نے روح آدم کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا۔ ان اللہ خلق ادم علی صورتہ (متفق علیہ من حدیث ابی ہریرہ، مشکوٰۃ) یعنی جیسے کہ حق تعالیٰ بیچوں و بیچگون ہے اسی طرح روح آدم کہ اس کا خلاصہ ہے نسبت بعالم بصورت بیچونی اور بیچگونی پیدا ہوئی اور جس طرح کہ حق تعالیٰ لامکانی ہے اسی طرح روح بھی لامکانی ہوئی۔ اور جیسے کہ رب تعالیٰ نہ عالم کے اندر ہے نہ باہر اور نہ متصل نہ منفصل لیکن نسبت قیومیت و معیت قائم۔ اسی طرح روح آدم بھی بدن انسانی سے نہ باہر ہے نہ اندر اور نہ متصل نہ منفصل معہذا بدن کے ہر ذرات کا قوام اسی سے اور ہر فیض کہ قیوم عالم کی طرف سے بدن پر وارد ہوتا ہے اسی کے واسطہ سے ہوتا ہے۔ اسی تشبہ دقیق کا باعث ہے جو حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے مکتوب صفحہ ۲۶۰ میں ارشاد فرمایا کہ "دریں مقام سالکے گفتہ است کہ سی سال روح را بخدائی پرستیدم"۔ اور اس سالک نے دوراز فہم تشبیہ کے باعث روح کو رب سے جدا نہ کیا اور نصاریٰ نے روح اللہ کو ابن اللہ کہہ دیا۔ اور اسی تشبہ دقیق کے باعث حضرت آدم شایانِ خلافتِ رحمانی ہوئے۔ امام ربانی فرماتے ہیں۔ "[1] صورت

[1] عالم ارواح ماوراء عالم جہات و ابعاد است چہ روح لامکانی ست درمکان نمیگنجد۔ و روح را در ماوراے عرش اثبات نمودن تراوہم نیندازد کہ روح از تو بعید است و مسافت و دوری در میان تو و روح است۔ نہ چنین است۔ روح را نسبت بجمیع اکنہ باوجود لامکانیت برابر است ماوراے عرش گفتن معنی دیگر دارد تا با تجازی نتوانی در یافت خانکہ از صوفیہ بتنزیہ روحی رسیدہ ... فوق العرش آنرا در یافتہ تنزیہ الہی جلشانہ تصور نمودہ ... آنست کہ آن نور نور روح است و چون روح لامکانی است و بصورت بیچونی مخلوق لاجرم محل اشتباہ گشتہ ... نیز دانست کہ روح ہرچند نسبت بعالم بیچون است اما حقیقت داخل دائرہ چون است گویا برزخ است درمیان عالم چون و درمیان جناب قدس حقیقی پس رنگ ہر دو طرف دارد ہر دو اعتباری در وے صحیح است بخلاف بیچون حقیقی کہ چون را اصلاً بوے راہ نیست۔ (مکتوبات امام ربانی جلد اول صفحہ ۲۸۵) مؤلف

شے خلیفہ شے است تا بر صورت شے مخلوق نباشد خلافت شے را نشاید و تا خلافت را شایان نباشد تحمل بار امانت نتواند کرد "لایحمل عطایا الملک الامطایاہ"۔

اور اسی دقیقِ معنی کی طرف اشارہ ہے اس حدیث میں جو آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا عن عائشہ رضی اللہ عنہا قالت یارسول اللہ متی یعرف الانسان ربہ قال اذاعرف نفسہ اداب الدنیا للما وردی قال ابن حجر ومن کلام علی رضی اللہ عنہ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ وذکرہ الغزالی مرفوعاً فی المسائل الغامضۃ وغراہ المنادی فی کنوز الحقائق فی حدیث خیر الخلائق الی الدیلمی (حدیقہ ندیہ) فرمایا کہ جس نے اپنے نفس کو پہچانا قریب ہے کہ وہ اپنے رب کو پہچانے۔

مگر افسوس ہے کہ قادیانی صاحب نے روح کی خلقت ان ہزارہا کیڑوں کی طرح اندرون رحم کے نطفہ سے ادراک کی جو گندے زخموں میں پڑ جاتے ہیں اور جو کسی طرح بھی محمل انوار الٰہی نہیں ہو سکتے۔ اور نہ حامل بار امانت اور نہ جن کے لئے کوئی ثواب ہے نہ عذاب، اور نہ حشر ہے نہ نشر۔ حالانکہ ارواح انسانی قبل از وجود عنصری بمقتضائے انا عرضنا الامانۃ علی السموٰت والارض والجبال فابین ان یحملنھا واشفقن منھا وحملھا الانسان انہ کان ظلوما جھولا بار امانت اٹھا چکی اور مستحق عذاب وثواب قرار پا چکی۔

اجماع اہل کشف کہ روح بحالت بالغہ پیدا ہوئی اور وہی درحقیقت مکلّف ہے لہٰذا بچے اور بوڑھے کی روح میں فرق نہیں

میزان شعرانی صفحہ ۱۷۱ میں ہے۔ کہ وقد اجمع اھل الکشف علی ان الروح خلقت بالغۃ لاتقبل الزیادۃ والتکلیف علیھا حقیقۃ فلا فرق بین روح الصبیّ والشیخ۔ (المیزان الکبریٰ ج ۱ صفحہ ۲۰۵، باب صلوٰۃ الجمعۃ، دار الفکر بیروت) اہل کشف کا اس پر اجماع ہے کہ روح بحالت بالغہ پیدا ہوئی جو کسی زیادتی کو قبول نہیں کرتی اور وہی

درحقیقت مکلف ہے۔ لہٰذا شافعی کے نزدیک بچے اور بوڑھے کی روح میں کوئی فرق نہیں۔

خلق اللّٰہ الارواح قبل الاجساد بالفی عام (غزالی رسالہ روح، فتح مبین) ان اللّٰہ قدر مقادیر الخلق قبل خلق السموت والارض بخمسین الف سنۃ (رواہ مسلم) معہذا سنت صحیحہ سے ثابت ہے کہ حق تعالیٰ نے ارواح کو دو ہزار برس قبل اجساد کے بلکہ مقادیر خلق کو پچاس ہزار برس قبل اجساد کے مخلوق فرمایا۔ وعن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ الناس معادن کمعادن الذہب والفضۃ خیارہم فی الجاہلیۃ خیارہم فی الاسلام اذا فقہوا والارواح جنود مجندۃ فما تعارف منہا ائتلف وما تناکر منہا اختلف (مسلم) قال العلماء معناہ جموع مجتمعۃ او انواع مختلفۃ واما تعارفہا فقیل انہا موافقۃ صفاتہا التی جعلہا اللّٰہ علیہا وتناسبہا فی شیمہا وقیل لانہا خلقت مجتمعۃ ثم فرقت فی اجسادہا فمن وافق بشیمہ الفہ ومن باعدہ نافرہ وخالفہ وقال الخطابی وغیرہ تالفہا ہو ماخلق اللّٰہ علیہ من السعادۃ او الشقاوۃ فی المبتدء وکانت الارواح قسمین متقابلین فاذا تلاقت الاجساد فی الدنیا ائتلفت واختلفت بحسب ماخلقت علیہ فیمیل الاخیار الی الاخیار والاشرار الی الاشرار (نووی جلد ۲ صفحہ ۳۳۲) اور ارشاد ہوا کہ روحیں رب تعالیٰ کی جنود مجندہ یعنی جموع مجتمعہ اور انواع مختلفہ ہیں اور دنیا میں ان کا باہم تالف اور تخلف باعتبار ان کی اصل فطرت اور ابتدائی خلقت کے ہے۔ پس اچھی روحیں اچھوں کی طرف مائل رہتی ہیں اور بری روحیں بروں کی طرف۔ اور اسی پر متفرع ہے وہ جو ارشاد ہوا کہ ان ارواح کے حال معدن ذہب وفضہ کی طرح مختلف معدنیں ہیں۔ اور قرآن وسنت دونوں سے ثابت ہے۔ کہ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ لما خلق اللّٰہ ادم مسح ظہرہ فسقط عن

ظہرہ کل نسمۃ ہو خالقہا من ذریتہ الی یوم القیامۃ وجعل بین عینی کل انسان منہم وبیصاً من نور ثم عرضہم علی ادم فقال ای رب من ہؤلاء قال ذریتک فرای رجلامنہم فاعجبہ وبیص مابین عینیہ قال ای رب من ہذا قال داؤد فقال ای ربکم جعلت عمرہ قال ستین سنۃ قال زدہ من عمری اربعین سنۃ قال رسول اللّٰہ فلما انقضی عمر ادم الاربعین جاءہ ملک الموت فقال ادم او لم یبق من عمری اربعون سنۃ قال اولم تعطہا ابنک داؤد اھ۔ یثاق کے روز بقدرت کاملہ خداوندی عز اسمہ کی وہ تمام روحیں اور نسمات نورانی حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے ذرات کی صورت میں نکل آئیں اور سب کی سب حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے لائی گئیں جن میں سے ایک کی نسبت حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ ارشاد ہوا کہ یہ داؤد علیہ السلام ہے۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کی کہ اے رب اس کی کتنی عمر ہوگی؟ ارشاد ہوا کہ ساٹھ برس کی۔ پھر عرض کی کہ اے رب میری عمر میں سے اور چالیس برس اس کی عمر میں بڑھا دے۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ چالیس برس قبل جب ملک الموت حضرت آدم علیہ السلام کی روح قبض کرنے کے لئے آیا تو حضرت آدم علیہ السلام نے کہا کہ کیا ابھی میری عمر میں چالیس برس باقی نہیں؟ ملک الموت نے کہا کہ کیا تو نے اپنے فرزند داؤد علیہ السلام کو نہیں دے دیئے۔ ابی بن کعب فرماتے ہیں کہ وعن ابی بن کعب فی قول اللّٰہ عزوجل واذ اخذ ربک من بنی ادم من ظہورہم ذریتہم عیسیٰ ابن مریم کان فی تلک الارواح فارسلہ الی مریم علیہا السلام و انہ دخل من فیہا (مشکوٰۃ) ان ارواح میں انبیاء کی روحیں ستاروں کی طرح نورانی تھیں اور عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی روح بھی انہیں ارواح میں تھی جس کو حق تعالیٰ نے مریم علیہا السلام کی طرف بھیجا اور وہ مریم کے اندر منہ کے راستے داخل ہوگئی۔

فتح البیان میں بحوالہ سلیمان جمل علی ؓ سے منقول ہے۔ کہ ذکر سلیمان الجمل لکان علی ابن ابی طالب یقول انی لاذکر العھد الذی عھد الی ربی وکذا کان سھل بن عبداللہ التستری یقول انتھی وکذا روی عن الشیخ نظام الدین دھلوی (فتح البیان صفحہ ۴۰۸) انہوں نے اس عہد کے یاد ہونے کا اقرار کیا اور اسی طرح سہل بن عبداللہ تستری اور حضرت شیخ نظام الدین دہلوی سے بھی منقول ہے۔

امام بیہقی قصہ خلق آدم علیہ السلام میں ابن عباس اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما کی حدیث نقل کر کے ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ اخرج البیھقی عن ابن عباس وعن ابن مسعود فی قصۃ خلق ادم علیہ السلام وفیہ ثم قال للملائکۃ انی خالق بشرا من طین فاذا سویتہ ونفخت فیہ من روحی فقعوا لہ ساجدین فخلقہ اللہ بیدیہ لکیلا یتکبر ابلیس عنہ قال البیھقی فالروح الذی منہ نفخ فی ادم کان خلقا من خلق اللہ تعالی جعل اللہ تعالی حیوۃ الاجسام بہ وانما اضافہ الی نفسہ علی طریق الخلق والملک لانہ جزء منہ (تفسیر فی اثریہ) وہ روح جو تسویہ آدم علیہ السلام کے بعد ان کے جسد میں پھونکی گئی وہ اللہ تعالی کی مخلوقات میں سے ایک مخلوق موجود تھی جس کے ساتھ اللہ تعالی نے اجسام کی زندگی بنائی۔ اور بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہما آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے۔ کہ قال العلامۃ البکری فی تاریخ الخمیس وروی عن ابن عباس عن النبی ﷺ انہ قال کنت نورا بین یدی اللہ قبل ان خلق اللہ عزوجل ادم بالفی عام یسبح ذلک النور ومثلہ فی المواھب اللدنیۃ فی احکام ابن القطان و فی حدیث علی ؓ ان النور النبوی جسم قبل خلقہ بالنی عشر الف عام وفی روایہ اربعۃ عشر الف عام۔ میں دو ہزار برس قبل پیدائش آدم علیہ السلام اللہ تعالی کے سامنے بصورت نورانی تسبیحیں کہا کرتا تھا۔ وقال

الزرقانی لاینافی مامر ان نورہ مخلوق قبل الاشیاء (تفسیر) قولہ کنت نبیا وادم بین الروح والجسد (رواہ احمد والبخاری فی التاریخ وابونعیم وغیرہم) کنا نظن انہ بالعلم فبان انہ زاید علی ذلک (علی ماشرحناہ یعنی بقولہ اولا انہ قد جاء ان اللہ خلق الارواح قبل الاجساد) (زرقانی مقصد سادس شرح مواہب لدنیہ) اور زرقانی میں بروایت احمد و بخاری وابونعیم وغیرہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ میں اس وقت نبی تھا جبکہ آدم ابھی روح اور جسد کے درمیان تھا۔ اسی نسبت امام بکی آیت واذ اخذنا من النبیین میثاقھم کے تحت میں لکھتے ہیں کہ ہمارا گمان تھا کہ یہاں تقدم علمی مراد ہے۔ لیکن اب منکشف ہوگیا کہ تقدم علمی کے علاوہ تقدم وجودی بھی ہے۔ جیسے کہ ہم قبل اس کے بیان کر چکے ہیں کہ اللہ تعالی نے اجسام کے قبل ارواح کو پیدا فرمایا۔

عالم مثال

پس جیسے کہ عالم خلق کے قبل عالم ارواح کا ہونا ثابت ہوگیا اسی طرح قرآن وسنت سے ثابت ہے کہ عالم اجسام کے قبل ایک عالم مثال بھی ہے جو عالم ارواح اور عالم اجسام کے درمیان بصورت برزخ ہے کہ جس میں ان ارواح اور معانی کا تمثل ان کے ہم صفت اجسام عالم خلق کی صورت میں ہوتا ہے اور جس میں بقدرت خداوندی ہر شے کے لئے اس عالم عنصری میں موجود ہونے کے قبل ایک قسم کا ایسا تحقق ہوتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عالم عنصری کی اشیاء درحقیقت وہی معانی ہیں جو صورت عنصری میں متحقق ہوتے ہیں اور یہ بھی ثابت ہے کہ اکثر وہ اشیاء جن کے لئے عوام کے نزدیک کوئی جسم نہیں ان میں صفت انتقال وغیرہ بھی متحقق ہے۔ چنانچہ اسی کی طرف اشارہ ہے حدیث ابی ہریرہ میں کہ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ خلق اللہ الخلق فلما فرغ منہ قامت الرحم فاخذت بحقوی الرحمن فقال مہ قالت ھذا مقام العائذبک

من القطيعة. (مشکوٰۃ) فرمایا رسول اللہ ﷺ نے۔ جب اللہ تعالیٰ مخلوقات کو پیدا فرما چکا اس وقت رحم نے اٹھ کر کمر گاہ رب العزت کو کولی میں لے لیا۔ رب العزت نے فرمایا صبر کر۔ رحم نے عرض کی کہ اے رب العزت یہ اس کسی کی قیام گاہ ہے جو قطع کئے جانے سے تیری پناہ مانگے۔ یعنی اے رب مجھے قطع کئے جانے سے پناہ میں رکھ۔ چنانچہ یہی تمثل ہے ان ارواح اور نسمات کا جو میثاق کے روز بصورت ذرات آدم کی پشت سے نکالے گئے اور اسی صورت مثالی میں وہ روح تھی جو مریم کے اندر داخل ہوگئی۔ اور اسی قسم میں سے آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ ان المعروف والمنکر لخلیقتان تنصبان للناس یوم القیامۃ (مشکوٰۃ) امر معروف ونہی منکر دو مخلوق چیزیں ہیں جو قیامت کے دن لوگوں کے سامنے کھڑی کی جائیں گی۔

ایک لاکھ آدم کی حقیقت

اور اسی قسم میں سے وہ حدیث نبوی ہے جس کو شیخ محی الدین ابن العربی نے فتوحات مکیہ میں بروایت ابن عباس نقل کیا ہے۔ کہ ان اللہ خلق مائۃ الف ادم (ابن عباس بفتوحات مکیہ بصحیح) اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ آدم مخلوق فرمائے۔ چنانچہ حضرت شیخ نے کعبۃ اللہ کا طواف کرتے ہوئے عالم مثال میں دیکھا کہ ان کے ساتھ ایک جماعت طواف کر رہی ہے جن کو وہ نہیں پہچانتے تھے اور ان میں سے ایک نے یہ شعر کہا۔

لقد طفنا کما طفتم سنینا بھذا البیت طراً اجمعینا

یہ شعر سنتے ہی شیخ کے دل میں گذرا کہ یہ عالم مثال کے ابدان ہیں اور اسی کے ساتھ ایک نے ان کی طرف نگاہ کر کے کہا کہ میں بھی تمہارے اجداد میں سے ایک جد ہوں۔ اس وقت شیخ نے اس سے پوچھا کہ تجھے وفات پائے ہوئے کتنے سال گذرے ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ چالیس ہزار برس سے زیادہ۔ اس وقت شیخ نے تعجب سے دریافت کیا کہ ابتدائے خلقت آدم ابو البشر سے اس وقت تک تو ابھی سات ہزار برس بھی نہیں ہوئے۔ اس وقت اس نے

شیخ سے مخاطب ہو کر کہا کہ تو کس آدم کی نسبت کہہ رہا ہے؟ شیخ کو اس وقت اوپر کی حدیث یاد آ گئی جس کی نسبت امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ جلد ثانی مکتوب ۵۸ میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ ''مخدوما مکرما! اینہمہ آدم کہ پیش از وجود حضرت آدم گذشتہ اند وجود شان در عالم مثال بودہ است نہ در عالم شہادت۔ ہمیں حضرت آدم است کہ در عالم شہادت موجود گشتہ است و در زمین خلافت یافتہ و مسجود ملائک شدہ۔ غایۃ مافی الباب آدم چون بر صفت جامعیت مخلوق گشتہ است و در حقیقت خود لطائف واوصاف بسیار دارد و پیش از وجود او بقرون متطاولہ در ہر وقتے از اوقات صفتے از صفات یا لطیفۂ از لطائف او بایجاد خداوندی جل سلطانہ در عالم مثال موجود گشتہ است و بصورت آدم ظاہر شدہ و مسمی باسم او گشتہ کار و بار آدم منتظر از وے بوقوع آمدہ حتی کہ توالد و تناسل کہ مناسب عالم مثال ست نیز ظہور پیوستہ و کمالات صوری و معنوی مناسب آن عالم نیز یافتہ و شایان عذاب و ثواب گشتہ بلکہ در حق و قائم شدہ بہشتی بہ بہشت و دوزخی بدوزخ رفتہ بعد از ان در وقتے از اوقات بمشیت اللہ سبحانہ صفتے یا لطیفۂ دیگر از صفات و لطائف او در ہمان عالم بمنصۂ ظہور آمدہ و کار و بارے کہ از ظہور اول بوجود آمدہ بود از ظہور ثانی نیز بوجود آمدہ و چون آن دورہ نیز تمام شدہ ظہور ثالث از ان صفات و لطائف او بحصول پیوستہ و چون آن ظہور نیز دورۂ خود را اتمام کردہ ظہور رابع بہ ثبوت پیوستہ الی ماشاء اللہ و چون دوائر ظہورات مثالیہ او کہ تعلق بصفات و لطائف او داشت تمام شد آخر الامر آن نسخہ جامعہ در عالم شہادت بایجاد خداوندی جل سلطانہ بوجود آمدہ و بفضل خداوندی جل سلطانہ معزز و مکرم گشتہ۔ اگر صد ہزار آدم باشند اجزائے ہمیں آدم اند و دست و پائے دیند و مقدمات وجود اویند جد شیخ بزرگوار کہ زیادہ از چہل ہزار سال فوت او گذشتہ است لطیفۂ بودہ است در مثال از لطائف جد شیخ کہ بعالم شہادت وجود داشتہ است و طواف بیت اللہ کہ میکردہ در عالم مثال میکردہ چہ کعبہ معظمہ را نیز در مثال صورتے و تشبیہے بودہ است

کہ اہل آن عالم را قبلہ بودہ۔ این فقیر درین باب نظر را دور فرستادہ و تعمق بسیار نمودہ در عالم شہادت آدم دیگر بنظر نیامدہ وغیر از شعبدہ ہائے عالم مثال نیافتہ و آنکہ بدن مثالی گفتہ کہ من جد تو ام وزیادہ از چہل ہزار سال از فوت من گذشتہ است اول دلیل است بر آنکہ آدمہا پیش از ظہورات صفات ولطائف این آدم بودہ اند نہ آنکہ خلقت علیحدہ داشتند از این آدم مبائن بودند چہ مبائن را باین آدم چہ نسبت وچرا جد بود واز خلقت این آدم ہفت ہزار سال تمام نشدہ چہل ہزار چہ گنجائش دارد۔ وجماعہ کہ در دلہائے ایشان مرض است ازین حکایات تناسخ مے فہمند ونزدیک است کہ بقدم عالم قایل گردند واز قیامت کبری انکار نمایند۔ وبعضے از ملاحدہ کہ بباطل خود راہ مند پیچی گرفتہ اند حکم بجواز تناسخ مے نمایند وی انکارند کہ نفس تا زمانے کے بحد کمال نرسد از تقلب ابدان اورا چارہ نبود میگویند چون بحد کمال رسید از تقلیب ابدان بلکہ از تعلق فارغ گشت ومقصود از خلقت او کمال اوست کہ میسر شد واین سخن صریح کفر است وانکار است از انچہ از دین بتواتر ثابت شدہ۔

ارواح اولیاء اللہ کا متجسد ہو کر عجیب افعال کرنا

سوال۔ از حضرت امیر کرم اللہ تعالیٰ وجہہ واز بعضے دیگر از اولیاء اللہ نیز منقول است کہ بعضے از اعمال غریبہ وافعال عجیبہ پیش از وجود عنصری بقرون متطاولہ از ایشان در عالم شہادت بوقوع آمدہ است صحت آن بے تجویز تناسخ چگونہ است۔

جواب۔ صدور آن اعمال وافعال از ارواح این بزرگواران است کہ بمشیۃ اللہ سبحانہ خود متجسد باجساد گشتہ مباشر افعال عجیبہ گشتہ اند جسد دیگر نیست کہ بآن تعلق گیرند۔ تناسخ آن ست کہ روح پیش از تعلق باین جسد بجسد دیگر کہ مبائن ومغائر آن روح است تعلق گرفتہ باشد وچون خود متجسد بجسد گردد وتناسخ چہ بود۔ جنیان کہ متشکل باشکال میگردند ومتجسد باجساد مے شوند ودرین اعمال حال عجیبہ کہ مناسب این اشکال واجساد است بوقوع مے آرند ہیچ تناسخ نیست وہیچ حلول نہ ہرگاہ جنیان را حق تعالیٰ اللہ سبحانہ این قدرت بود کہ متشکل باشکال گشتہ اعمال غریبہ بوقوع آرند ارواح کمل را اگر این قدرت

عطا فرمایند چہ محل تعجب است وچہ احتیاج بہ بدن دیگر۔ ازین قبیل است آنچہ از بعضے اولیاء نقل میکنند کہ در یک آن در امکنہ متعددہ حاضر میگردند وافعال متباینہ بوقوع می آرند اینجا نیز لطائف ایشان متجسد باجساد مختلفہ ومتشکل باشکال متباینہ باشند وہمچنین عزیزے مثلاً در ہندوستان توطن دارد واز ان دیارنہ برآمدہ است جمعی از حضرت مکہ معظمہ مے آیند میگویند کہ آن عزیز را در حرم کعبہ دیدہ ایم وچنان وچنین درمیان ما وآن عزیز گذشتہ است۔ وجمعی دیگر نقل مے کنند کہ ما اور در روم دیدہ ایم وجمعے دیگر از بغداد دیدہ اند۔ اینہم تشکل لطائف آن عزیز است باشکال مختلفہ وگاہ است کہ آن عزیز را از ان تشکلات اطلاع نبود لہذا در جواب آن جماعت گاہ میگوید کہ اینہمہ بر من تہمت است من از خانہ نہ برآمدہ ام ونہ حرم کعبہ را دیدہ ام ونہ روم وبغداد را نمے شناسم ونمی دانم کہ شما چہ کسانید۔ وہمچنین ارباب حاجات از اعزہ احیا واموات در آن مخاوف ومہالک مددہا طلب مینمایند ومی بینند کہ آن صور اعزہ حاضر شدہ رفع بلیہ از ایشان نمودہ است۔ گاہ است کہ آن اعزہ را از رفع آن بلیہ اطلاع بودہ گاہ نبودہ۔

ع از ما وشما بہانہ بر ساختہ اند

این نیز تشکل لطائف آن اعزہ است واین تشکل گاہ در عالم شہادت بودہ گاہ در عالم مثال۔

نبی ﷺ کو خواب میں دیکھنا

چنانچہ در یک شب ہزار کس آن سرور را علیہ الصلوۃ والسلام بصور مختلفہ در خواب می بینند واستفادہا مینمایند این ہمہ تشکل صفات ولطائف اوست علیہ وعلیٰ آلہ الصلوۃ والسلام بصورت ہائے مثالی۔ وہمچنین مریدان از صور مثالی پیران استفادہا مینمایند وحل مشکلات مے فرمایند''۔

ارواح اولیاء اللہ سے استمداد اور طلب حاجت

چنانچہ بروایت بخاری زرقانی کے صفحہ ۳۲۵ میں ہے۔ استشفع عمر بالعباس فقال اللہم انا کنا اذا قحطنا توسلنا الیک نبینا فتسقینا وانا نتوسل الیک بعم نبینا فاسقنا فیسقون (رواہ البخاری) وذکر التستری عن

معروف الکرخی انہ قال لتلامذۃ اذا کان لکم الی اللّٰہ حاجۃ فاقسموا علیہ بی فانی الواسطۃ بینکم وبینہ الآن بحکم الوراثۃ عن المصطفٰی کما اخرج الترمذی وابن ماجہ والحاکم عن عثمان بن حنیف ان رجلا اعمی اھ ملخصاً۔

روح کی فلسفیانہ طریق سے حقیقت اور ماہیت

پس جبکہ ثابت ہو چکا کہ روح آدم کی پیدائش ہزار ہا سال قبل از وجود عنصری ہے نہ کہ رحم کے نطفہ میں سے ان ہزار ہا کیڑوں کی طرح اس کی پیدائش ہے جو گندے زخموں میں پڑ جاتے ہیں جیسے کہ قادیانی صاحب کا زعم فاسد ہے اور قادیانی بھی وہ قادیانی جو دعویٰ کرتا ہے کہ حضرت روح اللہ نے ان میں بروز کیا اور یہ اور وہ ہر دو گویا ایک ہی جوہر کے دو ٹکڑے ہیں۔ لہٰذا اب ضرور ہے کہ ہم روح آدم کے اس تعلق کی کیفیت اور حقیقت بیان کریں جو اسی بدن آدم کے ساتھ باوجود اتنے بعد و مسافت کے ہے اور نیز ہر ایک مراتب تعلق کی طرف بھی اشارہ کریں تا کہ اہل بصارت پر اس کا انکشاف کما حقہ ہو اور قادیانی صاحب کی چشم بصارت سے غشاوت دور ہو کر ان کو ان کی جہالت اور ضلالت نظر آئے۔

پس معلوم کرنا چاہیے کہ وہلۂ اوّل میں روح کی حقیقت جو ادراک کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ وہ زندہ اشیاء کی زندگی کا باعث ہے اسی کے نفخ سے انہیں زندگی حاصل ہوتی ہے اور اسی کی مفارقت سے وہ مر جاتی ہیں۔ پھر جبکہ ذرا غور سے نظر کی جائے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ انسان کے دل میں اخلاط بدن کے خلاصہ سے ایک قسم کا ایسا بخار لطیف متولّد ہوتا ہے جو بدن کی قوت حساسہ اور محرکہ اور مدبرہ غذا کے لئے حامل ہے۔ اور تجربہ طبی سے ثابت ہے کہ اسی بخار کی حالت رقت اور غلظت اور صفوت اور کدرت کا ان قوتوں اور ان کے افعال میں ایک خاص اثر ہے اور یہ بھی ثابت ہے کہ بدن کے کسی عضو یا تولید بخار پر کوئی آفت طاری ہو جانے سے اس بخار اور اس کے افعال میں تشوش اور فساد واقع ہو جاتا ہے۔ اور اسی بخار کا

تلون حیات کا مستلزم ہے اور اسی کا تحلل موت کا مستوجب ہے۔ پس گویا نظر اوّل میں یہی بخار روح دکھائی دیتا ہے۔ لیکن یہ بخار نظر غور میں روح حقیقی کا طبقۂ اسفل ہے۔ اور اس روح کی مثال بدن میں اس طرح ہے جیسے نمی گلاب میں اور جیسے آگ کوئلہ میں۔ پھر جبکہ اوّل سے زیادہ تر امعان کی نظر سے غور کیا جائے تو منکشف ہو جاتا ہے کہ یہ روح بخاری جو دل کے اندر خلاصۂ اخلاط سے متولّد ہوتی ہے حقیقت میں روح حقیقی کا مطیہ اور اس کے تعلق کے لئے بمنزلۂ مادّہ ہے۔ کیونکہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ طفل طفولیت کی حالت سے شاب وشیب کی حالت بدلتا ہے اور اس کے بدن کی خلطیں بھی اس کے ساتھ ساتھ بدلتی رہتی ہیں اور ان اخلاط متبدّلہ سے جو روح کہ متولّد ہوتی رہتی ہے وہ زمانہ طفولیت سے ہزار ہا درجہ زیادہ ہوتی ہے اور وہ کبھی چھوٹا ہوتا ہے اور کبھی بڑا، اور کبھی کالا ہوتا ہے اور کبھی گورا، اور ایک وقت جاہل ہوتا ہے اور ایک وقت عالم۔ لیکن باوجود ان تغیرات کے اس کی شخصیت میں کوئی تغیر نہیں آتا۔ پس معلوم ہوا کہ وہ شے کہ جس کے ساتھ اس کی شخصیت قائم ہے وہ نہ تو یہ روح ہے اور نہ یہ بدن اور نہ یہ مشخصات جو بادی الرائے میں دکھائی دیتی ہیں۔ بلکہ وہ روح حقیقی ہے جو حقیقت میں ایک حقیقت فردانیہ اور نقطۂ نورانیہ ہے اور جس کا طور ان اطوار متغیرہ اور متغائرہ سے بالاتر ہے اور وہ بڑے کے ساتھ بھی ویسا ہی ہے جیسا کہ چھوٹے کے ساتھ ہے۔ اور سفید کے ساتھ بھی ویسا ہی ہے جیسا کہ سیاہ کے ساتھ ہے۔ اور اس کو روح ہوائی یعنی نسمہ کے ساتھ بالذات ایک خاص تعلق ہے اور بدن کے ساتھ جو کہ نسمہ کے لئے مطیہ اور بمنزلہ مادّہ کے ہے بالعرض تعلق ہے اور یہ روح حقیقی گویا عالم قدس کا روزن ہے جس کے ذریعہ سے نسمہ پر ہر اس شے کا افاضہ ہوتا رہتا ہے جس کا وہ مستعد ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت مجدد جلد سوم کے مکتوب ۳۱ میں لکھتے ہیں۔ ''بدانند کہ روح پیش از تعلق بہ بدن در عالم خود بودہ است کہ فوق عالم مثال است وبعد از تعلق بہ بدن اگر تنزل نمودہ است بعالم

اجساد لطافۃ خفی فرود آمده است بعالم مثال کار ندارد نہ پیش از تعلق ونہ بعد از تعلق''۔ اور جلد اوّل کے مکتوب ۲۸۵ میں لکھتے ہیں۔ کہ ''روح را ماوراے عرش اثبات نمودن ترا در وہم نیفد ازد کہ روح از تو بعید است ومسافت دور ودراز درمیان تو وروح است نہ چنین است روح رانسبت با جمیع امکنہ باوجود لامکانیت برابر است ماوراے عرش گفتن معنی دیگر دارد تا بآنجا رسی تو انی دریافت وباید دانست کہ روح ہر چند نسبت بعالم بیچون است اما ہیچ داخل دائرہ چون است گویا برزخ است درمیان عالم چون وجناب قدس حقیقی۔ پس رنگ ہر دو طرف دارد وہر دو اعتبارے درو صحیح است بخلاف بیچون حقیقی کہ چون را اصلا بوے راہ نیست''۔

حقیقت موت

اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں حقیقت موت کی نسبت تحریر فرماتے ہیں۔ کہ وجدان صحیح کے ساتھ ہمارے نزدیک ثابت ہو چکا ہے کہ موت اسی نسمہ کا انفکاک ہے جبکہ بدن میں اس کی تولید کی استعداد باقی نہیں رہتی۔ نہ کہ روح قدسی کا نسمہ سے منفک ہونا اور جبکہ مہلک مرضوں میں نسمہ میں تحلل واقع ہو جاتا ہے تو حکمت الٰہی اس قدر نسمہ ضرور باقی رکھتی ہے کہ جس کے ساتھ روح القدس کا تعلق صحیح ہو سکے اور اس سے نفس ناطقہ یعنی روح الٰہی کو کوئی ضرر عارض نہیں ہوتا۔ ہاں اس کی حالت ایسی ضرور ہو جاتی ہے جیسے ایک نہایت خوشنویس کاتب کے ہاتھ کاٹ دیے جائیں لیکن اس کے ملکہ کتابت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ بازہم فیض روح الٰہی اس نسمہ میں ایسی حس مشترکہ کا افاضہ فرماتی ہے جو بعد عالم مثال بجائے سمع وبصر ونطق وکلام کفایت کرتی ہے۔ چنانچہ اسی کی طرف اشارہ ہے اس حدیث میں جو فرمایا کہ عن انس قال قال رسول اللہ ﷺ ان العبد اذا وضع فی قبرہ وتولی عنہ اصحابہ انہ یسمع قرع نعالھم (بخاری) آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میت قبر میں رکھنے کے بعد اوپر سے گذرنے

والوں کی کفش پا کی آواز سنتی ہے۔ اور عن ابی سعید قال قال رسول اللہ ﷺ اذا وضعت الجنازۃ فاحتملھا الرجال علی اعناقھم فان کانت صالحۃ قالت قدمونی وان کانت غیر صالحۃ قالت لاھلھا یاویلھا این تذھبون بھا یسمع صوتھا کل شیٔ الا الانسان ولو سمع الانسان تصعق. (بخاری) جب میت کو لوگ اپنی گردنوں پر اٹھاتے ہیں تو اگر صالحہ ہو تو کہتی ہے کہ مجھے آگے رکھو۔ اور اگر صالحہ نہ ہو تو کہتی ہے کہ ہائے مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟ انسان کے سوا ہر چیز اس کی آواز دردناک سنتی ہے۔ کیونکہ اگر انسان اس کی آواز سنے تو بیہوش ہو جائے۔

پھر کبھی تو یہ نسمہ حسب مناسبت لباس نورانی کے لئے مستعد ہو جاتا ہے اور کبھی لباس ظلمانی کے لئے اور اسی سے عالم برزخ کے عجائبات ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ اور اگرچہ اس عالم برزخ میں ارواح بنی آدم کے احوال بے نہایت طبقات پر مشتمل ہیں لیکن بادی النظر میں ان کی ایک صنف بالکل جلی الحال ہے یعنی جن کی قوت بہیمیہ اور ملکیہ گو ہر دو ضعیف ہوں لیکن بعض اسباب جبلیہ اور کسبیہ کے باعث ملاء اعلیٰ کے ساتھ لاحق ہو جائیں۔ یعنی ان کی قوت ملکیہ ان کی قوت بہیمیہ سے آلودہ نہ ہوگئی ہو اور طہارت اور تقویٰ کی ملابست کے باعث ان کے قلوب الہامات الٰہیہ اور تجلیات ملکیہ کے آشیانہ بن گئے ہوں۔ پس ایسے صنف کے نسمات روحانی اور نفوس قدسی بدن سے انفکاک کے بعد ملائکہ کے ساتھ لاحق ہو کر انہیں میں سے ہو کر انہیں کی طرح ملہم ہوتے ہیں اور انہیں کی طرح تدابیر عالم میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ حدیث صحیح میں ارشاد فرمایا رایت جعفر ابن ابی طالب ملکا یطیر فی الجنۃ مع الملائکۃ۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے جعفر ابن ابی طالب کو بصورت ملک دیکھا کہ جنت میں ملائکہ کے ساتھ دو پروں سے طیران کر رہا ہے۔

ارواح نفوس فاضلہ ملائکہ کی طرح بعد از موت مدبرات عالم میں سے ہو جاتی ہیں

اور بیضاوی میں آیت فالمدبرات امرا کے تحت میں ہے کہ او صفات النفوس الفاضلۃ حال المفارقۃ فانہا تنزع عن الابدان غرقاً ای نزعا شدیداً من اغراقی النازع فی النفوس فتنشط الی عالم الملکوت وتسبح فیہ فتسبق الی خطائر القدس فتصیر لشرفہا وقوتہا من المدبرات (نازعات) یہ ان نفوس فاضلہ کی صفت ہے جو ابدان سے مفارقت کے بعد عالم ملکوت کی طرف عروج کر کے خطیرۃ القدس کی طرف سبقت کر کے اپنی شرافت اور قوت کے باعث مدبرات عالم میں سے ہو جاتی ہیں۔ اور کبھی یہ نفوس قدسیہ اعلاء کلمۃ اللہ اور نصر حزب اللہ میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں۔ کہ وقد تواتر عن کثیر من الاولیاء یعنی ارواحہم انہم ینصرون اولیائہم ویدمرون اعدائہم و یہدون الی اللہ تعالی من یشاء اللہ۔ اکثر اولیاء اللہ سے بتواتر ثابت ہے کہ ان کی روحیں ان کے احباب کو نصرت کا افاضہ کرتی ہیں اور ان کے دشمنوں کو ہلاک کرتی ہیں اور بمشیت اللہ طالبین کو اللہ کی طرف رہنمائی کرتی ہیں۔ اور بسا اوقات بعض نفوس قدسیہ بمقتضاء جوہر فطرت صورت جسدیہ کی طرف مشتاق ہوتی ہیں اور ان کی قوت ملکی نسمۂ ہوائیہ کے ساتھ مل کر جسد نورانی حاصل کرتی ہے اور بعض ان میں سے طعام و شراب کی طرف مشتاق ہوتی ہیں۔ جس کی نسبت حق تعالیٰ اپنے کلام پاک میں بتاکید تمام ارشاد فرماتا ہے کہ ولاتحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربہم یرزقون فرحین بما اتہم اللہ من فضلہ اے محمد ہرگز ہرگز گمان تک نہ کر کہ وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں قتل ہوئے درحقیقت وہ مردہ ہیں بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں ان کو رزق دیا جاتا ہے اور وہ اللہ کے دیئے پر خوش ہیں۔ یعنی ان کے ابدان بے کار ہونے کے بعد بھی وہ روحیں حقیقی زندوں کی طرح محظوظ

ابدان سے محظوظ ہوتی رہتی ہیں گو ہم ان کے ابدان بظاہر نظر بوسیدہ اور بے حس دیکھتے ہیں اور کبھی وہی ابدان ان ارواح کے لئے بمنزلہ آلہ جارحہ ہو جاتے ہیں۔

انبیاء اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں

اور یہ بالکل صحیح بات ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں۔ الانبیاء یصلّون فی قبورہم وخرج ابن مردویۃ عن ابی نضرۃ عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ ﷺ لما اسریٰ لی مررت بموسیٰ وہو قائم یصلی فی قبرہ (زاد المعاد ابن القیم) آنحضرت ﷺ نے شب اسریٰ میں جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر پر گذر کیا تو ان کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا۔

اولیاء اللہ کا بعد از مرگ تکلم کرنا

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اکثر شہداء اور اولیاء الٰہی کا بعد مرگ تکلم کرنا بتواتر ثابت ہے۔ چنانچہ قشیری میں بوعلی رحمۃ اللہ علیہ کا چشم دید واقعہ منقول ہے۔ کہ وفی الرسالۃ للقشیری بسندہ عن الشیخ ابی علی الروذ باری انہ الحد فقیرا فلما فتح راس کفنہ وصنعہ علی التراب لیرحم اللہ غربۃ قال ففتح لی عینیہ وقال لی یا ابا علی لا تذللنی بین یدی من لا یذللنی فقلت یاسیّدی احیاۃ بعد الموت فقال لی بل انا حی وکل محب اللہ حی لانصرنک بجاہی غداً (شرح الصدور ص ۸۲، مطبوعہ مصر) منقول ہے کہ جب انہوں نے ایک فقیر مسافر کو لحد میں اتارا اور اس کا بند کفن کھول کر ننگا سر مٹی پر رکھا تا کہ اللہ تعالیٰ اس کی حالت ذلت پر رحم فرمائے تو اس فقیر مسافر نے نہایت ہوشیاری سے دونوں آنکھیں کھول کر بوعلی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ اللہ نے تو مجھے عزت دی ہے اور تو مجھے ذلت دیتا ہے۔ بوعلی رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت معذرت کے ساتھ اس فقیر سے سوال کیا کہ اے میرے سرتاج! کیا مرنے کے بعد بھی جینا ہوتا ہے؟ اس نے

جواب دیا کہ ہاں بیشک میں بھی زندہ ہوں اور اسی طرح کل محبان الٰہی زندہ ہیں۔ اسی معنی کی طرف اشارہ ہے اس میں جو فرمایا کہ لان اولیاء اللہ لا یموتون انما خلقتم للابد وانما تنقلون من دار الی دار اللہ کے اولیاء نہیں مرتے اور ارشاد ہوا کہ تم ہمیشہ کی زندگی کیلئے پیدا کیے گئے ہو اور تم فقط ایک دار سے دوسرے دار کی طرف نقل مکانی کرتے ہو۔ سچ ہے۔

دل زندہ ہرگز نہ گرد وہلاک   تن زندہ دل گر بمیرد چہ باک

نبی ﷺ کی قبر مبارک سے اذان کی آواز آتی رہی

اور خود آنحضرت ﷺ کی حیات بتواتر آثار سے ثابت ہے بلکہ سعید بن عبدالعزیز سے مروی ہے کہ عن سعید بن عبدالعزیز قال اما کان ایام الحرۃ لم یوذن فی مسجد النبی ﷺ ثلاثا ولم یقم ولم یبرح سعید بن المسیب المسجد وکان لایعرف وقت صلوٰۃ الا بھمھمۃ یسمعھا من قبر النبی ﷺ (مشکوٰۃ) ایام حرہ میں سعید بن مسیب تین دن تک اوقات نماز کی پہچان اس آواز سے کرتے رہے جو نبی ﷺ کی قبر مبارک سے سنتے تھے۔

ایک شہید نے بعد از مرگ کلام کیا

ازالۃ الخفا میں حضرت ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ کہ در شواہد النبوت در کرامات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مذکور است کہ شہیدے از شہداء یمامہ بعد مردن تکلم کرد و گفت ’’محمد رسول اللہ، ابوبکر الصدیق، عمر الشہید، عثمان ذوالنورین‘‘۔

شہید کے بدن سے خون نکلنا

تفسیر خازن میں بعض کا قول ہے کہ وقیل ان الشہید لا یبلی فی قبرہ ولا تاکلہ الارض کغیرہ وروی انہ لما اراد معاویۃ ان یجری الماء علی قبور الشہداء امر ان ینادی من کان لہ قتیل فلیخرجہ ولیحولہ من ھذا

الموضع قال جابر فخرجنا الیھم فاخرجناھم وطاب الابدان فاصاب المسحاۃ اصبع رجل منھم فانبعث دما (خازن) شہید کے بدن کو مٹی نہیں کھاتی اور نہ بوسیدہ ہوتا ہے۔ چنانچہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے شہداء کی قبروں میں سے پانی نکالنا چاہا تو منادی کرادی کہ اولیاء اپنے اپنے مقتولوں کو نکال کر دوسری جگہ دفن کریں۔ جابر فرماتے ہیں کہ ہم نے جا کر ان کو قبروں سے نکالا اور بدن ان کے پاک وصاف تھے۔ ایک کی انگلی پر تیشہ لگنے سے خون بہنے لگا۔

ارواح کا ابدان کے ساتھ آسمان پر اٹھایا جانا

اور کبھی یہ روحیں اپنے ابدان عنصری کے ساتھ آسمانوں کی طرف اٹھائی جاتی ہیں چنانچہ شرح صدور میں شیخ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ امام یافعی کی کفایت المعتقدین سے بروایت یافعی شیخ عمر بن فارض کا چشم دید واقعہ نقل کرتے ہیں۔ حکی الیافعی فی کفایۃ المعتقدین الشیخ عمر بن الفارض انہ حضر جنازۃ رجل من الاولیاء قال فلما صلینا علیہ واذا ابحو قد امتلأ بطیور خضر فجاء طیر کبیر منھم فابتلعہ ثم طار قال فتعجبت من ذلک فقال لی رجل قد نزل من الھواء وحضر الصلوٰۃ لاتعجب فان ارواح الشھداء فی حواصل طیور خضر ترعی فی الجنۃ اولئک شھداء السیوف واما الشھداء المحبۃ فاجسادھم ارواح۔ شیخ عمر ایک ولی اللہ کے جنازہ پر جا پہنچے۔ چنانچہ شیخ عمر کہتا ہے کہ جب ہم جنازہ ادا کر چکے تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس قدر سبز پرندے آسمان سے اترے ہیں کہ ان سے آسمان چھپ گیا۔ پس ان میں سے ایک بڑا پرندہ الگ نیچے اترا اور اس نے اس ولی اللہ کو اس طرح نگل لیا جیسے کہ جانور ایک دانہ کو نگل لیتا ہے اور آسمان کی طرف اڑ گیا۔ شیخ عمر کہتا ہے کہ میں اس واقعہ سے متعجب ہوا لیکن اتنے میں ایک شخص میرے سامنے آ گیا جو وہ بھی آسمان سے اترا تھا اور نماز

میں شریک ہوا تھا اور اس نے کہا کہ اے عمر! اس واقعہ سے تعجب مت کر کیونکہ وہ شہید جن کی روحیں جنت میں سبز پرندوں کی حواصل میں رہتی ہیں وہ تلوار کے شہید ہیں لیکن محبت الٰہی کے شہیدوں کے جسم روح کا حکم رکھتے ہیں۔

ایک ولی اللہ کا جنازہ آسمانوں پر اٹھایا جانا

شیخ سیوطی فرماتے ہیں کہ اس کے مشابہ ہے وہ قصہ جس کو ابن ابی الدنیا نے ذکر موتی میں زید بن اسلم سے روایت کیا ہے۔ کہ قُلت ویشبّه هذا ماخرجه ابن ابی الدنیا فی ذکر الموت عن زید بن اسلم قال کان فی بنی اسرائیل رجل قد اعتزل الناس کان فی کهف جبل وکان اهل زمانه اذا قحطوا استغاثوابه فدعی اللّٰه فسقاهم فمات فاخذوا فی جهازه فبیناهم کذلک اذاهم بسریر یرفرف فی عنان السماء حتّٰی انتهی الیه فقادر رجل فاخذه فوضعه علی السریر فارتفع السریر والناس ینظرون الیه فی الهواء حتّٰی غاب عنهم (شرح الصدور ص ۷۳) بنی اسرائیل میں ایک شخص عابد وزاہد پہاڑوں کے غاروں میں عبادت خداوند کیا کرتا تھا اور دنیا کے لوگوں سے کنارہ کش، اس کے زمانے کے لوگ قحط کے دنوں میں اس سے دعا منگوایا کرتے تھے اور اس کی دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ ان پر ابر رحمت برسایا کرتا تھا، اتفاقاً وہ فوت ہو گیا۔ لوگ اس کے غسل کی تیاری کرنے لگے کہ ناگہاں ایک تخت آسمان کی بلندی سے اترتا ہوا نظر آیا۔ یہاں تک کہ اس ولی کے نزدیک آ پہنچا اور ایک شخص نے کھڑے ہو کر اس تخت کو پکڑ لیا اور اس ولی کو اس تخت پر رکھا اور وہ تخت آسمان کی طرف اٹھتا گیا اور لوگ دیکھتے رہے کہ وہ ہوا میں اُڑا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ان سے پوشیدہ ہو گیا۔

عامر بن فہیرہ کا آسمان پر اٹھایا جانا

شیخ سیوطی لکھتے ہیں کہ اس کا مؤید وہ واقعہ ہے جس کو بیہقی اور ابونعیم نے دلائل

النبوۃ میں بروایت عروہ نقل کیا ہے۔ کہ ویؤیّده ایضا ماخرجه البیهقی وابونعیم کلاهما فی دلائل النبوة عن عروة ان عامر بن فهیرة قتل یوم بیر معونة قال ای عمر بن امیة الضمری فذهب بالرجل علوا فی السماء حتی واللّٰه ماأراه فاتی الضحاک بن سفیان الکلابی وقال دعانی الی الاسلام مارأیت من مقتل عامر بن فهیرة ومن رفعه الی السماء فکتب الضحاک الی رسول اللّٰه ﷺ باسلامه ومارای من مقتل عامر بن فهیرة فقال رسول اللّٰه ﷺ فان الملائکة وارت جثته و انزل علیّین واخرجه البیهقی من وجه اخر بلفظ فقال عامر بن الطفیل لقد رأیته بعد ماقتل رفع الی السماء حتی انی لانظر الی السماء بینه وبین الارض ثم قال البیهقی والحدیث اخرجه البخاری فی الصحیح وقال فی اخره ثم وضع قال فیحتمل انه رفع ثم وضع ثم فقد بعد ذلک فقد روینا فی مغازی موسٰی بن عقبة فی هذه القصّة فقال عروة بن الزبیر لم یوجد جسد عامر یرون الملائکة وارته قلت والظاهر ان المراد بمواراة الملائکة لغیبه فی السماء (اھ، انتہی باختصار) عامر بن فہیرہ غلام ابی بکر رضی اللہ عنہ معونہ کے دن شہید ہوا اور عمرو بن امیہ الضمری نے بچشم خود دیکھا کہ وہ اس وقت آسمانوں کی طرف اٹھایا گیا۔ چنانچہ یہی عجیب وغریب واقعہ ضحاک بن سفیان کلابی کے اسلام کا باعث ہوا اور اس نے عامر بن فہیرہ کے قتل اور رفع کا چشم دید واقعہ اور اس پر اپنا اسلام لانا آنحضرت ﷺ کی طرف لکھا۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ملائکہ نے عامر بن فہیرہ کے جسم کو چھپا لیا اور اس کو علیین پر جا اتارا۔ اور یہی قصہ ابن سعد اور حاکم نے کبیر میں بطریق عروہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی روایت کیا کہ عامر بن فہیرہ آسمان کی طرف اٹھایا گیا اور ملائکہ نے اس کا جسم چھپا لیا۔ اور عامر بن طفیل بھی

اپنا چشم دید بیان کرتے ہیں کہ اس نے عامر بن فہیرہ کا آسمان کی طرف اٹھایا جانا دیکھا۔ اور اسی طرح خبیب بن عدی کی نسبت احمد اور ابونعیم اور بیہقی نے بروایت عمرو بن امیہ الضمری تخریج کی۔

عیسیٰ نبی اللہ کی آسمان پر جانے سے کوئی فضیلت خاصہ نہیں

شیخ سیوطی فرماتے ہیں کہ ابونعیم کے نزدیک خبیب بن عدی کا آسمانوں کی طرف مرفوع ہونا قطعی ہے۔ چنانچہ ابونعیم نے جواب وسوال کی صورت میں کہا کہ اگر یہ کہا جائے کہ عیسیٰ ؑ آسمان کی طرف اٹھائے گئے ہیں تو ہم کہیں گے کہ ہمارے نبی ﷺ کی امت میں سے بجائے نبی کے ایک قوم آسمانوں کی طرف اٹھائی گئی اور یہ امر عیسیٰ ؑ کے رفع سے بھی عجیب تر ہے۔ اور اس کے بعد عامر بن فہیرہ اور خبیب بن عدی اور علاء بن حضرمی کا قصہ بھی بیان کیا جس کی رفع کا ذکر شیخ سیوطی نے باب احوال الموتی فی قبورھم میں کیا۔

طلحہ ؓ کو آنحضرت ﷺ کا فرمانا کہ ملائکہ تجھے آسمان پر لے جاتے

اس کے بعد شیخ سیوطی ؒ ایک مشہور حدیث سے جس کو نسائی اور بیہقی اور طبرانی وغیرہم نے بروایت جابر ؓ تخریج کیا ہے۔ کہ ومما یقوی قصۃ الرفع الی السماء ما اخرجہ النسائی والبیھقی والطبرانی وغیرھم من حدیث جابر ان طلحۃ اصیبت انامله یوم احد فقال حسّ فقال رسول الله ﷺ لو قلت بسم الله لرفعتک الملائکۃ والناس ینظرون الیک حتی تلج بک فی جوّ السماء (شرح الصدور) ان واقعات رفع کے غیر محال اور ممکن الوقوع ہونے پر استدلال کرکے کہا کہ غزوۂ احد میں حضرت طلحہ ؓ نے انگلیوں کے زخم کے درد سے کلمۂ حس (جو محاورۂ عرب میں شدت درد کے وقت زبان سے نکلتا ہے) کہا تو اس وقت آنحضرت ﷺ نے حضرت طلحہ سے خطاب کرکے فرمایا کہ اے طلحہ اگر تو بجائے کلمہ حس کے بسم اللہ کہتا تو ملائکہ بالضرور تجھے اٹھا لیجاتے اور لوگ تیری طرف دیکھتے رہ جاتے یہاں تک کہ تو وسط آسمان میں جا پہنچتا۔

قادیانی کا عیسیٰ ؑ نبی اللہ کے آسمان پر اٹھائے جانے پر تمسخر آمیز کلام

مگر افسوس کہ قادیانی صاحب نے بقولے "کس نباشد در سرا موش باشد کدخدا"۔ میعاد الٰہی کے وقفۂ دراز کو اپنے دعویٰ مسیحیت کے لئے مہلت جان کر عیسیٰ ؑ نبی اللہ کو ان مونہائے لاریجعون میں داخل کر دیا جو اپنے اعمال کے محاسبہ میں دنیا کی ہوا سے ہمیشہ کے لئے محروم کئے گئے۔ بلکہ کسی فرد بشر کا اس جسم عنصری کے ساتھ آسمانوں پر جانا بھی محال کہہ دیا اور بھی مضحکہ انگیز الفاظ میں کہا کہ "اگر حضرت مسیح مرے نہیں اور اسی دنیوی زندگی کے ساتھ کسی آسمان پر بیٹھے ہیں تو کیا تمام لوازم جسم خاکی کے ان میں خصوصیت کے ساتھ موجود ہیں جو دوسروں میں نہیں پائے جاتے؟ کیا وہ کبھی سوتے اور کبھی جاگتے ہیں؟ اور کبھی اٹھتے اور کبھی بیٹھتے ہیں اور کبھی دنیوی شراب وطعام کو کھاتے ہیں اور کیا وہ اوقات ضروریہ میں پاخانہ پھرتے اور پیشاب بھی کرتے ہیں؟ اور کیا وہ ضرورتوں کے وقت ناخنوں کو کٹاتے اور بالوں کو منڈاتے یا قصر شعر کراتے ہیں؟ کیا ان کے لیٹنے کے لئے کوئی چارپائی اور کوئی بستر بھی ہے؟ کیا وہ ہوا کے ساتھ دم لیتے اور ہوا کے ذریعہ سے سونگھتے اور ہوا ہی کے ذریعہ سے سنتے اور روشنی کے ذریعہ سے دیکھتے ہیں؟ اور کیا وہ زمانہ کے اثر سے اب بڈھے ہوگئے ہیں؟" (ازالہ صفحہ ۴۷) اور کبھی تمسخر آمیز الفاظ میں کہا کہ "اگر ہم فرض محال کے طور قبول کریں کہ حضرت مسیح اپنے جسم خاکی سمیت آسمان پر پہنچ گئے ہیں تو اس صورت میں اول تو یہ ماننا پڑتا ہے کہ اپنی عمر کا دورہ پورا کرکے آسمان پر ہی فوت ہوگئے ہوں اور کواکب کی آبادی جو آجکل تسلیم کی جاتی ہے اسی کے کسی قبرستان میں دفن کئے گئے ہوں اور اگر بطور فرض کے طور پر اب تک زندہ رہنا ان کا تسلیم کرلیں تو کچھ شک نہیں کہ اتنی مدت کے گذرنے پر بہ فرتوت ہوگئے ہوں گے اور اس کام کے ہرگز لائق نہیں ہوں گے کہ کوئی خدمت دینی ادا کرسکیں۔ پھر ایسی حالت میں ان کا دنیا میں تشریف لانا بجز ناحق کی تکلیف کے اور کچھ فائدہ بخش معلوم نہیں ہوتا"۔ (ازالہ صفحہ ۵۰۔ ۴۷)

آسمانوں سے مائدہ کا اتارا جانا

مگر افسوس کہ قادیانی صاحب نے حوارئین عیسیٰ علیہ السلام کی طرح بھی اپنا ایمان ثابت نہ کیا۔ جنہوں نے بغرض اطمینان قلب حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا کہ اذقال الحواریون یا عیسی ابن مریم ھل یستطیع ربک ان ینزّل علینا مائدۃ من السماء قال اتقوا اللّٰہ ان کنتم مؤمنینo قالوا نرید ان ناکل منھا وتطمئن قلوبنا ونعلم ان قدصدقتنا ونکون علیھا من الشاھدینo قال عیسی ابن مریم اللھم ربنا انزل علینا مائدۃ من السماء تکون لنا عیدا لاوّلنا واخرنا وایۃ منک وارزقنا وانت خیر الرازقینo قال اللّٰہ انی منزّلھا علیکم فمن یکفر بعد منکم فانی اعذّبہ عذابا لااعذّبہ احداً من العلمینo فنزلت الملائکۃ بھا من السماء علیھا سبعۃ ارغفۃ وسبعۃ احوات فاکلوا منھا حتّٰی شبعوا قالہ ابن عباس وفی حدیث عمار بن یاسر قال قال رسول اللّٰہ ﷺ انزلت المائدۃ من السماء خُبزاً ولحماً فامروا ان لایخانوا ولا یدخروا لغدٍ فخانوا وادخروا فمسخوا قردۃ وخنازیر. (جلالین، مشکوٰۃ) وروی انھا نزلت سفرۃ حمراء بین غمامتین و لم ینظرون الیھا حتّٰی سقطت بین ایدیھم فبکی عیسی علیہ السلام وقال اللھم اجعلنی من الشاکرین اللھم اجعلھا رحمۃ ولا تجعلھا مثلۃ وعقوبۃ ثم قام وتوضاوصلی وبکی ثم کشف المندیل وقال بسم اللّٰہ خیر الرازقین فاذا سمکۃ مشویۃ بلا فلوس وشوک یسیل وسما وعندراسھا ملح و عند ذنبھا خل وحولھا من الوان البقول ما خلا الکراث واذا خمسۃ ارغفۃ علی واحد منھا زیتون وعلی الثانی عسل وعلی الثالث سمن وعلی الرابع جبن وعلی الخامس قدید فقال شمعون یا

روح اللّٰہ امن طعام الدنیا ام من طعام الاخرۃ قال لیس منھما ولکنہ شیٔ اخترعہ اللّٰہ تعالٰی بقدرتہ کلوا ماسألتم واشکروا یمددکم اللّٰہ ویزدکم من فضلہ فقالوا یاروح اللّٰہ لوراَیتنا من ھذہ الایۃ ایۃ اخری فقال یاسمکت احیی باذن اللّٰہ فاضطربت ثم قال لھا عودی کما کنت فعادت مشویۃ ثم طارت المائدۃ ثم عصوا بعدھا فمسخوا (بیضاوی) کیا تیرا رب قدرت رکھتا ہے کہ ہم پر آسمان سے مائدہ (یعنی خوان نعمت) اتارے۔ تو عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اگر تم اپنے ایمان میں سچے ہو اور میری نبوت کی صحبت سے متاثر ہو تو اللہ سے ڈرو اور ایسے سوال مت کرو۔ انہوں نے عرض کی کہ ہم اس خوان سے کھانے کی خواہش رکھتے ہیں اور نیز خواہش رکھتے ہیں کہ ہمارے قلوب کو اس کے کمال قدرت پر اطمینان ہو۔ اور تیری سچائی کو ہم یقیناً جان لیں اور ہم بھی اس پر گواہی دیں۔ عیسیٰ ابن مریم نے اس وقت اللہ سے دعا کی کہ اے رب ہم پر آسمانوں سے خوان نعمت اتار جو ہمارے لئے اور ہمارے اگلوں اور پچھلوں کے لئے عید ہو جائے اور وہ تیری ایک نشانی تیری قدرت کاملہ اور میری صحت نبوت پر حجت ہو۔ اللہ نے اسکے اتارنے کی بشارت دے کر کہا کہ جو اس کے بعد کفر کرے گا اس کو ایسا عذاب دوں گا جو دوسرے اہل عالم میں سے کسی کو نہ دوں گا۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ فرشتے آسمانوں سے ایسا خوان اتار کر لائے جس پر سات روٹیاں اور سات مچھلیاں تھیں اور وہ پیٹ بھر کھائیں۔ شیخ سیوطی فرماتے ہیں کہ مائدہ میں گوشت اور روٹی کا اترنا حدیث (عمار بن یاسر، ترمذی) سے ثابت ہے۔ اور خیانت اور ذخیرہ کر کے رکھنے کے باعث مائدہ کا اترنا موقوف ہو گیا اور خائن بندر اور خنزیر کی صورت پر مسخ ہو گئے۔ شمعون نے حضرت روح اللہ سے دریافت کیا کہ یہ طعام دنیا کا ہے یا آخرت کا؟ حضرت روح اللہ نے ارشاد فرمایا کہ یہ طعام نہ دنیا کا ہے نہ آخرت کا بلکہ وہ ایک نعمت الٰہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے

اپنی قدرت کاملہ سے پیدا فرمایا۔ پس وہ خدا جس نے قوم موسیٰ پر آسمانوں سے من وسلوی اتارا اور حواریین عیسیٰ (علیہ السلام) کیلئے مائدہ۔ اور وہ خدا جس کے گھر ہمارے نبی ﷺ مہمان ہوکر ہمارے طعام وشراب سے مستغنی رہتے۔ اگر وہ اپنے روح اللہ کو اپنے قرب میں رکھ کر دنیا کی حاجات سے اور اس عالم کے تطورات اور ہمارے اجسام کے لوازمات سے مستغنی کردے تو کوئی محل استعجاب نہیں اور یہ اصطلاح صوفیہ میں سے احوال نفس کی ایک حالت ہے جو غیبت کہلاتی ہے۔ جو شہوات نفسانی اور حاجات انسانی سے بے پروا کردیتی ہے۔ اس وقت دل ودماغ اللہ کے نور سے بھر جاتا ہے اور سب حاجات کے قائم مقام ہو جاتا ہے اور صورت ملکیت خواص بہیمیت کو منعدم کردیتی ہے بلکہ اس کے تابع ہو جاتی ہے۔ اسی طرح جس طرح کہ پانی حرارت کے پہنچنے سے صورت ہوا بن کر بلندی کی طرف صعود کرتا ہے۔

انسان کامل بلا حاجت اکل وشرب زندہ رہ سکتا ہے

پس ایسی حالت میں انسان کامل بلا اکل وشرب اور بلا بھوک وپیاس اور بلا خواب وغفلت ملائکہ کی طرح تسبیحات ربانی کے ساتھ اسی طرح زندگانی بسر کرتا ہے جیسے کہ اکل شجرہ کے قبل حضرت آدم اپنی زندگانی ملائکہ کی طرح تسبیحات اور تحمیدات میں بسر کرتے تھے اور جیسے کہ ملائکہ کا کسوت انسانی کے اوڑھنے سے انسانی جوارح کے ساتھ متلبس ہونا قرآن وسنت سے ثابت ہے اسی طرح انسان کامل کا جن کا قول ہے کہ ارواحنا اجسادنا اجسادنا ارواحنا بصورت ملائکہ متلبس ہوکر ملائکہ کی طرح زندگی بسر کرنا سنت صحیحہ سے ثابت ہے۔ مشکوۃ باب علامات الساعت فصل دوم میں اسماء بنت یزید سے اور کتاب الیواقیت والجواہر میں امام عبدالوہاب شعرانی حدیث مرفوع ذکر کرتے ہیں کہ فرمایا آنحضرت ﷺ نے کہ دجال کے نکلنے سے پہلے تین سال ایسے آئیں گے کہ جن کے اخیر میں آسمان سے بالکل بارش اور زمین سے نباتات کا امساک ہو جائے گا۔ اسماء بنت زید

پھر قادیانی صاحب کا یہ ایک دوسرا افتراء ہے جو امام بخاری کی نسبت لفظ امامکم منکم کے متعلق کیا کہ آنے والا ہم ہی میں سے ایک امام ہے جو اصلی عیسیٰ کا مغائر ہے اور اس کا مثیل ہے حالانکہ ابن ماجہ اور مسلم اور ابو نعیم کی دوسری حدیثیں اس امام کی تفسیر کررہی ہیں کہ اس حدیث میں عیسیٰ سے مراد اصلی عیسیٰ ابن مریم ہے اور امام سے مراد ایک دوسرا شخص ہے۔ جس کا اقتدا نزول کے وقت حضرت مسیح (علیہ السلام) کریں گے تاکہ قادیانی جیسے مریض القلوب کو یہ شائبہ وشبہ نہ ہو کہ آیا عیسیٰ آنحضرت ﷺ کا نائب ہوکر آیا ہے یا نبی ہوکر آنحضرت ﷺ کی شریعت کے علاوہ اپنی قدیم شریعت لایا ہے۔

لانبی بعدی

حالانکہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ لانبی بعدی یعنی میرے بعد کوئی نبی نہیں، جو جدید نبوت کے ساتھ مبعوث ہو۔ اور فرمایا کہ اگر موسیٰ زندہ ہوتا تو میری اتباع بغیر اس کو چارہ نہ تھا۔ معہذا امام بخاری خود اپنی تاریخ میں تحریر فرما چکے ہیں کہ عیسیٰ ابن مریم (علیہ السلام) آنحضرت ﷺ اور صاحبین کے ساتھ دفن ہوں گے اور ان کی قبر چوتھی ہوگی۔

رسول اللہ ﷺ کے مقبرہ میں چوتھی قبر کی جگہ جہاں عیسیٰ (علیہ السلام) دفن ہوں گے

قال ابومودود وقدبقی فی البیت موضع قبر رواہ الترمذی ای حجرۃ عائشۃ موضع قبر فقیل بینہ ﷺ وبین الصدیقین وھوالاقرب الی الادب وقیل بعد عمر وھوالاظھرفقد قال الشیخ الجزری وکذا اخبرنا غیرواحد ممن دخل الحجرۃ ورأی القبور الثلاثۃ علی ھذہ الصفۃ النبی ﷺ مقدم وابوبکر متاخر عنہ راسہ تجاہ ظھر النبی ﷺ وراس عمر کذلک من ابی بکرتجاہ رجلی النبی ﷺ وبقی موضع قبر واحد الی جنب عمر وقد جاء ان عیسی (علیہ السلام) بعد لبثہ فی الارض یحج ویعود فیموت بین مکۃ

والمدینة فیحمل الی المدینة فیدفن فی الحجرة الشریفة الی جانب فیبقی هذان الصحابیان الکریمان مصحوبین بین الذین النبیین العظیمین علیهما الصلوٰة والسلام ورضی اللّٰه عنهما الی یوم القیام (مرقاۃ حاشیہ مشکوٰۃ ص ۵۱۵) چنانچہ مرقات شرح مشکوٰۃ میں ہے کہ شیخ جزری اور دوسرے اشخاص سے جو حُجرہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں گئے۔ معلوم ہوا کہ انہوں نے اس طریق پر مقابر ثلاثہ دیکھیں کہ اوّل آنحضرت ﷺ کی قبر شریف ہے اور آنحضرت ﷺ کی پشت مبارک کے مقابل حضرت ابوبکر صدیق ؓ کا سر مبارک ہے اور اسی طرح حضرت عمر ؓ کا سر انور ابوبکر ؓ کی پشت اور آنحضرت ﷺ کے پاؤں مبارک کے مقابل ہے اور حضرت عمر ؓ کے پہلو میں ایک قبر کی جگہ باقی ہے اور احادیث میں آیا ہے کہ عیسیٰ ؑ زمین پر سکونت کے بعد حج کر کے جب واپس ہوں گے تو مکہ اور مدینہ کے درمیان فوت ہوں گے اور ان کی نعش مبارک مدینہ منورہ میں اٹھا کر حجرۂ شریفہ میں ایک جانب دفن کی جائے گی اور یہ ہر دو صحابی اور ہر دو اولو العزم انبیاء علیہم السلام کے مابین قیامت تک رہیں گے۔ سبحان اللہ یہ کیا فضائل ہیں جو بہ برکت اتباع خاتم النبیین ﷺ حضرت عیسیٰ ؑ کو حاصل ہوئے۔ جو کسی دوسرے نبی کو حاصل نہ ہو سکے۔

قادیانی صاحب کا مکہ اور مدینہ میں جانے سے خائف ہونا جیسے کہ دجال خائف ہوگا

مگر بخت قادیانی صاحب کی شوردبختی دیکھو کہ وہ کیونکر باوجود دعویٰ عیسویت اور دعویٰ مثیل مسیح ہونے کے اس سعادت سے محروم اور مرجوم کئے گئے ہیں جو مرزا حسین کامی سفیر کے مقدمہ میں ایک الہامی اشتہار کے ذریعہ جو اخبار چودہویں صدی مطبوعہ ۱۵ رجون ۱۸۹۷ء میں شائع ہوا اپنی خوفناک حالت بیان کر رہے ہیں۔ کہ کیا میں اسلام بول میں امن کے ساتھ اس دعویٰ کو پھیلا سکتا ہوں کہ میں مسیح موعود اور مہدی معہود ہوں اور یہ کہ تلوار چلانے

کی سب روایتیں جھوٹ ہیں؟ کیا یہ سن کر اس جگہ کے درندے مولوی اور قاضی حملہ نہیں کریں گے؟ اور کیا سلطانی انتظام بھی تقاضا نہیں کرے گا کہ ان کی مرضی کو مقدم رکھا جائے۔ پھر مجھے سلطان روم سے کیا فائدہ؟ سو ہم گورنمنٹ برطانیہ کے دلی شکر گذار ہیں کیونکہ اس کے زیر سایہ آرام جو ہم نے پایا اور پا رہے ہیں وہ آرام ہم کسی اسلامی گورنمنٹ میں بھی نہیں پا سکتے۔ ہرگز نہیں پا سکتے۔ انتہیٰ (ازالہ اوہام صفحہ ۵۰ و اشتہار مذکور)

پس اس اشتہار سے ظاہر ہے کہ اسلامی سلطنت کے زیر سایہ رہنے اور اسلام بول اور عرب اور مکہ مدینہ کو بذات خود جانے سے کس قدر خائف ہیں۔ اور ازالہ کے صفحہ ۵۴ میں صاف صاف لکھتے ہیں کہ ’’جو کچھ ہم پوری آزادی سے اس گورنمنٹ کے تحت میں اشاعت حق کر سکتے ہیں یہ خدمت ہم مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ میں بیٹھ کر بھی ہرگز بجا نہیں لا سکتے‘‘۔

پس آنحضرت ﷺ کا ارشاد بالکل سچ ہے جو فرمایا کہ دجال مکہ اور مدینہ میں داخل نہ ہوگا۔ اگرچہ ناصیۂ مدینہ میں کسی وقت اس کا رُعب اور اثر ہو جائے گا جیسے کہ قادیانی صاحب کے عربی اشتہارات اور تالیفات کی اشاعت سے ظاہر ہے کہ انہوں نے دور دور تک اشاعت اسلام کی آڑ میں ان کو شائع کیا اور سچ ہے جو آنحضرت ﷺ نے اپنی رؤیا میں دیکھا فیه اشعار بان احدا لا یستغنی من هذا الجناب ولایفتح لهم غرض الا من هذا الباب وقال التوربشتی ان الدجال فی صورته الکریهة التی سیظهر علیها یدور حول الدین یبغی العوج والفساد. (مرقات حاشیہ مشکوٰۃ ص ۴۷۶ باب علامات) کہ دجال ایک شخص کے کاندھے پر ہاتھ رکھے ہوئے کعبۃ اللہ کا طواف کر رہا ہے یعنی آنحضرت ﷺ نے اس سے آگاہ فرمایا کہ کوئی بھی اس جناب سے مستغنی نہیں۔ عیسیٰ ؑ مسیح ہو یا دجال مسیح۔ اور ان کی غرض اس باب کے سوا حاصل ہونی ممکن نہیں۔ اگر عیسیٰ ؑ ہدایت کا راستہ دکھلاوے گا تو بھی دین کے پیرایہ میں اور گر دجال ضلالت اور غوائیت کی طرف

بہکائے گا تو بھی دین کی آڑ میں۔ چنانچہ اسی معنی کی طرف صحیح ترمذی کی حدیث صحیح میں اشارہ ہے۔ سیکون فی اُمتی ثلاثون کذّابون کلهم یزعم انه نبی و انا خاتم النبیین لانبی بعدی وفی روایة دجّالون کلهم یزعم انه رسول الله (ترمذی از ثوبان وابو ہریرۃ متفق علیہ) کہ عنقریب میری اُمت میں تیس (۳۰) دجّال کے قریب ہوں گے جن کا یہی دعویٰ ہوگا کہ وہ نبی ہے۔ حالانکہ میں ہی خاتم النبیین ہوں جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔ مگر یہ ایک طرفہ بھید ہے جو قادیانی صاحب نے ازالہ کے صفحہ ۵۳۳ میں لکھا۔ کہ ''میں نبی بھی ہوں اور اُمتی بھی''۔ اور صفحہ ۶۷۳ وغیرہ میں لکھا کہ آیت وَاَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ درحقیقت اسی مسیح قادیانی سے متعلق ہے اور مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمه احمد میں بھی اسی مثیل کی طرف اشارہ ہے۔

....

طریق سوم

(محمد ﷺ کے بعد کوئی نبی اور رسول نہیں آئے گا جو دینی علوم کو بذریعہ جبرئیل حاصل کرے)

خاتم النبیین کے معنی بقول قادیانی صاحب

آیت کریمہ خاتم النبیین ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول الله و خاتم النبیین (سورۃ احزاب) صاف دلالت کر رہی ہے کہ بعد ہمارے نبی ﷺ کے کوئی رسول دنیا میں نہیں آئے گا۔ پس اس سے بکمال وضاحت ثابت ہے کہ مسیح ابن مریم رسول اللہ دنیا میں نہیں آسکتا۔ کیونکہ مسیح ابن مریم رسول ہے اور رسول کی حقیقت اور ماہیت میں یہ امر داخل ہے کہ دینی علوم کو بذریعہ جبرئیل حاصل کرے۔ اور ابھی ثابت ہو چکا ہے کہ اب وحی رسالت تاقیامت منقطع ہے اس سے ضروری طور پر یہ ماننا پڑتا ہے کہ مسیح ابن مریم ہرگز نہیں آئے گا۔ اور یہ امر خود مستلزم اس بات کا ہے کہ وہ مر گیا اور یہ خیال کہ پھر وہ موت کے بعد زندہ

ہو گیا مخالف کو کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ کیونکہ اگر وہ زندہ بھی ہو گیا تاہم اس کی رسالت جو اس کے لئے لازم غیر منفک ہے اس کے دنیا میں آنے سے روکتی ہے۔ آہ (ازالہ اوہام صفحہ ۷۱۲)

عالم تکوین میں کوئی نبی جدید محمد ﷺ کے بعد پیدا نہیں ہوگا

قادیانی صاحب نے اول تو خاتم النبیین کے معنی سمجھنے میں ایسی سراسر غلطی کی جو کوئی ادنیٰ سمجھدار شخص بھی نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اس آیت مبارک سے صرف اسی قدر ظاہر ہے کہ سلسلۂ انبیاء عالم تکوین میں ہمارے نبی ﷺ پر ختم ہو گیا۔ اور کوئی جدید نبی مخلوق ہونے والا نہیں جیسے کہ پہلے ہوتے رہے۔ پس اگر عیسیٰ علیہ السلام کا بعد آنحضرت ﷺ نزول فرمانا معہود ہوا ہے تو اس لئے کہ وہ مختوم ہیں نہ کہ خاتم۔ اور خود آنحضرت ﷺ کی صحابیت سے مشرف ہوئے۔ اسی واسطے بیضاوی وغیرہ میں ہے کہ آیت خاتم النبیین سے مراد یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اخر من نبی ہیں یعنی آنحضرت ﷺ کے بعد کسی کو نبوت نہ دی گئی۔ اور بعد حضرت ﷺ کے کسی کو نبوت ملنا آنحضرت ﷺ سے ختم و منقطع ہو گیا۔ اور اسی معنی کی نسبت آنحضرت ﷺ نے اشارہ فرمایا کہ اگر میرے بعد کوئی نبی سلسلۂ تکوین میں مقدر ہوتا تو بالضرور عمر ہوتا۔ لو کان بعدی نبی لکان عمر رضی اللہ عنہ لیکن جو نبی کہ آنحضرت ﷺ سے پہلے نبوت پا چکے ہیں اگر آنحضرت ﷺ کے بعد تک زندہ بوصف نبوت رہیں تو اس میں کوئی محذور نہیں۔ ہاں محذور تو اس میں ہے جو قادیانی صاحب نے ازالہ اوہام کے صفحہ ۵۳۳ میں لکھا کہ وہ نبی بھی ہے اور اُمتی بھی۔

بقول قادیانی باب نبوت من کل الوجوہ مسدود نہ ہوا اور وہ نبی بھی ہے اور اُمتی بھی

توضیح المرام ص ۱۸ میں لکھا۔ کہ اگر یہ عذر پیش ہو کہ باب نبوت مسدود ہے اور وحی جو انبیاء پر نازل ہوتی ہے اس پر مہر لگ چکی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ نہ من کل الوجوہ باب نبوت مسدود ہوا ہے اور نہ ہر ایک طور سے وحی پر مہر لگائی گئی ہے بلکہ جزئی طور پر وحی اور نبوت کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہے گا۔ اور یہ جزوی نبوت دوسرے لفظوں میں محدثیت کے اسم سے موسوم

ہے۔ اور کہا کہ النبی محدث والمحدث نبی آہ۔ حالانکہ شارع کی طرف سے امت محمدیہ ﷺ میں کوئی فرد بجز عمر رضی اللہ عنہ کے محدث ہونا مقطوع نہیں اور پھر انہیں کی نسبت آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا۔ پس اس سے ظاہر ہے کہ قادیانی صاحب کے استدلال کا پہلا قضیہ تو صحیح ہے کہ ہر نبی محدث ہوتا ہے۔ لیکن دوسرا قضیہ یعنی ہر محدث نبی ہوتا ہے، بالکل باطل ہے۔ کیونکہ خود قادیانی صاحب کے قول کے مطابق رسول کی حقیقت اور ماہیت میں یہ امر داخل ہے کہ دینی امور کو بذریعہ جبریل حاصل کرے۔ لیکن قادیانی صاحب کا یہ زعم کہ اس سے عیسیٰ علیہ السلام کی موت لازم آتی ہے۔ اور رسالت جو اس کے لئے لازم غیر منفک ہے اس کو دنیا میں آنے سے روکتی ہے۔

عیسیٰ نبی اللہ علیہ السلام پر جبریل علیہ السلام کے اترنے میں کوئی مانع نہیں

اس سے ہم کو ہرگز اتفاق نہیں کہ کیونکہ اس زعم کو شیخ سیوطی اور امام سبکی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تحقیق باطل کرتی ہے۔ جس کو علامہ زرقانی نے مواہب لدنیہ کی شرح میں لکھا۔ اور طحطاوی نے شرح درمختار کے اوائل میں۔ کہ کسی سائل نے ان سے پوچھا کہ کیا یہ ثابت ہے کہ نزول کے بعد عیسیٰ علیہ السلام پر وحی کا اترنا ہوگا؟ اس کے جواب میں کہا کہ ہاں! کیونکہ مسلم وغیرہ نے نواس بن سمعان کی حدیث میں روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ عیسیٰ نبی اللہ علیہ السلام پر وحی اتارے گا اور یہ امر قطعی ہے کہ وحی کا لانے والا جبریل ہی ہے کیونکہ اللہ اور اللہ کے نبیوں کے درمیان وہی سفیر ہے جیسے کہ آثار میں اس کی صراحت کی گئی ہے اور کہا کہ یہ جو زعم ہے کہ عیسیٰ نبی اللہ علیہ السلام جب نزول فرمائے گا تو اس پر حقیقی وحی کا نزول نہ ہوگا بلکہ وحی مجازی یعنی الہام ہوگا۔ اس کو مسلم کی حدیث رد کرتی ہے۔

حدیث لاوحی بعدی باطل ہے

اور حدیث لاوحی بعدی بالکل باطل اور بے اصل ہے۔ اور نیز جس معنی سے کہ وحی حقیقی اس کے نزدیک معتذر ہے وہ معنی دراصل خود فاسد اور کاسد ہیں۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ

علیہ السلام جب کہ نبی اللہ ہیں پس وحی حقیقی کے نزول میں کون مانع ہے؟ پس اگر اس خیال سے کہا جائے کہ عیسیٰ سے نزول کے بعد وصف نبوت جاتا رہے گا تو یہ ایسا قول ہے کہ جو کفر تک پہنچا دیتا ہے۔ کیونکہ کبھی کسی نبی کی نبوت نہیں جا سکتی نہ مرنے کے قبل اور نہ مرنے کے بعد فکیف کہ وہ تو ابھی زندہ ہیں اور اگر اس خیال سے کہا جائے کہ وحی حقیقی نبی کے ایک خاص زمانہ کے ساتھ مختص ہوتی ہے۔ تو یہ ایسا قول ہے کہ جس پر کوئی دلیل نہیں اور اس کو اس کے برخلاف دلائل کا ثبوت باطل کرتا ہے۔ اور یہ جو مشہور ہے کہ جبریل بعد موت آنحضرت ﷺ کے زمین پر نہ اتریں گے اس کی کوئی اصل نہیں۔ بلکہ وارد ہے ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملائکۃ. (فتوحات باب ۶۲-۳) کہ جو شخص طہارت سے مرتا ہے اس کی موت کے وقت حاضر ہوتے ہیں اور شب قدر میں اترتے ہیں اور دجال کو مکہ اور مدینہ میں داخل ہونے سے مانع ہوں گے۔

حدیث لانبی بعدی کے معنی

ہاں حدیث لانبی بعدی صحیح ہے لیکن اس کے معنی علماء کے نزدیک یہی ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی تشریع نہیں آئے گا جو تحریم اور تحلیل کے متعلق کوئی جدید شریعت بجز شریعت نبوی ﷺ کے لائے۔ پس اسی معنی کے متعلق احادیث رسول اللہ ﷺ میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نزول کے وقت آنحضرت ﷺ کی شریعت کے مطابق حکم کریں گے اور ہمارے نبی ﷺ کے تابع ہو کر رہیں گے۔ جیسے کہ اس معنی پر حکیم ترمذی نے کتاب ختم الاولیاء میں اور صاحب عنقاء مغرب اور علامہ تفتازانی نے تنبیہ کر دی۔ اھ

بقول قادیانی صاحب، رسول کا مطاع ہونا منصوص ہے لہٰذا عیسیٰ علیہ السلام کا مطیع شریعت محمدیہ ﷺ ہونا درست نہیں

لیکن قادیانی صاحب کی کورفہمی ملاحظہ کرنی چاہیے کہ وہ بحوالۂ وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ. ازالۃ الاوہام کے صفحہ ۵۶۹ میں استدلال کر رہے ہیں کہ

صاحب نبوت تامہ ہرگز امتی نہیں ہوسکتا اور وہ مطاع ہوتا ہے نہ کہ مطیع۔ مگران کو معلوم نہیں کہ حضرت ہارون اور یوشع بن نون باوجود نبی اور رسول ہونے کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے کیوں تابع ہوئے؟ اور خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے یہود نے کیوں انحراف کیا؟ اور یہ بجز اس کے نہیں کہ انہوں نے انجیل عیسیٰ کو احکام تحلیل اور تحریم سے معرا پایا اور عیسیٰ علیہ السلام کو توریت کے احکام کا مطیع پایا اور یہ ظاہر ہے کہ نہ حضرت ہارون اور یوشع بن نون کو نبوت غیر تامہ ملی اور نہ عیسیٰ علیہ السلام کو۔ اور یہ تینوں نبی اگرچہ احکام تحلیل و تحریم میں شریعت موسیٰ کے تابع اور مطیع ہوئے لیکن اپنی اپنی قوم کے حق میں وہ متبوع اور مطاع ہوئے۔ پس حق تعالیٰ کا یہ ارشاد بالکل حق ہے کہ ہر صاحب رسالت اللہ کے اذن سے مطاع ہوتا ہے اور یہ معنی کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد اپنی شریعت قدیمہ پر عمل نہ کریں گے بلکہ ہمارے نبی ﷺ کی شریعت کے تابع ہوں گے، یہ درحقیقت اس عہد میثاق کا وفا ہے جو حق تعالیٰ نے اپنے انبیاء سے لیا۔

ہر نبی کو محمد رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرنا عہد میثاق ہے

واذ اخذ اللّٰہ میثاق النبیین لما اتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جاء کم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ قال أاقررتم واخذتم علی ذلکم اصری قالوا اقررنا قال فاشھدوا وانا معکم من الشاھدین○ (سورۃ آل عمران) جو کچھ تم کو میں نے کتاب وحکمت دی اس کی تصدیق کرنے والا ایک رسول آئے گا اگر تم اس کو پالو تو ضرور اس پر ایمان لانا اور اس کی نصرت کرنا۔ اور حق تعالیٰ نے ان سے اقرار کا اعادہ کرا کر فرمایا کہ تم بھولو مت اور میں بھی تمہارے اقرار کا شاہد ہوں۔ حسن بصری اور حضرت علی ابن ابی طالب اور ابن عباس رضی اللہ عنہم کا قول ہے کہ یہاں رسول سے مراد محمد ﷺ ہیں۔ اور یہی معنی سدی اور قتادہ سے آیت واذ اخذنا من النبیین میثاقھم ومنک ومن نوح میں مروی ہیں۔

امام سبکی علیہ الرحمۃ کا قول عہد میثاق کی نسبت

قال السبکی فی الایۃ انہ علیہ الصلوۃ والسلام علی تقدیر مجیئھم فی زمانہ یکون مرسلا الیھم فتکون نبوتہ ورسالتہ عامۃ لجمیع الخلق من زمن ادم الی یوم القیامۃ ویکون الانبیاء واممھم کلھم من امتہ ویکون قولہ ﷺ بعثت الی الناس کافۃ لایختص بہ الناس من زمانہ الی یوم القیامۃ بل یتناول من قبلھم ایضا وانما اخذ المواثیق الانبیاء لیعلموا انہ المقدم علیھم وانہ نبیھم ورسولھم وفی اخذ المواثیق وھی معنی الاستخلاف ولذلک دخلت لام القسم فی لتؤمنن بہ ولتنصرنہ لطیفۃ وھی کانھا ایمان البیعۃ التی توخذ للخلفاء ولعل ایمان الخلفاء اخذت من ھنا فانظر ھذا التعظیم العظیم للنبی ﷺ من ربہ تعالی فاذاعرف ھذا فالنبی محمد ﷺ نبی الانبیاء ولھذا ظھر ذلک فی الأخرۃ جمیع الانبیاء تحت لوائہ وفی الدنیا کذلک لیلۃ اسراء صلی بھم ولو اتفق مجیئہ فی زمن ادم ونوح وابراھیم وموسیٰ وعیسیٰ وجب علیھم وعلی الامم الایمان بہ ونصرتہ وبذلک اخذ اللّٰہ المیثاق علیھم فنبوتہ علیھم ورسالتہ الیھم معنی حاصل وانما امرہ یتوقف علی اجتماعھم معہ فتاخر ذلک الامر راجع الی وجودھم لا الی عدم اتصافھم بمایقتضیہ وفرق بین توقف الفعل قبول المحل وتوقفہ علی اھلیۃ الفاعل فھھنا لا توقف من جھۃ الفاعل ولا من جھۃ ذات النبی الشریفۃ وانما ھو من جھۃ وجود العصر المشتمل علیہ فلووجد فی عصرھم لزمھم اتباعہ بلاشک ولھذا یاتی عیسی فی اخرالزمان علی شریعتہ وھو نبی کریم علی حالہ لاکمایظن بعض الناس انہ یاتی واحد من ھذہ الامۃ (ای لیس متصفا بنبوۃ وحذف ھذہ الصفۃ تادبا) نعم ھو واحد من ھذہ الامۃ لما قلنا من اتباعہ للنبی

ﷺ وانما يحكم لشريعة نبينا محمد ﷺ بالقران والسنة ؤاخذه لها من النبي بلاواسطة لانه اجتمع به غيرمرة فلامانع ان القران منه احكام الشريعة المخالفة لشرع الانجيل لعلمه بانه ينزل في امه ويحكم فيهم بشرعه وكل مافيها من امرونهي فهو متعلق به كما يتعلّق بسائر الامّة وهو نبي كريم على حاله لم ينقص منه شئ وكذلك لوبعث النبي في زمانه او في زمان موسٰى و ابراهيم و نوح وادم كانوا مستمرين على نبوتهم ورسالتهم الى اممهم والنبي ﷺ نبي عليه ورسول الى جميعهم فنبوته و سالته اعم و اشمل واعظم ومتفق مع شرائعهم في الاصول لانها لاتختلف كما قال الله تعالٰى شرع لكم من الدين ما وصى به نوحا والذى اوحينا اليك وما وصّينا به ابراهيم وموسٰى وعيسٰى ان اقيموا الدين ولاتتفرقوا فيه وقال والانبياء اولاد علات امهاتهم شتى و دينهم واحد وتقدم شريعته فيما عساه يقع الاختلاف فيه من الفروع اما على سبيل التخصيص واما على سبيل النسخ اولا نسخ ولا تخصيص بل تكون شريعة النبي في تلك الاوقات بالنسبة الى اولئك الامم ماجاء ت به انبيائهم وفي هذا الوقت بالنسبة الى هذه الامّة هذه الشريعة والاحكام تختلف باختلاف الاشخاص والاوقات وانما يفترق الحال بين مابعد وجود جسده الشريف وبلوغه الاربعين وماقبل ذلك بالنسبة الى المبعوث اليهم وتاصلهم لسماع كلامه لابالنسبة اليه ولااليهم لوتاهلوقبل ذلك وتعليق الاحكام على الشروط قد يكون بحسب المحل القابل وهو المبعوث اليهم وقبولهم سماع الخطاب والجسد الشريف الذى يخاطبهم بلسانه وهذا كما يوكل الاب رجلا في تزويج ابنته اذا وجدت كفوا فالتوكيل صحيح وذلك الرجل اهل للوكالة ووكالته ثابتة وقد يحصل

الوقف اى توقف التصرف على وجود الكفو ولايوجد الابعد مدة وذلك لايقدح في صحة الوكالة واهلية التوكيل (انتہی کلام السبکی، زرقانی مقصد سادس) پس امام سبکی آیت اوّل الذکر کے متعلق نتیجہ نکالتے ہیں کہ اگر بالفرض آدم علیہ السلام سے عیسیٰ علیہ السلام تک کل انبیاء علیہم السلام آنحضرت ﷺ کے زمانہ بعثت میں موجود ہوتے تو وہ آنحضرت ﷺ کی رسالت کے ہی تابع اور مطیع ہوتے پس آنحضرت ﷺ کی نبوت اور رسالت زمانہ آدم سے قیامت تک تمام مخلوقات پر عام ہے اور انبیاء اور ان کی امتیں سب کے سب آنحضرت ﷺ کی امت ہیں۔ اور یہ ارشاد کہ میں سب لوگوں کی طرف مبعوث ہوا ہوں بعد کے لوگوں کے ساتھ مختص نہیں بلکہ قبل کے لوگوں کو بھی شامل ہے۔ اور انبیاء علیہم السلام سے عہد کا لیا جانا اس لئے ہوا تا کہ ان کو معلوم ہو کہ آنحضرت ﷺ ہی ان پر مقدم اور ان کے نبی اور رسول ہیں۔ اور عہد لینے میں جو در اصل معنی استخلاف ہے اور اسی واسطے دونوں فعلوں پر لام قسم داخل ہوا ایک لطیف نکتہ ہے گویا یہ عہد اس بیعت کا عہد ہے جو خلفاء سے لیا جاتا ہے۔ (شاید کہ خلفاء کا عہد یہیں سے اخذ کیا گیا ہے)

کل انبیاء در اصل ہمارے رسول اللہ ﷺ کے خلفاء ہیں

پس کل انبیاء در حقیقت آنحضرت ﷺ کے خلفاء ہیں اور آنحضرت ﷺ نبی الانبیاء ہیں اور اسی وجہ سے قیامت کے دن کل انبیاء آنحضرت ﷺ کے لواء کے تحت میں رہیں گے اور دنیا میں بھی اسراء کی شب ایسا ہی ہوا کہ سب انبیاء کی امامت فرمائی۔ اور اگر آنحضرت ﷺ کو آدم اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کے زمانوں میں آنے کا اتفاق ہوتا تو ان پر اور ان کی امتوں پر واجب ہوتا کہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ ایمان لاتے اور آنحضرت ﷺ کی نصرت کرتے اور اسی کے ساتھ ان سے عہد لیا گیا۔ پس آنحضرت ﷺ کی نبوت اور رسالت ان کی طرف ایک معنی سے حاصل ہے۔ پس یہ امر باہم اجتماع پر موقوف ہوا اور اس کا تاخر انہیں کے وجود کی طرف راجع ہے نہ یہ کہ وہ اس وصف کے ساتھ متصف نہیں۔ اور ایک فعل کا قابلیت محل

تک موقوف ہونا اور ایک کا اہلیت فاعل پر موقوف ہونا دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ لیکن یہاں نہ تو فاعل کی جانب سے توقف ہے اور نہ آنحضرت ﷺ کی ذات شریفہ کی طرف سے بلکہ وجود عصر کی طرف سے ہے جو اس امر پر مشتمل ہے۔ پس اگر آنحضرت ﷺ ان کے عصر میں پائے جاتے تو سب کو آنحضرت ﷺ کی اتباع بلاشک لازم ہوتی اور اسی وجہ سے عیسیٰ علیہ السلام اخیر زمانہ میں آنحضرت ﷺ کی شریعت پر آئیں گے باوجودیکہ وہ حسب حال نبی کریم ہوں گے نہ جیسے کہ بعض آدمیوں کا گمان ہے کہ وہ ایک امتی ہو کر آئیں گے۔ یعنی یہ کہ وہ صفت نبوت کے ساتھ متصف نہ ہوں گے۔ اور یہ صفت ان سے ازروئے تاؤب حذف کی جائے گی۔ نہیں بلکہ وہ اس اعتبار سے امتی ہوں گے کہ دوسری امت کی طرح نبی ﷺ کا اتباع اور قرآن وسنت کے ساتھ حکم کریں گے اور قرآن وسنت انہوں نے آنحضرت ﷺ سے بلاواسطہ تعلیم پایا کیونکہ کئی دفعہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ جمع ہوئے۔ پس کوئی مانع نہیں کہ آنحضرت ﷺ سے ان احکام کی تعلیم پائی ہو جو شریعت انجیل کے مخالف ہیں کیونکہ آنحضرت ﷺ کی امت میں نازل ہونا ان کو معلوم تھا کہ بعد نزول آنحضرت ﷺ کی شریعت کے مطابق حکم کریں گے۔ اور افراد امت کی طرح امر ونہی کا تعلق ان سے بھی ہوگا۔ درحالیکہ وہ نبی کریم علیہ السلام ہیں اور اس سے ان کی نبوت میں کوئی نقص عائد نہیں ہوتا اور اسی طرح اگر آنحضرت ﷺ دوسرے انبیاء کے زمانہ میں مبعوث ہوتے تو وہ باوجود اس کے کہ اپنی نبوت اور رسالت پر مستمر رہتے لیکن آنحضرت ﷺ کی نبوت کے تحت حاکم ہوتے۔ پس نبی ﷺ نبی الانبیاء ہیں اور ان کی رسالت اعم اور اشمل اور اعظم اور اصول میں ان کی شرائع کے ساتھ متفق ہے کیونکہ اس میں اختلاف ممکن نہیں جیسے کہ خود خدا فرماتا ہے کہ تجھ کو وہ شریعت دی گئی جو نوح علیہ السلام کو وصیت دی گئی اور تجھ کو وحی کی گئی اور جو ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کو وصیت کی گئی کہ تم دین کو قائم رکھو اور اس میں اختلاف مت ہونے دو۔ اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ انبیاء باپ کی طرف سے ایک ہیں لیکن ان کی مائیں جدا جدا اور دین

ان کا ایک ہی ہے۔ اور بیان ہو چکا ہے کہ فروعات میں اختلاف یا تو بطریق تخصیص ہے یا بطریق نسخ۔ لیکن درحقیقت نہ تو نسخ ہے نہ تخصیص بلکہ احکام فروعی کا اختلاف اشخاص اور اوقات کے اختلاف سے ہے اور آنحضرت ﷺ کے جسد شریف کے وجود اور بلوغ اربعین کے بعد اور قبل حالت میں افتراق مبعوث الیہم کی اپنی طرف سے ہے کہ ان میں آنحضرت ﷺ کے کلام مبارک کی سماع کی اہلیت نہ تھی نہ آنحضرت ﷺ کی طرف سے اور نہ ان کی طرف سے اگر قبل اس کے ان میں اہلیت ہوتی اور احکام کا شروط پر معلق ہونا کبھی باعتبار محل قابل کے ہوتا ہے جو مبعوث الیہ ہیں اور نیز سماع خطاب کی اہلیت پر اور نیز اس جسد شریف پر جو ان کو اپنی زبان کے ساتھ خطاب کرتا ہے اور اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص اپنی لڑکی کے نکاح کر دینے کے لئے کسی شخص کو بشرط وجود کفو توکیل کرے۔ پس یہ توکیل اگرچہ صحیح ہے اور وہ شخص بھی وکالت کی اہلیت رکھتا ہے اور وکالت بھی ثابت ہے۔ لیکن کبھی اس کے تصرف اور اجراء میں توقف وجود کفو تک ہوتا ہے اور وہ ایک مدت کے بعد دستیاب ہوتی ہے۔ مگر اس توقف سے وکالت کی صحت اور توکیل کی اہلیت میں کوئی مانع نہیں۔ انتہیٰ

محی الدین ابن العربی کا قول کہ کل انبیاء ہمارے رسول اللہ ﷺ کے حجاب اور نواب ہیں

اور امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ کے اس بیان کا خلاصہ حضرت محی الدین ابن العربی فتوحات مکیہ جلد اول باب ۴۲ صفحہ ۳۱۷ میں آیت اذقال موسی لفتاہ کے تحت میں لکھتے ہیں۔ وکان موسیٰ علیہ السلام فی ذلک الوقت حاجب الباب فانہ الشارع فی تلک الامۃ ورسولھا ولکل امۃ باب خاص الٰھی شارعھم ھو حاجب ذلک الباب الذی یدخلون منہ علی اللہ عزوجل ومحمد ﷺ ھو حاجب الحجاب لعموم رسالتہ دون سائر الانبیاء فھم حجبۃ علیہ الصلوٰۃ والسلام من ادم الی اخرنبی ورسول وانما

فلذا هم حجبة لقوله علیہ السلام ادم فمن دونه تحت لوالی فهم نوابه فی عالم الخلق وهو روح مجرّد عارف بذلک قبل نشاة جسمه قبل متی کنت نبیا فقال کنت نبیا وادم بین الماء والطین ای لم یوجد ادم بعد فلهذا کانوا نوابه الی ان وصل زمان ظهور جسده المظهر ﷺ فلم یبق حکم لنائب من نوابه ولم یبق احد من سائر الحجاب الالهیین وهم الرسل والانبیاء علیهم السلام الاعنت وجوهم لقیومیة مقامه فکان حاجب الحجاب فقرر من شرعهم ماشاء باذن سیّده ومرسله ورفع من شرعهم ماامر برفعه ونسخه وربما قال من لاعلم له بهذا الامر ان موسی علیہ السلام کان مستقلا مثل محمد بشرعه فقال رسول الله ﷺ لوکان موسی حیاما وسعه الاتباعی وصدق علیہ السلام۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے وقت میں حاجب باب نبوت ورسالت تھے کیونکہ وہی اپنی امت کے شارع اور رسول تھے اور ہر امت کے لئے ایک خاص باب الٰہی ہے جس سے اللہ کے حضور میں داخل ہوتی ہیں اور اس کا باب کا حاجب وہی ہوتا ہے جو ان کا شارع ہوتا ہے اور محمد ﷺ تمام حاجبوں کے حاجب اور سردار ہیں۔ کیونکہ انہیں کی رسالت عام ہے نہ دوسرے کسی نبی کی۔ پس دوسرے نبی آدم سے عیسیٰ علیہم السلام تک سب کے سب آنحضرت ﷺ کے حجاب ہیں اس لئے کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ آدم علیہ السلام اور ان کی ماسوا سارے انبیاء آنحضرت ﷺ کے تحتِ لواء ہیں۔ پس کل انبیاء عالم خلق میں آنحضرت ﷺ کے نواب ہیں اور نشاء جسم شریف کے قبل بحالت روح مجرد آنحضرت ﷺ نے اس معنی کو معلوم کرلیا۔ چنانچہ کسی نے پوچھا کہ تجھ کو کب نبوت ملی؟ ارشاد فرمایا کہ میں اس وقت نبی تھا جبکہ آدم ابھی پانی اور کیچڑ کے درمیان تھا۔ یعنی ابھی آدم علیہ السلام کے جسم کے ساتھ روح نے تعلق نہ پکڑا تھا۔ پس اسی وجہ سے کل انبیاء آنحضرت ﷺ کے جسد مطہر کے ظہور تک آنحضرت ﷺ کے نواب رہے اور ظہور کے بعد کسی نواب کا حکم باقی نہ رہا اور کوئی حجاب الٰہی میں سے باقی نہ رہا۔ مگر یہ کہ ان

کے منہ آنحضرت ﷺ کی قیومیت مقام کے سامنے جھک گئے اور آنحضرت ﷺ نے اپنے سردار اور بھیجنے والے کے اذن سے جو چاہا ان کے شرائع میں سے قائم رکھا اور جس کے رفع کا امر ہوا اس کو اٹھا دیا اور بسا اوقات جس کو کہ اس معرفت سے حصہ نہ ملا اس نے کہہ دیا کہ موسیٰ علیہ السلام محمد ﷺ کی طرح اپنی شریعت میں مستقل تھے۔ لیکن آنحضرت ﷺ نے نفی فرمادی کہ اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ رہتا تو اس کو میری اتباع بغیر چارہ نہ تھا۔ اور یہ بالکل حق ہے۔ تمّ

شیخ شرف الدین بوصیری صاحب قصیدہ بردہ کا قول

اور اسی کی شرح ہے وہ شیخ شرف الدین بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے قصیدہ بردہ میں کہا۔

فاق النبیین فی خلق و فی خلق ولم یدانوه فی علم ولا کرم
وکلّهم من رسول الله ملتمس غرفا من البحر او رشفا من الدیم
و واقفون لدیه عند حدّهم من نقطة العلم او من شکلة الحکم
منزه عن شریک فی محاسنه فجوهر الحسن فیه غیر منقسم
اعی الوری فهم معناه فلیس یری للقرب والبعد فیه غیر منفحم
کالشمس تظهر للعینین من بعد صغیرة وتکل الطرف من امم
وکیف یدرک فی الدنیا حقیقته قوم نیام تسلّوا عنه بالحلم
فمبلغ العلم فیه انه بشر و انه خیر خلق الله کلهم
و کل ای اتی الرسل الکرام بها فانما اتصلت من نوره بهم
فانه شمس فضل هم کواکبها یظهرن انوارها للناس فی الظلم
حتی اذاطلعت فی الکون عم هدا ها العالمین واحیت سائر الامم
بہتر پیغمبران در خلق و در خلق آمده کس چو او نامد در علم و نہ در وصف و کرم
جملگی را از رسول الله بودے التماس یک کف از دریائے علم و شربتے ز آب کرم

نزد او استادہ جملہ ہر یکے بر حد خود … نقطہ از علم واندیا نصیبے از حکم
او منزہ از شریک اندر محاسن آمدہ … جوہر حسن محمد ﷺ پارہ نامد در رقم
عاقلان از فہم معنی محمد ﷺ عاجز اند … اہل عالم جملہ در وصفش کشید ستند دم
مثل خورشید است شانش کان او دو کوچک از دور … در برابر چشمہائے مرد مان را از امم
چوں بدانندش حقیقت اہل دنیا چوں بوند … مست خواب ودیدنش در خواب دانند مغتنم
غایت معلوم مردم آنکہ سید آدمی است … بہترین خلق باشد آں رسول محترم
ہرچہ آوردند مجموع رسل از معجزات … آں ز نور مصطفی آمد بایشاں لاجرم
او بود خورشید فضل ودیگراں استارگاں … روشنی سیارگاں پیدا شود اندر ظلم
چونکہ ظاہر گشت خورشیدش ہدایت گشت عام … جملہ عالم راو زندہ ساخت مجموع امم

پس اس سے ظاہر ہے کہ قادیانی صاحب ابھی حقیقت نبوت آنحضرت ﷺ اور معنی خاتم النبیین کی معرفت سے کس قدر جاہل اور ذاہل ہیں جو انہوں نے عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے نزول کو ان کی رسالت کا منافی سمجھا۔ حالانکہ ان کا نزول ان کی اپنی رسالت کے لئے تکمیل ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی اللہ کو ہمارے رسول ﷺ کی اطاعت سے ترقی درجہ حاصل ہوگی

اسی جائے سے ہے جو امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے مکتوب ۲۰۹ جلد اول میں تحریر فرمایا۔ "چوں حضرت عیسیٰ علی نبینا علیہ السلام نزول خواہد فرمود و متابعت شریعت خاتم الرسل علیہ الصلوۃ والسلام خواہد نمود از مقام خود عروج فرمودہ بہ تبعیت بمقام حقیقت محمدی خواہد رسید و تقویت دین او علیہ الصلوۃ والسلام خواہد نمود۔ آ ہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قول کہ عیسیٰ علیہ السلام چوتھے آسمان سے اتریں گے

قال ابوبکر ، الصدیق رضی اللہ عنہ ینزل عیسیٰ من السماء الرابع الی الارض

بتاتے ہیں۔ جبکہ ہمارے سامنے بہت سی منصوص نظائر موجود ہیں جیسے اصحاب کہف کا تین سو نو برس تک بغیر اکل اور شرب کے زندہ سوتے رہنا بلکہ بصراحت سنت صحیحہ ظہور مہدی موعود تک زندہ رہنا اور اسی طرح زریت بن برشملا وصی عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ کا کوہ حلوان سے آواز دینا اور سعد بن وقاص سے باتیں کرنا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سلام بھیجنا اور حضرت عمر کا جواب سلام کہنا اور اس کا عیسیٰ روح اللہ کے دوبارہ دنیا میں آنے اور آسمانوں سے اترنے تک زندہ رہنا اور سند جید کے ساتھ خضر کا زندہ ثابت ہونا جیسے کہ فتح الباری اور زرقانی میں ہے۔

قادیانی صاحب کا ایک راز کہ کیوں انہوں نے عیسیٰ نبی اللہ کے مارنے میں کوشش کی؟

ہاں قادیانی صاحب کی اس بدگمانی اور اس بے جا کوشش کا راز کہ کیوں انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ کے مارنے میں اس قدر کوشش کی ان کی اپنی ایک تحریر سے ملتا ہے جس کو وہ ایک راز کی بات بتاتے ہیں۔ چنانچہ وہ ازالۃ الاوہام کے صفحہ ۶۵۰ میں لکھتے ہیں کہ "اے میرے دوستو! اب میری ایک آخری وصیت کو سنو اور ایک راز کی بات کہتا ہوں اس کو خوب یاد رکھو کہ تم اپنے ان تمام مناظرات کی جو عیسائیوں سے تمہیں پیش آتے ہیں پہلو بدل لو اور عیسائیوں پر یہ ثابت کر دو کہ در حقیقت مسیح ابن مریم ہمیشہ کے لئے فوت ہو چکا ہے۔ یہی ایک بحث ہے جس میں فتحیاب ہونے سے تم عیسائی مذہب کی روئے زمین سے صف لپیٹ دو گے۔ جب تک ان کا خدا فوت نہ ہو ان کا مذہب بھی فوت نہیں ہو سکتا۔ اور میرے پر اپنے خاص الہام سے ظاہر کیا کہ مسیح ابن مریم رسول اللہ فوت ہو چکا ہے اور اس کے رنگ میں ہو کر وعدہ کے موافق تو آیا ہے"۔

پس قادیانی صاحب نے اپنے لئے اس الہام میں دو دعوے قائم کئے۔ ایک یہ کہ عیسیٰ نبی اللہ فوت ہو چکا ہے۔ دوم یہ کہ عیسیٰ موعود خود قادیانی ہے۔ اور ان ہر دو دعاوی کے اثبات میں انہوں نے کئی ایک طریق سے تائید چاہی۔ لیکن کسی طریق نے بھی سچائی کے

ساتھ ان کا ساتھ نہ دیا۔

لقد طفت فی تلک المعاهد کلها　　وسرت طرفی بین تلک المعالم

فلم ار الا واضعاً کف حائر　　علی ذقن او قارعا سن نادم

پس ہم حسب ذیل ہر ایک دعوے اور طریق تائید کو بیان کر کے اس کا کافی جواب دیتے ہیں تا کہ قادیانی صاحب کے اس مسیحی فتنہ سے امت محمدیہ کو نجات ملے۔

……………………………

قادیانی صاحب کا دعویٰ اول

(عیسیٰ نبی اللہ فوت ہو چکا ہے)

طریق اول۔(کسی بشر کا آسمان پر جانا محال ہے اور معراج جسمانی سے انکار)

قادیانی صاحب کا انکار معراج جسمانی اور آنحضرت ﷺ کے جسم مبارک کی طرف کثافت کی نسبت

پس اہل اسلام کے اس اعتقاد مستلزم نزول روح اللہ کی نفی کیلئے کہ وہ آسمان پر اٹھائے گئے۔ قادیانی صاحب نے ازالۃ الاوہام وغیرہ میں صراحت کر دی کہ کسی بشر کا اس جسم کے ساتھ آسمانوں پر اٹھایا جانا خلاف قانون قدرت اور خلاف سنت اللہ ہے۔ اور آیت او ترقی فی السماء ولن نومن لرقیک حتی تنزل علینا کتابا بانقرءہ قل سبحان ربی هل کنت الا بشرا رسولا۵ کو انہوں نے اپنا دستاویز بنایا اور اسی کے اقتضاء سے انہوں نے ازالۃ الاوہام کے صفحہ ۴۷ میں ہمارے نبی ﷺ کے معراج مع الجسم کا بھی انکار کر دیا اور

صاف لکھ دیا کہ سیر معراج اس جسم کثیف کے ساتھ نہیں تھی بلکہ وہ نہایت اعلیٰ درجہ کا کشف تھا اور اس قسم کے کشفوں میں مؤلف (یعنی قادیانی صاحب) خود صاحب تجربہ ہے۔ انتہی

خدا کو کسی خاص بندہ کا آسمان پر اٹھایا جانا کوئی محال نہیں

ہم قبل اس کے بتحقیق شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ثابت کر چکے ہیں کہ اجسام کا آسمان پر جانا محال نہیں جیسے کہ ان کا آسمان سے آنا محال نہیں اور ملائکہ کا کسی بشر کو آسمان پر اٹھا لے جانا سنت اللہ کے مصادم نہیں۔ بلکہ سنت اللہ اور قانون قدرت اللہ اس قدر وسیع اور وراء الوراء ہے کہ کسی مخلوق کی عقل اس کے احاطہ پر قادر نہیں۔ چنانچہ اس کا اقرار خود سر سید نیچری اپنی تفسیر میں کر چکے ہیں اور یہ بھی ثابت کر چکے ہیں کہ کئی ایک صحابہ کا جسم عنصری مرنے کے بعد بھی آسمانوں پر اٹھایا گیا۔ پس وہ جسم جو بغلبۂ روحانیت روح اللہ ہو گیا اور بالکل روح کے رنگ سے مصبغ ہو گیا اس کے آسمانوں پر جانے اور آنے پر کیا استبعاد ہونے لگا؟ حالانکہ وہ قرآنی آیت مبارک جس کو قادیانی صاحب اپنی دستاویز بناتے ہیں وہ خود ان کا ساتھ دینے سے انکار کر رہی ہے۔ اور خود اسی سے ثابت ہے کہ کسی فرد بشر مبشر کا آسمان پر جانا محال نہیں۔ حتی کہ اس وقت کے موجودہ کفار کو بھی اس سے انکار نہ تھا جنہوں نے بطور تعریض آنحضرت ﷺ سے کہا کہ ہم تجھ پر ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ تو زمین پھاڑ کر (حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح) ہمارے لئے پانی کا چشمہ نہ نکالے۔ یا تیرے لئے (ابراہیم کی طرح جس پر کہ آتش نمرود باغ ہو گئی) ایک باغ ہو کھجور اور انگور کا جس کے بیچ تو زور سے بہتی ہوئی نہریں نکالے یا تو ہم پر آسمان کے ٹکڑے اپنے زعم کے موافق گرائے (جیسے کہ بنی اسرائیل پر کوہ طور اٹھایا گیا تھا) یا تو خدا اور اس کے فرشتوں کو اپنے ساتھ ہمارے سامنے لائے (جیسے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھی یہی کہا گیا) یا تیرے لئے کوئی سنہری گھر ہو (جیسے ادریس علیہ السلام کے لئے بہشت میں ہوا) یا تو آسمان پر چڑھ

جائے (جیسے حضرت مسیح ؑ آسمان پر چڑھ گئے) اور ہم تو تیرے آسمان پر چڑھنے پر ہرگز یقین اور ایمان نہ لائیں گے۔ یہاں تک کہ تو (الواح موسیٰ کی طرح) آسمانوں سے کوئی ایسی کتاب اتار لائے جس کو ہم پڑھ سکیں۔ اس پر خدا نے اپنے نبی کو کفار کے ان سوالات کے جواب میں یہ کہنے کا حکم دیا کہ لن نومن لک حتی تفجر لنا من الارض ینبوعاً ○ اوتکون لک جنّة من نخیل وعنب فتفجر الانھار خلالھا تفجیرا ○ اوتسقط السماء کما زعمت علینا کسفا اوتاتی باللّٰہ والملائکة قبیلا ○ اویکون لک بیت من زخرف او ترقی فی السماء ولن نؤمن لرقیک حتی تنزل علینا کتابا نقرءہ قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا ○ کہہ دے اے محمد (ﷺ)! ان کو کہ پاک ہے میرا پروردگار ہر عجز سے اور میں بذات خود نہیں ہوں بجز اس کے کہ اس کا بندہ پیغمبر ہوں۔ فتح البیان میں اس آیت مبارک کے کلمہ "لرقیک" کے تحت میں یوں تفسیر کی گئی ہے کہ واللام للتعلیل ای لاجل رقیک یعنی کفار کا یہ کہنا اس طرح پر تھا کہ ہم تیرے اوپر اسی وقت ایمان لائیں گے جبکہ تو آسمان میں چڑھ جائے اور چونکہ تو چڑھ جائے گا لہٰذا تیرے چڑھنے پر ہمارا ایمان لانا اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ تو آسمان سے کوئی ایسی کتاب بھی الواح موسیٰ کی طرح اتار لائے جس کو ہم خود پڑھ لیں۔ لیکن اس کے جواب آنحضرت ﷺ کو یہی کہنے کا امر تعبدی ہوا کہ کہہ دے ان کو میر اللہ ہر عجز اور نقص سے منزہ ہے کیونکہ سبحان کا اطلاق ہر جگہ اسی معنی میں ہوا جیسے سبحان ربی الاعلی یا جیسے سبحان ربی العظیم۔ اور اسی طرح ایک امر مستبعد کے ایقاع اور اس پر قدرت ہونے کے مقام میں اطلاق ہوا۔ جیسے سبحان الذی اسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصٰی کیونکہ ایک رات میں سینکڑوں کوسوں کی سیر بالکل مستبعد اور محال عادی ہے۔ لیکن اس مستبعد امر کو

خدائے تعالیٰ نے بالکل ایقاع فرما دیا اور اس امر سے عاجز نہ ہونے پر دلالت کرنے والا کلمہ سبحان اول میں لایا گیا جو کہ ایک امر عظیم الشان کے وقوع پر دلالت کرتا ہے۔ پس اگر یہ سیر کوئی کشفی سیر تھی یا کہ کوئی خواب تھا جو آنحضرت ﷺ کو واقع ہوا تو یہ کوئی ایسا امر مستبعد اور محال نہیں تھا جس میں کہ خود قادیانی صاحب بھی شرکت کا دم مار رہے ہیں کہ کفار کے لئے موجب فتنہ ہوتا یا اس پر کلمہ سبحان کا اطلاق کیا جاتا۔ اور آنحضرت ﷺ کو اپنی نسبت خدا کا پیغمبر اور بندہ ہونے کے اقرار کا حکم ہونے سے بقول قادیانی اور ان کے مقلد محمد احسن امروہی یہ معنی نہیں نکلتے کہ کسی بشر رسول کو یہ نشان نہیں دیا گیا اور آنحضرت ﷺ نے اپنا عجز ظاہر کیا اور فرمایا کہ یہ سوال محض بے جا ہے۔ حالانکہ خود انہیں کفار کے سوال سے آیت مذکور الذکر رہی ہے کہ ان کے نزدیک آنحضرت ﷺ کا آسمان پر چڑھ جانا کوئی امر مستبعد نہ تھا کیونکہ ان کو قبل از محمد ﷺ گذشتہ انبیاء میں سے علی الخصوص حضرت ادریس اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر اٹھایا جانا معہود تھا اسی لئے انہوں نے آنحضرت ﷺ کی صداقت دعویٰ اور اپنے ایمان لانے کی ایک دوسری معہود شرط لگادی کہ ہم تیرے پر اسی وقت ایمان لائیں گے جبکہ تو آسمان پر چڑھنے کے باوجود پھر کتاب بھی اتار لائے جیسے کہ ان کے پہلے نبی حضرت موسیٰ ؑ پر الواح آسمانوں سے اتری رہیں۔ معہذا آنحضرت ﷺ کے ہاتھ سے ان تمام آیات اور معجزات اقتراحی کے ممکن الصدور ہونے پر خود خدا کا کلام گواہ ہے جو قبل ازیں اسی سورۂ بنی اسرائیل میں واقع ہوا مامنعنا ان نرسل بالایات الا ان کذب بھا الاوّلون (سورۂ بنی اسرائیل) وعن ام عطا عن النبی ﷺ قال والذی نفسی بیدہ لقد اعطانی ماسألتم ولو شئت لکان ولکنه خیّرنی بین ان تدخلوا باب الرحمة فیؤمن من یسلم وبین ان یکلکم الی ما اخترتم اه (ابن کثیر) کہ ہم کو ان آیات کے ساتھ اپنے نبی (محمد ﷺ) کو بھیجنے سے کسی نے نہیں روکا۔ بجز اس کے کہ

پہلے انبیاء جوایسی آیات اور معجزات کے ساتھ آئے ان کی تکذیب کی گئی۔ پس یہ آیت مبارک بھی صریح اس معنی پر دلالت کرتی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کوایسے معجزات دیئے گئے اوراس کے پیغمبر بندے آسمانوں پر گئے اور خدا تعالیٰ ایسے امور پر قدرت رکھتا ہے اور وہ ہر عجز سے پاک ہے۔اور نبی ﷺ مخیر کئے گئے جیسے کہ ام عطا کی حدیث سے ظاہر ہے چہ جائیکہ نبی الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ خدا کی قدرت کو ناقص ٹھہراتے جیسے کہ قادیانی صاحب کا زعم فاسد ہے۔

فقل للعیون الرمد ایاک ان تری   سنا الشمس استغشی ظلام اللیالیا

آنحضرت ﷺ کا جسم مبارک کثائف سے پاک تھا اور کثیف کہنے والا واجب القتل ہے

مگراس کوردل قادیانی کی احول چشمی قابل غور ہے جس نے آنحضرت ﷺ کے جسم مبارک کو کثیف کہا اور کثافت کی نسبت کی جن کو حق تعالیٰ نے تمام کثائف اوراودناس اورالواث بشریہ سے پاک اور صاف بنا دیا اور یہ طرفہ سر ہے کہ آنحضرت ﷺ کے جسم مبارک کا سایہ کبھی زمین پر نہ دکھائی دیا اور نہ آنحضرت ﷺ کا فضلہ بطن زمین نے اپنے منہ پر دیکھنے دیا۔اور بول نبی عنبر کی طرح اس شخص کے حق میں موجب تعطر اور سرور ہوگیا جس نے اندھیری رات میں پانی کے خیال سے نوش جان کیا۔ تحفۂ رسولیہ میں قاضی عیاض کی شفا سے منقول ہے۔

سایہ نبودش بزمین اے فلان   سایہ ندید است کس از روح وجان

عرق تنش طیب تراز مشک چین   فضلہ دگرہا بہبیں حکم تین

غائط وخون بول نبی طاہر است   گفت چنین آنکہ بدین ماہر است

درشب تاریک یک آزادہ مرد   بول نبی (ﷺ) باشبہ آشام کرد

شام ازش صبح شدد پاک شد   جملہ تنش صاف وعطرناک شد

آنکہ چنین فضلہ اونادر است   ذات مبارک چہ بود برتر است

معہذا شفائے قاضی عیاض میں ہے۔ من سب النبی ﷺ او الحق به نقصاً فی نفسه ای ذاته وصفاته اوباتی بسفه من القول فی عبارة اوبقبیح من الکلام ولو باشارة ومافیه من قلّة الادب فی جهته علیه الصلوٰة والسلام وان ظهرانه لم یعمد ذمه فی مقاله لکن صدرعنه اما بجهالة نبعوت جماله او قلّة مراقبة فی شانه وضبط للسانه وعجرفة وقلّة مبالاة فی بیانه فحکمه القتل دون تلعثم اذلا یعذر احد فی الکفر بالجهالة ولا بدعوی زلل اللسان اذعقله فی فطرته (شرح شفا) کہ جوکوئی نبی ﷺ کے حق میں کسی قسم کی بے ادبی کرے خواہ طرز بیان میں خواہ عبارت میں یا اشارت میں جس سے آنحضرت ﷺ کی طرف کوئی نقص عاید ہوتا ہے خواہ جہالت یا عمد سے اس نے ایسا کیا ہو یا طرز بیان میں بے پرواہی اور جرأت کی ہوان سب میں اس کو شاتم النبی کہا جائے گا جس کی سزا قتل ہے۔ کیونکہ کفر کے ارتکاب میں عذر جہالت اور عذر لغزش زبان وغیرہ قبول نہیں جبکہ اس کی عقل باعتبار فطرت کے درست ہے اور وہ مجنون نہیں۔ اور ما لا بد منہ میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں۔ ''ملعونے کہ در جناب پاک سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام دشنام دہد یا اہانت کند در دوصفے از اوصاف او یا در صورت مبارک او خواہ آنکس مسلمان بود خواہ ذمی یا حربی اگرچہ از راہ ہزل کردہ باشد واجب القتل کافر است توبہ او مقبول نیست۔ اجماع امت بر آن است کہ بے ادبی بہر کس از انبیاء کفر است۔ خواہ قائل اوحلال دانستہ مرتکب شود یا حرام دانستہ''۔ انتہیٰ

پس بقول حضرت نظامی۔

تن او کہ صافی تراز جان ماست   بیک لحظہ گر آمد وشد بجاست

ہم کو بطریق عقل تو ایک جسم نبوی کا آسمان پر آنے جانے میں کوئی محال نظر نہیں آتا۔ لیکن ہم کو بحث اس میں ہے جو سرسید نیچری اور قادیانی صاحب نے ہمارے نبی ﷺ

کی معراج جسمانی کے متعلق بزعم خود مختلف الالفاظ احادیث کے مروی ہونے سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ ان کے تعارض نے ان کے اعتبار کو کھو دیا۔ (دیکھو خطبات احمدیہ صفحہ ۲۹۳، و ازالۃ الاوہام قادیانی صفحہ ۹۳۴)

مگر عجب تر یہ ہے کہ قادیانی صاحب اس باب میں سرسید سے بھی چار قدم آگے ہوگئے۔ کیونکہ سرسید تو اس بحث کے اخیر میں قائل ہوگئے کہ اگرچہ بتقدیر صحت جملہ روایات ان میں جمع ہونا متعذر ہے لیکن تعدد معراج کے قول پر کوئی تعذر نہیں۔ اسی طرح اگر بعض روایات کو بعض پر ترجیح دیجائے جیسے کہ لمعات میں ہے۔ وعلى تقدير صحة الروايات يتعذر الجمع الا ان يقال بتعدد المعراج او يرجح بعض الروايات على بعض والارجح هو رواية الجماعة كذا قال الشيخ (لمعات)

معراج جسمانی کے محال ہونے پر قادیانی صاحب کے اعتراضات

لیکن برخلاف اس کے قادیانی صاحب نے تعدد معراج کے قول کو بھی باطل بنادیا جس کو لمعات میں ارجح اور وہی مذہب جماعۃ المسلمین ہونا کہا گیا ہے۔ پس انہوں نے ازالۃ الاوہام کے اخیر میں تعدد معراج کے ابطال پر یہ تین دلائل پیش کئے ہیں۔

اعتراض اول: انہیں احادیث سے ثابت ہے کہ انبیاء کے لئے خاص خاص مقامات آسمانوں میں مقرر ہوگئے ہیں جن سے وہ آگے نہیں بڑھ سکتے۔ چنانچہ جب آنحضرت ﷺ ساتویں آسمان سے آگے جانے لگے تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اے میرے رب مجھے یہ گمان نہ تھا کہ مجھ سے بھی زیادہ کسی کا رفع ہوگا۔ اب ظاہر ہے کہ اگر موسیٰ علیہ السلام کے اختیار میں تھا کہ کبھی پانچویں آسمان پر آجاتے اور کبھی چھٹے پر اور کبھی ساتویں پر تو یہ گریہ وبکا کیسا تھا۔ جیسے کہ پانچویں سے یا چھٹے سے ساتویں پر چلے گئے ایسا ہی آگے بھی جاسکتے تھے۔

اعتراض دوم: (بقول ابن قیم شاگرد ابن تیمیہ) ماسوا اس کے پانچ معراجوں کے ماننے سے یہ اعتقاد ہونا چاہیے کہ پانچ ہی دفعہ اول نمازیں پچاس مقرر کی گئیں اور پھر پانچ

منظور کی گئیں جس سے قرآن کریم اور خدا تعالیٰ کے احکام میں محض بے جا اور لغو طور پر منسوخیت ماننی پڑتی ہے۔

اعتراض سوم: بلکہ یہ حدیث جو بخاری کے صفحہ ۱۱۲۰ میں ہے خود اپنے اندر تعارض رکھتی ہے۔ کیونکہ ایک طرف تو یہ لکھ دیا کہ بعثت کے پہلے یہ معراج ہوئی تھی اور پھر اسی حدیث میں یہ بھی لکھا ہے کہ نماز میں پانچ مقرر کر کے پھر آخرکار ہمیشہ کے لئے پانچ مقرر ہوئیں۔ اب ظاہر ہے کہ جس حالت میں یہ معراج نبوت سے پہلے تھی تو اس کو نمازوں کی فرضیت سے کیا تعلق تھا؟ اور قبل از وحی جبریل کیونکر نازل ہوگیا؟ اور جو احکام رسالت سے متعلق تھے وہ قبل از رسالت کیونکر صادر کئے گئے۔ (انتہی بلفظہ ملخصاً)

قادیانی صاحب کے اعتراضات کے جوابات: پس ہم قادیانی صاحب کے اعتراض اول کو نظر انداز کر کے اول اعتراض ثانی کو باطل کرتے ہیں جو انہوں نے تعدد معراج کے ابطال میں بیان کیا ہے۔

دوسرے اعتراض کا جواب: اور جو دراصل ابن قیم شاگرد ابن تیمیہ کا ایک کہنہ اور بوسیدہ اعتراض ہے جس کو قادیانی صاحب نے غیر مہذب الفاظ ملا کر اپنی طرف منسوب کر لیا ہے۔

تعدد معراج

اور ہم اس اعتراض ثانی کے باطل کرنے کے لئے فتح الباری شرح صحیح بخاری کو بطور سند پیش کرتے ہیں جو کہ ایک مسلمہ کتاب ہے۔ پس احمد عسقلانی اپنی کتاب کی جلد ہفتم کے صفحہ ۱۵۲ میں لکھتے ہیں۔ وجنح الامام ابوشامة الى وقوع المعراج مراراً واستند الى ما اخرجه البزار وسعيد بن منصور من طريق ابن عمران الجونى عن انس رفعه قال بينا انا جالس اذجاء جبريل فوكزبين كتفى

فقمنا الی شجرة فیها مثل وکر الطائر فقعدت فی احدهما وقعد جبریل فی الاٰخر فارتفعت حتی سدت الخافقین اھ. وفیه ففتح لی باب من السماء فرأیت النور الاعظم واذا دونه حجاب رفرف الدر والیاقوت وقال العلامة ابن حجر ورجاله لاباس بهم الا ان الدارقطنی ذکر له قصة اخریٰ. الظاهر انها وقعت بالمدینة ولا بعد فی وقوع امثالها وانما المستبعد وقوع التعدد فی قصّة المعراج الّتی وقع فیها سواله عن کل نبیّ وسوال اهل کل باب هل بعث الیه وفرض الصلوٰة الخمس وغیر ذلک فان تعدد ذلک فی الیقظة لانتیجة فیتعین رد بعض الرّوایات المختلفة الی بعض او الترجیح الّا انه لا بعد فی وقوع جمیع ذلک فی النام توطیت ثم وقوعه فی الیقظة علی وفقه کما قدمته (فتح الباری جلد ۷ صفحہ ۱۵۱) کہ ابوشامہ کا میلان اسی طرف ہے کہ معراج میں تعدد ہوا اور کئی دفعہ واقع ہوا۔ چنانچہ امام ابوشامہ نے اس کے ثبوت میں اس حدیث سے تمسک کیا جس کو بزار اور سعید ابن منصور نے ابی عمران الجونی کے طریق سے حضرت انس سے مرفوعاً تخریج کیا ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے میں بیٹھا ہوا تھا کہ جبریل علیہ السلام آ گیا اور میرے دونوں کاندھوں کے درمیان زور سے ہاتھ مارا اور ہم دونوں ایک درخت کی طرف کھڑے ہوئے جس میں پرند کے دو آشیانوں کی طرح کچھ تھا۔ ایک میں جبریل بیٹھا اور دوسرے میں میں بیٹھا اور وہ درخت اونچا ہوتا گیا یہاں تک اور اس نے خافقین کو روک لیا۔ اور اس میں ہے کہ میرے لئے آسمان کا ایک دروازہ کھولا گیا اور میں نے نورِ اعظم کو دیکھا جس کی پستی میں حجاب رفرف تھا جو موتی اور یاقوت سے تھا۔ علامہ ابن حجر کہتا ہے کہ اس حدیث کے رجال ایسے ہیں جن سے کوئی خوف نہیں مگر دارقطنی نے اس کے متعلق ایک دوسرا قصہ بیان کیا ہے۔ اور ظاہر یہی ہے کہ یہ واقعہ مدینہ میں واقع ہوا اور ایسے وقائع کے

وقوع میں کوئی استبعاد نہیں۔ ہاں مستبعد تو وہ تعدد ہے جو اس قصہ معراج میں واقع ہوا جس میں ہر نبی سے آنحضرت ﷺ کا پوچھنا اور ہر دربان آسمان کا پوچھنا واقع ہے کہ کیا یہ نبی مبعوث ہو چکا ہے اور کیا پانچ نمازیں فرض کی گئی ہیں؟ کیونکہ حالت بیداری میں ایسے امور کا تعدد موزوں نہیں ہے۔ پس یہی معین ہے کہ بعض مختلف روایات کو بعض کی طرف رد کیا جائے یا بعض کو بعض پر ترجیح دی جائے۔ مگر ان تمام امور کا تعدد حالت خواب میں واقع ہونا کوئی مستبعد نہیں کہ خواب میں ان امور کا متعدد طور سے وقوع بطریق توطیہ ہو۔ اور پھر اسی کے مطابق حالت یقظہ میں ہو جیسے کہ قبل ازیں بیان ہو چکا ہے کہ مہلب نے ایک طائفہ سے اور ابونصر بن القشیری اور ابوسعید نے شرف المصطفیٰ میں کہا ہے کہ نبی ﷺ کو کئی معراجیں ہوئیں۔ بعض تو ان میں سے حالت یقظہ میں ہوئیں اور بعض حالتِ خواب میں۔

محی الدین ابن العربی کا قول تعدد معراج اور جسمانی معراج کا ثبوت

معہذا قطب الوقت شیخ محی الدین ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ فتوحات مکیہ کے بقیہ جلد سوم کے صفحہ ۳۴۴ اور باب ۳۶۷ میں نبی ﷺ کی معراج مع الجسم کے اثبات میں توضیح دلائل کے ساتھ فرماتے ہیں کہ کل مواطن میں جو آنحضرت ﷺ کو جسم مبارک کے ساتھ معراج ہوئی وہ ایک ہی بار ہوئی اور کل چونتیس بار جو آنحضرت ﷺ کو معراج ہوئی ان میں سے ایک بار کے سوا باقی ہر دفعہ فقط روح کے ساتھ معراج ہوتی رہی۔ چنانچہ اس قصہ کو اس طرح شروع فرماتے ہیں۔ فلما اصبح ذکر ذلک للناس فالمومن به صدقه وغیر المومن به کذّبه والشاک ارتاب فیه ثم اخبرهم بحدیث القافلة وبالشخص الذی کان یتوضاء واذاً بالقافلة قد وصلت کماقال فسالوا الشخص فاجزهم بقلب القدح کما اخبرهم رسول اللّٰه وسال شخص من المکذبین عمن رأی بیت المقدس ان یصفه لهم ولم یکن رای منه ﷺ

الاقدر مامشی فیه وحیث صلی فرفعه الله له حتی نظر الیه فاخذ بنعته للحاضرین فما انکروا من نعته شیئا ولو کان الاسراء بروحه وتکون رؤیا راها کمایری النائم فی نومه ماانکره احد ولا نازعه احد وانما انکروا علیه کونه اعلمهم ان الاسراء کان بجسمه فی هذه المواطن کلها وله ﷺ اربعة وثلاثون مرة الذی اسری به منها اسراء واحد بجسمه والباقی بروحه رؤیا رأها واما الاولیاء فلهم اسراءات روحانیة برزخیة یشاهدون فیها معانی متجسدة فی صور محسوسة للخیال یعطون العلم ما تتضمنه تلک الصور من المعانی ولهم الاسرار فی الارض و فی الهواء غیرانهم لیست لهم قدم محسوسة فی السماء وبهذا زاد علی الجماعة رسول الله ﷺ باسراء الجسم واختراق السماوات والافلاک حساد قطع مسافات حقیقیة محسوسة وذلک کله لورثته معنی لاحسا من السموٰت فما فوقها فلنذکر من اسراء اهل الله ما اشهرنی الله خاصة من ذلک فان اسراءاتهم مختلف لانها معانی متجسدة بخلاف الاسراء المحسوس فمعارج الاولیاء معارج ارواح ورؤیة قلوب وصور برزخیات ومعان متجسدات فما شهدته من ذلک وقد ذکرنا فی کتابنا المسمی بالاسراء وترتیب الرحلة (فتوحات مکیہ باب ۳۶۷ صفحہ ۳۴۲ بقیہ جلد ۳) کہ صبح ہوتے ہی آنحضرت ﷺ نے رات کی اسریٰ کا واقعہ لوگوں سے بیان فرمایا تو ایمان والوں نے تصدیق کر دی اور جنہیں ایمان نصیب نہ ہوا انہوں نے آنحضرت ﷺ کے اس بیان کی تکذیب کی۔ اور جو بین بین تھا یعنی نہ پورا مومن اور نہ پورا کافر اس نے اس کی تصدیق میں شبہ رکھا۔ پھر آنحضرت ﷺ نے اس قافلہ کا ذکر کیا اور نیز اس شخص کا بیان فرمایا جو وضو کر رہا تھا یہاں تک قافلہ آنحضرت ﷺ

کے ارشاد کے مطابق بتاریخ مقرر آپہنچا اور کفار نے اس شخص سے حضرت کے ارشاد کی تصدیق چاہی پس اس نے ویسے ہی پیالہ پانی کا الٹ جانے کا اقرار کیا جیسے کہ آنحضرت ﷺ نے بیان فرمایا تھا۔ پھر کفار میں سے ایک شخص نے جو بیت المقدس کو دیکھے ہوئے تھا آنحضرت ﷺ سے بیت المقدس کا نقشہ دریافت کیا۔ حالانکہ شب اسریٰ میں آنحضرت ﷺ نے بیت المقدس کا اسی قدر حصہ دیکھا تھا جس قدر حصہ میں کہ آنحضرت ﷺ نے رفتار کی اور نماز پڑھی لیکن اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس آنحضرت ﷺ کی آنکھوں کے سامنے کر دیا اور نقشہ بیان فرمانا شروع کر دیا اور کوئی انکار نہ کر سکا۔ پس اگر اسراء فقط روح کو ہوتی اور ایک ایسی ہی رؤیا ہوتی جیسے کہ کوئی سویا ہوا خواب دیکھتا ہے تو کوئی بھی انکار نہ کرتا اور نہ کوئی جھگڑا کرتا بلکہ کفار کا انکار اور استبعاد اسی وجہ سے تھا کہ آنحضرت ﷺ نے ان کو یہی اطلاع دی تھی کہ آنحضرت ﷺ کو سب مواطن میں جسم کے ساتھ اسراء ہوئی ہے۔ اور آنحضرت ﷺ کو کل چونتیس مرتبہ معراج ہوئی، لیکن جسم کے ساتھ ایک ہی مرتبہ اسراء ہوئی اور باقی معراجیں فقط روح کے ساتھ ہوئیں۔ اور قطع نظر اس کے اولیاء اللہ کے لئے بھی روحانی اور برزخی طور سے اسرائیں اور معراج ہوا کرتی ہیں لیکن وہ ان اسراءات میں ان معانی متجسدہ کا مشاہدہ کرتے ہیں جو ان کی قوت خیالیہ میں بصور محسوسہ متجسد ہوتے ہیں اور ان کو ان معانی کا علم حاصل ہو جاتا ہے جو ان صورتوں کے اندر ملفوف ہوتے ہیں اور علاوہ اس کے اولیاء اللہ کو زمین اور ہوا میں بھی اسراء ہوتی ہے مگر آسمان میں ان کا قدم محسوس نہیں ہوتا اور اسی ایک بات میں اولیاء اللہ کی جماعت پر آنحضرت ﷺ کی معراج کو تشرف ہے کہ آنحضرت ﷺ کے جسم مبارک کو اسراء ہوئی اور حساً اور عیناً آسمانوں میں خرق ہوا اور مسافات حقیقیہ اور محسوسہ قطع ہوئیں اور یہ سب رسول اللہ ﷺ کے وارثوں کے لئے معنی ہے نہ حساً۔ پس اولیاء اللہ کی معراجیں روحی اور رؤیہ قلوب اور صور برزخیہ اور معانی متجسدہ

ہیں اور جو مجھے معراج ہوئی وہ بھی اسی قسم کی تھی جس کو ہم نے اپنی کتاب الاسراء وترتیب الرحلہ میں ذکر کیا ہے اور ہم عنقریب اہل اللہ کی اسراء کا ذکر کرتے ہیں جو مجھے علی الخصوص اللہ تعالیٰ نے اس سے اطلاع دی۔ کیونکہ ان کی اسرائیں مختلف ہیں اس لئے کہ وہ برخلاف اسراء محسوس کے معانی متجسد ہوتی ہیں۔

شاہ ولی اللہ کا قول جسمانی معراج کی نسبت

پس حضرت شیخ محی الدین ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ کے اس تمام بیان سے ہمارے مولانا حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ کے اس قول مکشوف کی حقیقت کھل گئی جو حقیقت معراج آنحضرت ﷺ میں انہوں نے حجۃ اللہ البالغہ میں لکھا کہ واسری به الی المسجد الاقصیٰ ثم الی السدرة المنتهی والی ماشاء اللّٰہ وکل ذلک لجسده ﷺ فی الیقظة ولکن ذلک فی موطن هو برزخ بین المثال والشهادة جامع لاحکامها فظهر علی الجسد احکام الروح وتمثل الروح والمعانی الروحیة اجساداً ولذلک بان لکل واقعة من تلک الوقایع تعبیر وقد ظهر لحزقیل وموسیٰ وغیرهم علیهم السلام نحومن تلک الوقایع وکذلک الاولیاء الامة لیکون علودرجاتهم عنداللّٰہ کحالهم فی الرؤیا واللّٰہ اعلم. اما شق الصدر وملائه ایمانا فحقیقة غلبة انوار الملکیة و انطفاء ولهب الطبیعة وخضوعها لما یفیض علیها من حظیرةالقدس واما رکوبه علی البراق فحقیقة استواء نفسه النطقیة علی نسمته التی هی الکمال الحیوانی فاستوی راکبا علی البراق کما غلبت احکام نفسه النطقیة علی البهیمیة وتسلطت علیها وامر بخمس صلوات بلسان التجوز لانها خمسون باعتبار الثواب ثم اوضح اللّٰہ مراده تدریجا لیعلم ان الحرج

مدفوع وان النعمة کاملة وتمثل هذ المعنی مستند الی موسیٰ علیه السلام فانه اکثر الانبیاء معالجة للامة ومعرفة بسیاستها واما بکاء موسیٰ فلیس بجسد ولکنه مثال نفقده عموم الدعوة ولقاء کمال لم یحصلهٔ مما هوفی وجهه (حجۃ اللہ صفحہ ۳۸) آنحضرت ﷺ کے جسد مبارک کو یقظہ میں پہلے مسجد اقصیٰ پھر سدرۃ المنتہیٰ پھر ماشاء اللہ تک اسراء ہوئی۔ لیکن یہ سب ایسے موطن میں ہوئی جو مثال اور شہادت کے مابین برزخ اور ہر دو کے احکام کے لئے جامع ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کے جسد پر روح کے احکام ظاہر ہوگئے اور روح اور معانی روحیہ کا تمثل بصورت اجساد ہوگیا اور اسی سے ہر اس واقعہ کی تعبیر ظاہر ہوتی ہے جو اسراء میں پیش آئے۔ اور بغیر اسریٰ کے اسی قسم کے وقائع بصورت مثالی حضرت حزقیل اور موسیٰ علیہم السلام وغیرہ پر بھی ظاہر ہوئے اور اسی طرح اولیاء امت کے لئے تاکہ عنداللہ ان کے علو درجات ویسے ہی ہوں جیسے کہ وہ رؤیا میں ہیں۔ اس کے بعد علی الاتصال حضرت شاہ ولی اللہ نے ان تمام وقائع کی تعبیرات بیان کیں جو اسراء کے وقت پیش آئے۔ جیسے شق الصدر اور رکوب براق اور ملاقات انبیاء اور رقی سماوات اور سدرۃ المنتہیٰ اور اناء لبن وخمر۔ اور اخیر میں صلوات خمسہ کے امر کے متعلق کہا کہ وہ باعتبار ثواب کے خمسون (۵۰) ہی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے تدریجاً اپنے مراد کا اظہار فرمایا تاکہ معلوم ہو کہ حرج مقصود نہیں اور نعمت کامل ہو چکی ہے اور اس معنی کا تمثل حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف اس لئے مستند ہوا کہ سب انبیاء علیہم السلام سے زیادہ ان کو اپنی امت کے ساتھ معاملہ رہا اور سیاست امت کے امور میں وہ سب سے زیادہ معرفت رکھتے تھے اور موسیٰ علیہ السلام کا رونا اس جسم کے ساتھ نہ تھا بلکہ وہ مثال تھی اور رونا اس معنی پر متمثل ہوا کہ ان کو اور نبی ﷺ کی طرح دعوت عامہ حاصل نہ ہوئی اور ان کو وہ کمال نہ ملا جو آنحضرت ﷺ کو ان کو بالمواجہ دکھائی دیا۔

مؤلف کہتا ہے کہ بیشک رونے کی علت وہی ہے جو حضرت ولی اللہ نے بیان کی اور اسی معنی کی طرف اس حدیث نبوی میں اشارہ ہے جو ارشاد ہوا کہ لو کان موسٰی حیًا فی زمنہ. ماوسعہ الا اتباعی (احمد بیہقی فی شعب الایمان من حدیث جابر) لو بدا لکم موسٰی فاتبعتموہ وترکتمونی فضللتم عن سواء السبیل ولو کان حیًا وادرک نبوّتی لاتبعنی (دارمی از جابر مشکوٰۃ) ارشاد ہوا کہ اگر موسیٰ زندہ رہتا تو میری اتباع بغیر ان کو چارہ نہ تھا اور اسی سے قادیانی صاحب کا اعتراض اول باطل ہو جاتا ہے جو انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بکا اور تعین مقامات انبیاء کے ساتھ کیا ہے۔ جیسے کہ اس کا بیان آئے گا اور اگر ہمارے فہم نے غلطی نہیں کی تو ہم حضرت ولی اللہ کے قول سے قطعاً استنباط کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابن العربی کی طرح کہا اور انہیں کے مسلک پر ہمارے نبی ﷺ کے اسراء جسدی کا اقرار کر لیا۔ لیکن فرق اتنا ہے کہ مواطن معراج میں آنحضرت ﷺ کو روح اور دیگر معانی روحیہ باجساد مثالی ظاہر ہوئے جیسے کہ حضرت حزقیل اور موسیٰ وغیرہ انبیاء علیہم السلام اور دیگر اولیاء کرام کو ایسے وقائع عالم رؤیا یا عالم کشف القلوب میں بصورت مثالی و برزخی نظر آئے اور فقط ان کی روحوں کو معراجیں ہوئیں نہ اجساد کو۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کی معراج

چنانچہ تورات سفر تکوین باب ۲۸ ورس ۱۲، ۱۷ میں معراج یعقوب علیہ السلام کی نسبت لکھا ہے کہ ”پس بخواب دید کہ ایک نردبانے بزمین برپا گشتہ سرش بآسمان می خورد وایک فرشتگان خدا ازاں بہ بالا وزیر میرفتند وایک خداوند برآن ایستادہ میگفت من خداوند خدائے پدرت ابراہیم علیہ السلام وہم خدائے اسحٰق علیہ السلام ام این زمینیکہ برآن میخوابی بتو وبہ ذریت تو میدہم وذریت تو مانند خاک زمین گردیدہ بمغرب ومشرق وشمال وجنوب منتشر خواہند شد وایک من باتو ام وہر جائیکہ میروی ترا نگاہ داشتہ بایں زمین باز پس خواہم آورد تا وقتیکہ آنچہ بتو گفتہ ام بجا آورم ترا ودران خواہم گذاشت ویعقوب علیہ السلام از خواب خود بیدار شدہ گفت بدرستیکہ خداوند دریں مکان است ومن ندانستم۔ پس ترسید وگفت کہ ایں مکان چہ ترسناک است ایں نیست مگر خانہ خدا وایں است دروازہ آسمان“۔

مگر جائے غور ہے کہ ایسی معراج میں کیا تعلق ہے اور ایسے خوابوں کو معراج نبوی سے کیا نسبت؟ اور حضرت شاہ ولی اللہ کا رتبہ اس سے بہت بلند ہے کہ قادیانی صاحب یا سید احمد خان کی طرح آنحضرت ﷺ کی معراج کو ایک خواب یا رؤیا قلب یا معراج روحی کہیں جو بقول حضرت ابن العربی بوجہ اتم وبطریق محقق بصورت برزخیہ ومعانی متجسدہ اکثر اولیاء اللہ کو اور خود ان کو ہوئی۔ اور اگر ہمارا فہم غلطی کرے اور بقول سید احمد خان صاحب ہم فرض کر لیں کہ حضرت شاہ ولی اللہ کا منشاء اس قول سے ویسا نہیں ہے جیسا کہ حضرت ابن العربی کا ہے اور انہوں نے اسراء نبوی کو حضرت حزقیل اور موسیٰ اور دیگر اولیاء اللہ کے وقائع کی طرح ایک رؤیا روحی اور معنی برزخی خیال کیا ہے تو ہم بلاشبہ کہہ اٹھیں گے کہ یہ حضرت ولی اللہ کی خود اپنی معراج مکشوفہ ہے۔ جس پر انہوں نے آنحضرت ﷺ کی معراج کو قیاس کر لیا جس کے کوئی معنی نہیں اور کوئی وجہ نہیں کہ ان کے کشفی قول کو ان مشاہیر اور جماہیر صحابہ کے قول پر ترجیح دی جائے جنہوں نے نور نبوت سے بالمشافہ اس معنی کا استفاضہ کیا کہ آنحضرت ﷺ کی معراج بالجسد بحالت یقظہ ہوئی اور آنحضرت ﷺ کی روح مبارک جسم کے ساتھ پہلے بیت المقدس پھر آسمانوں پر اٹھائی گئی۔

وہ صحابہ وتابعین اور ائمہ مذاہب ومسلمین کے اسماء جنہوں نے جسمانی معراج ہونا کہا

چنانچہ شفائے قاضی عیاض میں ہے۔ وذھب معظم السلف والمسلمین الی انہ اسراء بالجسد فی الیقظۃ وھو الحق وھذا قول ابن عبّاس وجابر

وانس وحذیفة وعمر وابی هریرة ومالک بن صعصعة وابی حبة البدری وابن مسعود وضحاک وسعید ابن جبیر وقتادة وابن المسیب وابن شهاب و ابن زید والحسن وابراهیم ومسروق ومجاهد وعکرمة وابن جریج وهو دلیل قول عائشة وهو قول الطبری وابن حنبل وجماعة عظیمة من المسلمین وهو قول اکثر المتاخرین من الفقهاء والمحدثین و المتکلمین والمفسرین وحذیفة بن الیمان قال واللّٰه ما زالا عن ظهر البراق حتی رجعا (شفاء قاضی عیاض) کہ معظم سلف اور مسلمین کا یہی مذہب ہے کہ آنحضرت ﷺ کو جسد کے ساتھ اور بحالت یقظہ اسراء ہوئی اور یہی حق ہے اور یہی قول ابن عباس اور جابر اور انس اور حذیفہ اور عمر اور ابی ہریرہ اور مالک بن صعصعہ اور ابی حبۃ البدری اور ابن مسعود اور ضحاک اور سعید بن جبیر اور قتادہ اور ابن مسیّب اور ابن شہاب اور ابن زید اور حسن اور ابراہیم اور مسروق اور مجاہد اور عکرمہ اور ابن جریج کا اور یہی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مذہب مختار ہے اور یہی قول طبری اور ابن حنبل اور مسلمین کی جماعت عظیمہ کا ہے۔ اور یہی قول اکثر متاخرین کے فقہاء اور محدثین اور متکلمین اور مفسرین کا ہے۔ یہاں تک کہ حذیفہ بن یمان نے حلف کے ساتھ کہا کہ جبریل ﷺ اور آنحضرت ﷺ اسراء سے واپس ہونے تک براق کی پشت سے جدا نہ ہوئے۔ بلکہ یہی قول حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ہے اور اسی کی تصدیق سے ان کا لقب صدیق اکبر ہوا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قول رؤیائے روحی صحیح نہیں

عن عائشه مافقدت (مافقد) جسد رسول اللّٰه ﷺ ویبطلها ماروی انه لم یدخل بها الا بعد الهجرة والاسراء انما کان بمکة بعد خمس سنین من البعثة فعائشة لم تحدث به عن مشاهدة لانها لم تکن

حینئذ زوجه ولا فی سن من یضبط ولعلها لم تکن ولدت بعد علی الخلاف فی الاسراء متی کان فان الاسراء کان فی اول الاسلام علی قول الزهری ومن وافقه بعد المبعث بعام ونصفه وکانت عائشة فی الحجرة بنت نحو ثمانیة اعوام وقد قیل کان الاسراء لخمس قبل الهجرة و قیل قبل الهجرة بعام والاشبه انه لخمس والحجة لذلک تطول لیست من غرضنا فاذا لم تشاهد ذلک عائشة دل علی انها حدثت بذلک عن غیرها فلم یرجح خبرها علی خبر غیرها یقول خلافه مما وقع نصا فی حدیث ام هانی وغیره وایضا فلیس حدیث عائشة بالثابت والاحادیث الاخر اثبت لبسنا نعنی حدیث ام هانی وماذکرت فیه خدیجة بل الذی یدل علیه صحیح قولها انه بجسده لانکارها ان تکون رؤیاه لربه رؤیا عین ولوکانت عندها مناماً لم تنکره (شفاء قاضی عیاض) والمروی عند ابن اسحق حدثنی بعض ال ابی بکر وان عائشه کانت تقول (وما فقد جسده الشریف) ولکن اسری بروحه قال الشامی کذا فیما وقفت علیه من نسخ السیر فقد بالبناء للمفعول وفی سنده من انقطاع ورا و مجهول. وقال ابن وحیة فی التنویر انه حدیث موضوع علیها. وقال فی معراجه الصغیر قال امام الشافعیة (ابوالعباس بن سریح هذا حدیث لایصح وانما وضع رداً للحدیث الصحیح. وقال التفتازانی فی الجواب علی تقدیر الصحة ای مافقد جسده عن الروح بل کان مع روحه وکان المعراج للجسد والروح جمیعاً (زرقانی مقصد خامس صفحہ) پس قول اسراء روحی اور رؤیائے روحی جس کی بنا فقط دو صحابہ یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے قول پر کی جاتی ہے، وہ

ان جماہیر صحابہ کے اقوال کا مقابلہ نہیں کرسکتی خصوصاً اس صورت میں جبکہ ہم خود علاوہ اسرائے جسدی کے اسرائے روحی کے بھی قائل ہیں اور نیز قاضی عیاض شفا میں اور علامی زرقانی شرح مواہب اللدنیہ کے مقصد خامس میں تصریح فرمارہے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مذکور حدیث کا مروی ہونا باطل اور غیر ثابت ہے۔ کیونکہ اول تو اس حدیث کے راویوں میں انقطاع ہے اور ثانیاً معراج کے وقت ابھی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پیدا ابھی نہیں ہوئی تھیں اور بقولے وہ اس وقت آنحضرت ﷺ کے عقد مبارک میں بھی نہیں آئی تھیں اور ان کی عمر اس وقت آٹھ برس کی تھی وہ اس قابل نہ تھیں کہ ایسے واقعہ کو ضبط کے ساتھ روایت کرتیں پس جبکہ انہوں نے اپنے مشاہدہ کی روایت نہیں کی بلکہ غیر کی روایت بیان فرمائی تو کوئی وجہ نہیں کہ ان سے اضبط اور احفظ اور اثبت احادیث کو ترک کر دیا جائے۔ خصوصاً ام ہانی کی وہ حدیث جس میں تصریح ہے کہ جسم مبارک کے ساتھ آنحضرت ﷺ کو معراج ہوئی کیونکہ اس میں انکار کیا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو ان آنکھوں سے نہ دیکھا۔ پس اگر وہ معراج روحی کی قائل ہوتیں تو ہرگز صراحت کے ساتھ رؤیائے عین کا انکار نہ کرتیں کیونکہ روحی اور حالت منام کے واقعہ میں ایسا انکار بے وجہ ہے۔ اور زرقانی میں ابن وحیہ سے منقول ہے کہ انہوں نے تصریح فرمادی ہے کہ عائشہ کی یہ حدیث موضوع ہے اور امام الشافعیہ ابوالعباس فرماتے ہیں کہ صحیح حدیث کے رد کرنے کے لئے یہ حدیث وضع کی گئی ہے۔ اور شامی لکھتا ہے کہ ابن اسحٰق وغیرہ کی روایت میں لفظ ما فقد بصیغہ مفعول جو مروی ہے یہی اکثر نسخ سیر میں پایا گیا ہے اور بتقدیر صحت اس حدیث کے علامہ تفتازانی نے اس کی اس طرح تاویل کی ہے کہ آنحضرت ﷺ کا جسم مبارک روح سے مفقود نہ ہوا، بلکہ جسم اور روح دونوں ساتھ ساتھ تھے اور بظاہر یہی مقصود صحیح معلوم ہوتا ہے۔

خود حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث سے معراج جسمانی کا ثبوت

اخرج الحاکم عن عائشة قالت لما اسری بالنبی ﷺ الی المسجد الاقصٰی اصبح یحدث الناس بذٰلک فارتد ناس ممن کانوا امنوا به وصدقوه وسعوا بذٰلک الی ابی بکر فقالوا هل لک فی صاحبک یزعم انه اسری به الی بیت المقدس وجاء قبل ان یصبح قال او قال ذٰلک قالوا نعم قال لئن قال ذٰلک لقد صدق قالوا فتصدقه انه ذهب اللیلة الی بیت المقدس وجاء قبل ان یصبح قال نعم انی لاصدقه بما هو ابعد من ذٰلک اُصدقه بخبر السماء فی غدوةٍ او روحة فلذٰلک سمی ابوبکر الصدیق (ازالہ الاوہام صفحہ ۲۰۵) کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اس حدیث میں جس کو حاکم نے تخریج کیا ہے صریح یہی معنی ہیں۔ چنانچہ فرمایا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے۔ جبکہ نبی ﷺ کو مسجد اقصیٰ تک کی سیر کرائی گئی تو آنحضرت ﷺ نے صبح ہوتے ہی لوگوں سے اسرائے شب کے واقعات بیان فرمائے پس بعض ایمان والے بھی اس کے سنتے ہی مرتد ہوگئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف دوڑتے ہوئے گئے اور پوچھا کہ کیا تجھے معلوم ہے کہ تیرا صاحب زعم کرتا ہے کہ وہ آج کی رات بیت المقدس کو گیا اور صبح ہونے سے پہلے واپس بھی آگیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ کیا میرے صاحب نے کہا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں کہا ہے! حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر میرے صاحب نے ایسا کہا ہے تو ضرور سچ کہا ہے۔ انہوں نے پوچھا کہ پھر تو اس کی تصدیق کرتا ہے؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہاں میں اس کی تصدیق کرتا ہوں! اور یہ کیا بلکہ اس سے بعید تر کی بھی تصدیق کروں گا جو آسمانوں کی خبر کے متعلق غدوہ یا روحہ یعنی طلوع شمس کے قبل یا زوال کے بعد دے گا۔ اور اسی وجہ سے ان کا نام صدیق ہوا۔

حدیث معاویہ رضی اللہ عنہ کا جواب

اور حدیث معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق ملا علی قاری منہاج العلوی میں لکھتے ہیں۔

احتجوا بقوله وما جعلنا الرؤيا فسماها رؤيا قلنا سبحن الذى اسرى برده لانه لا يقال فى النوم اسرى وقوله فتنة للناس يؤيد انها رؤية عين واسراء شخص اذ ليس فى الحلم فتنة ولايكذب به احد لان كل احد يرى مثل ذلك فى منامه من الكون فى ساعة واحدة فى اقطار متبائنة على ان المفسرين قد اختلفوا فى هذه الأية فذهب بعضهم الى انها نزلت فى قضية الحديبية وما وقع فى نفوس الناس من ذلك (شفاء قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ) قال ابن البرى الرؤيا وان كانت فى المنام فالعرب استعملتها فى اليقظة كثيرا فهو مجاز مشهور كقول الراعى

فكبر للرؤيا وهش فؤاده وبشر نفسا كان قبل يلومها

وعليه اكثر المفسرين (فى اية الفتنة) يعنى ماراه ليلة المعراج يقظة على الصحيح (شرح درۃ الغواص للخفاجی ملخصاً ص ۱۴۲) کہ وہ (امیر معاویہ) اسرائے نبوی کے وقت ابھی ایمان نہ لائے تھے۔ پس ان کا بروقت ایک سوال کے یہ جواب دینا کہ کانت رؤیاً صالحۃً اسرائے جسدی کی نسبت نہیں جو کہ ان کے ایمان سے اول اور ان کے علم سے باہر تھا۔ معہذا الشفاء میں ہے کہ آیت فتنہ میں اوّل تو شانِ نزول واقعہ حدیبیہ ہے جس سے نفوسِ صحابہ میں کئی ایک شبہات گذرے اور ثانیاً رؤیا منام میں کوئی فتنہ نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ ایسا تو ہر شخص خواب میں دیکھتا ہے کہ وہ ایک ہی ساعت میں زمین سے آسمان اور مشرق سے مغرب تک جا پہنچا۔ معہذا صحیح بخاری میں خود حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ رؤیا سے مراد رؤیا عین ہے جو شب اسریٰ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نصیب ہوئی اور یہی قول کرمانی کا ہے۔

معہذا علامہ خفاجی شرح درۃ الغواص کے صفحہ ۱۴۲ میں ابن البری سے نقل کرتا ہے کہ رؤیا اگرچہ خواب میں ہوتا ہے لیکن عرب نے اکثر اس کو حالت یقظہ کے لئے استعمال کیا ہے۔ پس وہ مجاز مشہور ہے جیسے کہ راعی نے اپنے اشعار میں کہا اور اکثر مفسرین نے رؤیا کے یہی معنی لئے اور یہی صحیح ہیں۔ اور یہی معنی متنبی کے شعر سے پائے جاتے ہیں جو کہا۔

ورؤياک احلى فى العيون من الغمض

(یعنی تیرا دیدار آنکھوں میں نیند میں اونگھنے سے زیادہ تر لذیذ ہے)

اسراء کے معنی سیر برفتار پا ہے

اور اسی طرح بقول قاضی عیاض اسراء کا استعمال نیند میں نہ ہوا اور اگرچہ بقول صراح سُریٰ اور سریٰ اور اسراء سیر شب کے ساتھ مختص ہیں یعنی بہ شب رفتن۔ لیکن مشکوٰۃ کے باب المعجزات میں براء بن عازب کی حدیث کے الفاظ سے اسراء کا استعمال رات اور دن کبھی دونوں میں رفتار اور سیر کرنے میں بھی ہوا۔ یعنی اس سے سیر بیداری منصوص ہے نہ سیر خواب۔ چنانچہ عازب نے حضرت ابی بکر رضی اللہ عنہ سے قصہ غار کی نسبت بایں الفاظ استفسار کیا کہ كيف صنعتما حين سريت مع رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قال اسرينا ليلتنا ومن الغد حتى قام قائم الظهيرة وخلا الطريق لايمر فيه احد (مشکوٰۃ) جب تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ سے مدینہ کی طرف رات کے وقت سفر کیا تو تم دونوں کی کیا حالت رہی؟ اس کے جواب میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم نے اس تمام رات اور اس کے دوسرے دن کی دوپہر تک اسراء یعنی سفر کیا۔ یہاں تک کہ آفتاب سمت الراس کو آ گیا اور راستے راہگذروں سے خالی ہوگئے۔ پس ظاہر ہے کہ اس حدیث مبارک میں بھی سرا اور اسراء دونوں الفاظ کا استعمال سفر شب و روز بحالت یقظہ منصوص ہے اور اس سے سفر روحی بحالتِ نوم ہرگز مفہوم نہیں اور لفظ لیل اور غد نے اپنا کوئی تصرف اس کے اصلی معنی میں نہ کیا۔

پس ان تمام بیانات سے قطعاً ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ کی اسراء دیگر انبیاء کی طرح روحی اور کشفی نہ تھی بلکہ آنحضرت ﷺ کو جسم کے ساتھ اسراء ہوئی۔ اور احادیث جو اس باب میں بطریق تواتر وارد ہیں وہ بظاہر اسی معنی کے لئے مثبت ہیں اور وہ بعمومہ دلالت کرتی ہیں کہ مسجد حرام سے بیت المقدس اور وہاں سے سدرۃ المنتہیٰ اور وہاں سے وراء الوراء تک ایک ہی اسراء ہے اور یہ معنی شداد بن اوس اور ثابت بنانی کی حدیث سے بطریق اجود ثابت ہیں۔

حدیث ثابتؒ سے معراج جسمانی کا ثبوت اور اس کی جودت

چنانچہ قاضی عیاض شفاء میں لکھتے ہیں۔ قال القاضی ؒ جود ثابت رحمہ اللہ هذا الحدیث عن انس ماشاء فلم یات احد عنه باصوب من هذا وقد خلط فیه غیره عن انس تخلیط کثیر الاسیما من روایة شریک بن ابی نمر (شفاص۸۱) کہ ثابت نے یہ حدیث حضرت انس سے نہایت خوبی اور جودت کے ساتھ بیان کی ہے جو دوسرے کسی راوی نے حضرت انس سے ایسی باصواب روایت نہیں کی اور ثابتؒ کے غیر نے انس کی روایت میں اختلاط کر دیا خاص کر وہ حدیث جو شریک بن ابی نمر نے روایت کی۔

احادیث کے الفاظ مختلفہ کی تطبیق

وقوله فی حدیث اخربین النائم والیقظان وقوله ایضا نام بیننا وقوله وهو نائم وقوله ثم استیقظت فلاحجة فیه اذ قد یحتمل ان وصول الملک الیه کان وهونائم واوّل حمله والاسراء به وهو نائم ولیس فی الحدیث انه کان نائماً فی القصة کلها الا مایدلّ علیه ثم استیقظت وانا فی المسجد الحرام فلعل قوله ثم استیقظت بمعنی اصحبت او استیقظت من نوم اخر بعد وصوله بیته ویدل علیه ان سراه لم یکن طول لیله وانما کان

فی بعضه وقد یکون قوله استیقظت وانا فی المسجد الحرام لما کان غمره من عجائب ماطالع من ملکوت السمٰوٰت والارض و خامر باطنه من مشاهدة الملاء الاعلی وما رای من ایات ربّه الکبری فلم یستفق ولم یرجع الی حال البشریة الاوهو بالمسجد الحرام (شفاص۸۸ و فتح الباری) ہاں بعض احادیث کے الفاظ میں جو کہ غیر ثابتؒ سے مروی ہیں مثل بین النائم والیقظان یا وهونائم اور استیقظت وارد ہے۔ اس کی نسبت قاضی عیاض اور احمد عسقلانی فرماتے ہیں کہ ان الفاظ میں کوئی حجت نہیں۔ کیونکہ محتمل ہے کہ جبریل ؑ کے آنے کے وقت یا اسراء کے شروع میں آنحضرت ﷺ سوئے ہوئے ہوں۔ اور ان الفاظ والی احادیث میں کوئی ایسی بات نہیں جس سے معلوم ہو کہ تمام اسراء میں سوتے ہوں۔ ہاں لفظ ثم استیقظت فی المسجد سونا نکلتا ہے۔ لیکن اس کے معنی صحیح کرنے کے بھی ہیں یا محتمل ہے کہ اسراء کے بعد گھر میں سو گئے ہوں کیونکہ اسراء میں اس قدر وقفہ تو نہ تھا کہ سونے کی مہلت ملی ہو اور محتمل ہے کہ لفظ بمعنی ہوشیاری اور افاقہ کے ہو جو بعد از استغراق اہل اللہ کو حاصل ہوتا ہے اور آنحضرت ﷺ آیات ربانی کے دیکھنے میں اور ملکوت سماوات و ارض اور ملاء اعلیٰ کے مشاہدہ میں مستغرق رہے ہوں اور اسی وقت آنحضرت کو استیقاظ اور افاقہ اس استغراق سے ہوا ہو جب کہ آنحضرت ﷺ مسجد حرام میں واپس آ پہنچے ہوں۔

اسی طرح بعض احادیث جن سے شروع اسراء میں آنحضرت ﷺ کا مختلف امکنہ میں ہونا پایا جاتا ہے اس کی نسبت مرقات اور لمعات میں ہے۔ ثم اختلفت الروایات فی تعیین مکان الاسراء ففی بعضها وانا فی الحطیم وفی بعضها فی الحجر وفی بعضها بینا انا عند البیت وفی بعضها فرج سقف بیتی وانا بمکة وفی بعضها اسری به من شعب ابی طالب وفی بعضها فی بیت ام هانی

وھواشھر والجمع بین ھذہ الاقوال علی ماذکر فی فتح الباری انہ بات فی بیت ام ھانیؒ وبیتھا فی شعب ابی طالب ففرج سقف بیتہ وانفکاک البیت الی نفسہ الشریفۃ لیبتونتہ فیہ فنزل منہ الملک فاخرجہ من البیت الی المسجد وکان مضطجعاً وبہ اثر النعاس ثم اخرجہ من الحطیم الی باب المسجد فارکبہ البراق ثم قولہ وانا بمکۃ جملۃ حالیۃ للاشعار بان القضیۃ مکیّۃ لامدنیۃ (لمعات، مرقات) کہ ان سب روایات میں اس طرح جمع ہو سکتی ہے کہ آنحضرت ﷺ شب اسراء میں اُمِّ ہانی کے گھر سوئے تھے اور ام ہانی کا گھر ابی طالب کے کوچہ میں تھا پھر اس کے گھر کی چھت کھل گئی اور آنحضرت ﷺ بسبب اس کے کہ اس میں رہا کرتے تھے اس کو اپنا گھر کہا اور اسی سے فرشتہ اترا اور آنحضرت ﷺ کو اس گھر سے نکال کر مسجد کعبہ کی طرف لے گیا درحالیکہ آنحضرت ﷺ اُمِّ ہانی کے گھر آرام فرما رہے تھے اور نیند کا اثر باقی تھا پھر حطیم سے باب مسجد میں لاکر آنحضرت ﷺ کو براق پر سوار کرایا اور مکہ میں ہونا اس غرض سے بیان فرمایا کہ یہ واقعہ مکہ میں ہوا نہ مدینہ میں۔

قادیانی کے پہلے اعتراض کا جواب: اب ہم قادیانی صاحب کے اعتراض اول کے تفصیلی جواب کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ گو اعتراض ثانی کے جواب کے ضمن میں اس کا جواب بھی ادا ہو چکا۔ کیونکہ ہم بقول حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ ذکر کر چکے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بکا اس واسطے نہ تھا کہ ان کو ساتویں آسمان سے آگے کیوں رفع نہ ہوئی؟ جیسے کہ قادیانی صاحب کا زعم فاسد ہے۔ بلکہ ان کا حسرت بھرا رونا اس کمال اور عموم دعوت کے فقدان سے تھا جو انہوں نے اپنے میں نہ پایا اور آنحضرت ﷺ کی ذات مبارک میں بالمواجہ دیکھا۔ چنانچہ اسی معنی کی طرف بخاری باب المعراج حدیث

1 بنت ابی طالب۔ ۱۲

مالک بن صعصعہ میں اشارہ ہے۔ فلما تجاوزت بکی (ای موسیٰ) قیل لہ مایبکیک قال ابکی لان غلاما بعث بعدی یدخل الجنۃ من اُمّتہ اکثر من یدخلھامن امتی (بخاری ص۵۴۹) قال العلماء بکاء موسیٰ کان اسفاعلی ما فاتہ من الاجر الذی یترتب علیہ رفع الدرجۃ بسبب کثرۃ من اتبعہ. وقال ابن ابی جمرۃ ان اللہ تعالی جعل الرحمۃ فی قلوب الانبیاء اکثر مما جعل فی قلوب غیرھم فلذلک بکی رحمۃ لامّتہ توشیح. قال الکرمانی ذکر الغلام لیس للتحقیر والاستصغار بل ھو لتعظیم منۃ اللہ علی رسولہ ﷺ من غیر طول العمر انتہی. وقد یطلق الغلام و یراد بہ القوی الطری الشاب ولھذا کان اھل المدینۃ یسمونہ حین ھاجر الیھم شابا وابابکر مع انہ اصغر منہ شیخا (لمعات، بخاری ص۵۴۹) کہ جب آنحضرت ﷺ چھٹے آسمان سے آگے بڑھنے لگے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام رونے لگے۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ رونے کی علت جب ان سے دریافت کی تو کہا کہ میں اس لئے روتا ہوں کہ یہ غلام نوجوان جو میرے بعد مبعوث ہوا اس کی امت میری امت سے زیادہ جنت میں داخل ہوگی۔ ابن ابی جمرہ فرماتے ہیں کہ یہ رونا اپنی امت پر رحمت کے باعث تھا۔ کرمانی لکھتے ہیں کہ غلام کا اطلاق حقارت کے لئے نہ تھا بلکہ اس احسان خداوندی کی عظمت کے اظہار میں ہے جو بغیر طول عمر آنحضرت ﷺ پر ہوا۔ اور ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ غلام کا لفظ قوی جوان پر بھی اطلاق ہوتا ہے جیسے کہ اہل مدینہ نے ہجرت کے وقت آنحضرت ﷺ کو شاب بولا اور ابی بکر رضی اللہ عنہ کو شیخ کہا۔ حالانکہ ابی بکر رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ سے عمر میں کئی سال چھوٹے تھے۔ اور ہم بقوت اولہ نہایت وثوق کے ساتھ لکھتے ہیں کہ قادیانی صاحب کا یہ بالکل زعم فاسد ہے جو انہوں نے بظاہر حدیث شریک زعم کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام یا دیگر انبیاء کے لئے خاص خاص مقامات آسمانوں میں مقرر

ہوگئے ہیں جن سے وہ آگے نہیں بڑھ سکتے۔ فیشیعه عن کل سماء مقربوها الی السماء التی تلیها حتی ینتهی به الی السماء السابعة فیقول الله عزوجل اکتبوا کتاب عبدی فی علیین واعیدوه الی الارض فانی منها خلقتهم وفیها اعیدهم ومنها اخرجهم تارة اخری فتعاد روحه فی جسده (الحدیث عن براء بن عازب، مشکوٰۃ ص ۱۴۲ باب من حضره الموت) اور یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا رونا زیادہ تر رفع کے حصول کے لئے تھا حالانکہ قطعاً ثابت ہے کہ کل نفوس فاضلہ آسمان ہفتم تک رفع ہونے کے بعد بامر الٰہی اپنے اپنے ابدان کی طرف واپس کئے جاتے ہیں ہر چند کہ ان کے معارج اور مقامات سیر ارفع اور اعلیٰ ہوتے ہیں۔ وروی احمد ومسلم والنسائی ان النبی ﷺ قال مررت علی موسٰی لیلة اسری بی عند الکثیب الاحمر وهو قائم یصلی فی قبره (زرقانی) وقد رأیتنی فی جماعة من الانبیاء فاذا موسی قائم یصلی فاذا رجل ضرب جعد کانه من رجال شنوءة واذا عیسی قائم یصلی اقرب الناس به شبها عروة بن مسعود الثقفی فاذا ابراهیم قائم یصلی اشبه الناس به صاحبکم یعنی نفسه فحانت الصلوٰة فاممتهم الحدیث ابی هریرة (مسلم، مشکوٰۃ، معراج) چنانچہ اسی معنی کی طرف اشارہ ہے جو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ شب اسریٰ میں میری گذر اس سرخ ٹیلے کے پاس سے ہوئی جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں کھڑے ہوکر نماز پڑھ رہے تھے۔ پھر اسی دم بیت المقدس میں کل انبیاء کا اجتماع ہوا اور آنحضرت ﷺ نے ان کی امامت کی اور پھر ان کو علیحدہ علیحدہ آسمانوں میں دیکھا۔ چنانچہ بروایت راجح ہے آنحضرت ﷺ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پہلے آسمان میں دیکھا اور حضرت عیسیٰ اور یحییٰ علیہما السلام کو دوسرے آسمان میں دیکھا اور حضرت ادریس علیہ السلام کو چوتھے آسمان میں اور حضرت ہارون علیہ السلام کو پانچویں میں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چھٹے آسمان میں اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو ساتویں آسمان میں۔

جدا جدا آسمانوں میں انبیاء علیہم السلام کے مرئی ہونے میں حکمت

علامہ زرقانی لکھتے ہیں۔ فان قلت لم کان هؤلاء الانبیاء علیهم الصلوٰة والسلام فی سمٰوٰت دون غیر هم من الانبیاء لایلزم منه ان لایکون فیها غیرهم ولم یات نصّ بنفیٍ کون غیرهم فیها (وما وجه اختصاص کل واحد منهم بسماء مختصة ولم کان فی السماء الثانیه بخصوصها اثنان) یحیی وعیسی (واجیب عن الاقتصاد علی هؤلاء دون غیرهم من الانبیاء بانهم امر وبملاقاة نبینا ﷺ فمنهم من ادرکه من اول وهلة ومنهم من تاخر فلحقه ومنهم من فاته) وفی فتح الباری فقیل لیظهر تفاضلهم فی الدرجات وقیل لمناسبة تتعلّق بالحکمة فی الاقتصاد علی هؤلاء دون غیرهم من الانبیاء انتهی. فلواتی المصنف بهذا کان افید مما ذکره واسلم من الایراد ان قیل اشارة الی مایقع له ﷺ مع قومه من نظیر ماوقع لکل منهم ووجه الاشارة ان رؤیته بصورهم کانقال فتفسر رؤیة کل واحد بما یشبه ما وقع له فهو تنبیه علی الحالات الخاصة بهم وتمثیل بما سیقع للمصطفی مما اتفق لهم مماقصه الله عنهم فی کتابه فاما ادم فوقع التنبیه بما وقع له من الخروج الی الجنة الی الارض لما یسقع لنبیّنا من الهجرة الی المدینة (وبعیسی ویحیی علی ماوقع له اوّل الهجرة) وهی ثانی حال له والاولی بمکة (من عداوة الیهود وتمادیهم علی البغی علیه وارادتهم وصول السوء الیه) ویحیی وعیسی وهما الممتحنان بالیهود واما عیسی فکذبه الیهود واذوه وهمّوا بقتله فرفعه الله واما یحیی فقتلوه ورسول الله ﷺ بعد انتقاله الی المدینة صار الی حالة ثانیة من الامتحان وکانت

محنة فيها باليهود اذوه وظاهروا عليه وهمّوا بالقاء الصخرة عليه ليقتلوه فنجاه الله كما نجى عيسى فلقائه بعيسى فى السماء الثانية تنبيه على انه سيلقى مثل حاله ومقامه فى السنة الثانية من الهجرة (وبيوسف على ماوقع له من اخوته على ماوقع لنبيّنا من قريش من نصب الحرب لهم وارادتهم اهلاكه وكانت العاقبة له وقد اشار علیہ السلام الى ذلك يوم الفتح بقوله لقريش) وبادريس على رفيع منزلة عند الله تعالى فكان ذلك مؤذنا بحالة رابعة وهو علو شانه حتى اخاف الملوك وكتب اليهم يدعوهم الى طاعته وبهارون اذ رجع قومه الى محبّة بعد ان اذوه ولقائه فى الخامسة بهارون الحبيب فى قومه يوذن بحب قريش وجميع العرب له بعد بغضهم فيه ولقائه فى السادسة لموسى يوذن بحالة تشبه حالة موسى حين امر بغزو الشام فظهر على الجبابرة الذين كانوا فيها وادخل بنى اسرائيل البلد الذى خرجوا منه بعد اهلاك عدوهم وكذلك غزا ﷺ تبوك من ارض الشام وظهر على صاحب دومة الجندل حتى صالحه على الجزية بعد ان اتى به اسرا وافتح مكة ودخل اصحابه البلد الذى خرجوا منه ثم لقائه فى السابعة لابراهيم لحكمتين احدهما ان البيت المعمور بحيالٰ الكعبة واليه تحج الملائكة كما ان ابراهيم هو الذى بنى الكعبة واذن فى الناس بالحج اليها. والثانية ان آخر احواله ﷺ حجه الى البيت الحرام وحج مع ذلك العام نحو من تسعين الفاً ورؤيته ابراهيم عند اهل التاويل توذن بالحج لانه الداعى اليه والرافع لقواعد الكعبة المحجوجة۔ اس سے دوسرے انبیاء کا آسمانوں میں نہ ہونا لازم نہیں آتا لیکن ان انبیاء کو جداگانہ آسمانوں میں بالاختصاص دکھائے

جانے کی حکمت بقول فتح الباری یہ بتائی گئی ہے تا کہ آنحضرت ﷺ پر ان کا تفاضل باعتبار درجات ظاہر ہو اور علامہ قسطلانی لکھتے ہیں کہ ان حضرات کا جداگانہ آسمانوں میں دکھائی دینا دراصل ان کے ان واردات خاصہ کی طرف اشارہ ہے جو ان کو اپنی اپنی قوم سے پیش آئے اور اسی کے مثل آنحضرت ﷺ کے لئے مقدر ہوئے۔ پس پہلے آسمان میں حضرت آدم علیہ السلام کا دکھائی دینا اس کے یہ معنی ہیں کہ جس طرح حضرت آدم علیہ السلام کا جنت سے زمین کی طرف نکلنا ہوا اسی طرح پہلا واقعہ آنحضرت ﷺ کو یہ پیش آئے گا کہ وہ مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کریں گے اور دوسرے آسمان میں حضرت عیسیٰ و یحییٰ کا دیکھنا یہ معنی رکھتا ہے کہ دوسرا واقعہ آنحضرت ﷺ پر اسی طرح پیش آئے گا جس طرح کہ حضرت عیسیٰ اور یحییٰ علیہما السلام کو پیش آیا۔ یعنی جس طرح یہود نے حضرت عیسیٰ کی تکذیب کی اور طرح طرح کی ایذا دی اور ان کے قتل پر آمادہ ہو گئے لیکن اللہ نے ان کو اٹھا لیا اور حضرت یحییٰ کو تو قتل ہی کر دیا اسی طرح آنحضرت ﷺ کو ہجرت کے دوسرے سال یہود نے ایذا دینا شروع کر دیا اور غلبہ کر کے آنحضرت ﷺ پر بارادہ قتل پتھر پھینکنے کو آمادہ ہو گئے۔ لیکن حق تعالیٰ نے ان کو حضرت عیسیٰ کی طرح یہود کے ہاتھوں سے نجات دے دی گویا عیسیٰ علیہ السلام کو دوسرے آسمان میں دیکھنا اسی معنی کی طرف اشارہ ہے۔ اور حضرت یوسف علیہ السلام کو تیسرے آسمان میں دکھایا جانا آنحضرت ﷺ کی اس تیسری حالت کی طرف اشارہ ہے جو حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی طرح آنحضرت ﷺ کو اپنے قریش بھائیوں سے تکلیفیں پہنچیں اور وہ جنگ و جدال قائم کر کے آنحضرت ﷺ کے قتل پر آمادہ ہو گئے۔ لیکن آخر کار حق تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح ان کے قریش بھائیوں سے نجات دی۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے فتح کے دن اپنی زبان درفشان سے قریش کو اس تشبیہ کے معنی سے آگاہ کیا۔ اور چوتھے آسمان میں حضرت ادریس کا دکھایا جانا اس حالت رابعہ کی طرف

اشارہ ہے جو آنحضرت ﷺ کو حاصل ہونے والی تھی یعنی جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ادریس ؑ کو رفعت عطا فرمائی اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ کی شان وشوکت نے سلاطین وقت کو ڈرا دیا اور آنحضرت ﷺ نے ان کو اطاعت کی دعوت کی۔ اور پانچویں آسمان میں حضرت ہارون ؑ کا دکھائی دینا آنحضرت ﷺ کی اس حالت خاصہ کی طرف اشارہ ہے جو حضرت ہارون ؑ کی طرح پیش آنے والی تھی یعنی جس طرح حضرت ہارون ؑ قوم کی ایذا رسانی کے بعد ان کے محبوب بن گئے اسی طرح آنحضرت ﷺ کو بغض وعداوت کے بعد قریش بلکہ تمام عرب نے محبوب بنالیا اور چھٹے آسمان میں حضرت موسیٰ ؑ کا دکھائی دینا آنحضرت ﷺ کی اس چھٹی حالت کی طرف اشارہ ہے جو حضرت موسیٰ کی طرح پیش آنے والی تھی یعنی جس طرح حضرت موسیٰ ؑ غزوہ شام کے لئے مامور ہوئے اور آخرکار ان جبابرہ پر فتح پائی جو شام میں تھے۔ اور بنی اسرائیل کو اس شہر میں ان کے دشمن ہلاک کرنے کے بعد داخل کیا جس سے وہ نکلے تھے اسی طرح آنحضرت ﷺ کو شام کی زمین میں غزوہ تبوک پیش آیا اور آنحضرت ﷺ کو رئیس دومۃ الجندل پر فتح ہوئی اور وہ اسیر کر کے لایا گیا اور جزیہ پر صلح ہوگئی۔ اور مکہ بھی فتح ہوا اور آنحضرت ﷺ کے اصحاب اس شہر میں داخل ہوئے جس سے وہ نکلے تھے۔ اور ساتویں آسمان میں حضرت ابراہیم ؑ کا بیت المعمور کے ساتھ پیٹھ لگائے بیٹھا ہوا دکھایا جانا دو معنوں کی طرف اشارہ ہے ایک یہ کہ بیت المعمور کعبۃ اللہ کے محاذی ہے اور اسی کی طرف ملائکہ حج کرتے ہیں جیسے کہ ابراہیم ؑ نے ہی کعبہ بنا کیا اور لوگوں میں کعبہ کے حج کی آواز دی اور دوسرے یہ کہ آنحضرت ﷺ کا حضرت ابراہیم ؑ کو بیت المعمور کے ساتھ تکیہ لگائے بیٹھا دیکھنا اس معنی کی طرف اشارہ ہے کہ آنحضرت ﷺ آخرکار بیت الحرام کا حج کریں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اخیر سال میں آنحضرت ﷺ نے نوے ہزار صحابہ کے ساتھ کعبۃ اللہ کا حج کیا۔

عارف ابن ابی جمرہ کی معرفت مختلف سماوات کے مستقر کی نسبت

علامہ زرقانی لکھتے ہیں۔ واجاب العارف ابن ابی جمرة عن وجه اختصاص كل واحد منهم بسماء بان الحكمة فى كون ادم فى السماء الدنيا لانه اوّل الانبياء واول الأباء وهو الاصل ولاجل تانيس النبوّة والابوّة واما عيسى فانما كان فى السماء الثانية لانه اقرب الانبياء من حيث الزمن الى النبى(ﷺ) ولانه لا المحت شريعة عيسى الا بشريعة سيّدنا محمد(ﷺ) ولانه ينزل فى اخرالزمان لامّة محمد (ﷺ) على شريعة ويحكم بها ووجه جعل هذا حكمة كونه فى الثانية ان عيسى لما شابه المصطفى ﷺ فى ثانى احواله وهو حكمه بشريعة وكونه واحداً من امّته فاسب ان يكون فى السماء الثانية. وانما كان يحيىٰ معه هناک لانه ابن خالته وهما كالشئ الواحد فلاجل التزام احدهما بالاخر كانا هناک معا. وانما كان يوسف فى السماء الثالثة لان على حسنه تدخل امّته النبى (ﷺ) الجنة وهى ثالث دورها الدنيا فالبرزخ فالجنّة وانما كان ادريس فى السماء الرابعة لانه هناک توفى ولم تكن له تربة فى الارض على ما ذكر عن كعب الاحبار وانما كان هارون فى السماء الخامسة لانه ملازم لموسىٰ لاجل انه اخوه وخليفته فى قومه فكان هناک لاجل هذا المعنى وانما لم يكن مع موسى فى السماء السادسة لان لموسىٰ مزية وحرمة وهى كونه كليما وكونه اكثر الانبياء اتباعا بعد نبينا وانما كان ابراهيم فى السماء السابعة لانه الخليل ولاب الاخير للمصطفى (ﷺ) فناسب ان يتجدد للنبى (ﷺ) بلقياه انس لتوجهه بعده الى عالم اخر وهو اختراق

الحجب کما انس بابیه ادم فی اوّل عالم السماوات ثم فی وسطه بابیه ادریس لان الرابعة من السبع وسط معتدل (زرقانی مقصد خامس) واتیناه الحکم صبیًا ای النبوة وقال معمر کان ابن ستین اوثلاث فقال له الصبیان لم لاتلعب فقال اللعب خلقت وقیل فی قوله تعالیٰ مصدقا بکلمة من الله صدق یحییٰ بعیسٰی وهو ابن ثلاث سنین فلیشهد له انه کلمة الله وروحه وقیل صدقه وهو فی بطن امه فکانت امّ یحیی تقول لمریم انی اجد مافی بطنی یسجد لما فی بطنک تحیة له (خفاجی) کہ عارف ابن ابی جمرہ نے اس اختصاص کی نہایت انوکھی حکمت بیان فرمائی چنانچہ کہا کہ پہلے آسمان میں حضرت آدم ؑ اس لئے دکھائی دیئے کہ وہی انبیاء میں پہلے اور وہی آباء میں پہلے اور وہی اصل اصول ہیں اور نیز اس انس کے لئے جو باپ بیٹے میں ہوتا ہے سب سے پہلے ملاقات ہوئی۔ اور عیسیٰ ؑ دوسرے آسمان میں اس لئے دکھائی دیئے کہ وہی باعتبار زمانہ کے دوسرے انبیاء کی نسبت آنحضرت ﷺ سے قریب ترین ہیں اور انہیں کی شریعت آنحضرت ﷺ کی شریعت سے منسوخ ہوئی اور نیز اس لئے کہ وہ دنیا کے اخیر دور میں آنحضرت ﷺ کی شریعت پر اترنے والے اور اسی کے مطابق حکم کرنے والے ہیں۔ پس چونکہ عیسیٰ ؑ اپنے دوسرے احوال میں آنحضرت ﷺ سے مشابہ ہوئے اس لئے دوسرے آسمان میں ان کا دکھایا جانا مناسب ہوا اور یحییٰ ؑ کا ان کے ساتھ دوسرے آسمان میں ہونا اس معنی سے ہے کہ وہ ان کے خالہ زاد بھائی ہیں اور ان میں اس قسم کا اتحاد تھا کہ وہ کبھی ایک دوسرے سے جدا نہ ہوئے یہاں تک کہ وہی سب سے پہلے ہیں جنہوں نے تین سال کی عمر میں نبوت پائی اور اسی سن طفولیت میں حضرت عیسیٰ ؑ کے کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہونے کی شہادت دی۔ اور حضرت یوسف ؑ تیسرے آسمان میں اس لئے دکھائی دیئے کہ انہیں کے حسن صورت پر

امت محمدیہ جنت میں داخل ہوگی جو باعتبار دار دنیا اور برزخ کے مرتبہ ثالث میں ہے۔ اور چوتھے آسمان میں حضرت ادریس ؑ کا دکھائی دینا اس وجہ سے ہوا کہ وہ اسی جگہ فوت ہوئے جیسے کہ یہ معنی کعب احبار سے ثابت ہیں اور ان کے لئے زمین میں کوئی تربت نہ ہوئی۔ اور پانچویں آسمان میں حضرت ہارون ؑ کا دکھائی دینا اس لئے ہوا کہ وہ حضرت موسیٰ ؑ کے مصاحب اور ملازم ہیں کیونکہ ان کے بھائی ہیں اور ان کے زمانہ غیبت میں ان کی قوم میں ان کے خلیفہ ہوئے اور چونکہ حضرت موسیٰ ؑ کے لئے ان سے زیادہ تر فضیلت ہے اس لئے کہ وہ کلیم اللہ ہیں اور ہمارے نبی ﷺ کے بعد کثرت امت میں انہیں کا مرتبہ ہے اس لئے حضرت ہارون پانچویں آسمان میں اور حضرت موسیٰ ؑ چھٹے آسمان میں مرئی ہوئے۔ اور ساتویں آسمان میں حضرت ابراہیم ؑ خلیل اللہ اس لئے دکھائی دیئے کہ مقام خلت میں وہی مختص ہیں اور انبیاء میں سب سے پچھلے باپ آنحضرت ﷺ کے حضرت خلیل اللہ ہی ہیں لہٰذا مناسب ہوا کہ آنحضرت ﷺ کو ایسے ارفع مکان میں ایک دوسرے عالم کی طرف ترقی فرمانے کے وقت ایک ایسے شخص سے ملاقات ہو جس کے دیکھنے سے انس حاصل ہو اور وحشت دور ہو یہی وجہ ہے کہ شروع اسراء کے وقت بیت المقدس میں کل انبیاء کا مجمع دیکھا اور پہلے آسمان میں عروج کرنے کے وقت اپنے باپ حضرت آدم ؑ کو دیکھا اور وسط یعنی چوتھے آسمان میں حضرت ادریس ؑ کو۔

شب معراج میں مقام حیرت میں آنحضرت ﷺ کو صدیق اکبر ؓ کی آواز سے تسکین ہوئی

چنانچہ اسی لئے ہے کہ جب آنحضرت ﷺ ساتویں آسمان سے بھی آگے عروج فرماگئے اور ایسی جگہ جا پہنچے جہاں بجز ہیبت اللہ کے کچھ نمایاں نہ تھا تو بغرض مزید تسکین اپنے یار غار حضرت صدیق اکبر ؓ کی آواز سنائی دی۔ ورد فی بعض طرق احادیث

الاسراء من انه ﷺ لما دخل حضرة الله الخاصة به ارعد من هيبة الله عزوجل وصار يتمايل كتمايل السراج الذى هب عليه الريح اللطيف الذى يميله ولا يطفئه فسمع فى ذلك الوقت صوتا يشبه صوت ابى بكر ﷺ يامحمد قف ان ربک يصلى مع انه تعالى لا يشغله شأن عن شأن فاستأنس ﷺ بذلک الصوت وزال عنه ذلک الاستيحاش الذى کان يجده فى نفسه۔ (ميزان الکبریٰ ج ۱، صفحہ ۱۵۷، باب صفۃ الصلوٰۃ، دارالفکر بیروت) جس کی نسبت میزان شعرانی سے مدارج النبوۃ میں حضرت نیاز کا قول ہے۔

نبی را وادحق تسکین بہ معراج ۔ بآواز ہمیں صدیق اکبر
رفیق مصطفیٰ درغار تاریک ۔ نبودہ غیر ایں صدیق اکبر
مبین اندر کمالات نبوت ۔ زاقت بہتریں صدیق اکبر
باجماع صحابہ شد مقرر ۔ نبی راجا نشیں صدیق اکبر
نیاز ازبہر آں مداحش آمد ۔ کہ بوداست آنچنیں صدیق اکبر

پس ان وجوہ تحقیقات سے جو علامہ زرقانی نے شرح مواہب میں ذکر کئے ظاہر ہے کہ ان انبیاء علیہم السلام کے لئے ان مقامات سماوی کی کوئی تخصیص واختصاص نہیں جہاں جہاں کہ وہ دکھائی دیئے۔ ورنہ لازم آتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام جو پہلے آسمان میں دکھائی دیئے وہ عیسیٰ وموسیٰ وادریس اور یوسف وغیرہ انبیاء علیہم السلام سے بھی باعتبار درجہ اور عروج مقامی کے پستی میں ہوں جو بالاتفاق بعد نبی ﷺ افضل الانبیاء ہیں اور نیز لازم آتا ہے کہ ان انبیاء علیہم السلام کے معارج روحی کی حدود وہیں تک محدود ہوں۔

نفوس فاضلہ کے معارج کے لئے کوئی حد نہیں

حالانکہ احادیث صحیحہ سے بالکل ثابت ہے کہ نفوس فاضلہ کے معارج کے لئے

کوئی حد نہیں ہے بلکہ وہ ساتویں آسمان سے بھی اوپر تک سیریں کرتے ہیں اور عرش وفرش یکساں ان کے لئے جولانگاہ ہے اور رفیق اعلیٰ اور خطیرۃ القدس میں روح اعظم کے پاس ان کا محل اجتماع ہے اور ان کے لئے شہداء کی طرح کوئی روک ٹوک نہیں کہ جنت کی سیر کریں یا عرش وفرش کی۔ چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں نے جعفر ابن ابی طالب کو جنت میں ملائکہ کے ساتھ طیران کرتے ہوئے دیکھا اور میں نے جنت میں ایک جاریہ (ادماء العساء) یعنی گندم گوں رنگ کی دیکھی تو جبریل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ یہ کون عورت ہے؟ تو جبریل نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے جعفر بن ابی طالب کی خواہش ایسی عورت کی نسبت دیکھی لہٰذا یہ عورت اس کے لئے پیدا فرمائی۔

شہداء اور علماء ربانی کے ابدان قبر میں بوسیدہ نہیں ہوتے

اور علامہ زرقانی نے فتاویٰ رملیہ سے نقل کیا ہے کہ وفی الفتاوى الرملية الانبياء والشهداء والعلماء لايبلون والانبياء والشهداء ياكلون فى قبورهم ويشربون ويصلون ويصومون ويحجون واختلف هل ينكحون نسائهم ام لا ويثابون على صلوتهم وحجهم ولا كلفة عليهم ذلک بل يتلذذون وليس هومن قبيل التكليف لان التكليف انقطع بالموت بل من قبيل الكرامة لهم ورفع درجاتهم بذلک (زرقانی ص ۳۶۵) انبیاء اور شہداء اور علماء کے ابدان قبروں میں بوسیدہ نہیں ہوتے۔ اور انبیاء اور شہداء اپنی قبروں میں کھاتے اور پیتے اور نمازیں پڑھتے اور روزہ رکھتے اور حج کرتے ہیں اور اس پر ثواب پاتے ہیں۔ اور اس میں اختلاف ہے کہ کیا وہ اپنی عورتوں سے جماع بھی کرتے ہیں یا نہیں؟ اور اس سے انہیں کوئی تکلیف نہیں ہوتی بلکہ اس سے وہ لذت پاتے ہیں اور یہ ان کے لئے از قبیل تکلیف نہیں۔ کیونکہ امر تکلیف موت کے طاری ہونے سے منقطع ہوگیا ہے بلکہ از قبیل کرامت اور رفع

درجات ہے۔ بلکہ بیہقی نے صاف صاف کہہ دیا ہے کہ ہمارے نبی ﷺ قبر شریف میں اذان اور اقامت کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور اسی طرح دوسرے انبیاء۔ چنانچہ کسی قدر قبل اس کے بیان کر دیا گیا ہے۔

پس علامہ زرقانی کے بیانات سے صاف ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے جدا جدا آسمانوں میں دکھائی دینے سے ان کا تعین مقام مراد نہ تھا بلکہ ان کا اظہار تفاضل مراد تھا چنانچہ اس معنی کا ثبوت انہیں متعدد احادیث سے ہوتا ہے جن میں حدیث ثابت کی طرح ترتیب نہیں اور ہم ان کو بقول تعدد معراج رؤیائے روحی پر حمل کرتے ہیں چنانچہ زرقانی اور قسطلانی رحمۃ اللہ علیہما نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چھٹے اور ساتویں آسمان میں ہونے کی نسبت مالک بن صعصعہ اور شریک کی حدیث میں تطبیق کے طور پر کہا۔ والمشهور فی الروایات ان الذی فی السابعة هو ابراهیم قال الحافظ وهو الارجح واکد ذلک فی حدیث مالک بن صعصعة بانه کان مسند اظهره الی البیت المعمور فمع التعدد ای مع القول بتعدد المعراج فلا اشکال بین الثابت المشهور انه فی السابعة وبین روایتی ابی ذر و شریک انه فی السادسة لحمل کل علی مرة ومع الاتحاد فقد مع بان موسیٰ(علیہ السلام) عند الهبوط کان فی السابعة بان یکون صعد معه او بعده لاجل المراجعة فی امر الصلوة یحتمل ان یکون التی موسیٰ فی السادسة فاصعد معه الی السابعة لقصید له علی غیره من اجل کلام اللّٰه تعالیٰ وظهرت فائدة ذلک کلامه مع نبینا فیما یتعلق بامر اُمّته فی الصلوة (زرقانی مقصد خامس) کہ اول تو ارجح روایت مالک بن صعصعہ کی ہے اور شریک کی روایت مرجوح ہے تاہم تعدد معراج کے قول پر کوئی اشکال نہیں اور قول اتحاد میں ممکن ہے کہ آنحضرت ﷺ کلیم اللہ ہونے کی فضیلت کے باعث حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنے ساتھ

ساتویں آسمان پر لے گئے ہوں اور ہم قبل اس کے بیان کر چکے ہیں کہ تعدد کے قول پر وہ سب مناقشات جو قادیانی صاحب نے باتباع ابن القیم کئے ہیں اس وقت لازم آتے ہیں جبکہ سب معاریج کا حالت یقظہ میں ہونا کہا جائے لیکن جب ایک اسراء یقظہ میں اور دوسرے اسراوات روحی اور معنوی کہے جائیں جیسے کہ یہی مذہب جمہور امت کا ہے تو اس صورت میں کوئی مناقشہ لازم نہیں آتا۔ جیسے کہ یہی مذہب علامہ قسطلانی اور زرقانی مالکی کا ہے۔

قادیانی کے اعتراض سوم کا جواب: اب ہم قادیانی کے اعتراض ثالث کے جواب کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جس سے انہوں نے حدیث شریک میں تعارض بیان کیا کہ اس میں ایک طرف تو یہ لکھ دیا گیا کہ بعثت کے پہلے معراج ہوئی تھی اور پھر اسی حدیث میں لکھ دیا کہ نمازیں پانچ مقرر کر کے پھر آخر کار ہمیشہ کے لئے پانچ مقرر ہوئیں پس ظاہر ہے کہ جس حالت میں یہ معراج نبوت سے پہلے تھی تو اس کو نمازوں کی فرضیت سے کیا تعلق تھا اور قبل از وحی جبریل علیہ السلام کیونکر نازل ہو گیا؟ اور جو احکام رسالت سے متعلق تھے وہ قبل از رسالت کیونکر صادر کئے گئے؟ قادیانی صاحب کا یہ اعتراض ایسا لغو ہے جس کو خود حدیث شریک رد کرتی ہے اور وہ باواز بلند پکار رہی ہے۔

حدیث شریک کا بیان

عن شریک بن عبداللّٰه انه قال سمعت انس بن مالک یقول لیلة اسری برسول اللّٰه ﷺ من المسجد الکعبه انه جاء ه ثلاثة نفر قبل ان یوحی الیه وهو نائم فی المسجد الحرام فقال اولهم ایهم هو قال اوسطهم هو خیرهم فقال اخرهم خذوا خیرهم فکانت تلک اللیلة فلم یرهم حتی اتوه لیلة اخری فیمایری قلبه وتنام عینیه ولا ینام قلبه وکذلک الانبیاء تنام اعینهم ولاتنام قلوبهم فلم یکلموه حتی احتملوه فوضعوه عند بئر

زمزم فتولاہ منهم جبريل فشق جبريل مابين نحره الى لتبة حتى فرّغ من صدره وجوفه فغسله من ماء زمزم بيده حتى انقى جوفه ثم اتى بطست من ذهب فيه نور من ذهب محشوا ايمانا وحكمة فحشابه صدره ونعاويده يعنى عروق حلقه ثم اطبقه ثم عرج به الى السماء الدنيا فضرب بابامن ابوابها فناداه اهل السماء من هذا فقال جبريل قالوا ومن معک قال معى محمد (ﷺ) قال وقد بعث قال نعم قالوا مرحبا به واهلا يستبشر به اهل السماء لايعلم اهل السماء بما يريد الله به فى الارض حتى يعلمهم فوجد فى السماء الدنيا ادم فقال له جبريل هذا ابوک فسلم عليه فسلم عليه ورد عليه ادم وقال مرحبا واهلا يابنى فنعم الابن انت۔ کہ جو اسراء کہ آنحضرت ﷺ کو حالتِ یقظہ میں اور بعد از بعثت ہوئی وہ کوئی دوسری رات میں ہوئی اور جس رات کہ سوتے وقت میں ملائکہ قبل از وحی آئے وہ کوئی اور رات تھی اور وہ رات اسراء کی رات نہ تھی اور جیسے کہ سوق حدیث دلالت کرتا ہے وہ یہ ہے کہ گویا حضرت شریک شب اسراء کا واقعہ بیان کرتے وقت کہتے ہیں کہ قبل از وحی پہلے ایک رات فقط تین فرشتے آئے اور آنحضرت ﷺ اس وقت مسجد حرام میں سوئے ہوئے تھے اور وہ آپس میں باتیں کر کے چلے گئے۔ یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ نے ان کو نہ دیکھا پھر اس رات ملائکہ آئے کہ جس رات آنحضرت ﷺ کو اسریٰ ہوئی ملائکہ کے آنے کے وقت آنحضرت ﷺ کی آنکھ بند تھی لیکن دل سویا نہ تھا اسی طرح کل انبیاء کی حالت ہے کہ بظاہر تو ان کی آنکھیں بند اور سوئی ہوتی ہیں لیکن ان کے دل بیدار ہوتے ہیں۔ پس ملائکہ بغیر کسی گفتگو کے آنحضرت ﷺ کو چاہ زمزم کے پاس اٹھا کر لے گئے اور ان میں سے جبرئیل نے آنحضرت ﷺ کا شق صدر کر کے اپنے ہاتھ سے آب زمزم سے اس کو پاک صاف کیا اور سونے کی طشت میں ایک پیالہ جو ایمان وحکمت سے لبالب تھا اس

سے آنحضرت ﷺ کے سینہ مبارک کو مملو کر دیا اور پھر آنحضرت ﷺ کے سینہ مبارک کو ویسا ہی کر دیا جیسے پہلے تھا اور آسمان دنیا کی طرف آنحضرت ﷺ کو اٹھا کر لے گیا اور آسمان کے ایک دروازہ کو کھٹکھٹایا اور آسمان کے دربان نے پوچھا کون ہے؟ جواب دیا کہ جبریل! پھر کہا کہ تیرے ساتھ کون ہے؟ جواب دیا کہ میرے ساتھ محمد ﷺ ہے۔ بولا کیا یہ مبعوث ہو چکا ہے؟ جواب دیا کہ ہاں! بولا آنحضرت ﷺ کو آنا مبارک ہو جس کے آنے کے آسمان والے منتظر اور طالب بشارت ہیں۔ کیونکہ آسمان والے اس وقت تک نہیں جان سکتے کہ اللہ تعالیٰ زمین میں کیا ہونا ارادہ کرتا ہے جب تک کہ خود ان کو اس کا علم نہ دے۔ پس آسمان دنیا میں آنحضرت ﷺ حضرت آدم ؑ کو پایا اور جبریل نے آنحضرت ﷺ سے کہا کہ یہ تیرا باپ ہے اس کو سلام کہہ۔ پس آنحضرت ﷺ نے ان کو سلام کہا اور حضرت آدم ؑ نے بھی اس کا جواب دے کر کہا کہ میرے بیٹے مبارک ہو اور تو ہی اچھا بیٹا ہے۔

حدیث شریک سے معراج مع الجسد بعد بعثت ہونے کا ثبوت

پس اس حدیث نے صاف بتلا دیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی اسراء مع الجسد بعد بعثت ہوئی جیسے کہ دربانِ آسمان کے دریافت کرنے سے معلوم ہے۔ چنانچہ عینی جلد ۱۱، صفحہ ۶۰۳،۶۰۲ میں اسی بیان سے خطابی اور ابن حزم وغیرہ کی تشنیع کو باطل کر کے اخیر میں کہا ہے۔ ويسقط تشنيع الخطابى وابن حزم وغيرهما ان شريكا خالف الاجماع فانه اقوى مايستدل به ان المعراج كان بعد البعثة وبذلک جزم ابن القيم فى هذ الحديث۔ یہی حدیث بعثت کے بعد معراج ہونے میں دلیل قوی ہے اور یہی اعتقاد ابن قیم کا ہے۔ لیکن قادیانی صاحب کی کورفہمی پر حیرت ہے کہ انہوں نے کہاں سے معلوم کر لیا کہ شریک نے اس حدیث میں آنحضرت ﷺ کی معراج قبل از نبوت ہونا بیان کیا ہے۔ اور نہ اس حدیث میں کوئی ایسا لفظ ہے جس سے معلوم ہو کہ ہر ایک نبی کے

لئے جدا جدا آسمان معین ہے جس سے آگے ان کو رفع ہونی ممکن نہیں۔ بلکہ انبیاء کا آسمانوں میں دکھائی دینا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چھٹے سے ساتویں آسمان پر لے جانا فقط ایک نسبتی تفضل کا ظہار تھا یہاں تک کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بتفصیل کلام اللہ گمان کیا کہ ان پر کسی کو رفعت نہ ہوگی۔ لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس گمان سے یہ نہیں نکلتا کہ چھٹا یا ساتواں آسمان ان کے لئے متعین ہوگیا ہے۔ کیونکہ دوسری احادیث جو اسراءات روحی پر محمول ہیں وہ اس تعیین کو باطل کرتی ہیں۔ ہاں اس مقام میں ہم قادیانی صاحب کے اس ملخص بیان میں بالکل ہمصفیر ہیں جو انہوں نے احادیث معراج کے مختلف الفاظ اور غیر مرتب بیانات خصوصا حدیث شریک کے بارہ میں کہہ دیا کہ کیونکر ممکن ہے کہ ہر ایک راوی ان تمام الفاظ کو بصحت یاد رکھے جو آنحضرت ﷺ کے زبان مبارک سے نکلے تھے۔ بلاشبہ بعض راوی بوجہ کمزوری حافظہ بعض الفاظ کو بھول گئے یا محل بے محل کا فرق یاد نہ رہا اسی وجہ سے یہ صریح اختلافات پیدا ہوگئے۔ حتی کہ بخاری میں جو بعد کتاب اللہ اصح الکتب ہے۔ (ازالہ صفحہ ۲۳۵) گو ان الفاظ سے قادیانی صاحب کا مطلب دوسرا ہے، لیکن ہم کلمہ حق کو ملخص کر کے اس کو اس کی جگہ چسپاں کر کے کہتے ہیں کہ بیشک راویوں نے واقعات اسراءات روحی اور جسدی کو ایک دوسرے سے جدا نہ کیا۔

احادیث رسول اللہ ﷺ اکثر بالمعنی مروی ہیں

اور بقول شافعی ایسے اختلافات لفظی سے کوئی ڈر نہیں جبکہ معنی مقصود محفوظ ہوں اسی وجہ سے حذیفہ نے کہا کہ ہم عرب کی قوم احادیث بیان کرنے میں تقدیم وتاخیر کر لیتے ہیں اور ابن سیرین نے کہا کہ میں ایک حدیث دس (۱۰) آدمیوں سے سنتا تھا جس کے معنی تو ایک ہی ہوتے تھے لیکن الفاظ میں اختلاف رہتا تھا۔ فتح المغیث کے صفحہ ۲۷۵ میں ہے۔

وعن بعض التابعين قال لقيت اناسا من الصحابة فاجتمعوا في المعنى واختلفوا علىّ في اللفظ فقلت ذلک لبعضهم فقال لاباس به مالم يحل

معنا حكاه الشافعي وقال حذيفة انا قوم عرب نورد الاحاديث فنقدم ونؤخر وقال ابن سيرين كنت اسمع الحديث من عشرة المعنى واحد واللفظ مختلف وممن كان يروى بالمعنى من التابعين الحسن والشعبى والنخعى بل قال ابن الصلاح انه الذى شهد به احوال الصحابة والسلف الاولين فكثير ماكانوا ينقلون معنى واحدا في امر واحد بالفاظ مختلفة وماذاک لان معولهم كان على المعنى دون اللفظ قال الحسن لولا المعنى ماحدثنا وقال النووى لو اردنا ان نحدثكم بالحديث كما سمعناه ماحدثناكم بحرف واحد (فتح المغیث صفحہ ۲۷۵،۲۷۷) تابعین میں سے حسن اور شعبی اور نخعی ہمیشہ روایت بالمعنی کیا کرتے تھے بلکہ ابن الصلاح کا قول ہے کہ اس نے یہی حالت صحابہ اور سلف اولین کی دیکھی کہ اکثر وہ ایک معنی کو مختلف الفاظ میں بیان کرتے تھے کیونکہ ان کے مد نظر فقط معنی ہوتے تھے، نہ کہ لفظ۔ اسی وجہ سے حسن رحمہ اللہ نے کہا کہ اگر معنی نہ ہوتے تو ہم کوئی حدیث بیان نہ کر سکتے۔ اور امام نووی کا قول ہے کہ اگر ہم چاہیں کہ کوئی حدیث ہم انہیں الفاظ میں بیان کریں جو سنتے ہیں تو ہم اس طرح تو ایک حرف بھی روایت نہیں کر سکیں گے۔ اور اقتراح میں شیخ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ واما كلامه ﷺ فيستدل منه بما ثبت انه قاله على اللفظ المروى وذلک نادر جدا انما يوجد في الاحاديث القصار على قلة ايضاً فان غالب الاحاديث مروى بالمعنى وقد تداولته الاعاجم والمولدون قبل تدوينها فرووها بما ادت اليهم عبارتهم فزادوا ونقصوا وقدموا واخروا وابدلوا الفاظا بالفاظ ولهذا ترى الحديث الواحد في القصة الواحدة مرويا على اوجه شتى بعبارات مختلفة ومن ثم اُنكِرَ علىٰ ابن مالک اثباته القواعد النحوية بالفاظ الواردة في الحديث. ثم

اعلم ان الحدیث اولی واثبت فی الاستدلال من الاشعار و الاقوال الامهما ثبت ضعف الراوی او الشک فیه۔ (اقتراح شرح متن متین لملوف) قواعد نحویہ کے اثبات میں آنحضرت ﷺ کے اس کلام سے استدلال کیا جا سکتا ہے جس کا ثبوت ہو کہ راوی نے اسے بلفظہ مروی روایت کیا ہے اور یہ بہت کم ہے۔ اور یہ چھوٹی چھوٹی حدیثوں میں بھی قلت سے ہے۔ کیونکہ اکثر حدیثیں بالمعنی مروی ہیں جن کو عجمیوں اور مولدوں نے قبل از تدوین لے لیا اور انہوں نے ان کو اپنی عبارات میں لا کر کی زیادتی اور تقدیم وتاخیر اور ایک لفظ کو دوسرے لفظ سے بدل کر دیا۔ اسی وجہ سے تو دیکھتا ہے کہ ایک ہی حدیث ایک ہی قصہ میں مختلف وجوہ اور مختلف عبارات میں مروی ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے ابن مالک نے جو قواعد نحویہ کا اثبات حدیث کے الفاظ سے کیا اس پر اس کے تلامذہ نے انکار کیا۔ ہر چند کہ شیخ سیوطی صاحب نے اخیر میں فیصلہ کر دیا کہ اشعار اور اقوال کی نسبت قواعد نحویہ کے استدلال میں حدیث کے الفاظ ہی اولیٰ اور اثبت ہیں۔ اِلّا وہ حدیث جس کے راوی میں ضعف یا شک ہو۔

معراج کے ہر موطن میں انبیاء صورت روحانیہ میں مرئی ہوئے یا جسمانی صورت میں؟

ہاں قصہ معراج میں امر بحث طلب جو باقی ہے وہ یہ ہے کہ آیا ان انبیاء علیہم السلام کو آنحضرت ﷺ نے کل مواطن میں صورت روحانیہ میں دیکھا یا بصورت جسدانی عنصری؟ لمعات میں ہے کہ دونوں طرح ہر موطن میں دکھائی دینا محتمل ہے بایں طور کہ ان کی روحیں بصورت اجساد متمثل ہو گئی ہوں مگر عیسیٰ علیہ السلام کہ ان کا جسد کے ساتھ مرفوع ہونا ثابت ہے۔ الا عیسی لماثبت انه رفع فی جسده (لمعات) وبه قال ابن ملک (مرقات)۔ اور یہی مذہب ابن ملک کا مرقات میں ہے، لیکن زرقانی میں ہے۔ وفی تذکرۃ القرطبی عن شیخه الموت لیس بعدم محض وانما هو انتقال من حال الی حال وقد

صح ان الارض لاتاکل اجسادهم وانه اجتمع مع الانبیاء لیلة الاسراء فی بیت المقدس وفی السماء ورای موسیٰ قائما یصلی فی قبره واجزبانه برد السلام علی کل من یسلم علیه الی غیر ذلک مما یحصل من جملة القطع بان موت الانبیاء انما هوراجع الی ان غیبوا عنا بحیث لاندرکهم وان کانوا موجودین احیاءً ولایراهم احد من نوعنا الامن خصه الله بکرامته من اولیائه انتهی. ولا تدافع بین رؤیة موسیٰ یصلی فی قبره وبین رؤیته فی السماء لان للانبیاء مراقع ومسارح یتعرفون فیما شاءوا ثم یرجعون. (زرقانی) کہ قرطبی کے نزدیک امر مقطوع یہی ہے کہ وہ اپنے اپنے اجساد کے ساتھ کل مواطن میں مرئی ہوئے کیونکہ موت عدم محض کا نام نہیں بلکہ ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف انتقال کرنے کا نام موت ہے اور یہ بالکل ثابت ہو چکا ہے کہ زمین انبیاء کے اجساد کو نہیں کھاتی اور آنحضرت ﷺ بیت المقدس میں انبیاء کے مجمع کے امام بنے جن میں عیسیٰ علیہ السلام بھی تھے اور موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا اور پھر ان سب کو آسمانوں میں دیکھا جس سے قطعاً افادہ ہوتا ہے کہ انبیاء کی موت درحقیقت ایک قسم کی غیبت ہے جو ہم ان کو نہیں دیکھتے باوجودیکہ وہ زندہ ہیں۔ مگر جس کو کہ اللہ تعالیٰ یہ کرامت بخشے وہ ان کو دیکھتا ہے اور ایک دفعہ زمین پر اسی ساعت آسمانوں پر دیکھنے میں کوئی محال نہیں۔ کیونکہ انبیاء کی سیرگاہیں بے نہایت ہیں جہاں چاہیں ایک آن میں جا پہنچتے ہیں اور پھر لوٹ آتے ہیں۔ انتہی

....

طریق دوم

(کیا توفی کے معنی بجز موت کے اور کوئی نہیں؟)

بقول قادیانی صاحب توفی کے معنی موت ہی ہیں اور اس کے دلائل

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق قرآن کریم میں لفظ توفی وارد ہے جس کے معنی حقیقی موت اور قبض روح ہیں اور علاوہ محل متنازعہ فیہ کے یہ لفظ تئیس (۲۳) جگہ قرآن کریم میں لکھا گیا ہے اور ہر ایک جگہ موت اور قبض روح کے معنوں میں استعمال کیا گیا ہے اور ایک بھی ایسا مقام نہیں جس میں توفی کا لفظ کسی اور معنی پر استعمال کیا گیا ہو۔ (ازالہ صفحہ ۳۰۲)

اور جب عرب کے قدیم وجدید اشعار وقصاید کا تتبع کیا گیا تو یہ ثابت ہوا کہ جہاں جہاں توفی کے لفظ کا ذوی الروح سے یعنی انسانوں سے علاقہ ہے اور فاعل اللہ جل جلالہ کو ٹھہرایا گیا ہے ان تمام مقامات میں توفی کے معنی موت وقبض روح کے لئے گئے ہیں۔ لغات کی کتابوں میں صراح وقاموس وغیرہ پر نظر ڈالنے سے ایسا ہی معلوم ہوا اور اس کے بعد اس عاجز نے حدیثوں کی طرف رجوع کیا تا معلوم ہو کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں صحابہ اور خود آنحضرت ﷺ نے اس لفظ کو ذوی الروح کی طرف منسوب کر کے کن کن معنوں میں استعمال کیا سو اس تحقیقات کے لئے مجھے بڑی محنت کرنی پڑی اور ان تمام کتابوں صحیح بخاری، صحیح مسلم، ترمذی وابن ماجہ ابوداؤد، نسائی، دارمی، موطا، شرح السنہ وغیرہ وغیرہ کا صفحہ صفحہ دیکھنے سے معلوم ہوا کہ ان تمام کتابوں میں جو داخل مشکوٰۃ ہیں تین سو چھیالیس (۳۴۶) مرتبہ مختلف مقامات میں توفی کا لفظ آیا ہے اور تمام جگہ وہ الفاظ موت اور قبض روح کے معنی میں ہی آئے ہیں اور شرط کے ساتھ کہتا ہوں کہ ہر ایک جگہ جو توفی کا لفظ ان کتابوں کی احادیث میں آیا ہے بجز موت اور قبض روح کے معنی کے اور کوئی معنی نہیں اور بطور استقراء ان کتابوں سے ثابت ہے کہ بعد بعثت اخیر عمر تک کبھی آنحضرت ﷺ نے توفی کا لفظ بجز اس معنی کے استعمال

نہیں کیا اور کچھ شک نہیں کہ استقراء بھی ادلہ یقینیہ سے ہے اور امام محمد اسمٰعیل بخاری نے اس جگہ اپنی صحیح میں ایک لطیف نکتہ کی طرف توجہ دلائی ہے جس سے معلوم ہوا کہ کم سے کم سات ہزار مرتبہ توفی کا لفظ آنحضرت ﷺ کے منہ سے بعثت کے بعد اخیر عمر تک نکلا اور ہر ایک کے یہی معنی ہوئے سو بخاری کا ممنون ومشکور ہونا چاہیے۔ انتہیٰ (ازالہ ۸۸۵ و ۸۸۸)

توفی کی حقیقی معنی موت نہیں اور قادیانی کے ادلہ کا رد

چونکہ قادیانی صاحب نے اسی ایک مسئلہ کو مکتوب عربی کے صفحہ ۱۳۳ میں اپنے تمام ابحاث وفروعات اور دعاوی عیسائیت کا اصل اصول ٹھہرایا ہے اور اسی ایک امر کے اثبات کرنے کے لئے انہوں نے کتابوں کے سینکڑوں ورق کالے کر دیئے۔ لہٰذا ہم نہایت آسانی کے ساتھ تار عنکبوت توڑ کر پرواز کار اٹھا دیتے ہیں تا کہ ان کی ساری جعلسازی اور چالبازی معلوم ہو جائے اور اصلی امر کے انکشاف میں کسی شک وشبہ کو گنجائش نہ رہے۔

وہ لغت عرب جو قرآن کی تفسیر میں معتبر ہے

اور قبل اس کے کہ ان ہر دو آیات قرآنی ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرینo اذ قال اللہ یاعیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی (سورۃ آل عمران) فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم وانت علی کل شیٔ شہیدo ان تعذبہم فانہم عبادک وان تغفرلہم فانک انت العزیز الحکیمo قال اللہ ہذا یوم ینفع الصادقین صدقہم لہم جنات تجری من تحتہا الانہار (سورۃ ...) کی تفسیر کریں جن کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے توفی سے تعلق ہے۔

اول خود لفظ توفی کے معنی باعتبار ان کے لغت کے بیان کرتے ہیں جن کی زبان میں قرآن نازل ہوا اور وہ بقول ابوحیان فقط چھ قبیلے ہیں۔ ماخذ العربیۃ ست قبائل

۱.....قیس، ۲.....تمیم، ۳.....اسد، ۴.....ہذیل، ۵.....بعض کنانۃ،

۶.....بعض طائیه و قریش اجود العرب لساناً فی الاقتراح لانهم المعتمدون فی ماخذاللسان نقله ابوحبان فی شرح التسهیل عن الفارابی وبالجملة لم یوخذ عن خضرمی قط ولاعن سکّان البوادی المجاورین بسائر الامم فلم یوخذ عن لخم ولا من خذام فانهم کانوا مجاورین لاهل المصر والقبط ولامن قضاعة ولامن غسّان ولامن ایاد لمجاورتهم لاهل الشام واکثرهم من نصاری یقرءون فی صلواتهم بغیر العربیّة ولامن تغلب ومیرة لمجاورتهم بالیونان ولا من بکر لمجاورتهم القبط والفرس ولا من عبدالقیس لانهم کانوا سکان البحرین مخالطین للهند والحبشة ولا من بنی حنیفة وسکّان الیمامة ولامن ثقیف وسکان الطایف لمخالطهم تجار الامم المقیمین عندهم واما الشعراء الذین یعتمد علیهم نثرا ونظما فهم اما جاهلیون کامرء القیس ومخضرمیون الذین ادرکوا الدولتین وکانوا شعراء فی الجاهلیة اواسلامیون کانوا فی صدرالاسلام کجریر وفرزدق ولکن المولدون کبشار او المحدثون کابی تمام والبختری اوالمتاخرون کمن حدث بعدهم من شعراء الحجاز والعراق فلایستدل باشعار هؤلاء الثلاثة بالاتفاق ولذا تری خطوا المتنبی وابا تمام والبختری فی مواقع کثیرة کما هو مشروح فی شروح دواوینهم انتہی (ملخصاً من شرح المتن المتین المولف)

۱.....قیس، ۲.....تمیم، ۳.....اسد، ۴.....ہزیل، ۵.....بعض کنانہ، ۶.....بعض طائیہ اور ساتواں قبیلہ قریش جو تمام قبائل عرب سے باعتبار زبان کے اجود ہیں اور ماخذ لسانی میں یہی ساتوں قبیلے معتمد علیہ ہیں اوران کے ماسوائے کے لغت کا کوئی اعتبار نہیں۔ لہذا خضری کی زبان سے اور نیز ان بادیہ نشینوں کی زبان سے استدلال نہ کیا گیا جو دوسری امتوں کی مجاورت

میں سکونت رکھتے ہیں۔ اسی طرح لغت لخم اور لغت خذام سے استدلال نہ کیا گیا۔ کیونکہ وہ اہل مصر سے مجاورت رکھتی ہیں اور قبائل قبط اور قضاعہ اور غسان اور ایاد کے لغت سے اس لئے استدلال نہ کیا گیا کہ وہ اہل شام سے مجاورت رکھتے ہیں اور اکثر ان کے نصاریٰ میں سے ہیں جو اپنی نماز میں غیر عربی الفاظ سے قرأت کرتے ہیں اور نہ تغلب اور مبرد کے لغت سے جو یونان سے مجاورت رکھتے ہیں اور نہ بکر کے لغت سے جو قبط اور فارس کی مجاورت رکھتے ہیں اور نہ عبدالقیس کے لغت سے جو ساکنین بحرین اور اہل ہند اور حبشہ سے مخالطت رکھتے ہیں اور نہ بنی حنیفہ اور سکان یمامہ اور ثقیف اور سکان طائف کے لغت سے اس لئے کہ ان کو ان لوگوں سے مخالطت رہی جو تجارت کے لئے غیر عرب سے آکر ان کے پاس مقیم رہتے ہیں۔ اور شعراء میں سے صرف جاہلیوں جیسے امراء القیس اور مخضرمیوں جن کو دونوں دولتیں نصیب ہوئیں اور اسلامیوں جو صدر اسلام میں ہوئے جیسے جریر اور فرزدق وغیرہ کے نظم ونثر سے استدلال کیا اور مولدوں جیسے بشار اور محدثوں جیسے ابی تمام اور بختری اور متاخرین جیسے شعراء حجاز اور عراق ان تینوں کے نظم ونثر سے بالاتفاق استدلال نہ کیا اور اسی وجہ سے متنبی اور ابی تمام اور بختری کے اشعار میں ان کے دیوانوں کی شروح میں تخطیہ کیا گیا اور اسی تفصیل سے قواعد نحویہ کے ثبوت میں استدلال کیا گیا۔ پس ان کے اور بجز کلام اللہ کے کسی کے قول کو کلام اللہ کے لغات پر بطور استدلال پیش نہیں کیا جاتا۔ اور اسی وجہ سے آنحضرت ﷺ کی احادیث مرویہ سے قواعد نحویہ کے اثبات میں استدلال کرنا جائز نہ رکھا گیا کیونکہ ان کے حاملین غیر عرب ہوئے۔ اور بجز چند احادیث کے کوئی حدیث بھی بلفظ رسول اللہ ﷺ مروی نہ ہوئی جس کو لغت عرب کے اثبات میں استدلال کے طریق پر پیش کیا جاسکے جیسا کہ طریق اوّل میں بیان ہوا۔

حضرت شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ کے باب ۷۷ میں آنحضرت ﷺ سے اخذ حدیث کی کیفیت میں لکھتے ہیں۔ واعلم ان تلقی الامة منه الشرع علی وجهین

احدهما تلقی الظاهر ولابد ان یکون بنقل اما متواتر وغیر متواتر والمتواتر منه لفظا کالقران العظیم وکنبذ بسیر من الاحادیث منها قوله ﷺ انکم سترون ربکم (الحدیث)۔ امت محمدیہ نے آنحضرت ﷺ سے دو طرح تلقی کی۔ ایک تو تلقی ظاہر ہے جس کی نقل لفظاً بطریق تواتر ہو جیسے قرآن عظیم اور جیسے بہت تھوڑی حدیثیں جن میں سے ایک حدیث جس کے الفاظ یہ ہیں کہ اِنَّکُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّکُمْ کَمَا تَرَوْنَ هذا القمر (الحدیث)۔ پس اس تمام بیان سے واضح ہے کہ قرآن مجید کے الفاظ کے اطلاق کے لئے ان خالص اعراب کی لغت سے استدلال ہو سکتا ہے جن کی زبان میں کسی قسم کا شائبہ نہ ہو اور غیر عرب کی احادیث مرویہ جو آنحضرت ﷺ کی طرف معنی منسوب ہیں وہ لغتِ قرآن کی کبھی مفسر نہیں ہو سکتیں۔

کلام اللہ کے معنی سمجھنے کے لئے صرف ونحو کی طرح معرفت لغت عرب واجب ہے

پس بقول صاحب محصول کلام اللہ کے معنی سمجھنے کے لئے جیسے کہ نحو وصرف کی معرفت واجب ہے اسی طرح لغات عرب کی معرفت واجب اور فرض کفایہ ہے۔ چنانچہ اسی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لحن یعنی لغت عرب کے تعلم کے لئے امر کیا۔ (دیکھو رسالہ صفحہ ۱۹۲) لہٰذا ہم اوّلاً لفظ توفّی کے اشتقاق صغیر وکبیر اور حسب لغاتِ عرب اس کے استعمالات کے شواہد بیان کرتے ہیں جو اہل لغات نے ان کو اپنی کتابوں میں لکھا۔

توفّی کے معانی

پس معلوم کرنا چاہیے کہ توفّی کا مشتق منہ وَفْیٌ ہے یعنی وَفَ یٌ اور یہ مادہ اپنی ہیئت شخصی اور صنفی یعنی صیغہ ہائے مجرد اور مزید میں از روئے استقراء افادہ معنی تمام وکمال میں علی قدر المشترک کبھی قاصر نہ رہا۔ پس وفا کا صیغہ اپنی ہیئت شخصیہ کے اعتبار سے کئی

معنوں میں مستعمل ہوا جن کے بعض حسب ذیل ہیں۔

۱۔۔۔۔ قول میں پورا نکلنا۔ چنانچہ لسان العرب میں ہے۔ وفی فلان ای تم لقوله ولم یغدر۔

۲۔۔۔۔ خلق شریف اور عالی اور رفیع۔ جیسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرب کے اس قول سے استنباط کیا۔ الزم الوفاء ای الخلق الشریف العالی الرفیع من قولهم وفی الشعر فهو وافٍ اذا زاد۔

۳۔۔۔۔ بڑھنا اور زیادہ ہو جانا۔ جیسے وفی الشعر فهو وافٍ اذا زاد یعنی بال بڑھ گئے۔

۴۔۔۔۔ درازیٔ عمر۔ چنانچہ دعا کے وقت کہا جاتا ہے۔ مات فلان وانت بوفاء ای بطول عمر تدعو له بذلک۔ اور یہی معنی ابن عربی سے منقول ہیں۔

۵۔۔۔۔ بلندی اور بلندی پر چڑھنا۔ محیط المحیط میں ہے۔ الوفی الشرف عن الارض۔ لسان العرب میں ہے۔ اوفی اشرف واتی وقوله ای کلما اشرفت علی مربأ من الارض۔ صراح میں ہے۔ واوفی علیه ای اشرف۔

۶۔۔۔۔ مجازی طور پر معنی موت۔ تاج العروس شرح قاموس میں ہے۔ ومن المجاز ادرکته الوفاة ای الموت والمنیة وتوفی فلان اذا مات۔

اور یہ صیغہ اپنی ہیئت صنفیہ کے اعتبار سے اکثر حسب ذیل معنوں میں مستعمل ہوا۔

باب افعال

۱۔۔۔۔ پورا کر کے لینا ایک چیز کا۔ لسان العرب میں ہے۔ اوفی الرجل حقه ووفّاه اياه بمعنی اکمله لهو اعطاه وافیاً وتوفّاه هو۔

باب تفعیل

۱۔۔۔۔ پورا کر کے دینا۔ جیسے وفّاه اياه ای اعطاه وافیاً وفی التنزیل العزیز ووجد الله عنده فوفّاه حسابه وتوفّاه هو منه واستوفاه لم یدع منه شیئا۔

باب تفعل واستفعال

ا..... ایک چیز کو باتمام پکڑنا۔ لسان العرب میں ہے۔ توفیت المال منه واستوفیته اذا اخذته کله۔

۲..... پوری گنتی کرنا۔ لسان العرب میں ہے۔ توفیت عدد القوم اذا عددتهم کلهم ومن ذلک قوله عزوجل الله یتوفی الانفس حین موتها ای یستوفی مدد اٰجالهم فی الدنیا وقیل یستوفی تمام عددهم الٰی یوم القیامة واما توفی النائم فهو استیفاء وقت عقله وتمییزه الی ان نام۔ اورصاحب تاج العروس نے اس کی شہادت میں کہا۔ وانشد ابو عبیدة لمنظور الویری العنبری،

ان بنی الادرد لیسوا من احد

ولاتوفاهم قریش فی العدد

ای لا تجعلهم قریش تمام عددهم ولاتستوفی بهم عددهم

۳..... سوال کرنا۔ لسان العرب میں ہے۔ قال الزجاج فی قوله تعالی حتی اذا جاء تهم رسلنا یتوفونهم ای سالوهم ملائکة الموت عند المعاینة فیعترفون عند موتهم انهم کانوا کافرین۔

۴..... عذاب دینا۔ قال الزجاج ویجوز ان یکون حتی اذاجاء تهم ملائکة العذاب یتوفونهم عذابا وهذا کما تقول قد قتلت فلانا بالعذاب وان لم یمت ودلیل هذا القول قوله تعالی ویاتیه الموت من کل مکان وما هو بمیّت۔

۵..... سلانا۔ قرآن کریم اور ابونواس کے اس شعر سے توفی کے معنی سلانا باوجود یکہ فاعل خدا اور مفعول ذوی الروح بلکہ خود روح بھی ہے۔ جیسے کہ ابونواس نے کہا۔

فلما توفاه رسول الکریٰ

و دبت العینان فی الجفن

اور اسی معنی میں ہے هو الذی یتوفکم باللیل ویعلم ماجرحتم بالنهار ثم یبعثکم فیه لیقضی اجل مُسمّٰی۔ مجمع البحار میں ہے۔ ای ینومکم پس اس آیت کریمہ میں فاعل اللہ ہے اور مفعول ذوی الروح انسان لیکن معنی موت ہرگز مقصود نہیں۔ اور اسی طرح آیت اللہ یتوفی الانفس حین موتها والتی لم تمت فی منامها فیمسک التی قضٰی علیها الموت ویرسل الاخری الی اجل مسمّٰی (زمر:۴۲) اور اس آیت کریمہ نے قطعاً فرق کر دیا کہ توفی اور چیز ہے اور موت اور چیز۔ اور اسی طرح نیند ایک تیسری چیز ہے۔

۶..... مجازاً میت پر بعد تحقق موت۔ چنانچہ تاج العروس میں ہے۔ ومن المجاز ادرکته الوفاة ای الموت والمنیة وتوفی فلان اذامات توفاه الله عزوجل اذا قبض نفسه وفی الصحاح روحه۔ یعنی توفی کا اطلاق اس شخص پر مجازاً بمعنی موت ہوتا ہے جس کی موت متحقق ہوگئی ہو اور اس کا نفس قبض ہو چکا ہو۔ اور مجمع البحار میں ہے۔ وقد یکون الوفاة قبضاً لیس بموت چنانچہ یہی معنی سورۂ انعام اور زمر کی آیات سے ظاہر ہیں کہ قبض نفس مستلزم موت نہیں۔

توفی کے معنی استیفاء عمر حدیث نبوی میں

۷..... استیفاء عمر۔ جیسے مجمع البحار میں ہے۔ متوفیک ای مستوفیک کونک فی الارض۔ تکملہ مجمع البحار میں ہے۔ توفی اصحابه الذین اکلوا من الشاة ظاهره لایلائم ماروی انه لم یصب احدامنهم شیٔ۔ پس اس حدیث میں توفی کے معنی موت نہیں بلکہ اکمال عمر ہے۔ پس ان تمام شواہد سے ظاہر ہے کہ مادۂ وفّی اپنی ہیئت شخصیہ اور صنفیہ کے ساتھ کبھی تو لغات عرب میں درازی عمر کے معنی میں مستعمل ہوا اور کبھی بلندی اور بلندی پر چڑھنے کے معنی میں اور کبھی پورا گننے اور پورا لینے اور پورا دینے اور کبھی اکمال عمر اور اتمام مدت کے معنی میں اور کبھی مجرد سوال اور مجرد عذاب کے معنی میں اور کبھی مجرد قبض

اور اتمام اخذ کے معنی میں اور کبھی سلانے اور کبھی مجازاً معنی موت میں اور کبھی رفع بلا موت کے معنی میں۔ چنانچہ یہاں اسی اخیر معنی کی طرف امام فخر الدین الرازی نے اپنی تفسیر میں صحت کی نسبت کر کے کہا۔ انی متوفیک التوفی اخذ الشیء وافیا ولما علم اللّٰه ان من الناس من یخطر بباله ان الذی رفعه اللّٰه هو روحه لاجسده ذکر هذا الکلام لیدل علی انه علیه الصلوٰة والسلام رفع بتمامه الی السماء بروحه وبجسده ویدل علی صحة هذا التاویل قوله تعالٰی وما یضرونک من شیء فان قیل فعلی هذا الوجه کان التوفی عین الرفع الیه فیصیر قوله ورافعک الیّ تکرارا قلنا قوله انی متوفیک یدل علی حصول التوفی وهو جنس تحته انواع بعضها بالموت وبعضها بالاصعاد الی السماء فلما قال بعده رافعک الیّ کان هذا تعیینا للنوع ولم یکن تکراراً (تفسیر کبیر) وقال ابن جریر توفیه هو امنته (ابن کثیر) توفی کے حقیقی معنی تو ایک شے کا پورا پکڑنا ہے اور اس لفظ کا استعمال حق تعالیٰ نے اس مقام پر اس لئے کیا تاکہ جن لوگوں کے دل میں یہ خطرہ گذرے کہ مرفوع فقط روح ہوئی نہ جسم سمیت۔ ان کو معلوم ہو جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بتمامہ یعنی روح مع الجسد مرفوع ہوئے اور اس کی صحت پر دوسری آیت پیش کی یعنی وما یضرونک من شیء اور بصورت جواب وسوال کہا کہ اگر کوئی یہ کہے کہ اس صورت میں توفی عین الرفع ہو جانے سے تکرار لازم آئے گا تو ہم اس کے جواب میں کہیں گے کہ انی متوفیک حصول توفی پر دلالت کرتا ہے اور توفی ایک معنی جنسی ہے جس کے تحت میں کئی انواع ہیں۔ بعض توفی موت سے ہوتی ہے اور بعض آسمان پر اٹھالے جانے سے اور جب اس توفی کے بعد رافعک کہا تو توفی اپنے نوعی معنی میں متعین ہو گیا اور تکرار جاتا رہا اور ابن جریر نے تصریح کر دی کہ توفی عیسیٰ کی رفع ہے۔

توفی کے معنی میں قادیانی کے الہامات کا تخالف اور ثبوت معنی رفع اور کمال

اور طرفہ امر یہ ہے کہ قادیانی صاحب نے براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۱۹ میں توفی کے معنی اپنی الہامی عبارت میں موت نہ لکھے بلکہ لکھا کہ انی متوفیک میں تجھ کو پوری نعمت دوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا۔ اور صفحہ ۵۵۷ میں اسی توفی کے معنی الہامی عبارت میں یوں لکھے یا عیسٰی انی متوفیک ورافعک الی یعنی اے عیسیٰ میں تجھے کامل اجر بخشوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا یعنی رفع درجات کروں گا یا وفات دوں گا اور دنیا سے اپنی طرف اٹھاؤں گا۔ مگر یاد رہے کہ قبل اس کے قادیانی صاحب اسی کتاب کے صفحہ ۴۹۸ اور ۵۰۴ میں حضرت مسیح علیہ السلام کے دوبارہ اس دنیا میں تشریف لانے اور نہایت جلالت کے ساتھ دنیا پر اترنے کا الہامی وعدہ تحریر کر چکے ہیں جو ہم نے قبل ازیں اول کتاب میں نقل کر دیا ہے پس جبکہ خود ان کے بیانات اور الہامات میں تناقض ان کے دعاوی کی تکذیب علی رؤس الاشہاد کر رہا ہے تو اب ہمیں ضرورت نہیں رہی کہ اس حرف سیاہ کیلئے اپنے قلم کو آلودہ کریں مگر مقام حیرت ان کا یہ دعویٰ ہے جو انہوں نے قرآن کریم کی طرف نسبت کر کے کہا کہ یہ لفظ توفی تیئیس (۲۳) جگہ قرآن میں لکھا گیا ہے اور ہر ایک جگہ موت اور قبض روح کے معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔ اور ایک بھی ایسا مقام نہیں جس میں توفی کا لفظ کسی اور معنی پر استعمال کیا گیا ہو اور ایسا ہی عرب کے قدیم وجدید اشعار وقصاید کا تتبع کیا گیا تو یہ ثابت ہوا کہ جہاں جہاں توفی کے لفظ کا ذوی الروح سے یعنی انسانوں سے تعلق ہے اور فاعل اللّٰہ جل جلالہ کو ٹھہرایا گیا ہے ایسا ہی لغت کی کتابوں صراح وقاموس وغیرہ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوا۔ اور ایسا ہی صحاح ستہ کے علاوہ اور کتابوں کے صفحات دیکھنے سے معلوم ہوا۔ حالانکہ ہم قرآن وسنت کے الفاظ سے اور نیز کتب لغت کے بیانات سے ثابت کر چکے ہیں کہ توفی کے حقیقی معنی موت نہیں ہیں بلکہ توفی کے یہ معنی قرین قطعی کے موجود ہونے کے

وقت مراد ہوتے ہیں اور متحقق الموت اشخاص پر اس کا اطلاق کیا جاتا ہے تا کہ ارواح کی بقا پر دلالت کرے اور اسی قسم کا اطلاق احادیث کی کتابوں میں متحقق الموت اشخاص پر ہوا۔ معہذا سورۃ انعام اور سورۃ زمر کی ہر دو آیات جن میں فاعل اللہ جل جلالہ ہے اور مفعول ذوی الروح شاہد عادل ہیں کہ توفی کے معنی موت نہیں بلکہ اخذ اور استیفاء ہیں۔ کیونکہ آخرالذکر آیت کریمہ میں فعل توفی کا تعلق وقوعی نفس کے ساتھ ہوا ہے۔ پس اگر توفی کے معنی موت ہوں تو اس سے نفوس اور ارواح کی موت لازم آئے گی جو بالکل متصادم اور متناقض امر ہوتا ہے کیونکہ روحوں کا ابدی ہونا لسان شرع سے ثابت ہے اور اسی پر حشر و نشر اور نار وجنت کی سزا و جزا کا دارومدار ہے۔ ہاں لفظ موت جو نفس کی طرف مضاف ہے مریض دل والوں کے لئے موجب اشتباہ ہے مگر یاد رکھنا چاہیے کہ یہ لفظ اس مقام پر صرف اپنی اصطلاحی اور عرفی اور رسمی معنی ہدم وطن مالوف اور تخریب بنائے معمور میں مستعمل ہے نہ کہ ذات النفس کے لئے تخریب اور ہدم پر دلالت کرتا ہے چنانچہ ہمارے سارے بیانات کی صداقت حضرت ابن عباس وغیرہ رضی اللہ عنہم کے قول سے تقویت پاتی ہے جو بیضاوی اور خازن وغیرہ میں منقول ہے۔ عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنهما فی ابن ادم نفس وروح بينهما شعاع مثل شعاع الشمس فالنفس هی التی بها العقل والتمييز والروح هی التی بها النفس والتحرک فاذا نام العبد قبض الله نفسه ولم يقبض روحه وعن علی رضی اللہ عنہ قال يخرج الروح عند النوم ويبقى شعاعها فی الجسد فبذلک يرى الرؤيا فاذا انتبه من النوم عاد الروح الى جسده باسرع من لحظة وعنه مارأت نفس النائم فی السماء فهی الرؤيا الصادقة ومارأت بعد الارسال فيلقها الشيطان فهی كاذبة وعن سعيد بن جبيران ارواح الاحياء وارواح الاموات تلتقی فی المنام فيتعارف منها

ماشاء الله ان يتعارف فيمسک التی قضى عليها الموت ويرسل الاخرى الى اجسادها الى انقضاء مدة حياتها (خازن، مدارک، بیضاوی) کہ ابن آدم میں ایک نفس اور ایک روح ہے اور ان میں شعاع آفتاب کی طرح تعلق شعاعی ہے پس نفس وہ ہے جس سے عقل اور تمیز حاصل ہے اور روح وہ ہے جس سے تنفس اور تحرک ہوتا ہے پس آدمی جب سوتا ہے اس وقت اللہ تعالیٰ اس کے نفس کو قبض کر لیتا ہے اور اس کی روح کو قبض نہیں کرتا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نیند کے وقت روح بدن سے نکل جاتی ہے اور اس کی شعاع جسم میں باقی رہتی ہے اور اسی سے خواب دیکھتا ہے اور جس وقت کہ نیند سے ہوشیار ہوتا ہے تو روح ایک لحظہ سے بھی کم میں سرعت کے ساتھ عود کر آتی ہے اور سوئے ہوئے کا نفس جو شے کہ آسمانوں میں دیکھتا ہے وہ سچا خواب ہے اور جو ارسال بعد دیکھتا ہے اس میں شیطان کی تلقین ہونے سے سچائی نہیں رہتی اور سعید بن جبیر کا قول ہے کہ نیند میں زندوں اور مردوں کی روحیں باہم ملاقات کرتی ہیں اور حسب مشیت ایزدی ان میں پہچان ہوتی ہے اور موت والی روح عود نہیں کرتی اور نیند والی روح اپنے بدن کی طرف واپس آجاتی ہے یہاں تک کہ اس کی مدت حیات ختم نہ ہووے۔

قرآن کریم کی متعدد آیات میں توفی کے معنی حقیقی

اور اگر ان معانی کو جن میں توفی کا استعمال لسان العرب میں ہوا زیر نظر رکھ کر کلام اللہ کے ان تیئیسوں مقامات میں ذرا بھی غور کیا جائے تو روشن دلوں پر ظاہر ہو جائے گا کہ ان سب مقامات میں لفظ توفی ان معانی کو ہم آغوش کرنے کے لئے بالکل آمادہ ہے۔ مثلاً سورۃ نساء میں ۱ ..... ثم یتوفهن الموت ظاہر ہے کہ یہاں توفی کے معنی موت نہیں۔ بیضاوی میں ہے ای یستوفی ارواحهن الموت پس یہاں توفی بمعنی استیفاء ہوئی۔

اور اسی طرح سورۃ آل عمران میں ۲ ..... وتوفنا مع الابرار۔ بیضاوی میں ہے۔ ای

مخصوصین بمحبتهم معه وفی دین زمرتهم۔ پس یہاں توفی کے معنی عمداً موت نہیں بلکہ گنتی اور شمار کے معنی مراد ہیں یعنی اللہ کے یاد کرنے والے بندے ہر وقت اللہ سے دعائیں مانگتے ہیں کہ اے رب ہم کو پاک لوگوں کی صحبت میں رکھ اور انہیں کے زمرہ میں محسوب کر۔

اور ایسا ہی ۳..... انّ الذین توفّٰهم الملائکة۔ بیضاوی میں ہے۔ وقرء توفاهم علی مضارع وفیت بمعنی ان اللّٰہ یوفی الملائکة انفسهم فیتوفونها ای یمکنهم من استیفائها فیستوفونها۔ پس یہاں بھی توفی بمعنی استیفاء ہے۔

۴..... اور ایسا ہی سورۂ یوسف میں حضرت یوسف علیہ السلام کا دعا مانگنا توفنی مسلما والحقنی بالصالحین۔ بیضاوی میں ہے۔ ای اقبضنی پس بقول بیضاوی یہاں توفی بمعنی قبض ہے لیکن معنی استیفاء عمر بھی بالکل مطابق ہیں۔

۵..... اور ایسا ہی دوسری آیات میں لفظ توفی ہرگز معنی موت میں حقیقی طور سے منصوص نہیں ہے اور شعراء جاہلیت جیسے منظور وبری اور ابی نواس کے محاورات نے بھی ثابت کر دیا کہ توفی معنی موت کے لئے موضوع نہیں۔ اور ایک حدیث میں جس کو صاحب تکملہ مجمع البحار نے نقل کیا ہے توفی بمعنی موت مستعمل نہ ہوئی بلکہ بمعنی اکمال عمر مستعمل ہوئی۔ اور یہ تو ہم بسط کے ساتھ ثابت کر چکے ہیں کہ بہت کم اور معدودے چند احادیث ہیں جو آنحضرت ﷺ کے الفاظ میں مروی ہوئیں۔ پس اوّل قادیانی صاحب کو لازم ہے کہ امت کے علماء کے قول سے ثابت کریں کہ جن احادیث میں لفظ توفی مستعمل ہوا وہ آنحضرت ﷺ کے دہن مبارک سے نکلا ہوا لفظ ہے اور یہ کہ ان راویوں نے جو کہ عرب نہ تھے بلکہ عجمی جیسے امام بخاری اور مسلم اور ترمذی اور ابوداؤد اور نسائی اور ابن ماجہ اور دار قطنی اور حاکم اور بیہقی انہوں نے اپنی احادیث میں ان الفاظ کو بالمعنی روایت نہیں کیا اور سب سے زیادہ تر اہم یہ سوال ہے کہ کیا انہوں نے توفی کا اطلاق ان احادیث میں ان اشخاص پر نہ کیا جن پر کہ موت کا آنا متحقق الوقوع

ہو چکا تھا؟ یا ان اشخاص پر کیا جو ابھی زندہ تھے اور مرنے والے تھے مگر قادیانی صاحب یہ کبھی ثابت نہ کر سکیں گے کہ اس کا اطلاق ان احادیث میں ان اشخاص پر ہوا ہے جن پر ابھی موت وارد نہ ہوئی تھی۔ اور عجب ہے کہ قادیانی صاحب نے چالیس ہزار لغت عرب کی تعلیم ہونے پر بھی کوئی ایک جاہلیت کا شعر بھی اپنے دعویٰ کے ثبوت میں پیش نہ کیا اور لغت کی مشہور کتابیں یعنی تاج العروس اور لسان العرب اور محیط المحیط اور مجمع البحار کیونکر نظر انداز ہو گئیں؟ اور ابونواس اور منظور وبری کے اشعار وہ کیسے بھول گئے؟ اور کیوں الہام الٰہی نے ان کی تائید نہ کی؟ پس اہل بصارت پر ہمارے ان بیانات سے واضح ہے کہ قادیانی صاحب کا استقراء کا دعویٰ بھی ایسا ہی ہیچ و پوچ ہے جیسا کہ ان کا دعویٰ ہمہ دانی۔ اور قادیانی صاحب نے علاوہ اس کے اس لطیف نکتہ کا پتہ نہ دیا کہ امام بخاری نے کہاں اور کس موقع پر توجہ دلائی ہے کہ کم سے کم سات ہزار مرتبہ توفی کا لفظ آنحضرت ﷺ کے دہن پاک سے بعثت کے بعد اخیر عمر تک نکلا ہے اور ہر ایک کے حقیقی معنی قبض روح اور موت تھے۔ ہاں ہمارا استقراء قادیانی صاحب کے بیانات اور دعاوی کو لغو ثابت کر رہا ہے اور علماء امت کا بیان کہ بجز چند احادیث کے کوئی حدیث بھی آنحضرت ﷺ کے لفظ میں مروی ہونا قطعی طور سے ثابت نہیں ان کو جھٹلا رہا ہے۔ کاش کہ قادیانی صاحب اپنی اس درجہ کی کم علمی کو مدنظر رکھ کر سرودگر بیان کر لیتے اور ان امام بخاری جیسے معظم علماء ملت کی طرف جھوٹی نسبت نہ کرتے۔

امام بخاری کا مذہب کہ عیسیٰ نبی اللہ ابھی نہیں مرے

لیکن اس میں شک نہیں کہ امام بخاری نے کتاب التفسیر میں سورۂ مائدہ کی آیت وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ۔ کی تفسیر بصیغہ استقبال یعنی بقول وَاِذْ هٰهُنَا صِلَةٌ کے ساتھ کر کے بعد سورۂ آل عمران کے لفظ متوفیک کی تفسیر فقط اسی قدر الفاظ میں بیان کر دی ہے کہ وقال ابن عباس متوفیک ممیتک۔ مگر اس

سے ثابت نہیں ہوتا کہ امام بخاری کا بھی یہی مذہب ہے کہ اس آیت میں توفی کے معنی موت ہیں اور کیونکر ہوسکتا ہے۔ حالانکہ اصحاب روایت کے مدنظر فقط روایت کے اس سلسلہ کو بیان کرنا ہے جو ان کو ملا۔ اور اس روایت کے بیان سے وہ روایت ہرگز اصحاب روایت کا مذہب نہیں بن سکتی جب تک کہ اصحاب روایت خود اس کی نسبت اپنا مذہب ہونا بیان نہ کریں۔ اور اگر ایسا ہی مان لیا جائے جیسے کہ قادیانی صاحب کا زعم ہے تو لیجئے امام بخاری نے کتاب الانبیاء میں ایک باب بعنوان باب نزول عیسیٰ بن مریم علیہ السلام مرتب کیا ہے جس میں ایک حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے مرفوعاً اس طرح نقل کی ہے۔ قال رسول اللہ ﷺ والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکما عدلا فیکسر الصلیب. اہ ثم یقول ابوھریرۃ واقرءوا ان شئتم وان من اھل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ ویوم القیامۃ یکون علیھم شھیدا. قال رسول اللہ ﷺ کیف انتم اذانزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم. فینزل عیسٰی بن مریم فیقول امیرھم تعال صلّ لنا فیقول لاان بعضکم علی بعض امیر تکرمہ اللہ ھذہ الامۃ (احمد مسلم از جابر رضی اللہ عنہ مشکوۃ) فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اس ذات کی قسم کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے بالضرور قریب ہی ابن مریم تم میں بصورت حاکم عادل اتریں گے۔ پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنی طرف سے یہ آیت بطریق شہادت پیش کی کہ کوئی اہل کتاب نہیں مگر یہ کہ وہ ابن مریم علیہ السلام پر ضرور ایمان لائے گا قبل اس کے کہ ابن مریم علیہ السلام فوت ہوجائے اور قیامت کے دن ان پر گواہی دے گا۔ اور دوسری حدیث یوں نقل کی ہے کہ فرمایا آنحضرت ﷺ نے اس وقت تمہاری کیا کیفیت ہوگی جبکہ ابن مریم علیہ السلام تم میں اترے گا اور امام تمہارا تمہیں میں سے ہوگا۔ اور احمد اور مسلم نے بروایت جابر رضی اللہ عنہ مرفوعاً روایت کیا ہے کہ فرمایا آنحضرت ﷺ نے عیسیٰ ابن مریم اترے

گا اور ان کا امیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہے گا کہ آ ہمارے لئے نماز میں امامت کر۔ عیسیٰ علیہ السلام کہے گا۔ نہیں اتمہارے ہی بعض تم پر امیر ہیں اور یہ فقط اس امت کی بزرگی اور حرمت کے باعث کہیں گے۔ پس اس باب کا عنوان اور معنون ہر دو صاف بتلا رہے ہیں کہ امام بخاری کا مذہب بھی یہی ہے کہ عیسیٰ نبی اللہ فوت نہیں ہوئے اور وہ دوبارہ آسمان سے اتریں گے۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مذہب کہ عیسیٰ ابھی زندہ موجود ہیں

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ان رھطامن الیھود سبوہ وامہ فدعا علیھم فمسخھم قردۃ وخنازیر فاجمعت الیھود علی قتلہ فاخبرہ اللہ بانہ یرفعہ الی السماء ویطھرہ من صحبۃ الیھود (صحیح نسائی، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ) قال ابن عباس سیدرک اناس من اھل الکتاب عیسٰی حین یبعث فیومنون بہ. (صحیح ابن) اور ابن عباس کا قول فقط حسب منصب روایت نقل کر دیا ہے کیونکہ دوسری کتب صحاح صحیح نسائی اور اس کے علاوہ ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ سے اپنی تراجم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے حضرت عیسیٰ ابن مریم کا زندہ آسمان پر اٹھایا جانا ثابت ہے۔ اور شیخ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے درمنثور کی جلد دوم صفحہ ۳۶ میں بسند صحیح کعب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ نبی اللہ پر جبکہ اس کی تکذیب کرنے والے زیادہ ہوگئے وحی بھیجی انی متوفیک و رافعک الیّ وانی سابعثک علی الاعور الدجال فتقتلہ ثم تعیش بعد ذلک اربعا وعشرین سنۃ ثم امیتک میتۃ الحی. اہ. یعنی اے عیسیٰ علیہ السلام میں تجھے اپنی طرف اٹھاؤں گا اور عنقریب دجال اعور کی طرف بھیجوں گا پھر تو اس کو قتل کر کے چوبیس (۲۴) برس تک زندہ رہے گا اور پھر تجھے اسی طرح موت دوں گا جس طرح زندہ لوگ مرتے ہیں۔

مطر وراق کا قول کہ متوفیک کے معنی موت نہیں

اور مطر وراق نے کہا کہ متوفیک میں وفات موت نہیں ہے۔ اور ہم دعویٰ

کے ساتھ کہتے ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی مذہب ہے کہ عیسیٰ نبی اللہ کے لئے لفظ متوفیک میں موت مقصود نہیں۔ اسی وجہ سے انہوں نے ایک باب کتاب الانبیاء بعنوان باب نزول عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام مرتب کر کے اس کی شہادت میں دو احادیث آنحضرت ﷺ کی مُعنون فرمائیں۔ جن سے نہ فقط ان کا نزول ثابت ہوتا ہے بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات بوجہ اتم اور اس بارہ میں آیت قرآنی کی تفسیر اس کو اولوالعزم صحابی کے قول واستنباط سے معلوم ہوتی ہے جس کا دامان آنحضرت ﷺ نے علوم نبوت سے لبالب کر دیا۔ اور اسی وجہ سے انہوں نے اپنی طرف سے اس لفظ کے معنی میں تو تعرض نہ کیا بلکہ اس سے زیادہ تراجم اور موہم الفاظ کی تفسیر کی طرف توجہ فرمائی جن کو قادیانی صاحب نے بوجہ خود غرضی سباق سے آنکھ بند کر کے اپنی دستاویز بنائی اور کہا کہ ''منجملہ افادات بخاری جس کا ہمیں شکر کرنا چاہیے ایک یہ ہے کہ انہوں نے مسیح بن مریم علیہما السلام کے وفات کے بارے میں ایک قطعی فیصلہ ایسا دے دیا ہے کہ جس سے بڑھ کر متصور نہیں اور وہ یہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں اسی غرض سے آیت کریمہ فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم کو کتاب التفسیر میں لایا تا کہ لوگوں پر ظاہر کرے کہ توفیتنی کے لفظ کی صحیح تفسیر وہی ہے جس کی طرف آنحضرت ﷺ اشارہ فرماتے ہیں یعنی مار دیا اور وفات دے دی۔ اور حدیث یہ ہے۔ ''عن ابن عباس یجاء برجال من امتی فیوخذ بھم ذات الشمال فاقول یارب اصحابی فیقال انک لاتدری ما احدثوا بعدک فاقول کما قال العبد الصالح وکنت علیھم شھیدا مادمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم''۔ (بخاری صفحہ ۶۶۵) پس اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے اپنے اور مسیح ابن مریم علیہما السلام کے قصہ کو ایک ہی رنگ کا قصہ قرار دے کر وہی لفظ فلما توفیتنی اپنے حق میں استعمال فرمایا جو عیسیٰ بن مریم علیہما السلام نے اپنے حق میں کہا اور ظاہر ہے کہ مدینہ منورہ میں آنحضرت ﷺ کا مزار شریف

موجود ہے اور اس سے بکلی منکشف ہو گیا کہ دونوں برابر طور پر اثر آیت فلما توفیتنی سے متاثر ہیں۔ (ملخص ازالہ صفحہ ۸۸۹)''۔

امام بخاری کا مذہب کہ اذقال اللّٰہ میں اذ حرف صلہ ہے اور ماضی بھی مستقبل ہے

پس امام بخاری نے ایسے ہی ایہام اور ابہام کے رفع کرنے کے لئے اس حدیث کے قبل اپنا مذہب بیان کر دیا کہ اس آیت کریمہ میں جو مسیح ابن مریم کے حق میں اتری لفظ واذ قال اللہ بمعنی یقول ہے اور لفظ اذ صلہ یعنی زائدہ ہے۔ غرضہ ان لفظة قال فی قولہ واذ قال اللہ یاعیسیٰ ابن مریم أانت قلت بمعنی یقول لان اللہ تعالیٰ انما یقول ھذا القول فی یوم القیامة توبیخاً للنصاری قولہ اذ ھنا صلة ای زائدة لان اذ للماضی وھھنا المراد بہ المستقبل (قسطلانی) یعنی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی قوت اجتہادیہ سے اپنا مذہب اس آیت کریمہ اور اس قصہ حدیث کے متعلق بیان کر دیا ہے کہ یہ سارا قضیہ اور کل سوال وجواب قیامت کے دن ہوگا اور کلمہ اذ نے یہاں معنی ماضی میں اپنا کوئی مخالف اثر نہ کیا جیسے کہ قادیانی صاحب نے اپنے متعدد رسائل میں زعم کر لیا ہے کہ یہاں ماضی کا صیغہ کلمہ اذ کے آنے سے معنی مضیت میں منصوص ہو گیا اور جس نے کہ یہاں ماضی کو بمعنی مضارع کہا اس کو ظالمین اور کاذبین میں سے ہونے کی نسبت اپنے مکتوب عربی کے صفحہ ۱۳۵ میں کی۔ فان الصیغة تدل علی الزمان الماضی والصرف ھھنا کالقاضی ثم ان کنت لاترضی بحکم الصرف وتجعل الماضی استقبالاً بتبدیل الحرف فھذا ظلم منک و من امثالک وتکون فی ھذا ایضا من الکاذبین۔ پس ان کے زعم فاسد میں ان کے مستند امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کاذب اور ظلم ہوں گے جنہوں نے اپنی کتاب بخاری میں تصریح کر دی کہ یہ سارا واقعہ قیامت کے دن ہوگا اور ماضی یہاں بمعنی مستقبل ہے اور لفظ اذ صلہ ہے۔

لفظ اذ اور ماضی بمعنی مستقبل کی نحوی تحقیقات

بیضاوی اور متن متین میں ہے۔ ولایراد بالزیادۃ عدم الافادۃ مؤکدات ومحسنات کمحسنات البدیع والسر ان مفادھا لیس معناھا (متن متین) ولا نعنی بالمزید اللغو الضائع فان القران کله ھدی بل مالم یوضع لمعنی یراد منه وانما وضعت لان تذکر مع غیرھا فیفید له وثاقة وقوۃ وھو زیادۃ فی الھدی غیر قادح فیه (بیضاوی) کلام اللہ میں حروف زیادۃ کا آنا اس معنی سے نہیں کہ وہ اپنے معنی کے افادہ میں قاصر ہیں بلکہ وہ محسنات بدیع کی طرح مؤکدات اور محسنات ہیں اور ان کے نہ ہونے سے معنی میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔ اور سر اس میں یہ ہے کہ ان کا مفاد درحقیقت ان کے اپنے معنی نہیں بلکہ ان کی وضع اس لئے ہے کہ غیر کے ساتھ مذکور ہونے سے اس کے معنی میں وثاقت اور قوت پیدا کر دیں۔ اور اگرچہ کلمہ لو کی طرح کلمہ اذ نے بھی کلام اللہ کی دوسری آیات جیسے ولو تری اذ فزعوا یعنی اذا فزعوا اور جیسے قول راجز۔

لو جزاک اللہ عنی اذ جزا — جنات عدن فی السموت العلی

میں بقول خازن معنی استقبال کا افادہ کیا لیکن اس کا سر اور اس کا اصل اصول قواعد نحو کے مطابق جیسے کہ متن متین وغیرہ میں ہے۔ الماضی بمعنی المستقبل اذا اخبربه عن مستقبل مع قصد القطع بوقوعه کقوله تعالی ونادی اصحاب الجنة وسیق الذین (متن متین شرح ملا) جب کسی ایسے امر مستقبل کا اخبار منظور ہو جس کے آئندہ وقوع کے لئے افادہ قطع مقصود ہو تو وہ امر بصیغہ ماضی کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔ اور اگر زیادہ تر وثاقت اور قوت کے ساتھ اس معنی کا افادہ مقصود ہو تو کلمہ اذ کی طرح حرف مؤکد اس کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اسی وجہ سے سورۂ مائدہ کی اس آیت میں صیغہ ماضی حرف اذ کے ساتھ استعمال کیا گیا۔ اور اس امر کی دلیل کہ یہ اذ قیامت کے دن وقوع میں آئے گا خود اسی آیت کے بعد اللہ تعالی کا قول ہے۔

فلما توفیتنی کا تعلق قیامت کے دن سے ہے

چنانچہ شیخ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ درمنثور میں اس آیت کے متعلق قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ اخرج عبدالرزاق وابن جریر وابن ابی حاتم عن قتادۃ فی قوله انت قلت للناس الایة متی یکون ذلک قال یوم القیامة الاتری انه یقول ھذا یوم ینفع الصادقین صدقھم. (درمنثور) کہ ان سے کسی نے پوچھا کہ اس آیت کا قصہ کب ہوگا؟ تو کہا کہ قیامت کے دن۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ خدا خود فرماتا ہے کہ یہ تمام باتیں اسی دن ہوں گی جس میں سچوں کو سچائی نفع دے گی یعنی قیامت کے دن۔ اور اسی معنی کے اصح ہونے کی نسبت امام فخر الدین رازی اور زمخشری نے اپنی تفسیر میں صراحت کی۔ یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ماذا اجبتم قالوا لا علم لنا انک انت علام الغیوب ○ اذ قال اللہ یاعیسی بن مریم اذکر نعمتی علیک وعلی والدتک بدل من یوم یجمع وھو علی طریقة ونادی اصحاب الجنة. (بیضاوی، کشاف) اور کہا کہ واذقال اللہ یاعیسی ابن مریم کا عطف اذقال اللہ یاعیسی ابن مریم اذکر نعمتی علیک پر ہے جو بقول بیضاوی وکشاف یوم یجمع کا بدل اور بطریق نادی اصحاب الجنة بمعنی مستقبل ہے۔ پس اس آیت کا مقدم اور مؤخر دونوں اس معنی کے لئے مؤکد ہیں کہ ان تمام جواب وسوال کا وقوع قیامت کے دن ہوگا نہ کہ اس کے قبل ہو چکا جیسے کہ قادیانی صاحب کا زعم فاسد ہے اور اسی بنائے فاسد پر انہوں نے بخاری کی حدیث ابن عباس میں آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد یعنی عیسیٰ علیہ السلام کا قول بلفظ ماضی حکایت فرمانے سے یہ اعتقاد کر لیا کہ آنحضرت ﷺ اور عیسیٰ بن مریم علیہما السلام دونوں برابر طور پر اثر توفی سے متاثر ہو گئے ہیں اور یہ کہ آنحضرت ﷺ نے اس حدیث میں توفی کی تفسیر مار دیا اور وفات دے دی ارشاد فرمائی جس سے بکلی منکشف

ہو گیا کہ مسیح ابن مریم بھی وفات پا گئے اور آنحضرت ﷺ بھی وفات پا گئے۔ حالانکہ خود یہی حدیث بتا رہی ہے کہ آنحضرت ﷺ اس حدیث کے ارشاد کے وقت زندہ موجود اور اثر توفی سے محفوظ تھے اور یہ حدیث اور مذکور آیت فرقانی دونوں بتلا رہی ہیں کہ اس توفی کے ساتھ دونوں حضرات کے اعتذار اور اقرار کا زمان ومکان قیامت کا دن ہوگا جیسے کہ قبل ازیں مدلل بیان کر دیا گیا ہے۔

پس اس حدیث میں کوئی دلالت نہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے اس ارشاد میں عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق خبر دی ہو کہ وہ مر چکے یا مرنے کے بعد قبل از روز قیامت ان سے یہ سوال وجواب ہو چکا اور وہ اپنی توفی موت کا اعتذار بارگاہ رب العزت میں کر چکے۔ پس اگر قادیانی صاحب اپنے دعاوی کا ثبوت اس حدیث سے استنباط کر کے دکھلا دیں تو ہم نہایت انصاف اور سچائی کے ساتھ قبول کرنے کے لئے آمادہ ہیں لیکن افسوس کہ ان کے موجودہ دعاوی کے استنباط سے قرآن وحدیث کے الفاظ تبرّی کا اظہار فرما رہے ہیں۔

ہاں لفظ توفی کے مشترکہ اطلاق نے ان کو لغزش دے دی اور انہوں نے اس لفظ کے جنسی معنی کی تنویع دونوں حضرات کے حالات خاصہ کے ساتھ نہ کی جیسے کہ سورۂ زمر کی آیت الله يتوفى الانفس حين موتها والتى لم تمت فى منامها فيمسك التى قضى عليها الموت ويرسل الاخرى الى اجل مسمّى میں اگرچہ مختلف النوع انفس پر ایک ہی طور توفی کا اطلاق ہوا لیکن نفوس مائیہ اور نائمہ نے اپنی اپنی توفی کو جدا جدا کر کے ثابت کر دیا کہ موت والے نفوس کی توفی اور ہے اور سونے والے نفوس کی توفی اور ہے۔

نزول عیسیٰ علامت قیامت ہے

اسی طرح اس حدیث میں اگرچہ آنحضرت ﷺ نے ایک ہی طور پر اپنے اور عیسیٰ بن مریم پر توفی کا اطلاق کیا۔ لیکن ان کے حالات خاصہ نے توفی کی تنویع کر دی اور

چونکہ احادیث متواتر بالمعنی سے حضرت عیسیٰ کی حیات ثابت ہے جیسے کہ اس کا بیان کسی قدر ہوا اور ہوگا۔ لہٰذا ان کی توفی بہ حیثیت شخص اپنے حقیقی معنی رفع اور بلندی پر چڑھنے اور طول عمر کی مستلزم ہوئی اور اگر ہم اس آیت کریمہ میں مجازاً وہ معنی توفی مراد لیں جو مستلزم موت ہے تو یہی آیت کریمہ اپنے مقدم اور مؤخر اور سیاق وسباق کے لحاظ سے سفارش کر رہی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد کے وقت ابھی عیسیٰ علیہ السلام پر موت وارد نہیں ہوئی اور ان کی موت کسی دوسرے وقت پر مقدر ہے۔ جیسے کہ ازالۃ الخفا صفحہ ۲۷۰ میں بحوالہ خصائص ابی نعیم خود ابن عباس رضی اللہ عنہما اپنی والدہ سے روایت کرتے ہیں۔ وفى حديث ابن عباس عن امه لما ولد عبدالله اى ابن عباس قال رسول الله ﷺ اذهبى بابى الخلفاء فاخبر بذلك العباس فاتاه فذكر له فقال هو ما اخبرت هذا ابوالخلفاء حتى يكون منهم من يصلى بعيسى غراه فى الخصائص لابى نعيم (ازالۃ الخفا ص ۲۷۰) فرمایا انہوں نے کہ جب ابن عباس تولد ہوئے تو آنحضرت ﷺ نے حضرت عباس کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ ابوالخلفاء ہے یعنی کل خلیفوں کا باپ ہے۔ چنانچہ اسی کی اولاد میں سے وہ خلیفہ ہوگا جو عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نماز پڑھے گا۔ اور جیسے کہ یہی افادہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا اپنی تفسیر میں ہے۔ جو فرمایا ياعيسى انى متوفيك ورافعك مقدم ومؤخر يقول انى رافعك الىّ ثم متوفيك فى آخر الزمان بعد النزول اور جیسے کہ شیخ سیوطی نے اتقان کے باب ۴۴ قرآن کے مقدم ومؤخر میں قتادہ سے بیان کیا۔ اور اس کے مؤید امام رازی کا چوتھا قول ہے جس میں بیان ہے کہ واو عاطفہ ترتیب کا افادہ نہیں دیتا اور ایسا بہت سی آیات قرآنی میں ہے۔ جیسے لولا كلمة سبقت من ربك لكان لزاما واجل مسمى. قال قتادة هذا من تقاديم الكلام يقول لولا كلمة واجل مسمى لكان لزاما. اور خود قواعد کلام عرب میں بھی

صراحت ہے کہ واو عاطفہ ترتیب کا افادہ نہیں دیتا۔ چنانچہ ایک ہی واقعہ کے متعلق قرآن کریم کا صیغہ دیگر فرمانا۔ وادخلوا الباب سجداً وقولوا حطة اور دوسری جگہ فرمانا وقولوا حطة وادخلوا الباب سُجداً اس ترتیب کو باطل کرتا ہے اور یہی مذہب صحیح ہے جیسے کہ ہماری شرح متن متین میں مبسوط ہے۔ اور خود حق تعالیٰ نے سورۂ زخرف میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو علامت ساعت قیامت مقرر فرمایا ہے۔ جیسے کہ ولما ضرب ابن مریم مثلاً اذا قومک منه یصدون○ وقالوا ءالهتنا خیرام هو ماضربوه لک الا جدلا بل هم قوم خصمون○ ان هو الا عبد انعمنا علیه وجعلناه مثلا لبنی اسرائیل○ ولونشاء لجعلنا منکم ملائکة فی الارض یخلفون○ وانه لعلم للساعة فلا تمترنّ بها واتبعون هذا صراط مستقیم ○ ولا یصدّنکم الشیطان انه لکم عدوّ مبین○ ای ان عیسیٰ شرط من اشراطها تعلم به وقرء ابن عباس لعلم وهو العلامة. (کبیر) یہی مفاد حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قراءت کا ہے۔ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال لقیت لیلة اسری بی ابراهیم وموسیٰ وعیسیٰ قال فتذاکروا امرالساعة قال فردوا امرهم الی ابراهیم فقال لا علم لی بها فردوا امرهم الی موسیٰ فقال لاعلم لی بها فردوا امرهم الی عیسیٰ فقال عیسیٰ وما وجبتها فلایعلم بها احد الا الله عزوجل وفیما عهد الی ربی ان الدجال خارج ومعی قضیبان فاذا رانی ذاب کما یذوب الرصاص قال فیهلکه الله اذا رانی (الحدیث)۔ قال وفیه عهد الی ربی عزوجل ان ذلک اذاکان کذلک فان الساعة کالحامل المتم لایدری اهلها متی تفجاء هم بولادتها لیلا ونهارا. (احمد، ابن ابی شیبہ، سعید بن منصور، بیہقی، درمنثور، ابن کثیر) اور باعتبار ظہور مرجع کے بجز عیسیٰ علیہ السلام کے اِنَّهٗ کی ضمیر کسی دوسری طرف راجع کرنا

خلاف سیاق آیت ہے اور یہ معنی ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کا مفاد ہے۔ جس کو امام احمد رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں اور حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں شب اسریٰ میں حضرت ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام سے ملا اور ان کے درمیان امر ساعت کا ذکر آیا اور سب نے اس امر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حَکم بنایا اور انہوں نے لاعلمی بیان کی۔ پھر موسیٰ علیہ السلام کی طرف رجوع کی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی لاعلمی ظاہر فرمائی۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام کی طرف رجوع کی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ قیامت کا ٹھیک وقت تو بجز اللہ کے کوئی نہیں جانتا لیکن جو عہد کہ میرے رب نے مجھ سے کیا ہے اس میں ایک یہ ہے کہ دجال خروج کرے گا اور میرے ساتھ دو چھڑی رہیں گی۔ پس جبکہ دجال مجھ کو دیکھے گا تو سیسے کی طرح پگھلے گا اور پھر اس کو ہلاک کرے گا۔ اور اسی میں ہے کہ رب تعالیٰ نے مجھ سے یہ بھی عہد کیا کہ جب ایسا ہوگا تو اس وقت ساعت کا وقت اس مثال پر ہوگا جیسے کوئی حاملہ عورت جس کے وضع حمل کے دن پورے ہوگئے ہوں لیکن یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کس وقت ناگہاں رات دن میں بچہ جنتی ہے۔ اور حاکم نے مستدرک میں اسی حدیث کے اخیر میں کہا۔ فذکر من خروج الدجال قال فاهبط فاقتله اور حاکم نے اس کا اسناد صحیح کہا۔

انجیل سے عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ آنے کا ثبوت

اور انجیل کے اصحاح ۱۴ میں ہے۔ لا اترککم یتامیٰ انی اتی الیکم بعد قلیل واما انتم فترونني الی اناحی. (انجیل مطبوعہ بیروت ۱۸۱۱ء اصحاح ۱۴ الجواب الفصیح خیرالدین آفندی ۸۰،۸۹) کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حواریوں سے کہا کہ میں تم کو یتیم نہیں چھوڑوں گا اور عنقریب تمہاری طرف آؤں گا اور تم مجھے دیکھو گے کہ میں زندہ ہوں۔ خیرالدین آفندی جواب فصیح میں لکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول ہمارے نبی ﷺ کے قول کے بالکل

مطابق ہے جو فرمایا کہ ابن مریم تم میں بصورت حکم و عادل نزول کرے گا۔ اور درمنثور جلد دوم صفحہ ۳۶ میں قال الحسن قال رسول اللہ ﷺ للیھود ان عیسیٰ لم یمت وانہ راجع الیکم قبل یوم القیامۃ. (درمنثور) میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے یہود سے کہ تحقیق عیسیٰ نہیں مرا اور وہ قیامت کے قبل تمہاری طرف واپس آنے والا ہے۔

بقول بخاری وغیرہ عیسیٰ علیہ السلام، رسول اللہ ﷺ کے مقبرہ میں دفن ہوں گے

اخرج البخاریؒ فی تاریخہ والطبرانی عن عبداللہ بن سلام قال یدفن عیسیٰ بن مریم مع رسول اللہ وصاحبیہ فیکون قبرہ رابعاً. اور خود بخاری نے اپنی تاریخ میں طبرانی نے عبداللہ بن سلام سے روایت کی کہ عیسیٰ ابن مریم آنحضرت ﷺ اور صاحبین کے ساتھ دفن کیا جائے گا اور عیسیٰ علیہ السلام کی قبر چوتھی ہوگی۔

اور ترمذی نے بطریق حسن محمد بن یوسف بن عبداللہ بن سلام سے اس نے اپنے باپ سے اس نے اپنے دادا سے روایت کی ہے۔ اخرج الترمذی وحسنہ عن محمد بن یوسف بن عبداللہ بن سلام عن ابیہ عن جدہ قال مکتوب فی التورۃ صفۃ محمد ﷺ وعیسیٰ علیہ السلام بن مریم یدفن معہ. قال ابومودود وقد بقی فی البیت موضع قبر. (درمنثور، مشکوٰۃ صفحہ ۵۱۵) کہ تورات میں محمد مصطفیٰ ﷺ کی صفت اور یہ کہ عیسیٰ بن مریم ان کے ساتھ دفن کیا جائے گا لکھا ہوا ہے۔ اور ابن جوزی نے کتاب الوفاء میں عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ عن عبداللہ بن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ ینزل عیسیٰ بن مریم الی الارض فیتزوج ویولد لہ ویمکث خمسا واربعین سنۃ ثم یموت فیدفن معی فی قبری فاقوم انا وعیسیٰ بن مریم فی قبر واحد بین ابی بکر وعمر رضی اللہ عنھما رواہ ابن الجوزی فی کتاب الوفاء مشکوٰۃ. ای فی مقبرتی و عبر عنھا بالقبر لقرب قبرہ بقبرہ

فکانھما فی قبر واحد (مرقات) وفی الاصابۃ عیسیٰ بن مریم بنت عمران رسول اللہ و کلمۃ القاھا الی مریم ذکرہ الذھبی فی التجرید مستدرکا علی من قبلہ فقال رای النبی ﷺ لیلۃ الاسری وسلم علیہ فھو نبی وصحابی وھو اٰخر من یموت من الصحابۃ وھو الذی عول علیہ الذھبی بل ذھب الیہ جمع من العلماء وکان اجتماعہ بہ قرات فی غیر لیلۃ الاسراء روی ابن عساکر عن انس قلنا یارسول اللہ رایناک صافحت شیئا ولا نراہ قال ذاک اخی عیسیٰ ابن مریم انتظرتہ حتی قضی طوافہ فسلمت علیہ وروی ابن عدی عن انس بینا نحن مع النبی ﷺ اذ راینا بردا ویدا فقلنا یارسول اللہ ما ھذا البرد الذی راینا والید قال قد رایتموہ قلنا نعم قال ذاک عیسیٰ بن مریم صلی علیّ (زرقانی) فرمایا رسول اللہ ﷺ نے عیسیٰ بن مریم زمین کی طرف اترے گا پھر نکاح کرے گا اور صاحب اولاد ہوگا اور پینتالیس برس تک زمین پر رہے گا پھر وفات پائے گا اور میرے ساتھ میرے مقبرہ میں دفن ہوگا اور میں اور وہ ایک ہی مقبرہ سے ابی بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کے درمیان قیامت کے دن اٹھیں گے۔

امام ذہبی کا مذہب کہ عیسیٰ ابھی زندہ ہے اور وہی سب سے پچھلا اور معمر صحابی ہے

اور زرقانی میں اصابہ سے منقول ہے کہ امام ذہبی نے تجرید میں ذکر کیا ہے کہ نبی ﷺ نے عیسیٰ بن مریم بنت عمران رسول اللہ ﷺ سے شب اسراء میں ملاقات فرمائی اور سلام کہا۔ پس عیسیٰ علیہ السلام نبی بھی ہیں اور صحابی اور صحابہ میں سے وہی ایک صحابی ہے جو سب سے پیچھے وفات پائے گا اور اسی پر ذہبی کا اعتماد ہے بلکہ یہی قول علماء کی ایک جماعت کثیرہ کا ہے۔ علامہ زرقانی لکھتے ہیں کہ شب اسریٰ کے سوا بھی کئی دفعہ آنحضرت ﷺ سے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا اجتماع ہوا۔ چنانچہ ابن عساکر نے حضرت انس سے روایت کی ہے کہ ہم نے

آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا کہ اے رسول اللہ! ہم دیکھ رہے ہیں کہ آپ نے کسی سے مصافحہ کیا ہے لیکن جس سے آپ نے مصافحہ کیا ہے اس کو ہم نہیں دیکھتے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ وہ عیسیٰ بن مریم ہے۔ میں اس کے انتظار میں رہا یہاں تک کہ اس نے طواف ختم کرلیا۔ اور میں نے اس کو سلام کہا اور نیز ابن عدی نے انس سے روایت کی ہے کہ ہم بہت سے صحابہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھے کہ ناگہاں ایک چادر اور ایک ہاتھ دیکھا اور ہم نے آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول یہ چادر اور ہاتھ کیسا ہے جو ہم نے دیکھا؟ آنحضرت ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کیا تم نے دیکھا؟ ہم نے کہا ہاں! آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ وہ عیسیٰ بن مریم تھا جس نے مجھ پر درود کہا۔

شب معراج میں عیسیٰ علیہ السلام اپنے جسد عنصری کے ساتھ مرئی ہوئے

اور فتوحات مکیہ باب ۳۶۷ بقیہ جلد ۳ صفحہ ۳۴۷ حضرت شیخ محی الدین ابن العربی حدیث معراج میں لکھتے ہیں۔ فاستفتح جبریل السماء الثانیة کما فعل فی الاوّل وقال وقیل له فلما دخل اذا بعیسیٰ علیہ السلام بجسده عینه فانه لم یمت الی الأن بل رفعه اللّٰه الی هذه السماء واسکنه بها وحکمه فیها وهو شیخنا الاوّل الذی رجعنا علی یدیه وله بنا عنایة عظیمة لا یغفل عناساعة واحدة وارجوان ادرکه فی نزوله ان شاء اللّٰه تعالٰی. (فتوحات مکیہ) جب آنحضرت ﷺ دوسرے آسمان پر گئے تو وہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آنحضرت ﷺ نے ان کے بعینہ جسد میں دیکھا۔ کیونکہ وہ ابھی تک نہیں مرے بلکہ ان کو اس آسمان کی طرف اللہ تعالیٰ نے اٹھالیا اور اسی آسمان میں ان کو سکونت اور حکومت عطا کی۔ پھر حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی ہمارا پہلا پیر ہے جن کے ہاتھ پر ہم نے بیعت کی اور ہمارے حال پر ان کو اتنی بڑی عنایت ہے کہ ایک ساعت بھی ہم سے غافل نہیں۔ اور میرا مدعا ہے کہ میں نزول کے وقت ان کو پاؤں گا۔ ان شاء اللّٰہ تعالیٰ۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد کہ عیسیٰ علیہ السلام ابھی مرے نہیں

روی ابن جریر وابن ابی حاتم عن ربیع قال ان النصاریٰ اتوا النبی ﷺ فخاصموه فی عیسیٰ بن مریم وقالوا له من ابوه وقالوا علی اللّٰه الکذب والبهتان فقال لهم النبی ﷺ الستم تعلمون انه لایکون ولد الا وهو یشبه اباه قالوا بلیٰ قال الستم تعلمون ان ربّنا حی لا یموت وان عیسیٰ یاتی علیه الفناء. (الحدیث) اور ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ربیع سے روایت کی کہ نصاریٰ نبی ﷺ کے پاس آکر عیسیٰ علیہ السلام بن مریم کے متعلق بحث کرنے لگے کہ اس کا باپ کون ہے؟ اور اللہ تعالیٰ پر کذب اور بہتان باندھنے لگے۔ اس وقت نبی ﷺ نے ان سے ارشاد فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ کوئی فرزند ایسا نہیں جو اپنے باپ سے مشابہ نہ ہو؟ نصاریٰ نے کہا۔ بیشک! پھر فرمایا تم نہیں جانتے کہ ہمارا رب زندہ ہے جس پر موت نہیں آئے گی اور عیسیٰ علیہ السلام پر موت آنے والی ہے۔ سو اس حدیث ابن عباس میں آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ابھی مرے نہیں بلکہ آئندہ مرنے والے ہیں۔

ابن عباس کا قول کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا
عیسیٰ بن مریم علیہما السلام آسمان سے اترے گا

اور اسی طرح اسحاق بن بشر اور ابن عساکر نے اپنی مسانید میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک طویل حدیث میں روایت کی ہے۔ روی اسحق بن بشر وابن عساکر عن ابن عباس قال قال رسول اللّٰه ﷺ فعند ذلک ینزل اخی عیسیٰ بن مریم علیهما السلام من السماء (الحدیث) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب دجال مسلط ہوگا اور مومن بیت المقدس میں جمع ہوں گے تو میرے بھائی عیسیٰ ابن مریم آسمان سے اتریں گے۔

بروایت حاکم علی رضی اللہ عنہ اسی شب کو قتل ہوئے جس شب میں عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر گئے

روی الحاکم عن حریث بن مخشی ان علیًا قتل صبیحة احدی و عشرین من رمضان سمعت الحسن بن علی وھی یقول قتل لیلة انزل القران ولیلة اسری بعیسٰی ولیلة قبض موسٰی۔ اور حاکم نے حریث بن مخشی سے روایت کی کہ علی رضی اللہ عنہ اکیسویں رمضان کی صبح کو قتل کیے گئے اور میں نے حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو کہتے سنا کہ علی رضی اللہ عنہ اسی رات قتل ہوئے جس رات کہ آسمانوں سے قرآن کا نزول ہوا اور جس رات عیسیٰ علیہ السلام کو اسراء ہوئی اور جس رات کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی روح قبض کی گئی۔

امام ابوحنیفہ اور دیگر ائمہ مالکیہ وغیرہ کا مذہب کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اترے گا

وخروج الدجال ویاجوج وماجوج وطلوع الشمس من المغرب ونزول عیسٰی علیہ السلام من السماء وسائر علامات یوم القیامه علی ماوردت به الاخبار الصحیحة حق کائن. (فقہ اکبر) اور امام الائمہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فقہ اکبر میں تحریر فرماتے ہیں کہ دجال کا نکلنا اور یاجوج وماجوج کا نکلنا اور آفتاب کا جانب مغرب سے طلوع کرنا اور عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے اترنا اور دوسری علامات جو اخبار صحیحہ میں ہیں سب کا ہونا برحق ہے۔ اور یہی مذہب کل ائمہ شوافع کا ہے جیسے کہ ائمہ صحاح ستہ اور شیخ سیوطی وغیرہ کی تصریح سے ظاہر ہے اور یہی مذہب ائمہ مالکیہ کا ہے جیسے کہ شیخ الاسلام احمد نفراوی المالکی نے فواکہ دوانی میں تصریح کردی کہ اشراط ساعت سے ہے آسمانوں سے عیسیٰ علیہ السلام کا اترنا۔ آہ

علامہ زرقانی مالکی کا نزول عیسیٰ کے اثبات میں بحث بسیط کرنا

اور جیسے کہ علامہ زرقانی مالکی نے شرح مواہب قسطلانی میں نہایت بسط اور کثرت افادات کے ساتھ اس کے متعلق بحث کی جس کو ہم اس موقع پر ذیل میں نقل

کرتے ہیں جس سے قادیانی صاحب کے شبہات اور اوہام کا ازالہ بوجہ اتم ہوتا ہے۔

(فاذا انزل سیدنا عیسٰی علیہ السلام فانه یحکم بشریعة نبینا ﷺ بالهام او اطلاع علی الروح المحمدی ﷺ او بماشاء الله) من استنباط لها من الکتاب والسنة ونحو ذلک وقد سئل السیوطی بای طریق تصل احکام شریعتنا الی عیسٰی علیہ السلام فاجاب بان الانبیاء کانوا یعلمون فی زمانهم بجمیع شرائع من قبلهم ومن بعدهم بالوحی من الله علی لسان جبریل علیہ السلام وبالتنبیه علی بعد ذلک فی الکتاب الذی انزل علیهم وبان عیسی ینظر فی القران فیفهم منه جمیع احکام هذه الملّة من غیر احتیاج الی مراجعة الاحادیث کما فهم النبی ﷺ ذلک من القران فانه قد انطوی علی جمیع احکام الشریعة وفهمها نبینا بفهمه الذی اختص به ثم شرحها لامته فی السنّة والهام الامّة تقصر عن ادراک ما ادرکه صاحب النبوّة وعیسٰی نبی فلابعد ان یفهم من القران کفهم النبی ﷺ وبان عیسی معدود فی الصحابة لانه اجتمع بالنبی ﷺ غیر مرّة فلا مانع ان تلقی منه احکام شریعته المخالفة لشریعة الانجیل لعلمه بانه سینزل فی امّته ویحکم فیهم بشرعه فاخذ عنه بلاواسطة والی هذا اشار جماعة من العلماء قال ورأیت عبارة للسبکی تصلها انما یحکم عیسٰی بشریعة نبینا بالقران والسنة فترجح ان اخذه السنة بطریق المشافهة بلاواسطة وبانه اذا نزل یجتمع بالنبی ﷺ فی الارض کماصرح به فی احادیث فلامانع ان یاخذ عنه ما احتاج الیه من احکام شریعته و استدل السیوطی لکل واحد من هذه الاربع بمایطول ذکره وذکر انه اعترض علیه فی الجواب الاوّل بلزوم ان القران

مضمن فی الکتب السابقة فاجاب بانه لامانع من ذلک فقد دلت الاحادیث علی ثبوت هذا اللازم وقال تعالیٰ وانّه لتنزیل ربّ العلمین الی قوله وانه لفی زبر الاوّلین ثم ساق ادلة ذلک فی نحو ورقة ثم قال ان السائل نفسه ساله ثانیاً هل ثبت ان عیسیٰ ینزل علیه الوحی بعد نزوله فاجاب نعم روی مسلم وغیره اثناء حدیث اوحی الله الی عیسیٰ انی قد اخرجت عباداً من عبادی لا ید لک بقتالهم فحرز عبادی الی الطور ویبعث الله یاجوج وماجوج وهم من کل حدب ینسلون فیمر اوائلهم علی بحرة طبریة فیشربون ما فیها ویمر اٰخرهم فیقولون لقد کان بهذه مرة ماءٌ ویحصر نبی الله عیسیٰ علیه الصلوٰة والسلام واصحابه ثم یهبط نبی الله عیسیٰ واصحابه الی الارض .اهـ فهذا صریح فی انه یوحی الیه بعد نزوله والذی تقطع به ان الجائی الیه جبریل لانه السفیر بین الله وبین انبیائه کماصرحت الاثار بذلک وساقها ثم قال وقد زعم ان عیسیٰ اذانزل لایوحی الیه حقیقة بل وحی الهام وهو ساقط مهمل لمنابذته لحدیث مسلم وغیره ولان ما توهمه من تعذر الوحی الحقیقی فاسد لانه نبی فایّ مانع من نزول الوحی الیه فان تخیل انه ذهب منه وصف النبوة فهو قول یقارب الکفر لان النبوة لاتذهب ابداً ولا بعد موته وان تخیل اختصاص الوحی بزمن دون زمن فهو قول لا دلیل علیه ویبطله ثبوت الدلیل علی خلافه انتهی (فیاخذ عنه ماشرع الله له ان یحکم به فی امته فلایحکم بشیٔ من تحریم وتحلیل الا بما کان یحکم نبینا ﷺ ولا یحکم بشریعة التی انزلت علیه فی اوان رسالته ودوننا فهو تابع لنبینا ﷺ وقد نبه علی ذلک الترمذی الحکیم فی

کتاب ختم الاولیاء واعرب عنه صاحب عنقاء مغرب وکذا الشیخ سعد الدین التفتازانی فی شرح عقائد النسفی وصحیح انه یصلی بالناس ویؤمهم ویقتدی به المهدی لانه افضل منه فامامته اولیٰ. انتهی) کذا جزم به اعتماد علی تعلیله وورد مایشهد له فی بعض الاثار وعورض بحدیث الصحیحین عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم ولمسلم ایضاً کیف بکم اذا نزل ابن مریم فیقال صل بنا فیقول لا ان بعضکم علی بعضٍ امراء تکرمةً لهذه الامّة ولاحمد من حدیث جابر فاذاهم بعیسیٰ فیقال تقدم فیقول لیتقدم امامکم فلیصل بکم ولابن ماجه فی حدیث ابی امامة وکلهم ای المسلمین ببیت المقدّس وامامهم رجل صالح قد تقدم لیصلی بهم اذ نزل عیسیٰ فرجع الامام ینکص لیتقدم عیسیٰ فیقف عیسیٰ بین کتفیه ثم یقول تقدم فانها لک اقیمت وروی ابونعیم عن ابی سعید مرفوعاً منا الذی یصلی عیسیٰ بن مریم خلفه ای من اهل البیت وجمع بان عیسیٰ یقتدی بالمهدی اوّلا لیظهر انه نزل تابعاً لنبینا حاکما بشرعه ثم بعد ذلک یقتدی المهدی به علی اصل القاعدة من اقتداء المفضول بالفاضل قال ابن الجوزی لوتقدم عیسیٰ اماماً لوقع فی النفس اشکال ویقال اتراه تقدم نائبا او مبتدءا شرعا فیصلی ماموما لئلا یتدنس بغبار الشبهة وجه قوله لانبیّ بعدی وفی صلوة عیسیٰ خلف رجل من هذه الامّة مع کونه فی اٰخرالزمان وقرب قیام الساعة دلالة للصحیح من الاقوال ان الارض لاتخلوا عن قائم لله بحجة والیل معنی وامامکم منکم انه یحکم بالقران لا بالانجیل کما فی روایته

لمسلم وامامكم منكم قال ابن ابى ذئب معناه وامامكم بكتاب ربّكم وعليه لم يتبيّن ان عيسٰى اذانزل يكون اماما اوماموماً لكن لينكر عليه روايته احمد ومسلم فانها صريحتان لايقبلان هذا التاويل وقال ابوالحسن الاترى فى مناقب الشافعى تواترت الاخبار ان المهدى من هذه الامّة وان عيسى يصلى خلفه ذكر ذلك رداً لحديث ابن ماجة عن انس ولامهدى الا عيسٰى (فهو عليه السلام وان كان خليفة فى الامّة المحمدية فهورسول ونبى كريم على حاله لاكمايظن بعض الناس انّه ياتى واحداً من هذه الامّة) بدون نبوّة ورسالة وجهل انهما لايزولان بالموت كما تقدم فكيف بمن هوحى (نعم هو واحد من هذه الامّة) مع بقائه على نبوّته ورسالته (لماذكر من وجوب اتباعه لنبيّنا ﷺ والحكم بشريعته فان قلت قد ورد فى صحيح مسلم) والبخارى ايضاً (قوله ﷺ ليوشكن ان ينزل فيكم ابن مريم حكما) اى حاكماً (مقسطا) ولفظ البخارى حكماً عدلا وفى مسلم عن ابى هريرة مرفوعاً ينزل عيسى بن مريم على المنارة البيضاء شرقى دمشق وفى الصحيحين عنه رفعه ينزل عيسى فيقتل الدجال (فيكسر الصليب ويقتل الخنزير) فيبطل دين النصرانية لكن فى الطبرانى الاوسط باسناد لاباس به عن ابى هريرة ويقتل الخنزير والقردة (ويضع الجزية) وفى روايته ويضع الحرب وبقية الحديث فى الصحيحين ويفيض المال حتى لايقبله احد حتى تكون السّجدة الواحدة خيرا من الدنيا وما فيها ثم يقول ابوهريرة اقرءوا ان شئتم وان من اهل الكتاب الا ليومنن به قبل موته ويوم القيامة يكون عليهم شهيدا. قال الحافظ والمعنى ان الدين يصير واحدا فلا يبقى

احد من اهل الذمّة يؤدّ الجزية وقيل معناه يكثر المال فلا يبقى من يمكن صرف مال الجزية له فيترك الجزية استغناءا عنها وقال عياض يحتمل ان المراد بوضعها تقريرها على الكفار من غيرمحاباة وتكون كثرة المال بسبب ذلك وتعقبه النووى (وان الصواب فى معناه انه لايقبل الجزية ولايقبل الا الاسلام اوالقتل) ان امتنعوا منه قال الحافظ ويؤيّده رواية احمد من وجه اخر وتكون الدعوى واحدة (وهذا خلاف ماهو حكم الشرع اليوم فان الكتابى اذا بذل الجزية وجب قبولها ولم يجز قتله ولا اكراهه عى الاسلام واذاكان كذلك فكيف يكون عيسٰى عليه السلام حاكماً بشريعة نبيّنا ﷺ. فالجواب انه لا خلاف انما ينزل حاكماً بهذه الشريعة المحمدية ﷺ) لحديث عبدالله بن مغفل ينزل عيسى بن مريم مصدقا بمحمد على ملته رواه الطبرانى (ولا ينزل نبى برسالة مستقلة وشريعة ناسخة بل هو حاكم من حكّام هذه الامّة واماحكم الجزية ومايتعلّق بها فليس حكما مستمرا الى يوم القيامة بل هو مقيّد بما قبل نزول عيسى وقد اخبرنبينا ﷺ وليس عيسى هوالناسخ بل نبيّنا ﷺ هوالمبين للنسخ) بقوله ويضع الجزية (فدل على ان الامتناع فى ذلك الوقت من قبول الجزية وهو شرع نبيّنا ﷺ اشار اليه النووى فى شرح مسلم فان قلت ما المعنى فى تغيير حكم الشرع عند نزول عيسى عليه السلام فى قبول الجزية فاجاب ابن بطال) ابوالحسن على فى شرح البخارى (بانا انما قبلناها نحن لاحتياجنا الى المال وليس يحتاج عيسٰى عليه السلام عند خروجه) اى ظهوره ونزوله من السماء الى الارض (الى مال لانه يفيض فى ايامه المال حتى

لايقبله احد فلا يقبل الا القتل او الايمان بالله وحده. انتهى واجاب الشيخ ولى الدين بن العراقى بان قبول الجزية من اليهود والنصارى بشبهته ما بايديهم من التورة والانجيل وتعلّقهم بزعمهم بشرع قديم فاذانزل عيسى ﷺ زالت تلک الشبهة بحصول معاينته فصاروا كعبدة الاوثان فى انقطاع شبهتهم وانكشاف امرهم فعوملوا معاملتهم فى انه لايقبل منهم الا الاسلام والحكم يزول بزوال علّته قال وهذا معنى حسن مناسب لم ار من تعرض له قال وهذا اولى ممّا ذكره ابن بطّال انتهى) وفى الفتح قال العلماء الحكمة فى نزول عيسى دون غيره من الانبياء الرد على اليهود فى زعمهم انهم قتلوه فبين الله كذبهم وانه الذى يقتلهم اونزوله لدنو اجله ليدفن فى الارض اذ ليس لمخلوق من التراب ان يموت فى غيرها وقيل انه دعا الله لما راى صفة محمد ﷺ وامته ان يجعله منهم فاستجاب الله دعائه وابقاه حتى ينزل فى اخرالزمان مجدّدا والامر الاسلام فيوافق خروج الدجال فيقتله والاوّل اوجه. وفى مسلم عن ابن عمروانه يمكث فى الارض بعد نزوله سبع سنين وروى ابونعيم بن حماد فى كتاب الفتن من حديث ابن عبّاس ان عيسٰى اذ ذاک يتزوّج فى الارض ويقيم بها تسع عشرة سنة وباسناد فيه مبهم عن ابى هريرة يقيم بها اربعين سنة وروى احمد وابوداؤد بسند صحيح عن ابى هريرة مرفوعاً ينزل عيسٰى ﷺ وعليه ثوبان ممصران فيدق الصليب ويقتل الخنزير ويضع الجزية ويدعوالناس الى الاسلام ويهلک الله فى زمانه الملل كلّها الا الاسلام وتقع الامنة فى الارض حتى ترقع الاسود مع الابل وتلعب الصبيان

بالحيّات فيمكث فى الارض اربعين سنة ثم يتوفى ويصلّى عليه المسلمون انتهى. قال ابن كثير ليشكل عليه خبر مسلم انه يمكث فى الارض سبع سنين اللهم الا ان تحمل هذه السبع على مدّة اقامته بعد نزوله تكون مضافة الى مكثه فيها قبل رفعه الى السماء وكان عمره اذ ذاک ثلاثا وثلاثين سنة على المشهور قال فى مرقاة الصعود وقد افمت سنين اجمع بذلک ثم رأيت البيهقى قال فى كتاب البعث والنشور هكذا فى هذالحديث ان عيسى يمكث فى الارض اربعين سنة وفى مسلم من حديث عبدالله بن عمرو فى قصّة الدجال فيبعث الله عيسٰى ابن مريم فيطلب فيهلكه ثم يلبث الناس بعده سبع سنين ليس بين اثنين عداوة وقال البيهقى ويحتمل ان قوله ثم يلبث الناس بعده اى بعد موته فلا يكون مخالفا للاول انتهى. فترجح عندى هذا التاويل من وجوه احدها ان حديث مسلم ليس نصا فى الاخبار عن مدّة لبث عيسٰى وخبر ابى داؤد نصٌّ فيها. والثانى ان ثم تويد هذا التاويل لانها للتراخى والثالث قوله يلبث الناس بعده فينجه ان الضمير فيه لعيسى لانه اقرب مذكور والرابع انه لم يرد فى ذلک سوى هذا الحديث الواحد المحتمل ولاثانى له وورد مكث عيسٰى اربعين سنة فى عدة احاديث من طرق مختلفة فحديث ابى داؤد هذا هو صحيح فهذه الاحاديث المتعدّدة الصريحة اولى من ذلک الحديث الواحد المحتمل انتهى ويؤيّده ان حديث رفعه وهو ابن ثلاث وثلاثين انما يروى عن النصارى فعند الحاكم عن وهب ابن منبه قال ان النصارى تزعم فذكر الحديث الى ان قال وانه رفع وهو ابن ثلاث وثلاثين وفيه عبدالمنعم

بن ادریس کذبوہ ولوصح فھو عن النصاریٰ کماتری والثابت فی الاحادیث النبویّۃ انہ رفع وھو ابن مائۃ وعشرین روی الطبرانی والحاکم فی المستدرک عن عائشۃ ان النبی ﷺ قال فی مرضہ الذی توفی فیہ لفاطمۃ ان جبریل کان یعارضنی القران فی کل عام مرّۃ وانہ عارضنی بالقران العام مرّتین واخبرنی انہ لم یکن نبی الاعاش نصف الّذی قبلہ واخبرنی ان عیسٰی بن مریم عاش عشرین ومائۃ سنۃ ولااراني الاذاھبا علی راس الستین ورجالہ ثقات ولہ طرق وذکر ابن عساکر ان وفاۃ عیسٰی تکون بالمدینۃ فیصلی علیہ ھنالک ویدفن بالحجرۃ النبویّۃ وقال الحافظ فی موضع اخر رفع عیسٰی وھو حی علی الصحیح ولم یثبت رفع ادریس وھو حی من طریق مرفوعۃ قویۃ. انتھی. (زرقانی صفحہ۳۰۴،۳۰۵)

پس جس وقت کہ ہمارے سردار عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں سے اتریں گے تو ہمارے نبی ﷺ کی شریعت کے مطابق حکم کریں گے پھر شریعت محمدی ﷺ کے احکام کا استفاضہ ان کو بذریعہ الہام ہو یا بذریعہ روح محمدی ﷺ یا کسی اور طریقہ سے جو اللہ چاہے گا یعنی کتاب وسنت سے بطریق استنباط یا مثل اس کے کسی دوسرے طریقہ سے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو شریعت محمدی ﷺ کے احکام کس طرح پہنچیں گے؟

چنانچہ شیخ سیوطی رحمہ اللہ سے کسی نے پوچھا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو ہمارے شریعت کے احکام کس طرح پہنچیں گے؟ تو انہوں نے

۱.....جواب دیا کہ کل انبیاء اپنے اپنے زمانوں میں اپنے ماقبل اور مابعد انبیاء علیہم السلام کی کل شرائع کو جبریل علیہ السلام کی زبانی بطریق وحی اور اپنی اپنی منزلہ کتابوں میں بطریق تنبیہ جانتے ہیں۔

۲.....اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام قرآن کریم میں نظر اور غور کرنے سے احادیث رسول اللہ ﷺ

کی طرف رجوع کرنے کے بغیر اس ملت کے احکام سمجھ لیں گے جیسے کہ آنحضرت ﷺ نے قرآن کریم سے احکام ملت استنباط فرمائے۔ کیونکہ قرآن کریم شریعت کے کل احکام پر حاوی ہے اور ہمارے نبی ﷺ نے قرآن کریم سے احکام شریعت کا استنباط اپنے اس خداداد فہم اور عقل کے ساتھ کیا جو انہیں کے ساتھ مختص ہوا۔ اور پھر احکام مستنبط کو احادیث میں مشرح فرمایا اور اُمت کے افہام اس شے کے ادراک سے قاصر ہیں جو صاحب نبوت ادراک کرتا ہے اور چونکہ عیسیٰ علیہ السلام بھی ایک نبی اللہ ہیں اس لئے بعید نہیں کہ قرآن کریم سے اسی طرح احکام ملت کا ادراک کریں جس طرح کہ ہمارے نبی ﷺ نے ادراک کیا۔

۳.....اور عیسیٰ علیہ السلام آنحضرت ﷺ کے صحابہ میں معدود ہیں۔ کیونکہ کئی بار آنحضرت ﷺ کے ساتھ ان کو اجتماع ہوا۔ پس کوئی مانع نہیں کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے شریعت محمدیہ کے ان احکام کی تلقی کی ہو جو شریعت انجیل کے مخالف ہوں کیونکہ ان کو معلوم تھا کہ وہ عنقریب اُمت محمدیہ ﷺ میں اترنے والے ہیں اور ان میں انہیں کی شریعت کے مطابق حکم کریں گے۔ لہٰذا عیسیٰ علیہ السلام نے آنحضرت ﷺ سے بلاواسطہ ان احکام کی تلقی کی اور اسی معنی کی طرف علماء کی ایک جماعت نے اشارہ کیا۔ شیخ سیوطی فرماتے ہیں کہ میں نے امام سبکی رحمہ اللہ کی عبارت دیکھی جس میں انہوں نے تصریح کی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام ہمارے نبی ﷺ کی شریعت کے مطابق قرآن وسنت کے ساتھ حکم کریں گے جس سے اس معنی کی ترجیح ہوتی ہے کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے بالمشافہ اور بلاواسطہ سنت کی تلقی کی۔

۴.....اور عیسیٰ علیہ السلام جب نزول فرمائیں گے تو ان کو آنحضرت ﷺ کے ساتھ زمین پر اجتماع اور مصاحبت ہوگی جیسے کہ یہ معنی کئی حدیثوں میں صراحت کے گئے ہیں پس کوئی مانع نہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام ضرورت کے وقت آنحضرت ﷺ سے احکام شریعت کی تلقی کر لیں۔

اور شیخ سیوطی رحمہ اللہ علیہ نے ان چاروں وجوہات کے اثبات میں مدلل طور سے

استدلال کیا جس کا یہاں ذکر کرنا باعث طوالت ہے اور بیان کیا کہ جواب اوّل کی نسبت کسی نے ان پر اعتراض کیا کہ اس سے لازم آتا ہے کہ قرآن کریم پر کتب سابقہ مشتمل ہیں اور شیخ نے جواب دیا کہ اس میں کوئی مانع نہیں کیونکہ احادیث نبویہ سے اس معنی کا ثبوت ملتا ہے اور خود خدا قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ قرآن رب العالمین کا اتارا ہوا زبر اولین میں ہے۔ پھر ایک ورق میں اس کے ادلہ بیان کئے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نزول کے بعد وحی اترنا

اور کہا کہ اسی سائل نے پھر دوسری دفعہ پوچھا کہ کیا یہ ثابت ہے کہ اترنے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی کا نزول ہوگا؟ اس کے جواب میں کہا ہاں۔ کیونکہ مسلم وغیرہ نے نواس بن سمعان کی حدیث کے درمیان روایت کی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ وحی کرے گا کہ میں نے اپنے بندوں میں سے ایسے بندے نکالے ہیں کہ جن کے قتال کی تجھے طاقت نہیں۔ پس میرے بندوں کو کوہ طور کی طرف لے جا اور اللہ تعالیٰ یاجوج و ماجوج کو نکالے گا جو ہر بلند اور سخت زمین سے دوڑتے آئیں گے اور ان کے پیشرو بحیرہ طبریہ پر گذریں گے اور اس کا سارا پانی پی جائیں گے اور ان کے پس رو جب اس تالاب پر گذریں گے تو کہیں گے کہ کسی وقت اس تالاب میں پانی ہوگا۔ اور عیسیٰ نبی اللہ اپنے اصحاب سمیت طور کے غار میں محصور رہیں گے اور یاجوج و ماجوج کے نابود ہونے کے بعد عیسیٰ نبی اللہ اپنے اصحاب کے ساتھ زمین کی طرف اتریں گے۔ پس یہ حدیث صریح بیان کر رہی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام پر نزول کے بعد وحی اترے گی اور یہ امر قطعی ہے کہ وحی لانے والا جبریل علیہ السلام ہی ہے کیونکہ اللہ اور انبیاء اللہ کے درمیان وہی سفیر ہے جیسے کہ آثار میں مصرح ہے اور شیخ نے بالتفصیل ان کو لکھا۔

عیسیٰ علیہ السلام پر وحی حقیقی ہوگی کیونکہ وہ نبی ہیں

پھر شیخ نے کہا کہ بعض کا زعم ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام جب اترے گا تو وحی حقیقی اس کی

طرف نہ اترے گی بلکہ اس کو وحی مجازی ہوگی یعنی الہام۔ حالانکہ یہ بالکل باطل اور مہمل ہے کیونکہ مسلم وغیرہ کی حدیث اس کو رد کر رہی ہے اور نیز جس معنی سے کہ وحی حقیقی اس کے نزدیک متعذر ہے در اصل وہ خود فاسد ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نبی نہیں وحی حقیقی کے نزول میں کون مانع ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بعد نزول سلب نبوت ہونے کا اعتقاد کرنا کفر ہے

پس اگر اس خیال سے کہے کہ عیسیٰ علیہ السلام سے وصف نبوت جاتا رہا ہے تو یہ ایسا قول ہے جو کفر تک پہنچا دیتا ہے کیونکہ کبھی کسی نبی کی نبوت نہیں جاتی نہ مرنے کے قبل اور نہ مرنے کے بعد۔ اور اگر اس خیال سے کہے کہ وحی حقیقی نبی کے ایک خاص زمانہ کے ساتھ مختص ہوتی ہے تو یہ ایسا قول ہے جس پر کوئی دلیل نہیں اور اس کو اس کے خلاف دلائل کا ثبوت باطل کرتا ہے۔ انتہی

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کوئی جدید شریعت نہ لائیں گے بلکہ شریعت محمدیہ ﷺ پر عمل کریں گے

الی صل عیسیٰ علیہ السلام آنحضرت ﷺ سے ان شرائع کی تلقی فرمائیں گے جن کا حکم سنت محمدیہ ﷺ میں اللہ کو منظور ہوگا اور کسی شے کی تحریم اور تحلیل کے متعلق کوئی جدید حکم بجز حکم نبی ﷺ نہ کریں گے اور نہ اپنی شریعت متقدمہ کے مطابق حکم کریں گے کیونکہ وہ ہر امر میں ہمارے نبی ﷺ کے تابع رہیں گے۔ چنانچہ اس معنی پر حکیم ترمذی نے کتاب ختم الاولیاء میں تنبیہ کردی ہے اور صاحب عنقاء مغرب نے اس کی صراحت کی اور اسی طرح شیخ سعد الدین تفتازانی نے شرح عقائد نسفی میں اور اس نے اس امر کی تصحیح کی کہ عیسیٰ علیہ السلام لوگوں کی امامت کریں گے اور مہدی ان کا اقتدا کریں گے کیونکہ وہ افضل ہے لہٰذا اسی کی امامت اولیٰ ہے۔ انتہی

حضرت عیسیٰ نبی اللہ کی امامت مہدی موعود کرے گا اور امامکم منکم کی تفسیر

اگرچہ اس تعلیل پر اعتماد کرنے سے یقین کیا جاتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام ہی امامت کریں گے اور بعض آثار بھی اس کے شاہد ہیں لیکن صحیحین کی حدیث اس کی معارض ہے جو

ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ کہا اس نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اس وقت تمہاری کیا کیفیت ہوگی جبکہ ابن مریم تم میں اترے گا اور امام تمہارا تمہیں میں سے ہوگا۔ اور نیز مسلم کی دوسری حدیث کہ اس وقت تمہاری کیا کیفیت ہوگی جبکہ ابن مریم علیہ السلام تم میں اترے گا اور امام تمہارا تمہیں میں سے ہوگا۔ اور نیز مسلم کی دوسری حدیث کہ اس وقت تمہاری کیا کیفیت ہوگی جبکہ ابن مریم علیہا السلام تم میں اترے گا اور اس کو کہا جائے گا کہ ہماری امامت کرو اور وہ از روئے تکریم امت محمدیہ ﷺ کہے گا نہیں۔ تمہارے ہی بعض تم پر امیر ہیں۔ اور نیز احمد کی حدیث جو جابر ؓ سے مروی ہے کہ ناگہاں عیسیٰ کا ان میں اترنا ہوگا اور ان سے کہا جائے گا کہ آگے ہو۔ وہ کہے گا کہ تمہارا ہی امام تمہارے آگے ہونا چاہیے اور وہی تمہاری نماز پڑھائے۔ اور نیز ابن ماجہ کی حدیث جو ابو امامہ سے مروی ہے کہ سب لوگ بیت المقدس میں جمع ہوں گے اور ان کا امام ایک مرد صالح ہوگا جو نماز پڑھانے کے لئے ان کے آگے ہوگا اس وقت ناگہاں حضرت عیسیٰ ؑ کا اترنا ہوگا اور امام پچھلے پاؤں لوٹنے لگے گا کہ حضرت عیسیٰ ؑ آگے ہو جائے لیکن حضرت عیسیٰ ؑ اس کے دونوں کاندھوں کے درمیان کھڑا ہو کر کہے گا کہ آگے ہو اس نماز کی اقامت تیرے ہی لئے کہی گئی ہے۔ اور نیز ابو نعیم کی حدیث جو ابو سعید سے مرفوعاً مروی ہے کہ وہ شخص ہم میں سے ہی ہے جس کے پیچھے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نماز پڑھیں گے یعنی وہ شخص اہل بیت نبی ﷺ میں سے ہے۔

امامت مہدی ؑ اور عیسیٰ ؑ میں جو احادیث کا تعارض ہے اس میں مطابقت

اس تعارض کے دفع کرنے کے لئے اس طرح تطبیق کی گئی ہے کہ ابتداء میں تو حضرت عیسیٰ ؑ مہدی کا اقتدا کریں گے تاکہ معلوم ہو جائے کہ عیسیٰ ؑ بصورت تابع اور حاکم بشریعت نبی ﷺ اترے ہیں۔ پھر اس کے بعد مہدی ؓ ان کا اقتدا کریں گے تاکہ اصل قاعدۂ اقتداء سے انحراف نہ ہو۔ ابن جوزی کہتے ہیں کہ اگر حضرت عیسیٰ ؑ

وہلۂ اول میں امام بن جائیں گے تو ضرور نفوس میں ایک وسوسہ واقع ہوگا اور کہا جائے گا کہ کیا نائب ہو کر آگے بڑھتے ہیں یا نئی شریعت کے ساتھ اترے ہیں۔ پس اسی وسوسہ کے ازالہ کے لئے مقتدی بن کر نماز پڑھیں گے تاکہ شبہ کے غبار سے آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد غلط ثابت نہ ہو جو فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اور اس امت کے ایک مرد کے پیچھے جو زمانہ قرب قیامت میں ہوگا عیسیٰ ؑ کا نماز پڑھنا ان اقوال صحیحہ کی دلیل ہے جن میں ارشاد ہے کہ زمین کبھی ایسے شخص سے خالی نہ ہوگی جو اللہ کے لئے حجت کے ساتھ کھڑا ہے۔

امامکم منکم کے دوسرے معنی

اور بعض نے امامکم منکم کے معنی یوں کہے ہیں کہ عیسیٰ ؑ قرآن کے ساتھ حکم کریں گے نہ کہ انجیل کے ساتھ۔ جیسے کہ مسلم کی ایک روایت میں ہے۔ ابن ابی ذئب کہتے ہیں کہ اس لفظ کے معنی یہ ہیں کہ تمہارا امام تمہارے رب کی کتاب کے ساتھ ہوگا اور اس معنی کی رو سے نہ معلوم ہو سکا کہ عیسیٰ نزول کے وقت امام ہوگا یا مقتدی، لیکن اس پر احمد اور مسلم کی روایت وارد ہوئی ہے جن میں ایسی صراحت ہے جو قابل تاویل نہیں۔ اور ابو الحسن فرماتے ہیں۔ کیا تو مناقب الشافعی میں نہیں دیکھتا کہ اس معنی کے متعلق اخبار متواترہ ہیں کہ مہدی اسی امت میں سے ہے اور عیسیٰ اس کے پیچھے نماز پڑھے گا جس کو اس نے ابن ماجہ کی اس حدیث کے رد کرنے کے لئے بیان کیا جو حضرت انس ؓ سے مروی ہے کہ کوئی مہدی بجز عیسیٰ کے نہیں۔ پس عیسیٰ ؑ اگرچہ امت محمدیہ ﷺ میں خلیفہ ہوں گے لیکن وہ بدستور رسول اور نبی کریم ہوں گے نہ جیسے کہ بعض کا گمان ہے کہ وہ نبوت اور رسالت سے الگ ہو کر ایک امتی بن کر اتریں گے۔

حالانکہ یہ شخص اس بات سے جاہل اور ناواقف ہے کہ رسالت اور نبوت کا انفکاک جبکہ موت سے بھی نہیں ہوتا تو اس شخص سے کیسے انفکاک ہو سکتا ہے جو ابھی زندہ ہے۔ ہاں وہ امت محمدیہ ﷺ کا فرد ہے۔ جو اپنی نبوت اور رسالت پر بدستور باقی رہے گا

جیسے کہ قبل اس کے بیان ہوا کہ اس پر ہمارے نبی کا اتباع اور اس کی شریعت کے مطابق حکم کرنا واجب ہے۔ پس اگر تو کہے کہ صحیح مسلم اور بخاری دونوں میں وارد ہے کہ ضرور عنقریب ابن مریم تم میں بصورت حاکم مقسط اور عادل نازل ہوگا اور نیز مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ہے کہ دمشق کے مشرقی منارہ بیضاء پر عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کا نزول ہوگا اور صحیحین میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اترے گا اور دجال کو قتل کرے گا۔ اور پہلی روایت کے بعد ہے کہ صلیب کو توڑے گا اور خنزیر کو قتل کرے گا یعنی دین نصرانیہ کو باطل کرے گا۔

وضع جزیہ کے متعلق بحث

اور طبرانی اوسط میں ابو ہریرہ سے باسناد لا باس بہ ہے کہ خنزیر اور بندر کو قتل کرے گا اور جزیہ اٹھا دے گا۔ اور ایک روایت میں لڑائی اٹھا دے گا اور صحیحین میں بقیہ حدیث ہے کہ مال بہا دے گا یہاں تک کہ کوئی اس کو قبول نہ کرے گا اور اس وقت ایک سجدہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہوگا۔ پھر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے رہے کہ اگر تم اس کا ثبوت چاہتے ہو تو قرآن کی یہ آیت پڑھو کہ کوئی اہل کتاب نہیں جو عیسیٰ پر ایمان نہ لائے گا قبل اس کے کہ عیسیٰ مرے اور عیسیٰ ان پر قیامت کے دن شہادت دے گا۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے یہ معنی ہیں کہ اس وقت ایک ہی دین ہو جائے گا۔ اور دنیا کے تختہ پر کوئی اہل ذمہ باقی نہ رہے گا جو جزیہ ادا کرے۔ اور بعض نے اس کے معنی یوں کہے ہیں کہ مال اس قدر زیادہ ہو جائے گا کہ کوئی مصرف جزیہ کا باقی نہ رہے گا پس بوجہ استغناء جزیہ کا لینا ترک کر دیا جائے گا۔ اور قاضی عیاض کا قول ہے کہ محتمل ہے کہ وضع سے مراد تقریر ہو یعنی عیسیٰ کفار پر بلا محابہ جزیہ معین فرمائے گا اور مال کی کثرت اسی سبب سے ہوگی۔ لیکن امام نووی نے اس قول کا پیچھا کر کے اس کو رد کر دیا پس اس کے صحیح معنی یہی ہیں کہ عیسیٰ نہ جزیہ قبول کرے گا اور نہ اسلام کے سوائے کوئی دوسری چیز اور اگر انہوں نے اسلام قبول نہ کیا تو قتل کرے گا۔

وضع جزیہ کے صحیح معنی

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ اس معنی کی مؤید امام احمد کی روایت ہے جو دوسرے طریق سے ہے اور دونوں کا دعویٰ واحد ہے اور یہ اگرچہ ہماری شریعت کے موجودہ حکم کے برخلاف ہے کیونکہ کتابی جبکہ جزیہ دینا قبول کرے تو اس کا قبول کر لینا واجب ہے اور قتل جائز نہیں اور نہ اسلام پر زبردستی مجبور کرنا اور ایسی صورت میں عیسیٰ علیہ السلام بخلاف حکم موجودہ کرنے میں حاکم شریعت نبی کیونکر رہ سکتے ہیں؟ پس اس کا جواب یہی ہے کہ بلاشک وہ شریعت محمدیہ ﷺ کے مطابق حکم کریں گے جیسے کہ حدیث عبداللہ بن مغفل میں ہے کہ عیسیٰ بن مریم محمد ﷺ کے مصدق اور ان کی ملت پر نازل ہوں گے جس کو طبرانی نے روایت کیا اور یہ بالکل مقرر ہے کہ کوئی نبی رسالت مستقلہ اور شریعت ناسخہ کے ساتھ آنحضرت ﷺ کے بعد نہ اترے گا بلکہ اس امت کے حکام کی طرح ایک حاکم ہوگا لیکن حکم جزیہ اور اس کے متعلق امر کوئی استمراری حکم نہیں جو قیامت تک ہوگا بلکہ یہ حکم نزول عیسیٰ کے ماقبل تک محدود اور مقید ہے۔

پس عیسیٰ اس حکم کا ناسخ نہیں بلکہ خود ہمارے نبی ﷺ ہیں جنہوں نے اس کے نسخ کا وقت بیان فرما دیا کہ عیسیٰ جزیہ اٹھا دے گا۔ پس معلوم ہو گیا کہ اس وقت جزیہ کا قبول نہ کیا جانا ہمارے ہی نبی ﷺ کی شریعت کے حکم کے مطابق ہے چنانچہ امام نووی نے شرح مسلم میں اس معنی کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔ پس اگر تو کہے کہ نزول عیسیٰ علیہ السلام کے وقت قبول جزیہ کے ایک حکم شرعی کے بدل دینے میں کیا حکمت ہے تو اس کا جواب ابن بطال ابوالحسن علی نے شرح بخاری میں یوں دیا ہے کہ ہم نے اس وقت جزیہ لینا اس لئے قبول کیا ہے کہ ہم مال کے محتاج ہیں اور عیسیٰ کو آسمانوں سے نزول کے وقت مال کی حاجت نہ رہے گی اور ان کے زمانہ میں مال کی اتنی کثرت ہوگی کہ کوئی اسے قبول نہ کرے گا۔ پس عیسیٰ بجز ایمان خدائے واحد یا قتل کے قبول نہ کرے گا۔ انتہی اور شیخ ولی الدین ابن العراقی نے یوں

جواب دیا ہے کہ اس وقت یہود اور نصاریٰ سے جزیہ اس لئے قبول کیا گیا ہے کہ ان کے ہاتھوں میں توریت اور انجیل کے ہونے اور ان کے زعم میں شرع قدیم کے ساتھ متمسک ہونے کا شبہہ ہے پس جس وقت کہ عیسیٰ علیہ السلام اترے گا اس وقت حصول معائنہ سے یہ شبہہ دور ہو جائے گا اور ان کی حالت وثن پرستوں کی سی ہو جائے گی اور انہیں کی طرح ان کے ساتھ بھی معاملہ کیا جائے گا اور بجز اسلام کے ان سے کوئی شے قبول نہ کی جائے گی اور حکم کا زوال اس کی علت کے زوال سے ہوتا ہے۔ اور کہا کہ یہ اچھی اور مناسب وجہ ہے جس پر میں نے کسی کو معترض نہ دیکھا اور ابن بطال کے جواب سے بہتر ہے۔ انتہی

عیسیٰ نبی اللہ کے آسمانوں سے اترنے کے اسرار

اور فتح الباری میں ہے کہ علماء کہتے ہیں علی الخصوص عیسیٰ علیہ السلام کے نزول میں حکمت یہی ہے کہ

۱۔۔۔۔ یہود کو اپنے اس زعم میں ندامت اور حسرت ہو کہ انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا۔ پس عیسیٰ کے نزول سے اللہ تعالیٰ ظاہر کر دے گا کہ وہ اپنے زعم میں جھوٹے ہیں بلکہ وہ خود عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے قتل ہوں گے۔ یا

۲۔۔۔۔ اجل نزدیک ہو جانے سے تاکہ زمین میں دفن کئے جائیں اس لئے کہ جو شے کہ مٹی سے مخلوق ہے اس کے لئے جائز نہیں کہ مٹی کے سوائے کسی اور جگہ مرے۔ اور

۳۔۔۔۔ بعض کا قول ہے کہ جب عیسیٰ علیہ السلام نے محمد اور امت محمدیہ ﷺ کی صفت دیکھی تو اللہ سے دعا مانگی کہ اے خدا! مجھے بھی اُمت محمدیہ ﷺ میں سے کر۔ پس اس کی دعا اللہ تعالیٰ نے قبول کر لی اور اس کو زندہ رکھا تاکہ آخر زمانہ میں امر اسلام کا مجدد ہو کر اترے اس وقت دجال کو پائے گا اور اس کو قتل کرے گا۔ لیکن وجہ اول بہت مناسب ہے۔ اور مسلم میں ابن عمر سے ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد سات برس تک زمین میں اقامت کرے گا۔

نزول کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قیام میں اختلاف کی توجیہہ

اور نعیم بن حماد نے کتاب الفتن میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث سے روایت کی ہے کہ عیسیٰ نزول کے بعد زمین میں نکاح کرے گا اور انیس (۱۹) برس تک اقامت کرے گا۔ اور ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسناد مبہم سے مروی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام چالیس (۴۰) برس تک اقامت کرے گا۔ جس کو احمد نے روایت کیا اور ابوداؤد نے صحیح اسناد کے ساتھ ابی ہریرہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام دو زرد رنگ کپڑے اوڑھے ہوئے اتریں گے اور صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ اٹھا دیں گے اور لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں گے اور اس کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ اسلام کے سوا کل ملتیں نابود کر دے گا اور زمین میں ایسا امن ہوگا کہ شیر اور اونٹ مل کر چریں گے اور خرد سال بچے سانپوں کے ساتھ کھیلیں گے پھر چالیس (۴۰) برس تک زمین میں اقامت کریں گے پھر فوت ہو جائیں گے اور مسلمان ان کے جنازہ کی نماز پڑھیں گے۔ انتہی

ابن کثیر کہتا ہے۔ کہ مسلم کی حدیث اس کی معارض ہے جس میں مذکور ہے کہ عیسیٰ زمین میں سات برس تک اقامت کرے گا۔ ہاں اس صورت میں معارض نہیں جب کہ یہ سات برس نزول کے بعد مدت اقامت پر محمول ہوں اور قبل از رفع مدت مکث کے ساتھ منضم کئے جائیں جو کہ بقول مشہور تینتیس برس ہیں۔ چنانچہ شیخ سیوطی رحمہ اللہ اپنی کتاب مرقات الصعود میں لکھتے ہیں کہ میں کئی سال تک ان احادیث میں اسی طرح تطبیق کرتا رہا۔ پھر بیہقی کی کتاب ''البعث والنشور'' میں دیکھا کہ اس نے بھی اسی طرح اس حدیث کی البعث کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام زمین میں چالیس برس تک اقامت کریں گے اور قصہ دجال کے متعلق مسلم میں عبداللہ بن عمر کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو بھیجے گا تاکہ دجال کی تلاش کر کے اس کو ہلاک کرے۔ پھر اس کے بعد سات برس تک لوگ اس

طرح مل کر رہیں گے کہ کسی اثنین میں باہم عداوت نہ ہوگی۔ بیہقی نے کہا محتمل ہے کہ بعدہ سے مراد بعد موتہ ہو جو اول کے مخالف نہیں۔ انتہی یہ تاویل میرے نزدیک کئی وجوہ سے راجح ہے۔ اول اس لئے کہ مسلم کی حدیث مدت لبث عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت نص نہیں اور ابوداؤد کی حدیث اس معنی میں نص صریح ہے۔ دوم یہ کہ کلمہ ثم اس تاویل کا مؤید ہے اس لئے کہ وہ تراخی کا افادہ کرتا ہے۔ سوم اس لئے کہ بعدہ کی ضمیر انسب ہے کہ عیسیٰ کی طرف راجع ہو اس لئے کہ قریب تر مرجع مذکور عیسیٰ ہی ہے۔ چہارم اس لئے کہ اس باب میں اس حدیث محتمل کے سوائے کوئی دوسری حدیث وارد نہیں ہوئی حالانکہ چالیس (۴۰) برس کی مدت اقامت کئی حدیثوں میں مختلف طریقوں سے مذکور ہے پس ابوداؤد کی حدیث ہی صحیح ہے۔ اور یہ متعدد اور صریح حدیثیں مسلم کی واحد اور محتمل حدیث سے اولیٰ ہیں۔ انتہی

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کس عمر میں مرفوع ہوئے؟

اور حدیث رفع کہ عیسیٰ علیہ السلام تینتیس برس کی عمر میں مرفوع ہوئے۔ اس کا نصاریٰ سے مروی ہونا اسی معنی کا مؤید ہے۔ چنانچہ حاکم کے نزدیک وہب ابن منبہ سے مروی ہے کہ اس نے کہا نصاریٰ کا زعم ہے کہ عیسیٰ تینتیس برس کی عمر میں مرفوع ہوا اور اس کے راویوں میں عبدالمنعم بن ادریس ہے جو متہم بالکذب ہے اور اگر صحیح بھی فرض کی جائے تو وہ نصاریٰ کا زعم ہے کیونکہ جو امر کہ احادیث نبویہ میں ثابت ہے وہ یہ ہے کہ عیسیٰ ایک سو بیس (۱۲۰) برس کی عمر میں مرفوع ہوا۔ چنانچہ طبرانی اور حاکم نے مستدرک میں عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے مرض موت میں فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ جبریل ہر سال ایک دفعہ میرے ساتھ قرآن کا تکرار کیا کرتا تھا اور اس سال اس نے دو دفعہ دور کیا ہے اور اس نے مجھے اطلاع دی ہے کہ ہر نبی اپنے ماقبل نبی سے نصف زمانہ زندہ رہا اور عیسیٰ بن

۱ اس کی تردید ان شاء اللہ عنقریب آتی ہے۔ ۲

مریم ایک سو بیس (۱۲۰) برس زندہ رہا اور بجز اس کے نہیں کہ میں ساٹھ (۶۰) برس کے سرے پر رخصت ہونے والا ہوں۔ اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں اور کئی طریق سے مروی ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مدفن مدینہ منورہ میں ہوگا

اور ابن عساکر کا بیان ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی وفات مدینہ منورہ میں ہوگی اور وہیں اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور حجرۂ نبوی میں دفن کیا جائے گا۔ چنانچہ ترمذی نے عبداللہ بن سلام سے روایت کی کہ توریت میں محمد ﷺ کی صفت اور عیسیٰ بن مریم کا ان کے ساتھ دفن کیا جانا لکھا ہوا ہے۔ اور حافظ علیہ الرحمۃ نے دوسری جگہ تصریح کر دی کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ اٹھائے گئے اور کہا کہ یہی صحیح ہے۔ لیکن حضرت ادریس علیہ السلام کا زندہ اٹھایا جانا بطریق مرفوع اور قوی ثابت نہیں ہوا۔ انتہی ملخصا

ان صحابہ اور تابعین اور ائمہ کے نام جن کا مذہب ہے کہ عیسیٰ زندہ ہے اور وہ آسمان سے اترے گا

پس ہمارے ان تمام بیانات سے ظاہر ہے کہ کل محدثین اور ائمہ مذاہب اربعہ اور اصحاب روایت و درایت اور صحابہ کرام جیسے حضرت عمر اور ابن عمر اور حضرت ابن عباس اور حضرت علی اور عبداللہ ابن مسعود اور ابی ہریرہ اور عبداللہ بن سلام اور ربیع اور انس اور کعب اور حضرت ابوبکر الصدیق جیسے کہ ان کا قول اپنے مقام پر آئے گا اور جابر اور ثوبان اور حضرت عائشہ اور تمیم داری رضوان اللہ علیہم اجمعین وغیرہ اور بخاری اور مسلم اور ترمذی اور نسائی اور ابوداؤد اور بیہقی اور طبرانی اور عبد بن حمید اور ابن ابی شیبہ اور حاکم اور ابن جریر اور ابن حبان اور امام احمد اور ابن ابی حاتم اور عبدالرزاق اور قتادہ اور سعید بن منصور اور ابن عساکر اور اسحٰق بن بشر اور ابن ماجہ اور ابن مردویہ اور بزاز اور شرح السنۃ اور ابونعیم اور شیخ سیوطی اور علامہ ذہبی اور ابن حجر عسقلانی اور قسطلانی اور امام ابوحنیفہ اور کل ائمہ شوافع اور مالکیہ اور صوفیہ اور تابعین

جیسے ابن سیرین اور شوکانی اور ابن قیم وغیرہ کا اس پر اجماع ہے کہ عیسیٰ نبی اللہ علیہ السلام زندہ آسمانوں پر اٹھائے گئے اور قبل از قیامت آسمانوں سے اتریں گے۔

اور شیخ سیوطی نے کتاب الاعلام میں تصریح کردی کہ انه یحکم بشرع نبینا وورد ت به الاحادیث وانعقد علیه الاجماع (کتاب الاعلام للسیوطی رحمۃ اللہ علیہ) وقد تواترت الاحادیث بنزول عیسی جسماً اوضح ذلک الشوکانی فی مؤلف مستقل یتضمن ذکر ماورد فی المنتظر والدجال والمسیح وغیره فی غیره وصح الطبری هذا القول ووردت بذلک الاحادیث المتواترة. (فتح البیان) عیسیٰ نبی اللہ جو بعد از نزول آسمانوں سے ہمارے نبی ﷺ کی شریعت کے مطابق حکم کرے گا۔ اس پر اجماع امت ہے جیسے کہ ہم نے اوپر بعض کی عبارات بعینہا نقل کردی ہیں۔

قادیانی کا جھوٹا دعویٰ کہ عیسیٰ علیہ السلام کے مرجانے پر اجماع اُمت ہے

پس نہایت تعجب اور حیرت کی بات ہے جو قادیانی صاحب نے اپنے مکتوب عربی کے صفحہ ۱۱ سے صفحہ ۱۵۱ تک متعدد مقامات میں تصریح کردی۔ وکذلک ذهب الیه کثیر من الاکابر والائمة وماجاء لفظ رجوع المسیح فی بناء خیر البریة (ص۱۱) وماجاء لفظ النزول من السماء فی الحدیث (ص۲۹) ولاجل ذلک ذهب الائمة الاتقیاء الی موت عیسی وقالوا انه مات ولحق الموتی کما هو مذهب مالک وابن حزم والامام البخاری وغیرذلک من اکابر المحدثین وعلیه اتفق جمیع اکابر المعتزلین وبعض کرام الاولیاء واعلم ان الاجماع لیس علی حیاته بل نحن احق ان ندعی الاجماع علی مماته (ص۳۲) وان الصحابة والتابعین و الائمة الاتون بعدهم ذهبوا الی موت عیسی ثم لایمکن لاحد ان یاتی باثر من الصحابة او حدیث من خیر البریة فی تفسیر لفظ التوفی بغیر

معنی الامانة ابدا ولوماتوا بالحسرة (ص۱۳۲) اماتری کیف تنحتوا من عند انفسهم نزول المسیح من السماء ولن تجد لفظ السماء فی ملفوظات خیر الانبیاء ولافی کلم الاولین (ص۱۳۹) ولاتجدون لفظ الرجوع فی کلم سید الرسل وافضل الانبیاء ألهتم بهذا اوتنحتون لفظ الرجوع من عند انفسکم کالخائنین (ص۱۵۱ مکتوب قادیانی) اکثر اکابر امت اور ائمہ مسیح کے مرجانے کے قائل ہیں اور اس کی حیات پر اجماع نہیں بلکہ اس کی موت پر اجماع ہے۔ اور صحابہ اور تابعین اور ائمہ تبع تابعین اس کی موت کے قائل ہیں اور یہی مذہب مالک اور ابن حزم اور امام بخاری وغیرہ اکابر محدثین کا ہے اور اسی پر اتفاق اکابر معتزلہ اور بعض اولیاء کرام کا ہے اور رجوع کا لفظ کسی حدیث نبوی میں نہیں آیا اور آسمان سے نزول کا لفظ بھی نہ کسی حدیث میں آیا اور نہ متقدمین کے ملفوظات اور کلمات میں۔ کیا تم ان الفاظ کو خائنوں کی طرح اپنے دل سے تراشتے ہو؟ اور تم ہرگز ان الفاظ کو رسول کریم اور متقدمین کے کلام میں یا توفی کے الفاظ غیر معنی موت میں نہ پاسکو گے اگرچہ حسرت اور ندامت کے ساتھ مرنا چاہو۔

احادیث میں نزول، رجوع، رفع الی السماء، ہبوط نبی اللہ، آئندہ مرے گا، صحابی رسول اللہ حج کرے گا، رسول اللہ ﷺ کی قبر پر ٹھہرے گا، رسول اللہ ﷺ اس کے سلام کا جواب دیں گے

حالانکہ خود ابن عباس کی حدیث میں آسمان سے نزول ہونے کا لفظ موجود ہے اور اسی طرح فقہ اکبر میں امام ابوحنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ کے قول میں آسمان سے نزول کا لفظ موجود ہے۔ اور در منثور میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی حدیث میں لفظ راجع الیکم مذکور ہے اور صحیح نسائی میں رفع الی السماء کا لفظ بروایت ابن عباس اور ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی حدیث میں اس کو ابن عساکر نے روایت کیا۔ لیهبطن عیسی بن مریم حکماً عدلاً واماماً

مقسطاً فلیسلکن فجّ الروحاء حاجًا اومعتمرا ولیتقفن علی قبری لیسلمنّ علیّ ولاردّن علیه. (ازالۃ ہرہ) لفظ لیھبطن عیسٰی بن مریم حکماً عدلاً واقع ہے جو بلندی سے پستی کی طرف اترنے کے لئے مخصوص ہے۔ اور ربیع کی حدیث میں آنحضرت ﷺ نے فرمادیا کہ عیسٰی علیہ السلام پر آئندہ موت آئے گی۔ اور مسلم کی حدیث میں عیسٰی علیہ السلام کے ساتھ وصف نبی اللہ مذکور ہے۔ اور علامہ ذہبی نے تصریح کردی ہے کہ عیسٰی نبی اللہ نبی بھی ہے اور صحابی بھی۔ کیونکہ شب اسراء میں انہوں نے آنحضرت ﷺ کو دیکھا۔ اور علامہ زرقانی مالکی اور ابن حجر وغیرہ نے ابن عساکر کی حدیث سے ثابت کردکھایا ہے کہ عیسٰی نے شب اسراء کے علاوہ کئی بار آنحضرت ﷺ سے بالمشافہ مصافحہ اور ملاقات کی اور صحابہ کرام نے ان کو بچشم خود دیکھا۔

زریت بن برثملا وصی عیسٰی علیہ السلام کا انتظار عیسٰی میں اب تک کوہ حلوان میں زندہ موجود ہونا

بلکہ زریت بن برثملا وصی عیسٰی علیہ السلام نے جواب تک کوہ حلوان میں زندہ موجود ہیں انہوں نے نضلہ بن معاویہ کو آسمان سے نزول عیسٰی علیہ السلام کی اطلاع دی۔ ازالۃ الخفا مکاشفات امیرالمؤمنین عمر بن الخطاب میں بروایت ابن عباس ہے۔ وروی (ای ابن عبّاس) ان عمر رضی اللہ عنہ کتب الی سعد بن ابی وقاص وھو بالقادسیۃ یقول له وجّه نضلة بن معاویة الا نصاری الی حلوان العراق لیغیروا علی ضواحیها فبعث سعد نضلة فی ثلث مائة فارس فخرجوا حتی اتوا حُلوان العراق فاغاروا علی ضواحیها واصابوا غنیمة وسبیا فاقبلوا لیسوقونها حتی ارهقهم العصر وکادت الشمس تغرب فالجاء نضلة والسبی والغنیمة الی صفح جبل ثم قام فاذّن فقال اللّٰه اکبر اللّٰه اکبر فاذا مجیب من الجبل

یجیبهٗ کبرت کبیرا یانضلة ثم قال اشهد ان لا اله الا اللّٰه قال کلمة الاخلاص یانضلة ثم قال اشهد ان محمدا رسول اللّٰه قال هو الذی بشّرنا به عیسی بن مریم علی راس امته تقوم الساعه فقال حیّ علی الصلٰوة فقال طوبی لمن مشیٰ الیها وواظب علیها قال حی علی الفلاح قال افلح من اجاب قال اللّٰه اکبر اللّٰه اکبر لا اله الا اللّٰه قال اخلصت کلمة الاخلاص کله یانضلة حرّم اللّٰه بها جسدک علی النار. فلما فرغ من اذانه قاموا فقالوا من انت یرحمک اللّٰه املکٌ انت ام من الجنّ اوطائف من عباد اللّٰه قد اسمعتنا صوتک فارنا صورتک فان الوفد وفد رسول اللّٰه ﷺ ووفد عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال فانفلق الجبل عن هامته کالرحا ابیض الراس واللحیة علیه طمران من صوفٍ قال السلام علیکم ورحمة اللّٰه وبرکاته فقالوا وعلیک السلام و رحمة اللّٰه وبرکاته من انت یرحمک اللّٰه قال زُرَیت بن برثملا وصی العبد الصالح عیسی بن مریم اسکننی هذا الجبل ودعالی بطول البقاء الی حین نزوله من السماء فاقرءوا عمر منی السلام وقولوا یاعمر سدد و قارب فقد دنا الامر و اخبروه بهذا الخصال الی اخبرکم بها یاعمراذاظهرت هذه الخصال فی امة محمد ﷺ. فالهرب الهرب اذااستغنی الرجال بالرجال والنساء بالنساء وانتسبوا الی غیرمناسبهم وانتموا الی غیر موالیهم ولم یرحم کبیرهم صغیرهم ولم یوقر صغیرهم کبیرهم وترک المعروف فلم یوم به وترک المنکر فلم ینه عنه وتعلّم عالمهم العلم لیجلب به الدنانیر والدراهم وکان المطرقیظا والولد غیظاً وطولوا المنارات وفضضوا المصاحب وزخرفوا المساجد

واظہروا الرشاوشید والبناء واتبعوا الھوی وباعوا الدین بالدنیا وقطعت الارحام وبیع الحکم واکلوا الربوا فصار الغنی عزا وخرج الرجل من بیتہ فقام الیہ من ھو خیر منہ فسلموا علیہ ورکب النساء السروج ثم غاب عنھم فلم یروہ فکتب نضلۃ بذلک الی سعد وکتب سعد بذلک الی عمر فکتب الیہ عمر سرانت ومن معک من المھاجرین والانصار حتی تنزلوا بھذا الجبل فان لقیتہ فاقرءہ منی السلام فخرج سعدؓ فی اربعۃ الاف من المھاجرین والانصار حتی نزلوا ذلک الجبل ومکث اربعین یوماً ینادی بالصلوٰۃ فلایجدون جوابا ولایسمعون خطابا (ازالۃ الخفا مکاشفات امیر المومنین عمر ؓ) عمرؓ نے سعد بن ابی وقاص کو جو قادسیہ میں حاکم تھا لکھا کہ نضلہ بن معاویہ انصاری کو حلوان عراق کی طرف روانہ کرتا کہ اس کے اطراف سے اموال غارت حاصل کریں۔ چنانچہ سعد نے نضلہ کو تین سو سوار کی معیت میں بھیجا یہاں تک کہ حلوان عراق میں آئے اور اس کے اطراف واکناف میں لوٹ کے بہت سی غنیمت اور قیدی لا رہے تھے کہ ان کو عصر کے وقت نے تنگی کی اور قریب تھا کہ آفتاب غروب ہو جائے اس وقت نضلہ نے قیدیوں اور غنیمت کو کوہ حلوان کے ایک طرف پناہ دی اور کھڑے ہو کر اذان کہنی شروع کی اور جب الله اکبر کہا تو ناگہاں ایک مجیب نے پہاڑ میں سے اجابت کے ساتھ کہا کہ اے نضلہ تو نے خداوند بزرگ کی تکبیر کہی ہے۔ پھر نضلہ نے کہا اشھد ان لا الہ الا اللہ تو مجیب نے جواب دیا کہ اے نضلہ یہ کلمۂ اخلاص ہے۔ پھر نضلہ نے کہا اشھد ان محمدا رسول اللہ تو مجیب نے کہا کہ یہ وہی ہے کہ جس کی بشارت ہم کو عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے دی اور جس کی امت کے سرے پر قیامت قائم ہوگی۔ پھر نضلہ نے کہا حی علی الصلوٰۃ تو مجیب نے کہا اس کے لئے خوشی ہے جو نماز کی طرف قدم اٹھائے اور

اس پر مواظبت کرے۔ پھر نضلہ نے کہا حی علی الفلاح۔ تو مجیب نے کہا اس کیلئے فلاحیت ہے جو اس کی اجابت کرے۔ پھر نضلہ نے کہا اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ تو مجیب نے جواب دیا اے نضلہ تو نے تو کلمہ اخلاص اچھی طرح کہا۔ اللہ نے تیرا جسم آگ پر حرام کر دیا ہے۔ پس جبکہ نضلہ اذان کہنے سے فارغ ہو گیا تو سب لوگ کھڑے ہو کر کہنے لگے خدا تجھ پر رحم کرے تو کون ہے؟ کیا تو فرشتہ ہے یا جن یا اللہ کے بندوں میں سے کوئی بندہ ہے؟ تو نے ہم کو اپنی آواز سنائی ہے پس ہم کو اپنی صورت بھی دکھا کیونکہ یہ لشکر رسول اللہ ﷺ اور عمر بن الخطاب ؓ کا بھیجا ہوا ہے۔ پس اسی وقت چکی کے پاٹ کی طرح اس شخص کا سر پہاڑ کے شگاف سے ظاہر ہو گیا جس کے سر اور ریش کے بال سفید اور اس پر پشم کے دو پرانے کپڑے تھے اور اس نے ہم کو خطاب کر کے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا اور سب نے اس کا جواب وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہہ کر پوچھا خدا تجھ پر رحم کرے تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں زُریت ابن برثملا خدا کے عبد صالح عیسیٰ علیہ السلام کا وصی ہوں اس نے مجھے اس پہاڑ میں ساکن کیا ہے اور آسمان سے نزول کے وقت تک طول بقا کی دعا میرے لئے کی ہے۔ پس میری طرف سے عمرؓ کو سلام کہہ دو اور کہو کہ اے عمر استوار اور قریب ہو جا کیونکہ امر معبود نزدیک ہو گیا ہے۔ اور ان بہت سی خصائل کی اطلاع دینے کے لئے امر کیا جو اس حدیث میں حاشیہ پر مذکور ہیں۔ اور اس کے بعد غائب ہو گیا اور وہ اس کو نہ دیکھ سکے۔ پھر نضلہ نے یہ سارا واقعہ سعد بن ابی وقاص کی طرف لکھا اور اس نے حضرت عمرؓ کی طرف لکھا اور حضرت عمرؓ نے اس کے جواب میں سعد کو لکھا کہ تو اپنے ساتھ مہاجرین اور انصار کی معیت میں اس پہاڑ پر جا اور اگر زُریت بن برثملا سے ملے تو میری طرف سے اس کو سلام کہہ دے۔ چنانچہ سعد حکم کے مطابق چار ہزار مہاجرین اور انصار کی معیت میں اس پہاڑ پر گیا اور چالیس دن تک وہاں نماز کی ندا کرتا رہا لیکن ان کو کوئی

جواب یا خطاب نہ سنائی دیا۔ پس ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس حدیث نے کئی امور سے اطلاع دے دی۔ اوّل وصی عیسیٰ کا اس قدر زمانہ دراز تک بغیر اکل وشرب کے زندہ رہنا۔ دوم عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی بشارت دینا۔ سوم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے علاوہ چار ہزار صحابہ مہاجرین وانصار عیسیٰ نبی اللہ کے نزول پر ایمان لانا حتیٰ کہ نضلہ اور تین سو (۳۰۰) سوار کی رویت وصی عیسیٰ علیہ السلام کو تسلیم کر کے اپنا سلام وصی عیسیٰ کی طرف بھیجنا۔ کیا اس کے بعد کوئی شخص جو خدا اور رسول پر ایمان رکھتا ہے رسول اللہ کے صحابہ کی طرف خیانت کی نسبت کر سکتا ہے؟ جیسے کہ قادیانی صاحب نے کی۔ اور مسیح کی حیات اور رجوع کے قائل کو مکتوب عربی کے صفحہ ۱۴۹ میں محجوب اور مجہول اور کور دل اور ظالم کہا جس سے یہ چار ہزار صحابہ مہاجرین وانصار بھی باہر نہیں ہو سکتے۔

حضرت سلمان فارسی نے وصی عیسیٰ کو دیکھا

بخاری جلد اوّل کے صفحہ اخیر کے حاشیہ پر کرمانی اور قسطلانی سے اور اکمال میں ہے۔

کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے وصی عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا اور حضرت سلمان فارسی نے بقولے دوسو پچاس (۲۵۰) برس اور بقول تین سو پچاس برس (۳۵۰) عمر پائی۔ اور ہجرت کے چھتیسویں سال مدائن میں وفات پائی۔ حضرات القدس میں ہے۔ ”وبروایت اکثر سہ و پنجاہ سال بودہ است در ۳۶ھ از ہجرت در مدائن رحلت نمودہ و حضرت امیر کرم اللہ وجہہ در یک شب از مدینہ بمدائن رفتہ سلمان را غسل دادہ درہماں شب بمدینہ سکینہ مراجعت فرمودہ است“۔

خلاف قول قادیانی صاحب معتزلہ کے نزدیک حیات عیسیٰ علیہ السلام

اور ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں کہ خود خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں توفی غیر معنی موت کے لئے سورۂ زمر میں منصوص فرمائے۔ اور یہ دعویٰ کہ کل اکابر معتزلہ کا اس پر اتفاق ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام پر موت وارد ہوگئی اس کو علامہ زمخشری معتزلی کا قول جو تفسیر کشاف میں ہے، رد کرتا ہے۔ کیونکہ انہوں نے آیت متوفی کے تحت میں اس طرح لکھا ہے۔ اِنّی

متوفیک ای مستوفی اجلک ومعناہ انی عاصمک من ان تقتلک الکفار ومؤخرک الی اجل کتبتہ لک وممیتک حتف انفک لاقتلا بایدیھم ورافعک الیّ الی سمای ومقر ملائکتی (کشاف) میں تیری اجل پوری کروں گا یعنی میں تجھ کو کفار کے ہاتھوں سے بچاؤں گا اور تجھ کو اس اجل اور زمانہ تک مہلت اور وقفہ دوں گا جو تیرے لئے میں نے لکھ دیا ہے اور تجھ کو اپنی موت سے ماروں گا اور تجھ کو اپنے آسمان اور اپنے ملائکہ کے مقر کی طرف اٹھاؤں گا۔

ہاں تفسیروں میں مفسرین نے یہ نصاریٰ کا قول ذکر کیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام رفع کے قبل سات ساعت تک مرے رہے۔ قبل اماتہ اللہ سبع ساعات ثم رفع اللہ الی السماء والیہ ذھب النصاری. (بیضاوی) اور وہب کا قول ہے۔ وقال وھب توفی اللہ عیسیٰ ثلاث ساعات من النھار ثم احیاہ ثم رفعہ اللہ الیہ وقال محمد بن اسحق ان النصاری یزعمون ان اللہ توفاہ سبع ساعات من النھار ثم احیاہ ورفعہ الیہ (معالم، ابن کثیر) کہ تین دن تک مرے رہے۔ پھر خدا نے ان کو زندہ کر کے آسمان کی طرف اٹھا لیا اور جیسے کہ اسی قسم کا مفاد اس حدیث کا ہے جس کو حاکم نے مستدرک میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام ایک سو بیس (۱۲۰) برس تک زندہ رہے اور ہر نبی اپنے ماقبل نبی کی نصف عمر پاتا ہے اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں ساٹھ (۶۰) برس کے سرے پر جانے والا ہوں۔ پہلے قول کو سب نے نصاریٰ کی طرف منسوب کیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک سو بیس برس کی عمر میں مرفوع ہونا غلط ہے

اور حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ذکر کر کے حافظ حجر عسقلانی نے خود غیر معتبر ٹھہرایا اور کہا کہ صحیح یہی ہے کہ عیسیٰ زندہ اٹھایا گیا۔ اور ابن عساکر کی حدیث اس کے بعد نقل کر کے ثابت کر دیا کہ عیسیٰ علیہ السلام مدینہ منورہ میں فوت ہوں گے۔

حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رکاکت

بلکہ خود اس حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے الفاظ کی رکاکت اس کی سخافت اور موضوعیت کی شاہد ہے۔ کیونکہ اگر کتب سیر و تواریخ پر بنظر استقراء نظر ڈالی جائے تو کبھی یہ قضیہ ثابت نہ ہوگا کہ ہر نبی اپنے ماقبل نبی کی نصف عمر پاتا ہے۔ چنانچہ شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ عجالۂ نافعہ میں حدیث کے وضع اور کذب راوی کی علامات میں سے اول علامت وضع یہ لکھتے ہیں۔ کہ راوی تاریخ مشہور کے خلاف روایت کرے۔ اور قطع نظر اس کے بیضاوی وغیرہ نے تصریح کردی ہے کہ زمانہ فترت رسل میں عیسیٰ کے بعد چار نبی گذرے۔ چنانچہ علامہ خیر الدین آفندی نے جواب فسیح میں ان کے اثبات میں معتد احادیث پیش کیں اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے تصریح کردی کہ زمانہ فترت میں کسی ایسے نبی کا وجود ممتنع نہیں جو رسول اخیر کی شریعت کی طرف دعوت دے۔

حضرت محمد ﷺ کی عمر مبارک تریسٹھ (۶۳) برس ہونا ہی صحیح ہے

عن عائشة ان النبی ﷺ توفی وهوابن ثلث وستین قال ابن شهاب واخبرنی سعید بن المسیب مثله (بخاری ص ۵۰۱) واخرج مسلم من وجه اخر عن انس ﷺ عاش ثلاث وستین و هو موافق لحدیث عائشة الماضی قریباً وبه قال الجمهور (فتح الباری حاشیہ بخاری ص ۵۰۱) اور خود حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے تریسٹھ (۶۳) برس کی عمر میں وفات پائی۔ اور یہ مذہب جمہور کا ہے اور یہی صحیح ہے۔ پس کوئی وجہ وجیہ نہیں کہ حاکم کی اس حدیث کو صحیح مان لیا جائے جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر ایک سو بیس (۱۲۰) برس بروایت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کی گئی ہے اور کہا گیا ہے۔ وروی عن ابن عباس توفی وهوابن خمس وستین بادخال سنتی الولادة والوفاة وقیل ابن ستین كما روی عن انس بالغاء الكسر قال فی المرقاة

والصحیح ثلث وستون (حاشیہ بخاری ص ۴۲۱) ہر نبی اپنے ماقبل نبی سے نصف عمر پاتا ہے اور آنحضرت ﷺ ساٹھ برس کے سرے پر وفات پا گئے۔

حالانکہ چار ہزار صحابی سے زیادہ صحابہ اور چاروں مذاہب کے ائمہ کا یہ مذہب ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ اٹھائے گئے اور وہی عیسیٰ دوبارہ آسمان سے نزول فرمانے والے ہیں۔ اور قرآن و سنت نے ان کا نزول علامت ساعت ہونا بیان فرمایا۔

وان من اهل الكتاب الا لیؤمنن به کے متعلق احادیث

بلکہ حاکم نے مستدرک میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ آیت وان من اهل الكتاب الا لیومنن به قبل موته میں مراد خروج عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ہے اور کہا کہ یہ حدیث بخاری اور مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

عیسیٰ علیہ السلام ابھی زندہ ہیں

وان من اهل الكتاب الا لیومنن به قبل موت عیسی والله انه لحی الان عندالله ولكن اذانزل امنوا به اجمعون. (ابن کثیر از حسن بصری) ابن کثیر نے حسن بصری سے روایت کی کہ کل اہل کتاب عیسیٰ پر قبل از موت عیسیٰ علیہ السلام ایمان لائیں گے اور خدا کی قسم وہ ابھی زندہ اللہ کے پاس ہے اور جب اترے گا سب اس پر ایمان لائیں گے۔

توفی کے معنی بقول مظہری رفع الی السماء

اور ابن جریر نے بھی اسی قول کی صحت پر فتویٰ دیا۔ والظاهر عندی ان المراد بالتوفی هوالرفع الی السماء یشهد به الوجدان بعد ملاحظة قوله تعالی وماقتلوه وماصلبوه ولولا نفی الموت عنه لما كان من نفی القتل فائدة اذ الغرض من القتل الموت. تفسیر مظہری کے صفحہ ۳۸۷ میں ہے کہ میرے نزدیک ظاہر یہی ہے کہ توفی کے معنی رفع بلا موت ہے اور اس معنی کیلئے ہر شخص کا وجدان

آیت وماقتلوہ وماصلبوہ کے ملاحظہ کے بعد شہادت دیتا ہے اور اگر اس سے موت کی نفی مقصود نہ ہوتی تو نفی قتل سے کیا فائدہ کیونکہ قتل کا مفاد بھی تو موت ہی ہے۔

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں

اور حضرت شاہ ولی اللہ فوز الکبیر میں لکھتے ہیں۔ ''و نیز از ضلالات ایشان یعنی نصاریٰ یکے آنست کہ جزم میکنند کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مقتول شدہ است وفی الواقع در قصہ عیسیٰ اشتباہے واقع شدہ بود و رفع بر آسمان را قتل گمان کردند و کابراً عن کابر ہماں غلط را روایت نمودند۔ خدائے تعالیٰ در قرآن شریف ازالہ شبہ فرمود کہ ماقتلوہ وماصلبوہ ولکن شبہ لھم۔ انتی اور مظہری میں ہے کہ بل۔ رفعہ اللہ الیہ ردّوا انکار لقتلہ واثبات لرفعہ۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ یہی ایک آیت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع جسم پر نص منصوص ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ قتل اور صلب اجسام سے تعلق رکھتا ہے۔ پس اس آیت میں جس جسم کے قتل اور صلب کی نفی کی گئی ہے اسی کی طرف رفع کی اضافت بھی کی گئی ہے۔

عیسیٰ علیہ السلام زمانہ کہولت کے بعد مریں گے

ویکلم الناس فی المھد وکھلا فیہ اشارۃ الی انہ یعمر ولایموت حتی یکھل والی ان سنہ لایتجاوز الکھولۃ قال الحسن بن فضل وکھلا یعنی بعد نزولہ من السماء فانہ رفع الی السماء قبل سن الکھولۃ وقال اھل التاریخ حملت مریم بعیسی ولھا ثلاث عشر سنۃ وولدت عیسی بمضی خمسین وستین سنۃ من غلبۃ الاسکندر علی ارض بابل واوحی اللہ الی عیسی وھو ابن ثلاث وثلثین سنۃ وکانت نبوتہ ثلاث سنین وعاشت مریم بعد رفعہ ست سنۃ. (مظہری، در منثور تخریج حاکم عن وہب) آیت لیکلم الناس فی المھد وکھلا کے متعلق مظہری میں ہے کہ اس میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے اور سن کہولت کے قبل نہ مریں گے اور نیز اس طرف اشارہ ہے کہ ان کا سن شریف زمانہ کہولت سے تجاوز نہ کرے گا۔ حسن بن فضل کا قول ہے کہ کھلا سے مراد نزول آسمان سے بعد کا زمانہ ہے۔ کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام سن کہولت کے قبل آسمان کی طرف اٹھائے گئے۔ اور در منثور میں اہل تاریخ کا قول ہے کہ مریم علیہا السلام تیرہ برس کی سن میں حاملہ ہوئیں اور عیسیٰ کے تولد کا زمانہ وہ ہے جبکہ اسکندر کو بابل کے فتح کئے ہوئے ابھی پینسٹھ برس گذرے تھے اور تینتیس برس کی عمر میں عیسیٰ پر وحی کا نزول ہوا۔ اور تین برس تک انہوں نے دعوت نبوت کی اور آسمان کی طرف رفع کے بعد مریم علیہا السلام چھ سال تک زندہ رہیں۔

اور معالم التنزیل میں مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا قول وکھلا قال مجاھد معناہ حلیما والعرب یمدح الکھولۃ لانہ الحالۃ الوسطی فی استحکام العقل وجودۃ الرای والتجربۃ فان قبل ذلک یقل التجربۃ. (معالم) اگرچہ یہ ہے کہ کہل کے معنی حلیم ہیں لیکن مراد زمانہ کہولت ہے۔ کیونکہ عرب کہولت کے ساتھ مدح اس لئے کرتے ہیں کہ وہی زمانہ استحکام عقل اور جودت رائے اور تجربہ کے حق میں حالت وسطی ہے۔ کیونکہ قبل اس زمانہ کے تجربہ ناقص رہتا ہے اور خود اشعار عرب میں کہل کا لفظ زمانہ کہولت کے معنی میں مستعمل ہوا۔ چنانچہ رضی میں ہے۔

اذا المرء اعتیہ المروۃ ناشیا فمطلبھا کھلا علیہ شدید

والمراد ان المرء اذالم یکتسب المجد المؤثل بطلب العلوم والاعمال الصالحۃ ومنعۃ المفاخرۃ و الماثر الدنیویۃ فی اوان الشباب فطلب تلک المنازل فی حال الکھولۃ شدید علیہ۔ (متن متین ص۲۸) اور قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ سورۂ مائدہ میں آیت تکلم الناس فی المھد وکھلا کے متعلق لکھتے ہیں۔ اذ قال اللہ یاعیسی بن مریم اذکر نعمتی علیک وعلی والدتک بدل من یوم

یجمع اذ ایدتک بروح القدس تکلم الناس فی المهد و کهلا. ای کائنا فی المهد وکهلا والمعنی تکلمهم فی الطفولة والکهولة علی سواء والمعنی الحاق حاله فی الطفولة بحال الکهولة فی کمال العقل والتکلم وبه استدل علی انه سینزل فانه رفع قبل ان اکتهل (بیضاوی سورۂ مائدہ) کہ قیامت کے متعلق لکھتے ہیں کہ قیامت کے دن حق تعالیٰ اپنے امتنانِ نعمت جتلاتے وقت کہے گا کہ اے عیسیٰ بن مریم تو ان نعمتوں کو یاد کر جو تجھے اور تیری ماں کو عطا ہوئیں جبکہ تجھے میں نے روح القدس کے ساتھ تائید دی اور تو زمانہ مہد میں اور زمانہ کہولت میں بلاتفاوت لوگوں سے باتیں کرتا تھا۔ اور مراد اس سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حالت طفولت کو باعتبار کمال عقل حالت کہولت کے ساتھ لاحق فرمادیا اور اسی سے استدلال کیا جاتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام عنقریب آسمانوں سے اتریں گے کیونکہ وہ زمانہ کہولت کے قبل اٹھائے گئے۔ پس یہ آیت بمجوائے خود حسب بیان مظہری وبیضاوی وغیرہ صاف دلالت کررہی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی عمر زمانہ کہولت سے تجاوز نہ کرے گی۔ اور وہ قبل از کہولت آسمانوں کی طرف اٹھائے گئے جیسے کہ یہی مذہب کل ائمہ کا ہے اور نیز حدیث عائشہ کے منطوق کو باطل کررہی ہے جس میں بیان ہے کہ عیسیٰ کی عمر ایک سو بیس (۱۲۰) برس کی ہوئی کیونکہ یہ عمر سن کہولت سے تجاوز کر کے شیخوخیت میں محسوب ہے۔

عیسیٰ بن مریم کے فوت ہوجانے پر امام بخاری کے اقوال سے قادیانی کا استدلال اور اس کا ابطال

اور ان تمام بیانات سے جو طریق دوئم میں مذکور ہوئے قادیانی صاحب کے وہ سارے افتراء اور کل جعلسازیاں تارعنکبوت کی طرح نیست ونابود ہوجاتی ہیں جو انہوں نے مکتوب عربی اور ازالۃ الاوہام کی جلد ثانی میں متعدد صفحات کے اندر امام بخاری اور دیگر

صحابہ وائمہ کے اقوال کے متعلق کیں اور نادانوں کو فریب میں لانے کے لئے لکھا کہ امام بخاری نے قطعی طور پر اس بات کا فیصلہ دے دیا ہے کہ مسیح ابن مریم فوت ہوگیا اور فوت شدہ بندوں میں جاملا اور معراج کے متعلق احادیث جو پانچ دفعہ امام بخاری نے مختلف اغراض کے لحاظ سے لکھی ہیں ان سے استدلال کیا کہ امام بخاری نے متفرق طرق اور متفرق راویوں کے ذریعہ سے یہ ثابت کردیا ہے کہ مسیح ابن مریم اپنی موت کے بعد اموات میں جاملا اور خدائے تعالیٰ کے بزرگ نبی جو اس دنیا سے گذر چکے ہیں ان میں داخل ہوگیا۔ حالانکہ امام بخاری نے اسی ایک غرض کے اثبات کے لئے متعدد مقامات میں ان احادیث کا ذکر نہیں کیا۔ بلکہ ہر ہر غرض کے لئے اس نے جدا جدا عنوان لکھ دیا۔ چنانچہ انہوں نے بخاری کے صفحہ ۵۰ میں باب کیف فرضت الصلوۃ فی الاسراء کا عنوان مرتب کرکے اس کے تحت اس حدیث کو اس غرض سے لکھا کہ صلوٰۃ کی فرضیت کی کیفیت بیان کریں۔ اور صفحہ ۴۵۵ باب ذکر الملائکۃ مرتب کرکے اس حدیث کو اس کے تحت اس غرض کے لئے لکھا تاکہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے ملائکہ کرام کا وجود اور ان کا آسمانوں سے زمین پر نزول اشخاص خود اترنا ثابت کریں جس کا قادیانی صاحب توضیح المرام کے متعدد صفحات میں انکار کر کے لکھتے ہیں کہ محققین اہل اسلام ہرگز اس بات کے قائل نہیں کہ ملائکہ اپنے شخصی وجود کے ساتھ انسانوں کی طرح پیروں سے چل کر زمین پر اترتے ہیں اور یہ خیال بداہت باطل بھی ہے اور ملک الموت جو ایک سیکنڈ میں ہزاروں لوگوں کی جانیں نکالتا ہے جو مختلف بلاد وامصار میں رہتے ہیں اس کے لئے اس طریق سے یہ مہلت اتنی مشقت کے بعد کافی نہیں ہوسکتی۔ اور جبریل کے نزول کی اصل کیفیت صرف اثر اندازی کے طور پر ہے نہ واقعی طور پر یاد رکھنی چاہیے۔ اور وہ بذات خود زمین پر نہیں اترتا اور اپنے ہیڈ کوارٹر نہایت روشن نیر سے جدا نہیں ہوتا بلکہ صرف اس کی تاثیر نازل ہوتی ہے اور اس کے عکس سے تصویر

انبیاء کے دل میں منقوش ہوجاتی ہے اور اولیٰ سے اولیٰ مرتبہ کے ولی پر بھی جبرئیل ہی تا مبھم وحی کی ڈالتا ہے اور حضرت خاتم الانبیاء کے دل پر وحی ڈالتا رہا لیکن ان دونوں وحیوں میں فقط آرسی کے شیشہ اور بڑے آئینہ کا فرق ہے۔ (دیکھو توضیح المرام صفحہ ۲۸،۲، ۷۰، ۷۱، ۸۵، وغیرہ) اور امام بخاری نے صفحہ ۴۷۱ میں باب ذکر ادریس وقول اللہ عزوجل ورفعناہ مکانا علیا مرتب کر کے اس کے تحت میں اس حدیث کو اس غرض سے لکھا ہے تا کہ ظاہر کریں کہ الیاس اور ادریس دو جدا جدا نبی ہیں اور وہ جو قادیانی صاحب نے شاید ابن عباس کی ویذکر عن ابن مسعود وابن عباس ان الیاس ھوادریس بخاری واسنادہ ضعیف ولھذا لم یجزم بہ البخاری. (ع) ضعیف حدیث کے لحاظ سے توضیح مرام کے صفحہ ۳ میں حضرت ادریس کی نسبت بائبل کے حوالہ سے زعم کیا ہے کہ یوحنا یا ایلیا تینوں اسماء کا درحقیقت ایک ہی مسمّٰی ہے اور وہ بالکل باطل اور دوراز تحقیق ہے۔ کیونکہ ادریس مکان علیا میں اٹھایا گیا اور آسمانوں میں بحدیث رسول شب معراج میں آنحضرت ﷺ سے ملا۔ اور صفحہ ۵۴۸ میں باب المعراج مرتب کر کے اس کے تحت میں اس حدیث کو اس غرض سے لکھا تا کہ قادیانی اور اس کے امثال کے اس خیال باطل کو رد کریں جو معراج نبوی ﷺ کو ایک خواب یا کشف خیال کرتے ہیں اور جو ترتیب کہ اس حدیث مالک بن صعصعہ میں ذکر کی گئی ہے وہی ان کا مذہب ہے۔ اور صفحہ ۱۱۲۰ میں باب قول اللہ وکلم اللہ موسیٰ تکلیما مرتب کر کے اس کے تحت اس حدیث کو اس غرض سے لکھا تا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس شرف مکالمت کو ظاہر کریں جس کے باعث حالت نزول نبوی کے وقت چھٹے آسمان سے عروج کر کے ساتویں آسمان میں آنحضرت ﷺ کا استقبال کیا اور فرضیت صلوٰۃ کے متعلق تخفیف کے لئے آنحضرت ﷺ کو روک لیا۔

اور اسی طرح قادیانی صاحب کا بالکل افتراء ہے جو انہوں نے امام بخاری رحمہ اللہ

پر باندھا کہ انہوں نے آیت فلما توفیتنی کو کتاب التفسیر میں اس لئے لکھا تا کہ آنحضرت ﷺ کے قول سے ثابت کریں کہ آپ نے توفی کے معنی مار دیا اور وفات دے دی افادہ فرمایا اور اسی غرض سے یہ حدیث بخاری کے متعدد صفحات یعنی صفحہ ۶۶۵، ۶۹۳، ۴۷۳، ۴۹۰ میں ذکر کی گئی۔ حالانکہ امام بخاری نے برخلاف زعم قادیانی صاحب ہر ہر مقام میں عنوان مرتب کر کے اس کے ذکر کرنے کے منشاء اور اپنے مذہب سے آگاہ کر دیا۔ پس بخاری کے صفحہ ۴۷۳ میں اس حدیث کو انہوں نے بعنوان باب قول اللہ عزوجل واتخذ اللہ ابراھیم خلیلا اس افادہ کیلئے لکھا تا کہ خلتِ ابراہیم کی عظمت کا اظہار ہو۔ اور صفحہ ۴۹۰ میں باب قول اللہ عزوجل واذکر فی الکتاب مریم مرتب کر کے اس غرض سے لکھا تا کہ اس باب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق اخبارات مستفیضہ کا افادہ کریں۔

دجال اور عیسیٰ علیہ السلام کے حلیہ میں فرق

چنانچہ انہوں نے اسی باب کے ضمن میں عبداللہ بن عمر کی حدیث عن نافع قال قال عبداللہ ذکر النبی ﷺ یوماً بین ظھرانی الناس المسیح الدجال فقال ان اللہ لیس باعور الا ان المسیح الدجال اعور العین الیمنی کان عینہ عنبۃ طافئۃ وارانی اللیل عندالکعبۃ فی المنام فاذا رجل ادم کاحسن ماتری من ادم الرجال تضرب لمتہ بین منکبیہ رجل الشعر یقطر راسہ ماءً واضعاً یدیہ علی منکبی رجلین وھو یطوف بالبیت فقلت من ھذا فقالوا ھذا المسیح ابن مریم ثم رایتہ رجلا وراءہ جعدا قططا اعور عین الیمنی کاشبہ من رأیت بابن قطن واضعاً یدیہ علی منکبی رجل یطوف بالبیت فقلت من ھذا فقالوا ھذا المسیح الدجال. ذکر کر کے افادہ فرمایا کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کے سامنے مسیح الدجال کا ذکر فرما کر کہا کہ اس کی سیدھی آنکھ کانی ہے گویا کہ

اس کی آنکھ ایک انگور کا دانہ ہے جو باہر نکلا ہوا ہے۔ اور آج کی رات میں نے اپنے کو کعبہ کے پاس نیند میں دیکھا اور ناگہاں دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی گندم گوں ہے جیسے کہ ایک خوبصورت آدمی گندمی رنگ کا تو دیکھتا ہے۔ کاندھوں کے اوپر کانوں کے نیچے اس کے سیدھے بال سر سے پانی ٹپکاتے ہوئے دو آدمیوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے بیت اللہ کے گرد طواف کر رہا ہے۔ پس میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ کہا یہ مسیح ابن مریم ہے۔ پھر اس کے پیچھے ایک مرد نہایت سخت مرغول (اور حبشیوں کی طرح) مجعد اور گھونگھریالے بالوں والا سیدھی آنکھ کا کانا دیکھا جو ایک آدمی کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے ابن قطن سے بہت مشابہ بیت اللہ کے گرد گھوم رہا ہے۔ میں نے پوچھا کہ یہ کون ہے۔ کہا مسیح الدجال ہے۔ اور اس کے ماقبل مجاہد از ابن عمر کی حدیث میں جو در حقیقت مجاہد عن ابن عباس سے مروی ہے۔ لکھا فاما عیسٰی احمر جعد عریض الصدر کہ عیسیٰ احمر اور جعد اور فراخ سینہ والا ہے۔ اور اس کے بعد حدیث زہری میں لکھا۔ حدثنا احمد بن محمد المکی قال سمعت ابراھیم بن سعد حدثنی الزھری عن سالم عن ابیہ قال لا واللہ ماقال النبی ﷺ لعیسٰی احمر ولکن قال بینما انا نائم اطوف بالکعبة فاذا رجل ادم سبط الشعر یھادی بین رجلین ینطف راسہ

جعد موئے کہ درو بے دو تا و پیچش باشد و نرم در ہابا شد ضد بسط رجل موئے میانہ نہ بسط و نہ قطط۔ قد رجلها ای سرجہا ومشطہا وھو استعارة من نضارة وجمال۔ سبط موئے نرم فرو ہشتہ۔ قطط موئے سخت درہم پیچیدہ مثل موئے سیاہان وحبشیاں کہ آنرا چنگلہ گویند وسخت جعد ولی الصراح جعد وقطط جعد مرغول وقطط سخت مرغول وکسیکہ در موئے وے بسیار پیچ وخم باشد مانند حبشیاں۔ جعد ورجل گھونگریالے میانہ، نہ دراز۔ جعد و سبط گھونگریالے نرم، سیدھے لٹکے بال، رجل وسبط کنگھی کے ہوئے لٹکے ہوئے بال۔ وآنحضرت ﷺ نہ سبط بود و نہ قطط بلکہ اما بین بودن آنرا ہم رجل و ہم جعد گویند عیسیٰ نہ جعد بود نہ قطط بود۔ بلکہ ہم رجل بود و ہم سبط۔ جعد کہ در وصف عیسیٰ وارد شدہ۔ قال کرمانی والمراد بہ جعودة الجسم وھی اجتماعہ واکتنازہ لاجعودة الشعر۔

ماءً و یھراق راسہ ماءً فقلت من ھذا قالوا ابن مریم فذھبت التفت فاذا رجل احمر جسیم جعد الراس اعور عینہ الیمنی کان عینہ عنبة طافة فقلت من ھذا قالوا ھذا الدجال واقرب الناس بہ شبھا ابن قطن قال الزھری رجل من خزاعة ھلک فی الجاھلیة۔ سالم نے حلف کے ساتھ کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی صفت احمر نبی ﷺ نے بیان نہیں فرمائی بلکہ صرف اتنا کہا ہے کہ میں نے سوئے ہوئے دیکھا کہ کعبہ کا طواف کر رہا ہوں کہ ناگہاں ایک گندمی رنگ کا آدمی سبط یعنی لٹکے ہوئے بالوں کا دو آدمیوں کے درمیان جھکتا ہوا جا رہا ہے اور اس کے سر سے پانی ٹپک رہا ہے میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ کہا ابن مریم۔ پھر میں نے ادھر اُدھر دیکھا تو ناگہاں ایک سرخ رنگ جسیم گھونگریالے بالوں والا سیدھی آنکھ کا کانا ظاہر ہوا میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ کہا یہی دجال ہے، جو ابن قطن سے بہت ملتا جلتا ہے۔ پس اس باب کی احادیث میں علی رغم قادیانی صاحب جو انہوں نے ازالہ کی جلد اول میں اپنی ایک طویل نظم میں کہا کہ۔

ایں مقدم نہ جائے شکوک است والتباس ۔۔۔ سید جدا کند ز مسیحائے احمرم
گم چو گندم است و بمو فرق بین است ۔۔۔ زانساں کہ آمدست در اخبار سرورم
ایک منم کہ حسب بشارات آمدم ۔۔۔ عیسیٰ کجاست تا بنہد پا بمنبرم
موعودم و بحلیہ ماثور آمدم ۔۔۔ حیف است گر بدیدہ نہ بینند منظرم

امام بخاری نے اس بات کو بھی ثابت کر دیا کہ عیسیٰ علیہ السلام برنگ احمر نہیں اور نہ ان کے بال جعد قطط یعنی حبشیوں کی طرح گھونگریالے ہیں بلکہ رجل وسبط یعنی موئے میانہ عیسیٰ کنگھی کیے ہوئے چھوٹے ہوئے ہیں۔ اور کرمانی نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث کے متعلق تشریح کر دی ہے۔ فان قلت قد سبق انفا ان عیسٰی کان جعدا قلت المراد منہ جعودة الجسم وھی اجتماعہ واکتنازہ لاجعودة الشعر وقولہ یقطر ای

بالماء الذی رجلها به لقرب ترجیله. (کرمانی) کہ اس میں جعد سے مراد جعودت جسم ہے نہ جعودت بال۔ اور امام بخاری نے یہ بھی تصریح کر دی ہے کہ احمر کی صفت مسیح دجال کی ہے اور سخت گھونگریالے بال بھی دجال ہی کے ہوں گے۔ پس قادیانی صاحب کا یہ بھی ایک افتراء ہے جو انہوں نے ازالہ کے صفحہ ۹۰۰ میں امام بخاری کی نسبت کیا کہ انہوں نے آنے والے مسیح اور اصل مسیح ابن مریم کے حلیہ میں جا بجا التزام کامل کے ساتھ فرق ڈال دیا ہے کہ اصلی مسیح کو احمر بیان کیا ہے اور آنے والے مسیح کو گندم گوں بیان کیا ہے۔ حالانکہ امام بخاری نے اصل مسیح اور آنے والے مسیح کے درمیان کوئی تفریق نہ کی اور اسی طرح ام ہانی کی حدیث معراج نے جس کے الفاظ یہ ہیں۔ اما عیسی ففوق الربعة ودون الطویل عریض الصدر ظاهر الدم جعد الشعر تعلوه صهبة کانه عروة بن مسعود الثقفی. اور صہبہ سُرخی اور سفیدی کو بولتے ہیں یعنی گندمی رنگ جیسے کہ یہ معنی بخاری کی مذکورہ حدیث میں لفظ رجل الشعر سے ہیں۔ کیونکہ رجل ان بالوں کو بولتے ہیں جو میانہ ہوں یعنی نہ تو بالکل ہی سبط اور نہ بالکل ہی قطط اور یہ بجز اس کے نہیں کہ جعد کی صفت ان پر صادق آتی ہے۔ بلکہ مسیح جو آنے والا ہے انہوں نے اس باب کے عنوان سے بیان کر دیا کہ یہ مسیح وہی مسیح ہے جس کو قرآن کریم نے ابن مریم کہا اور جو اس باب کے عنوان میں مذکور ہے۔ اور اسی معنی کے افادہ کے لئے انہوں نے اس باب کے بعد باب نزول ابن مریم علیہ السلام مرتب فرمایا اور اس کے ضمن میں اول وہ حدیث رسول اللہ ﷺ بیان فرمائی جس کی شہادت میں ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ جن کا دامن آنحضرت ﷺ نے علوم نبوت سے لبالب کر دیا۔ فرماتے ہیں کہ اگر تم کو اصلی ابن مریم علیہ السلام کے نزول میں شک ہو تو قرآن کریم کی اس آیت کو پڑھو جس میں بیان ہے کہ کوئی اہل کتاب نہیں جو عیسیٰ پر اس کے مرنے کے قبل ایمان نہ لائے گا اور ظاہر ہے کہ اس آیت میں عیسیٰ علیہ السلام سے مراد ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ نے انہیں حقیقی عیسیٰ بن مریم سے لی ہے نہ کوئی معنوی یا مجازی عیسیٰ۔

پھر قادیانی صاحب کا یہ ایک دوسرا افتراء ہے جو امام بخاری کی نسبت لفظ امامکم منکم کے متعلق کیا کہ آنے والا امام ہی میں سے ایک امام ہے جو اصلی عیسیٰ کا مغائر ہے اور اس کا مثیل ہے حالانکہ ابن ماجہ اور مسلم اور ابو نعیم کی دوسری حدیثیں اس امام کی تفسیر کر رہی ہیں کہ اس حدیث میں عیسیٰ سے مراد اصلی عیسیٰ ابن مریم ہے اور امام سے مراد ایک دوسرا شخص ہے۔ جس کا اقتدا نزول کے وقت حضرت مسیح علیہ السلام کریں گے تاکہ قادیانی جیسے مریض القلوب کو یہ شائبہ و شبہ نہ ہو کہ آیا عیسیٰ آنحضرت ﷺ کا نائب ہو کر آیا ہے یا نبی ہو کر آنحضرت ﷺ کی شریعت کے علاوہ اپنی قدیم شریعت لایا ہے۔

لانبی بعدی

حالانکہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ لانبی بعدی یعنی میرے بعد کوئی نبی نہیں، جو جدید نبوت کے ساتھ مبعوث ہو۔ اور فرمایا کہ اگر موسیٰ زندہ ہوتا تو میری اتباع بغیر اس کو چارہ نہ تھا۔ معہذا امام بخاری خود اپنی تاریخ میں تحریر فرما چکے ہیں کہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام آنحضرت ﷺ اور صاحبین کے ساتھ دفن ہوں گے اور ان کی قبر چوتھی ہوگی۔

رسول اللہ ﷺ کے مقبرہ میں چوتھی قبر کی جگہ جہاں عیسیٰ علیہ السلام دفن ہوں گے

قال ابومودود وقدبقی فی البیت موضع قبر رواه الترمذی ای حجرة عائشة موضع قبر فقیل بینه ﷺ وبین الصدیقین وهو الاقرب الی الادب وقیل بعد عمر وهو الاظهر فقد قال الشیخ الجزری وکذا اخبرنا غیر واحد ممن دخل الحجرة ورای القبور الثلاثة علی هذه الصفة النبی ﷺ مقدم وابوبکر متاخر عنه راسه تجاه ظهر النبی ﷺ وراس عمر کذلک من ابی بکر تجاه رجلی النبی ﷺ وبقی موضع قبر واحد الی جنب عمر وقد جاء ان عیسی علیه السلام بعد لبثه فی الارض یحج ویعود فیموت بین مکة

والمدینة فیحمل الی المدینة فیدفن فی الحجرة الشریفة الی جانب قبلی هذان الصحابیان الکریمان مصحوبین بین الذین النبیین العظمیین علیهما الصلوة والسلام ورضی الله عنهما الی یوم القیام (مرقاۃ حاشیہ مشکوٰۃ ص۵۱۵) چنانچہ مرقات شرح مشکوٰۃ میں ہے کہ شیخ جزری اور دوسرے اشخاص سے جو حجرۂ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں گئے۔ معلوم ہوا کہ انہوں نے اس طریق پر مقابر ثلاثہ دیکھیں کہ اول آنحضرت ﷺ کی قبر شریف ہے اور آنحضرت ﷺ کی پشت مبارک کے مقابل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا سر مبارک ہے اور اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سر انور ابوبکر رضی اللہ عنہ کی پشت اور آنحضرت ﷺ کے پاؤں مبارک کے مقابل ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں ایک قبر کی جگہ باقی ہے اور احادیث میں آیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام زمین پر سکونت کے بعد حج کر کے جب واپس ہوں گے تو مکہ اور مدینہ کے درمیان فوت ہوں گے اور ان کی نعش مبارک مدینہ منورہ میں اٹھا کر حجرۂ شریفہ میں ایک جانب دفن کی جائے گی اور یہ ہر دو صحابی اور ہر دو اولوالعزم انبیاء علیہم السلام کے ماشین قیامت تک رہیں گے۔ سبحان اللہ یہ کیا فضائل ہیں جو بہ برکت اتباع خاتم النبیین ﷺ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حاصل ہوئے۔ جو کسی دوسرے نبی کو حاصل نہ ہو سکے۔

قادیانی صاحب کا مکہ اور مدینہ میں جانے سے خائف ہونا
جیسے کہ دجال خائف ہوگا

مگر کمبخت قادیانی صاحب کی شورہ بختی دیکھو کہ وہ کیونکر باوجود دعویٰ عیسویت اور دعویٰ مثیل مسیح ہونے کے اس سعادت سے محروم اور مرجوم کئے گئے ہیں جو مرزا حسین کامی سفیر کے مقدمہ میں ایک الہامی اشتہار کے ذریعہ جو اخبار چودہویں صدی مطبوعہ ۱۵ رجون ۱۸۹۷ء میں شائع ہوا اپنی خوفناک حالت بیان کر رہے ہیں۔ کہ کیا میں اسلام بول میں اس کے ساتھ اس دعویٰ کو پھیلا سکتا ہوں کہ میں مسیح موعود اور مہدی معہود ہوں اور یہ کہ تلوار چلانے

کی سب روایتیں جھوٹ ہیں؟ کیا یہ سن کر اس جگہ کے درندے مولوی اور قاضی حملہ نہیں کریں گے؟ اور کیا سلطانی انتظام بھی تقاضا نہیں کرے گا کہ ان کی مرضی کو مقدم رکھا جائے۔ پھر مجھے سلطان روم سے کیا فائدہ؟ سو ہم گورنمنٹ برطانیہ کے دلی شکر گذار ہیں کیونکہ اس کے زیر سایہ آرام جو ہم نے پایا اور پا رہے ہیں وہ آرام ہم کسی اسلامی گورنمنٹ میں بھی نہیں پا سکتے۔ ہرگز نہیں پا سکتے۔ انتہی (ازالہ الاوہام صفحہ ۵۰۹ واشتہار مذکور)

پس اس اشتہار سے ظاہر ہے کہ اسلامی سلطنت کے زیر سایہ رہنے اور اسلام بول اور عرب اور مکہ مدینہ کو بذات خود جانے سے کس قدر خائف ہیں۔ اور ازالہ کے صفحہ ۵۴ میں صاف صاف لکھتے ہیں کہ ''جو کچھ ہم پوری آزادی سے اس گورنمنٹ کے تحت میں اشاعت حق کر سکتے ہیں یہ خدمت ہم مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ میں بیٹھ کر بھی ہرگز بجا نہیں لا سکتے''۔

پس آنحضرت ﷺ کا ارشاد بالکل سچ ہے جو فرمایا کہ دجال مکہ اور مدینہ میں داخل نہ ہوگا۔ اگرچہ ناصیۂ مدینہ میں کسی وقت اس کا رعب اور اثر ہو جائے گا جیسے کہ قادیانی صاحب کے عربی اشتہارات اور تالیفات کی اشاعت سے ظاہر ہے کہ انہوں نے دور دور تک اشاعت اسلام کی آڑ میں ان کو شائع کیا اور سچ ہے جو آنحضرت ﷺ نے اپنی رؤیا میں دیکھا فیه اشعار بان احدا لا یستغنی من هذا الجناب ولا یفتح لهم غرض الا من هذا الباب وقال التوربشتی ان الدجال فی صورته الکریهة التی سیظهر علیها یدور حول الدین یبغی العوج والفساد. (مرقات حاشیہ مشکوٰۃ ص ۴۷۲ باب العلامات) کہ دجال ایک شخص کے کاندھے پر ہاتھ رکھے ہوئے کعبۃ اللہ کا طواف کر رہا ہے یعنی آنحضرت ﷺ نے اس سے آگاہ فرمایا کہ کوئی بھی اس جناب سے مستغنی نہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام مسیح ہو یا دجال مسیح۔ اور ان کی غرض اس باب کے سوا حاصل ہونی ممکن نہیں۔ اگر عیسیٰ علیہ السلام ہدایت کا راستہ دکھلاوے گا تو بھی دین کے پیرایہ میں اور گر دجال ضلالت اور غوایت کی طرف

بہکائے گا تو بھی دین کی آڑ میں۔ چنانچہ اسی معنی کی طرف صحیح ترمذی کی حدیث صحیح میں اشارہ ہے۔ سیکون فی امتی ثلاثون کذابون کلهم یزعم انه نبی و انا خاتم النبیین لانبی بعدی وفی روایة دجالون کلهم یزعم انه رسول الله (ترمذی از ثوبان وابو ہریرہ متفق علیہ) کہ عنقریب میری اُمت میں تیس (۳۰) دجال کے قریب ہوں گے جن کا یہی دعویٰ ہوگا کہ وہ نبی ہے۔ حالانکہ میں ہی خاتم النبیین ہوں جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔ مگر یہ ایک طرفہ بھید ہے جو قادیانی صاحب نے ازالہ کے صفحہ ۵۳۳ میں لکھا کہ "میں نبی بھی ہوں اور اُمتی بھی"۔ اور صفحہ ۶۷۳ وغیرہ میں لکھا کہ آیت وَاَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ درحقیقت اسی مسیح قادیانی سے متعلق ہے اور مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمه احمد میں بھی اسی مثیل کی طرف اشارہ ہے۔

....

طریق سوم

(محمد ﷺ کے بعد کوئی نبی اور رسول نہیں آئے گا جو دینی علوم کو بذریعہ جبریل حاصل کرے)

خاتم النبیین کے معنی بقول قادیانی صاحب

آیت کریمہ خاتم النبیین ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول الله وخاتم النبیین (سورۂ احزاب) صاف دلالت کر رہی ہے کہ بعد ہمارے نبی ﷺ کے کوئی رسول دنیا میں نہیں آئے گا۔ پس اس سے بکمال وضاحت ثابت ہے کہ مسیح ابن مریم رسول اللہ دنیا میں نہیں آسکتا۔ کیونکہ مسیح ابن مریم رسول ہے اور رسول کی حقیقت اور ماہیت میں یہ امر داخل ہے کہ دینی علوم کو بذریعہ جبریل حاصل کرے۔ اور ابھی ثابت ہو چکا ہے کہ اب وحی رسالت تا بقیامت منقطع ہے اس سے ضروری طور پر یہ ماننا پڑتا ہے کہ مسیح ابن مریم ہرگز نہیں آئے گا۔ اور یہ امر خود مستلزم اس بات کا ہے کہ وہ مر گیا اور یہ خیال کہ پھر وہ موت کے بعد زندہ

ہوگیا مخالف کو کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ کیونکہ اگر وہ زندہ بھی ہوگیا تو ہم اس کی رسالت جو اس کے لئے لازم غیر منفک ہے اس کے دنیا میں آنے سے روکتی ہے۔ آہ (ازالہ اوہام صفحہ ۶۱۴)

عالم تکوین میں کوئی نبی جدید محمد ﷺ کے بعد پیدا نہیں ہوگا

قادیانی صاحب نے اول تو خاتم النبیین کے معنی سمجھنے میں ایسی سراسر غلطی کی جو کوئی ادنیٰ سمجھدار شخص بھی نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اس آیت مبارک سے صرف اسی قدر ظاہر ہے کہ سلسلہ انبیاء عالم تکوین میں ہمارے نبی ﷺ پر ختم ہوگیا۔ اور کوئی جدید نبی مخلوق ہونے والا نہیں جیسے کہ پہلے ہوتے رہے۔ پس اگر عیسیٰ علیہ السلام کا بعد آنحضرت ﷺ نزول فرمانا معہود ہوا ہے تو اس لئے کہ وہ مختوم ہیں نہ کہ خاتم۔ اور خود آنحضرت ﷺ کی صحابیت سے مشرف ہوئے۔ اسی واسطے بیضاوی وغیرہ میں ہے کہ آیت خاتم النبیین سے مراد یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اخر من نبی ہیں یعنی آنحضرت ﷺ کے بعد کسی کو نبوت نہ دی گئی۔ اور بعد حضرت ﷺ کے کسی کو نبوت ملنا آنحضرت ﷺ سے ختم و منقطع ہوگیا۔ اور اسی معنی کی نسبت آنحضرت ﷺ نے اشارہ فرمایا کہ اگر میرے بعد کوئی نبی سلسلۂ تکوین میں مقدر ہوتا تو بالضرور عمر ہوتا۔ لو کان بعدی نبی لکان عمر ؓ۔ لیکن جو نبی کہ آنحضرت ﷺ سے پہلے نبوت پا چکے ہیں اگر آنحضرت ﷺ کے بعد تک زندہ بوصف نبوت رہیں تو اس میں کوئی محذور نہیں۔ ہاں محذور تو اس میں ہے جو قادیانی صاحب نے ازالہ اوہام کے صفحہ ۵۳۳ میں لکھا کہ وہ نبی بھی ہے اور اُمتی بھی۔

بقول قادیانی باب نبوت من کل الوجوہ مسدود نہ ہوا اور وہ نبی بھی ہے اور اُمتی بھی

توضیح المرام ص ۱۸ میں لکھا۔ کہ اگر یہ عذر پیش ہو کہ باب نبوت مسدود ہے اور وحی جو انبیاء پر نازل ہوتی ہے اس پر مہر لگ چکی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ نہ من کل الوجوہ باب نبوت مسدود ہوا ہے اور نہ ہر ایک طور سے وحی پر مہر لگائی گئی ہے بلکہ جزئی طور پر وحی اور نبوت کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہے گا۔ اور یہ جزوی نبوت دوسرے لفظوں میں محدثیت کے اسم سے موسوم

ہے۔ اور کہا کہ النبی محدث والمحدث نبی آہ۔ حالانکہ شارع کی طرف سے امت محمدیہ ﷺ میں کوئی فرد بجز عمر رضی اللہ عنہ کے محدث ہونا مقطوع نہیں اور پھر انہیں کی نسبت آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا۔ پس اس سے ظاہر ہے کہ قادیانی صاحب کے استدلال کا پہلا قضیہ تو صحیح ہے کہ ہر نبی محدث ہوتا ہے۔ لیکن دوسرا قضیہ یعنی ہر محدث نبی ہوتا ہے، بالکل باطل ہے۔ کیونکہ خود قادیانی صاحب کے قول کے مطابق رسول کی حقیقت اور ماہیت میں یہ امر داخل ہے کہ دینی امور کو بذریعہ جبریل حاصل کرے۔ لیکن قادیانی صاحب کا یہ زعم کہ اس سے عیسیٰ علیہ السلام کی موت لازم آتی ہے۔ اور رسالت جو اس کے لئے لازم غیر منفک ہے اس کو دنیا میں آنے سے روکتی ہے۔

عیسیٰ نبی اللہ علیہ السلام پر جبریل علیہ السلام کے اترنے میں کوئی مانع نہیں

اس سے ہم کو ہرگز اتفاق نہیں کہ کیونکہ اس زعم کو شیخ سیوطی اور امام سبکی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تحقیق باطل کرتی ہے۔ جس کو علامہ زرقانی نے مواہب اللدنیہ کی شرح میں لکھا۔ اور طحطاوی نے شرح درمختار کے اوائل میں۔ کہ کسی سائل نے ان سے پوچھا کہ کیا یہ ثابت ہے کہ نزول کے بعد عیسیٰ علیہ السلام پر وحی کا اترنا ہوگا؟ اس کے جواب میں کہا کہ ہاں! کیونکہ مسلم وغیرہ نے نواس بن سمعان کی حدیث میں روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ عیسیٰ نبی اللہ علیہ السلام پر وحی اتارے گا اور یہ امر قطعی ہے کہ وحی کا لانے والا جبریل ہی ہے کیونکہ اللہ اور اللہ کے نبیوں کے درمیان وہی سفیر ہے جیسے کہ آثار میں اس کی صراحت کی گئی ہے اور کہا کہ یہ جو زعم ہے کہ عیسیٰ نبی اللہ علیہ السلام جب نزول فرمائے گا تو اس پر حقیقی وحی کا نزول نہ ہوگا بلکہ وحی مجازی یعنی الہام ہوگا۔ اس کو مسلم کی حدیث رد کرتی ہے۔

حدیث لاوحی بعدی باطل ہے

اور حدیث لاوحی بعدی بالکل باطل اور بے اصل ہے۔ اور نیز جس معنی سے کہ وحی حقیقی اس کے نزدیک حعذر ہے وہ معنی در اصل خود فاسد اور کاسد ہیں۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ

علیہ السلام جب کہ نبی اللہ ہیں پس وحی حقیقی کے نزول میں کون مانع ہے؟ پس اگر اس خیال سے کہا جائے کہ عیسیٰ سے نزول کے بعد وصف نبوت جاتا رہے گا تو یہ ایسا قول ہے کہ جو کفر تک پہنچا دیتا ہے۔ کیونکہ کبھی کسی نبی کی نبوت نہیں جاسکتی نہ مرنے کے قبل اور نہ مرنے کے بعد فکیف کہ وہ تو ابھی زندہ ہیں اور اگر اس خیال سے کہا جائے کہ وحی حقیقی نبی کے ایک خاص زمانہ کے ساتھ مختص ہوتی ہے۔ تو یہ ایسا قول ہے کہ جس پر کوئی دلیل نہیں اور اس کو اس کے برخلاف دلائل کا ثبوت باطل کرتا ہے۔ اور یہ جو مشہور ہے کہ جبریل بعد موت آنحضرت ﷺ کے زمین پر نہ اتریں گے اس کی کوئی اصل نہیں۔ بلکہ وارد ہے ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیهم الملائکۃ. (فتوحات باب ۳۶۲) کہ جو شخص طہارت سے مرتا ہے اس کی موت کے وقت حاضر ہوتے ہیں اور شب قدر میں اترتے ہیں اور دجال کو مکہ اور مدینہ میں داخل ہونے سے مانع ہوں گے۔

حدیث لانبی بعدی کے معنی

ہاں حدیث لانبی بعدی صحیح ہے لیکن اس کے معنی علماء کے نزدیک یہی ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی تشریع نہیں آئے گا جو تحریم اور تحلیل کے متعلق کوئی جدید شریعت بجز شریعت نبوی ﷺ کے لائے۔ پس اسی معنی کے متعلق احادیث رسول اللہ ﷺ میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نزول کے وقت آنحضرت ﷺ کی شریعت کے مطابق حکم کریں گے اور ہمارے نبی ﷺ کے تابع ہو کر رہیں گے۔ جیسے کہ اس معنی پر حکیم ترمذی نے کتاب ختم الاولیاء میں اور صاحب عنقاء مغرب اور علامہ تفتازانی نے تنبیہ کردی۔ اھ

بقول قادیانی صاحب، رسول کا مطاع ہونا منصوص ہے لہٰذا عیسیٰ علیہ السلام کا مطیع شریعت محمدیہ ﷺ ہونا درست نہیں

لیکن قادیانی صاحب کی کورفہمی ملاحظہ کرنی چاہیے کہ وہ بحوالۂ وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ. ازالۃ الاوہام کے صفحہ ۵۶۹ میں استدلال کر رہے ہیں کہ

صاحب نبوت تامہ ہرگز امتی نہیں ہوسکتا اور وہ مطاع ہوتا ہے نہ کہ مطیع۔ مگر ان کو معلوم نہیں کہ حضرت ہارون اور یوشع بن نون باوجود نبی اور رسول ہونے کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے کیوں تابع ہوئے؟ اور خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے یہود نے کیوں انحراف کیا؟ اور یہ بجز اس کے نہیں کہ انہوں نے انجیل عیسیٰ کو احکام تحلیل اور تحریم سے معرّی اور عیسیٰ علیہ السلام کو توریت کے احکام کا مطیع پایا اور یہ ظاہر ہے کہ نہ حضرت ہارون اور یوشع بن نون کو نبوت غیر تامہ ملی اور نہ عیسیٰ علیہ السلام کو۔ اور یہ تینوں نبی اگرچہ احکام تحلیل وتحریم میں شریعت موسیٰ کے تابع اور مطیع ہوئے لیکن اپنی اپنی قوم کے حق میں وہ متبوع اور مطاع ہوئے۔ پس حق تعالیٰ کا یہ ارشاد بالکل سچ ہے کہ ہر صاحب رسالت اللہ کے اذن سے مطاع ہوتا ہے اور یہ معنی کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد اپنی شریعت قدیمہ پر عمل نہ کریں گے بلکہ ہمارے نبی ﷺ کی شریعت کے تابع ہوں گے، یہ درحقیقت اس عہد میثاق کا وفا ہے جو حق تعالیٰ نے اپنے انبیاء سے لیا۔

ہر نبی کو محمد رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرنا عہد میثاق ہے

واذ اخذ اللّٰہ میثاق النبیین لما اتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جاء کم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ قال ءاقررتم واخذتم علی ذلکم اصری قالوا اقررنا قال فاشھدوا وانا معکم من الشاھدینO (سورۂ آل عمران) جو کچھ تم کو میں نے کتاب وحکمت دی اس کی تصدیق کرنے والا ایک رسول آئے گا اگر تم اس کو پالو تو ضرور اس پر ایمان لانا اور اس کی نصرت کرنا۔ اور حق تعالیٰ نے ان سے اقرار کا اعادہ کرا کر فرمایا کہ تم بھولومت اور میں بھی تمہارے اقرار کا شاہد ہوں۔ حسن بصری اور حضرت علی ابن ابی طالب اور ابن عباس رضی اللہ عنہم کا قول ہے کہ یہاں رسول سے مراد محمد ﷺ ہیں۔ اور یہی معنی سدی اور قتادہ سے آیت واذ اخذنا من النبیین میثاقھم ومنک ومن نوح میں مروی ہیں۔

امام سبکی علیہ الرحمۃ کا قول عہد میثاق کی نسبت

قال السبکی فی الأیۃ انہ علیہ الصلوۃ والسلام علیٰ تقدیر مجیئھم فی زمانہ یکون مرسلا الیھم فتکون نبوتہ ورسالتہ عامۃ لجمیع الخلق من زمن ادم الی یوم القیامۃ ویکون الانبیاء واممھم کلھم من امتہ ویکون قولہ ﷺ بعثت الی الناس کافۃ لایختص بہ الناس من زمانہ الی یوم القیامۃ بل یتناول من قبلھم ایضا وانما اخذ المواثیق الانبیاء لیعلموا انہ المقدم علیھم وانہ نبیھم ورسولھم وفی اخذ المواثیق وھی معنی الاستخلاف ولذلک دخلت لام القسم فی لتؤمنن بہ ولتنصرنہ لطیفۃ وھی کانھا ایمان البیعۃ التی توخذ للخلفاء ولعل ایمان الخلفاء اخذت من ھنا فانظر ھذا التعظیم العظیم للنبی ﷺ من ربہ تعالیٰ فاذاعرف ھذا فالنبی محمد ﷺ نبی الانبیاء ولھذا ظھر ذلک فی الأخرۃ جمیع الانبیاء تحت لوائہ وفی الدنیا کذلک لیلۃ اسراء صلی بھم ولو اتفق مجیئہ فی زمن ادم ونوح وابراھیم وموسیٰ وعیسیٰ وجب علیھم وعلی الامم الایمان بہ ونصرتہ وبذلک اخذ اللّٰہ المیثاق علیھم فنبوتہ علیھم ورسالتہ الیھم معنی حاصل وانما امرہ یوقف علی اجتماعھم معہ فتاخر ذلک الامر راجع الی وجودھم لا الی عدم اتصالھم بمایقتضیہ وفرق بین توقف الفعل قبول المحل وتوقفہ علی اھلیۃ الفاعل فھھنا لا توقف من جھۃ الفاعل ولا من جھۃ ذات النبی الشریفۃ وانما ھو من جھۃ وجود العصر المشتمل علیہ فلووجد فی عصرھم لزمھم اتباعہ بلاشک ولھذا یاتی عیسیٰ فی اخرالزمان علی شریعتہ وھو نبی کریم علی حالہ لاکمایظن بعض الناس انہ یاتی واحد من ھذہ الامۃ (ای لیس متصفا بنبوۃ وحذف ھذہ الصفۃ تادبا) نعم ھو واحد من ھذہ الامۃ لما قلنا من اتباعہ للنبی

ﷺ وانما یحکم لشریعة نبینا محمد ﷺ بالقران والسنة واخذه لها من النبی بلاواسطة لانه اجتمع به غیرمرة فلامانع ان القران منه احکام الشریعة المخالفة لشرع الانجیل لعلمه بانه ینزل فی امه ویحکم فیهم بشرعه وکل مافیها من امرونهی فهو متعلق به کما یتعلق بسائر الامّة وهو نبی کریم علی حاله لم ینقص منه شیٔ وکذلک لوبعث النبی فی زمانه او فی زمان موسی و ابراهیم و نوح وادم کانوا مستمرین علی نبوتهم ورسالتهم الی اممهم والنبی ﷺ نبی علیه ورسول الی جمیعهم فنبوته و رسالته اعم و اشمل واعظم ومتفق مع شرائعهم فی الاصول لانها لاتختلف کما قال اللّٰه تعالٰی شرع لکم من الدین ما وصی به نوحا والذی اوحینا الیک وما وصّینا به ابراهیم وموسی وعیسٰی ان اقیموا الدین ولاتتفرقوا فیه وقال والانبیاء اولاد علات امهاتهم شتی و دینهم واحد وتقدم شریعته فیما عساه یقع الاختلاف فیه من الفروع اما علی سبیل التخصیص واما علی سبیل النسخ اولا نسخ ولا تخصیص بل تکون شریعة التی فی تلک الاوقات بالنسبة الی اولئک الامم ماجاء ت به انبیائهم وفی هذا الوقت بالنسبة الی هذه الامّة هذه الشریعة والاحکام تختلف باختلاف الاشخاص والاوقات وانما یفترق الحال بین مابعد وجود جسده الشریف وبلوغه الاربعین وماقبل ذلک بالنسبة الی المبعوث الیهم وتاصلهم لسماع کلامه لابالنسبة الیه ولاالیهم لوتاهلوقبل ذلک وتعلیق الاحکام علی الشروط قد یکون بحسب المحل القابل وهو المبعوث الیهم وقبولهم سماع الخطاب والجسد الشریف الذی یخاطبهم بلسانه وهذا کما یوکل الاب رجلا فی تزویج ابنته اذا وجدت کفوا فالتوکیل صحیح وذلک الرجل اهل للوکالة ووکالته ثابتة وقد یحصل

الوقف ای توقف التصرف علی وجود الکفو ولایوجد الابعد مدة وذلک لایقدح فی صحة الوکالة واهلیة التوکیل (انتہی کلام السبکی، زرقانی مقصد سادس) پس امام سبکی آیت اول الذکر کے متعلق نتیجہ نکالتے ہیں کہ اگر بالفرض آدم ؑ سے عیسیٰ ؑ تک کل انبیاء علیہم السلام آنحضرت ﷺ کے زمانہ بعثت میں موجود ہوتے تو وہ آنحضرت ﷺ کی رسالت کے ہی تابع اور مطیع ہوتے پس آنحضرت ﷺ کی نبوت اور رسالت زمانہ آدم سے قیامت تک تمام مخلوقات پر عام ہے اور انبیاء اور ان کی امتیں سب کے سب آنحضرت ﷺ کی امت ہیں۔ اور یہ ارشاد کہ میں سب لوگوں کی طرف مبعوث ہوا ہوں بعد کے لوگوں کے ساتھ مختص نہیں بلکہ قبل کے لوگوں کو بھی شامل ہے۔ اور انبیاء علیہم السلام سے عہد کا لیا جانا اس لئے ہوا تا کہ ان کو معلوم ہو کہ آنحضرت ﷺ ہی ان پر مقدم اور ان کے نبی اور رسول ہیں۔ اور عہد لینے میں جو در اصل معنی استخلاف ہے اور اسی واسطے دونوں فعلوں پر لام قسم داخل ہوا ایک لطیف نکتہ ہے گویا یہ عہد اس بیعت کا عہد ہے جو خلفاء سے لیا جاتا ہے۔ (شاید کہ خلفاء کا عہد یہیں سے اخذ کیا گیا ہے)

کل انبیاء در اصل ہمارے رسول اللہ ﷺ کے خلفاء ہیں

پس کل انبیاء در حقیقت آنحضرت ﷺ کے خلفاء ہیں اور آنحضرت ﷺ نبی الانبیاء ہیں اور اسی وجہ سے قیامت کے دن کل انبیاء آنحضرت ﷺ کے لواء کے تحت میں رہیں گے اور دنیا میں بھی اسراء کی شب ایسا ہی ہوا کہ سب انبیاء کی امامت فرمائی۔ اور اگر آنحضرت ﷺ کو آدم اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کے زمانوں میں آنے کا اتفاق ہوتا تو ان پر اور ان کی امتوں پر واجب ہوتا کہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ ایمان لاتے اور آنحضرت ﷺ کی نصرت کرتے اور اسی کے ساتھ ان سے عہد لیا گیا۔ پس آنحضرت ﷺ کی نبوت اور رسالت ان کی طرف ایک معنی سے حاصل ہے۔ پس یہ امر باہم اجتماع پر موقوف ہوا اور اس کا تاخر انہیں کے وجود کی طرف راجع ہے نہ یہ کہ وہ اس وصف کے ساتھ متصف نہیں۔ اور ایک فعل کا قابلیت محل

تک موقوف ہونا اور ایک کا اہلیت فاعل پر موقوف ہونا دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ لیکن یہاں نہ تو فاعل کی جانب سے توقف ہے اور نہ آنحضرت ﷺ کی ذات شریفہ کی طرف سے بلکہ وجود عصر کی طرف سے ہے جو اس امر پر مشتمل ہے۔ پس اگر آنحضرت ﷺ ان کے عصر میں پائے جاتے تو سب کو آنحضرت ﷺ کی اتباع بلاشک لازم ہوتی اور اسی وجہ سے عیسیٰ علیہ السلام آخیر زمانہ میں آنحضرت ﷺ کی شریعت پر آئیں گے باوجودیکہ وہ حسب حال نبی کریم ہوں گے نہ جیسے کہ بعض آدمیوں کا گمان ہے کہ وہ ایک امتی ہو کر آئیں گے۔ یعنی یہ کہ وہ صفت نبوت کے ساتھ متصف نہ ہوں گے۔ اور یہ صفت ان سے ازروئے تادب حذف کی جائے گی۔ نہیں بلکہ وہ اس اعتبار سے امتی ہوں گے کہ دوسری امت کی طرح نبی ﷺ کا اتباع اور قرآن وسنت کے ساتھ حکم کریں گے اور قرآن وسنت انہوں نے آنحضرت ﷺ سے بلاواسطہ تعلیم پایا کیونکہ کئی دفعہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ جمع ہوئے۔ پس کوئی مانع نہیں کہ آنحضرت ﷺ سے ان احکام کی تعلیم پائی ہو جو شریعت انجیل کے مخالف ہیں کیونکہ آنحضرت ﷺ کی امت میں نازل ہونا ان کو معلوم تھا کہ بعد نزول آنحضرت ﷺ کی شریعت کے مطابق حکم کریں گے۔ اور افراد امت کی طرح امر ونہی کا تعلق ان سے بھی ہوگا۔ درحالیکہ وہ نبی کریم علیہ السلام ہیں اور اس سے ان کی نبوت میں کوئی نقص عائد نہیں ہوتا اور اسی طرح اگر آنحضرت ﷺ دوسرے انبیاء کے زمانہ میں مبعوث ہوتے تو وہ باوجود اس کے کہ اپنی نبوت اور رسالت پر مستمر رہتے لیکن آنحضرت ﷺ کی نبوت کے تحت حاکم ہوتے۔ پس نبی ﷺ نبی الانبیاء ہیں اور ان کی رسالت اعم اور اشمل اور اعظم اور اصول میں ان کی شرائع کے ساتھ متفق ہے کیونکہ اس میں اختلاف ممکن نہیں جیسے کہ خود خدا فرماتا ہے کہ تجھ کو وہ شریعت دی گئی جو نوح علیہ السلام کو وصیت دی گئی اور تجھ کو وحی کی گئی اور جو ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کو وصیت کی گئی کہ تم دین کو قائم رکھو اور اس میں اختلاف مت ہونے دو۔ اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ انبیاء باپ کی طرف سے ایک ہیں لیکن ان کی مائیں جدا جدا اور دین

ان کا ایک ہی ہے۔ اور بیان ہو چکا ہے کہ فروعات میں اختلاف یا تو بطریق تخصیص ہے یا بطریق نسخ۔ لیکن درحقیقت نہ تو نسخ ہے نہ تخصیص بلکہ احکام فروعی کا اختلاف اشخاص اور اوقات کے اختلاف سے ہے اور آنحضرت ﷺ کے جسد شریف کے وجود اور بلوغ اربعین کے بعد اور اس حالت میں افتراق مبعوث الیہم کی اپنی طرف سے ہے کہ ان میں آنحضرت ﷺ کے کلام مبارک کی سماع کی اہلیت نہ تھی نہ آنحضرت ﷺ کی طرف سے اور نہ ان کی طرف سے اگر قبل اس کے ان میں اہلیت ہوتی اور احکام کا شروط پر معلق ہونا بھی باعتبار محل قابل کے ہوتا ہے جو مبعوث الیہ ہیں اور نیز سماع خطاب کی اہلیت پر اور نیز اس جسد شریف پر جو ان کو اپنی زبان کے ساتھ خطاب کرتا ہے اور اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص اپنی لڑکی کے نکاح کر دینے کے لئے کسی شخص کو بشرط وجود کفو توکیل کرے۔ پس یہ توکیل اگرچہ صحیح ہے اور وہ شخص بھی وکالت کی اہلیت رکھتا ہے اور وکالت بھی ثابت ہے۔ لیکن کبھی اس کے تصرف اور اجراء میں توقف وجود کفو تک ہوتا ہے اور وہ ایک مدت کے بعد دستیاب ہوتی ہے۔ مگر اس توقف سے وکالت کی صحت اور توکیل کی اہلیت میں کوئی مانع نہیں۔ انتہی

محی الدین ابن العربی کا قول کہ کل انبیاء ہمارے رسول اللہ ﷺ کے حجاب اور نواب ہیں

اور امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ کے اس بیان کا خلاصہ حضرت محی الدین ابن العربی فتوحات مکیہ جلد اول باب ۴۲ صفحہ ۳۱۷ میں آیت اذقال موسیٰ لفتاہ کے تحت میں لکھتے ہیں۔ وکان موسیٰ علیہ السلام فی ذلک الوقت حاجب الباب فانه الشارع فی تلک الامة ورسولها ولکل امة باب خاص الٰهی شارعهم هو حاجب ذلک الباب الذی یدخلون منه علی الله عزوجل ومحمد ﷺ هو حاجب الحجاب لعموم رسالته دون سائر الانبیاء فهم حجبة علیه الصلوٰة والسلام من ادم الی اخرنبی ورسول وانما

قلنا هم حجبة لقوله ﷺ ادم فمن دونه تحت لوائی فهم نوابه فی عالم الخلق وهو روح مجرّد عارف بذلک قبل نشاة جسمه قیل متی کنت نبیا فقال کنت نبیا وادم بین الماء والطین ای لم یوجد ادم بعد فلهذا کانوا نوابه الی ان وصل زمان ظهور جسده المظهر ﷺ فلم یبق حکم لنائب من نوابه ولم یبق احد من سائر الحجاب الالهیین وهم الرسل والانبیاء علیهم السلام الاعنت وجوهم لقیومیة مقامه فکان حاجب الحجاب فقرر من شرعهم ماشاء باذن سیّده ومرسله ورفع من شرعهم مامر برفعه ونسخه وربما قال من لاعلم له بهذا الامر ان موسی علیہ السلام کان مستقلا مثل محمد بشرعه فقال رسول الله ﷺ لو کان موسی حیاما وسعه الاتباعی وصدق ﷺ. حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے وقت میں حاجب باب نبوت و رسالت تھے کیونکہ وہی اپنی امت کے شارع اور رسول تھے اور ہر امت کے لئے ایک خاص باب الٰہی ہے جس سے اللہ کے حضور میں داخل ہوتی ہیں اور اس کا باب کا حاجب وہی ہوتا ہے جو ان کا شارع ہوتا ہے اور محمد ﷺ تمام حاجبوں کے حاجب اور سردار ہیں۔ کیونکہ انہیں کی رسالت عام ہے نہ دوسرے کسی نبی کی۔ پس دوسرے نبی آدم سے عیسیٰ علیہ السلام تک سب کے سب آنحضرت ﷺ کے حجاب ہیں اس لئے کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ آدم علیہ السلام اور ان کی ماسوا سارے انبیاء آنحضرت ﷺ کے تحت لواء ہیں۔ پس کل انبیاء عالم خلق میں آنحضرت ﷺ کے نواب ہیں اور نشاء جسم شریف کے قبل بحالت روح مجرد آنحضرت ﷺ نے اس معنی کو معلوم کر لیا۔ چنانچہ کسی نے پوچھا کہ تجھ کو کب نبوت ملی؟ ارشاد فرمایا کہ میں اس وقت نبی تھا جبکہ آدم ابھی پانی اور کیچڑ کے درمیان تھا۔ یعنی ابھی آدم علیہ السلام کے جسم کے ساتھ روح نے تعلق نہ پکڑا تھا۔ پس اسی وجہ سے کل انبیاء آنحضرت ﷺ کے جسد مطہر کے ظہور تک آنحضرت ﷺ کے نواب رہے اور ظہور کے بعد کسی نواب کا حکم باقی نہ رہا اور کوئی حجاب انہی میں سے باقی نہ رہا۔ مگر یہ کہ ان

کے منہ آنحضرت ﷺ کی قیومیت مقام کے سامنے جھک گئے اور آنحضرت ﷺ نے اپنے سردار اور بھیجنے والے کے اذن سے جو چاہا ان کے شرائع میں سے قائم رکھا اور جس کے رفع کا امر ہوا اس کو اٹھا دیا اور بسا اوقات جس کو کہ اس معرفت سے حصہ نہ ملا اس نے کہہ دیا کہ موسیٰ علیہ السلام محمد ﷺ کی طرح اپنی شریعت میں مستقل تھے۔ لیکن آنحضرت ﷺ نے نفی فرمادی کہ اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ رہتا تو اس کو میری اتباع بغیر چارہ نہ تھا۔ اور یہ بالکل سچ ہے۔ انتہی

شیخ شرف الدین بوصیری صاحب قصیدہ بردہ کا قول

اور اسی کی شرح ہے وہ شیخ شرف الدین بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے قصیدہ بردہ میں کہا۔

فاق النبیین فی خلق و فی خلق ولم یدانوه فی علم ولا کرم
وکلهم من رسول الله ملتمس غرفا من البحر او رشفا من الدیم
و واقفون لدیه عند حدّهم من نقطة العلم او من شکلة الحکم
منزه عن شریک فی محاسنه فجوهر الحسن فیه غیر منقسم
اعی الوری فهم معناه فلیس یری للقرب والبعد فیه غیر منفحم
کالشمس تظهر للعینین من بعد صغیرة وتکل الطرف من امم
وکیف یدرک فی الدنیا حقیقته قوم نیام تسلّوا عنه بالحلم
فمبلغ العلم فیه انه بشر و انه خیر خلق الله کلهم
و کل ای اتی الرسل الکرام بها فانما اتصلت من نوره بهم
فانه شمس فضل هم کواکبها یظهرن انوارها للناس فی الظلم
حتی اذا طلعت فی الکون عم هدا ها العالمین واحیت سائر الامم
پیغمبران در خلق و در خلق آمده کس چو او نامد در علم ونہ در وصف وکرم
کل را از رسول اللہ بودے التماس یک کف از دریائے علم و شربتے ز آب کرم

نزد او استادہ جملہ ہریکے بر حد خود — نقطہ از علم داردیا نصیبے از حکم
او منزہ از شریک اندر محاسن آمدہ — جوہر حسن محمد ﷺ پارہ نامد در رقم
عاقلان از فہم معنی محمد ﷺ عاجزاند — اہل عالم جملہ در وصفش کشید ستددم
مثل خورشید است شانش کان اوو کوچک از دور — در برابر چشمہائے مرد مان را از امم
چوں بدانندش حقیقت اہل دنیا چوں بوند — مست خواب ودیدش در خواب دانند مغتنم
غایت معلوم مردم آنکہ سید آدمی است — بہترین خلق باشد آں رسول محترم
ہرچہ آوردند مجموع رسل از معجزات — آں ز نور مصطفیٰ آمد باشیاں لاجرم
او بود خورشید فضل ودیگراں استار گاں — روشنی سیارگاں پیدا شود اندر ظلم
چونکہ ظاہر گشت خورشیدش ہدایت گشت عام — جملہ عالم راو زندہ ساخت مجموع ام

پس اس سے ظاہر ہے کہ قادیانی صاحب ابھی حقیقت نبوت آنحضرت ﷺ اور معنی خاتم النبیین کی معرفت سے کس قدر جاہل اور ذاہل ہیں جو انہوں نے عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے نزول کو ان کی رسالت کا منافی سمجھا۔ حالانکہ ان کا نزول ان کی اپنی رسالت کے لئے مکمل ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی اللہ کو ہمارے رسول ﷺ کی اطاعت سے ترقی درجہ حاصل ہوگی

اسی جائے سے ہے جو امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے مکتوب ۲۰۹ جلد اول میں تحریر فرمایا۔ ''چوں حضرت عیسیٰ علی نبینا علیہ السلام نزول خواہد فرمود ومتابعت شریعت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام خواہد نمود واز مقام خود عروج فرمودہ بہ تبعیت، بمقام حقیقت محمدی خواہد رسید وتقویت دین او علیہ الصلوٰۃ والسلام خواہد نمود۔'' آہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قول کہ عیسیٰ علیہ السلام چوتھے آسمان سے اتریں گے

قال ابوبکر . الصدیق رضی اللہ عنہ ینزل عیسیٰ من السماء الرابع الی الارض

لاجل تلک الولایۃ (بحرالمعانی) چنانچہ یہ معنی محمد بن نصیر الدین جعفر مکی نے بحرالمعانی میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے نقل کیے کہ فرمایا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام چوتھے آسمان سے زمین کی طرف اسی ولایت کے حاصل کرنے کے لئے اتریں گے۔

قادیانی صاحب کا امام ربانی پر افتراء

مگر زیادہ تر حیرت قادیانی صاحب کے اس افتراء اور دھوکہ بازی پر ہے جو انہوں نے ازالہ کے صفحہ ۵۲۵، ۵۸۱ وغیرہ میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت زعم کیا کہ مسیح موعود درحقیقت مسیح ابن مریم نہیں ان کا بھی یہی مذہب ہے جیسے کہ مکتوب پنجاہ وپنجم میں لکھا۔ حالانکہ اسی مکتوب میں وہ بوجہ اتم عیسیٰ نبی اللہ کے آسمانوں سے نزول کا اثبات اور مخالفین کی تردید فرمارہے ہیں۔ چنانچہ اس مکتوب کی عبارت ہم نے قبل اس کے نقل کردی ہے۔ جس میں لکھا ہے۔ ''حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام بعد از نزول کہ متابعت ایں شریعت خواہد نمود تبع ایں شریعت مجوز نیست نزدیک است کہ علماء ظواہر مجتہدات او را از کمال دقت وغموض ماخذ انکار نمایند ومخالف کتاب وسنت دانند مثل روح اللہ مثل امام اعظم کوفی ست کہ بہ برکت ورع وتقویٰ وبدولت متابعت وسنت درجہ علیا در اجتہاد واستنباط یافتہ است کہ دیگران در فہم آن عاجزاند'' مگر قادیانی صاحب کی اس قدر بے باکی قابل غور ہے کہ جو مکتوب کا حوالہ اور صفحہ کا نشان دے کر یہ دھوکہ دے رہے ہیں۔ سچ ہے۔

ع — چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

....

طریق چہارم

قادیانی صاحب نے ازالہ کے متعدد صفحات میں اول ان عمومات الفاظ سے استدلال کیا جو کئی ایک آیات واحادیث میں مذکور ہیں۔ لیکن انہوں نے ان الفاظ کو حضرت مسیح ابن مریم علیہما السلام کے مارنے کے لئے منصوص بنائے۔

قدخلت

اول: تلک امة قد خلت۔ یعنی اس وقت سے جتنے پیغمبر پہلے ہوئے ہیں یہ ایک گروہ تھا جو فوت ہوگیا۔ قالوا نعبد الٰهک واله اٰبائک ابراهیم واسمٰعیل واسحٰق الٰها واحدا ونحن له مسلمون تلک اُمّة قدخلت (پارہ اول)۔

حالانکہ قادیانی کا یہ استدلال دو طرح سے باطل ہے۔ اول تلک کا مشار الیہ ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ اور اسحٰقؑ ہے جیسے کہ سیاق آیت سے ظاہر ہے۔ دوم خلت کے معنی لغت عرب میں ہرگز موت کے نہیں آئے۔ جلالین میں ہے۔ قد خلت سلفت یعنی گذر گئے۔ وما محمد الا رسول قدخلت من قبله الرسل افان مات اوقتل انقلبتم علی اعقابکم. (سورۃ آل عمران)

وما محمد الا رسول قدخلت من قبله الرسل

دوم: یعنی محمد ﷺ سے پہلے سب نبی فوت ہوگئے ہیں۔

حالانکہ یہ استدلال بھی دو طریق سے باطل ہے۔ اول خلا کے معنی موت نہیں دوم الرسل سے وہ رسل مراد ہیں جن پر قتل اور موت وارد ہوگی۔ جیسے کہ مابعد آیت اس پر دلالت کرتا ہے۔ اور قرآن نے تخصیص فرمادی کہ عیسیٰ پر قتل وصلب وارد نہ ہوئی اور سنت متواترہ نے ثابت کردیا کہ ان کی توفی رفع کے ساتھ بحالت حیات ہوئی اور وہ اب تک زندہ ہیں بلکہ سورۂ مائدہ کی آیت نے جو عنقریب آئے گی اس نے قطعاً افادہ دیا کہ ابھی عیسیٰ مرے نہیں۔

کسی بشر کے لئے خلد نہیں

سوم: وماجعلنا لبشر من قبلک الخلد. یعنی تجھ سے پہلے کسی بشر کو ہمیشہ زندہ اور ایک حالت پر رہنے والا نہیں بنایا۔ پس کیا اگر تو مرگیا تو یہ لوگ باقی رہ جائیں گے۔ حالانکہ یہ آیت ہمیشہ زندہ رہنے کی نفی کرتی ہے، نہ کہ ایک مدت معینہ تک

زندہ رہنے کی اور کوئی قائل نہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام ہمیشہ زندہ رہیں گے اور ان پر فنا نہ آئے گی۔

عیسیٰ کی نماز وزکوٰۃ

چہارم: واوصانی بالصلوة والزکوة مادمت حیا. اگر وہ زندہ ہیں تو نماز عیسائیوں کی طرح پڑھتے ہوں گے اور زکوٰۃ بھی دیتے ہوں گے اور یہی ملاں ملانے ان سے زکوٰۃ لیتے ہوں گے۔

مگر قادیانی صاحب نے یہ نہ بتایا کہ حالت مہد میں جبکہ عیسیٰ نے لوگوں کو یہ کہا تھا تو کیا وہ اس وقت بھی نمازیں پڑھا کرتے تھے؟ اور زکوتیں دیا کرتے تھے اور اس کا مصرف کون تھا؟ آیا قادیانی صاحب کے اجداد، یا ان غریب ملاؤں کے افراد؟ مگر ان کو معلوم نہیں ہے کہ حضرت مسیح تو اس دنیا میں بھی ایسے مفلس بنے رہے کہ ان کو کبھی بھی زکوٰۃ کے ادا کرنے کی اہلیت حاصل نہ ہوئی۔

آنحضرت ﷺ کا ارشاد کہ آج کا کوئی ایسا نہیں جو سو برس اس پر گذریں

پنجم: عن جابر قال سمعت النبی ﷺ قبل ان یموت بشهر تسئلونی عن الساعة وانما علمها عند الله واقسم بالله ما علی الارض من نفس منفوسة یاتی علیها مائة سنة وهی حیة یومئذ (رواہ مسلم) وعن ابی سعید عن النبی ﷺ قال لایاتی مائة سنة وعلی الارض نفس منفوسة الیوم. (رواہ مسلم مشکوٰۃ ص۴۸۰ بحوالہ ازالہ) حدیث جابر جو مشکوٰۃ میں مسلم سے ہے کہ حضرت نے ایک ماہ قبل فوت ہونے کے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھاتا ہوں کہ روئے زمین پر کوئی ایسا نفس نہیں جو پیدا ہوگیا ہو اور موجود ہو اور پھر آج سے سو برس اس پر گذریں اور وہ زندہ رہے۔

قادیانی صاحب کی تحریف

قادیانی صاحب نے اول تو ان احادیث کے نقل کرنے میں سخت تحریف بیہودانہ سے کام لیا یعنی پہلی حدیث جو حاشیہ پر لکھی گئی ہے۔ ازالہ کے صفحہ ۶۲۴ میں اس کو نقل کیا۔ اور

لفظ وہی حیۃ کے بعد یومئذ کا لفظ ترک کردیا۔ اور دوسری حدیث جو ازالہ کے صفحہ ۱۹۸ میں نقل کی گئی ہے اس کے آخر لفظ منفوسۃ کے بعد لفظ الیوم کو حذف کردیا جو صاف دلالت کر رہے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فقط ان نفوس کے سو (۱۰۰) برس کے بعد تک زندہ نہ رہنے کی اطلاع دی جو اس دن متولد ہوئے۔ یعنی آنحضرت ﷺ کے یہ قول ارشاد فرمانے کے دن جو آنحضرت ﷺ کی وفات کے قبل بقدر ایک ماہ واقع ہوا تھا۔ کیونکہ دوسری حدیث صاف بتلا رہی ہے کہ یومئذ اور الیوم کا تعلق دونوں جگہ منفوسۃ کے ساتھ ہے جیسے کہ حواشی مشکوٰۃ میں اس کی تصریح کی گئی ہے اور نیز صاف لکھا گیا ہے۔ منفوسۃ ای مولودۃ من النفاس بمعنی الولادۃ قال الاشرف معناہ مابقی نفس مولودۃ الیوم مائۃ سنۃ اراد بہ موت الصحابۃ ھذا علی الغالب و الا فقد عاش فبعض الصحابۃ اکثر من مائۃ سنۃ. (مرقات) وقیل نفست بمعنی حملت کمافی حدیث شعبی فی ازالۃ الخفا ص۲۰۹ حین نفست بعیسی ای حملت منفوسۃ کا اشتقاق نفاس سے ہے جو بمعنی ولادت ہے۔ یعنی مولودۃ الیوم پس صحیح معنی اس حدیث مبارک کے یہ ہیں کہ میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ کوئی نفس روئے زمین پر نہیں جو آج کے دن پیدا ہوا ہو اور وہ سو برس گذرنے تک زندہ رہے۔ اور آنحضرت ﷺ کا یہ فرمانا بالکل سچ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد کے وقت سے سو (۱۰۰) برس کے گذرنے کے قبل اس وقت کے پیدا شدہ صحابہ سب کے سب فوت ہوگئے۔

عیسیٰ اور وصی عیسیٰ دجال وغیرہ کا اس حدیث سے استثناء

پس اس حدیث نے کئی طریق سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مارنے سے انکار کردیا ہے۔ اول اس لئے کہ وہ آسمانوں پر ہیں اور حدیث مبارک میں زمین پر ہونے کی قید ہے۔ دوم یہ کہ ان کا تولد آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد سے پہلے ہو چکا تھا۔ سوئم اس

لئے کہ اس حدیث مبارک میں منفوسۃ کا لفظ ہے جو نفاس سے مشتق ہے اور یہ معلوم ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو بقول ابن عباس رضی اللہ عنہما ماں کے رحم میں اس قدر وقفہ نہ دیا گیا جو خون نفاس ان کا تغذیہ ہوتا۔ اور نیز منفوسۃ الیوم کی قید نے ان دوسرے اشخاص کی موت سے انکار کردیا ان کا قبل ازیں زندہ ہونا تواتر آثار سے ثابت ہے۔ جیسے زریت بن برثملا وصی عیسیٰ کا کوہ حلوان کے پاٹ کے اندر دنیا کے حوادث سے محفوظ تا نزول عیسیٰ زندہ رہنا اور اسی طرح دجال معہود کا جس کو تمیم الداری نے بچشم خود دیکھا اور آنحضرت ﷺ نے اس کی تصدیق فرمائی جیسے کہ اوائل کتاب میں اس حدیث کے الفاظ نقل کر دیئے گئے۔

ابن صیاد کا استثناء

اور اسی طرح جن صحابہ نے کہ ابن صیاد ہی کو دجال معہود ہونا یقین کیا اور کہا کہ وہ وقت معہود پر خروج کرے گا۔ وروی ابوداؤد فی سننہ باسناد صحیح عن جابر رضی اللہ عنہ قال فقدنا ابن صیاد یوم الحرۃ وھذا یبطل روایت من روی انہ مات بالمدینۃ وصلی علیہ طیبی قال النووی وامرہ مشتبہ فی انہ ھل ھو المسیح الدجال ام غیرہ ولاشک انہ دجال من الدجاجلۃ قالوا و ظاھر الاحادیث انہ ﷺ لم یوح الیہ بانہ المسیح الدجال ولا غیرہ وانما اوحی الیہ بصفات الدجال وکان لابن صیاد قرائن محتملۃ فلذلک کان ﷺ لایقطع بانہ الدجال ولاغیرہ ولھذا قال لعمر رضی اللہ عنہ ان یکن ھو فلن تسلط علیہ واما الاحتجاج بانہ مسلم وقد دخل مکۃ والمدینۃ فلا دلالۃ فیہ لان النبی انما اخبرعن صفات وقت فتنۃ وخروجہ فی الارض. اہ (طیبی حاشیہ مشکوٰۃ ص۴۷۸) اس کی نسبت حاشیہ مشکوٰۃ صفحہ ۴۷۸ میں ہے کہ ابوداؤد نے اپنی سنن میں بسند صحیح جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ہم نے آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد واقعہ حرہ کے دن

اپنی آنکھوں سے گم کردیا۔ طیبی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس شخص کی روایت کو باطل کرتی ہے جس نے کہا کہ ابن صیاد مدینہ میں مرگیا اس پر نماز پڑھی گئی جیسے کہ قادیانی صاحب کا بھی یہی زعم ہے۔ امام نووی لکھتے ہیں کہ اگرچہ ابن صیاد کا امر مشکل ہے لیکن علماء نے تصریح کردی ہے کہ ان کل احادیث کا ظاہر یہی بتلا رہا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو یہ وحی نہ ہوئی تھی کہ ابن صیاد ہی دجال ہے یا وہ دجال نہیں بلکہ دجال کی صفات کی نسبت وحی ہوئی۔ اور چونکہ ابن صیاد میں وہ قرائن موجود تھے اسی لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اگر یہ وہی ہے تو تجھے قدرت نہیں کہ تو اس پر غالب آئے اور اس کے اقرار اسلام اور مکہ اور مدینہ میں داخل ہونے میں کوئی دلالت نہیں کیونکہ آنحضرت ﷺ نے تو وقت خروج کی صفات سے اطلاع دی ہے۔ (انتہی کلام نووی)

ابن صیاد اور دجال میں فرق

مگر یاد رہے کہ فاطمہ بنت قیس کی حدیث قطعی الافادہ ہے کہ ابن صیاد اور ہے اور دجال اور۔ جس کی آنحضرت ﷺ نے خود قطعی طور سے تصدیق فرمائی جیسے کہ اول کتاب میں ذکر کردیا گیا ہے۔ اور اسی طرح سو (۱۰۰) برس کی حدیث نے ان نفوس کے مارنے سے قطعی انکار کردیا ہے جو ہوا یا پانی میں ہیں۔ اور اسی طرح اصحاب کہف کے مارنے سے جو کئی سو برس سے پہلے ہی زندہ کہف جبل میں بحکم قرآن سو رہے ہیں۔

جس طرح حضرت مریم بوجہ موت کھانے سے روکی گئیں
اسی طرح عیسیٰ بن مریم علیہما السلام

ششم: ما المسیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبله الرسل وامه صدیقه کانا یاکلان الطعام. (پ۶) یعنی مسیح صرف رسول ہے اس سے پہلے نبی فوت ہوچکے ہیں اور ماں اس کی صدیقہ ہے جب وہ دونوں زندہ تھے طعام کھایا کرتے تھے۔ یہ آیت بھی صریح نص حضرت مسیح کی موت پر ہے اور مریم علیہا السلام کی طرح ان کی موت بھی ماننی پڑی۔ کیونکہ

دونوں کانا کے لفظ کے تحت میں ہیں۔ اور جس طرح حضرت مریم علیہا السلام بوجہ موت کھانے سے روکی گئیں اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام اور بمقتضائے ماجعلناهم جسدا لایاکلون الطعام. جب تک یہ جسم خاکی زندہ رہتا ہے طعام کھانا اس کے لئے ضروری ہے اور اس سے قطعی نتیجہ نکلتا ہے کہ اب وہ زندہ نہیں ہیں۔ (ازالہ صفحہ ۲۰۳)

حضرت مریم پر عیسیٰ علیہ السلام کو قیاس کرنا غلط ہے

ہم قبل ازیں ثابت کرچکے ہیں کہ خلت کے معنی مضت ہیں، موت نہیں۔ اور آیت کا سیاق اس معنی کا شاہد ہے کہ حق تعالیٰ کا منشا اس آیت کے ارشاد سے صرف یہی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام بھی دوسرے رسولوں کی طرح ایک رسول ہے اور ماں ان کی دوسری عورتوں کی طرح رسول کی تصدیق کرنے والی اور دونوں کھانے پینے کی طرف اور انسانوں کی طرح محتاج تھے پس ایسے اشخاص الوہیت کے کیونکر مستحق ہوسکتے ہیں؟ ہاں ان کی ماں بیشک فوت ہوگئی ہے اور اسی وجہ سے دنیا کے کھانے سے روکی گئی ہے۔ لیکن اس سے یہ نتیجہ نکالنا بالکل غلط ہے کہ چونکہ مریم علیہا السلام فوت ہوگئیں ہیں اس لئے عیسیٰ علیہ السلام بھی فوت ہوگئے۔ کیونکہ دونوں طعام کھایا کرتے تھے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے مولوی نور الدین کہے کہ غلام مرتضیٰ اور غلام احمد طعام کھاتے تھے۔ تو اس سے یہ نتیجہ نہیں نکالا جاسکتا کہ غلام مرتضیٰ جو بوجہ فوت ہونے کے کھانے سے رک گیا ہے اس کا فرزند غلام احمد جو اب زندہ ہے اس کا مرجانا یا طعام کھانے سے روکا جانا ثابت ہو۔ یا بوجہ طعام نہ کھانے کے اس کا مرجانا بھی ثابت ہو کیونکہ ہم ثابت کرچکے ہیں کہ اکثر اشخاص بغیر طعام کھانے کے سینکڑوں برس سے زندہ ہیں اور زندہ رہے جیسے اصحاب کہف اور زریت بن برثملا۔

حضرت شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے شیخ جمال اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا
بدعائے حضرت تا زمان عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہونا

اور جیسے کہ نثر الجواہر ترجمہ انہار المفاخر مصنفہ ۱۲۵۱ھ مطبوعہ ۱۲۹۰ھ کے صفحہ ۲۷۱

میں حضرت صبغۃ اللہ بن محمد غوث بن ناصر الدین محمد شافعی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ ابوالمعالی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے تحفۃ القادریہ سے نقل کرتے ہیں۔ کہ حافظ عبدالرزاق فرزند محبوب سبحانی رضی اللہ عنہ کے ایک فرزند جن کا نام شیخ جمال اللہ رحمۃ اللہ علیہ ہے وہ اس زمانہ میں موجود اور اپنے دادا سے صورت میں بہت مشابہ اور بسطام کے جنگلوں میں اکثر رہا کرتے ہیں۔ ایک دفعہ ایک شخص نے ان سے پوچھا کہ انسان کامل کو اس کی وفات اور حیات میں اختیار ہے۔ آپ کی عمر کتنی دراز ہوگی؟ فرمایا معلوم نہیں مگر میں لڑکا تھا جو میرے دادا حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ نے مجھے گود میں لے کر کہا کہ اے جمال اللہ میری طرف سے عیسیٰ علیہ السلام کو میرا سلام پہنچانا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ میں عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھوں گا حضرت کا سلام مجھ پر امانت ہے سو ان کو پہنچاؤں گا۔ چنانچہ حضرت شاہ عبداللہ قادری حیدرآبادی جو بہت بزرگ اور صاحب کرامات تھے وہ ایک سال تک بسطام کے جنگلوں میں ان کی ملاقات کے منتظر رہے اور آخرکار ان سے ملاقات کی۔ انتہی

اور ایسا ہی مائی صفوراں رحمۃ اللہ علیہا کا قصہ مشہور ہے کہ انہوں نے حضرت شاہ غلام محی الدین قصوری رحمۃ اللہ علیہ کے عم شریف سے بعد غدر تین بار ملاقات کی اور فرمایا کہ ”شما را دیگر خوشخبری میدہم کہ من خود بلا واسطہ سید جمال اللہ صاحب را دیدہ ام پس دریں صورت در بشارت طوبیٰ لمن رآنی دو واسطہ باشد“۔ اور خود مشکوٰۃ میں اسماء بنت یزید کی حدیث میں ہے۔ کہ خروج دجال کے وقت تین سال تک جو بارش نہ ہونے سے طعام کا ملنا موقوف ہو جائے گا اس کی نسبت آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس وقت ایمان والوں کو ملائکہ آسمان کی طرح تسبیح وتقدیس بجائے طعام کفایت کرے گی۔ اور اگر ایسا ہی ہے جیسے کہ قادیانی صاحب کا زعم فاسد ہے کہ ایسے دو شخصوں کے لئے ایک غالب وصف حیات کے ساتھ متصف کرنا جن میں سے ایک کا مر جانا ثابت ہو دوسرے کی موت کا مستلزم ہے تو ہم معارضہ کے طور پر سورۂ مائدہ کی اس آیت کریمہ کو پیش کریں گے۔

اس معنی کا قرآنی اور قطعی ثبوت کہ ابھی تو اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ کے مارنے کا ارادہ نہیں کیا

لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ھو المسیح ابن مریم قل فمن یملک من اللہ شیئا ان اراد ان یھلک المسیح ابن مریم وامہ ومن فی الارض جمیعا. (المائدہ) جبکہ نصاریٰ نے کہا کہ مسیح ابن مریم ہی خدا ہے تو اس وقت ارشاد ہوا کہ اے محمد! ان سے کہدے کہ اگر خدا مسیح ابن مریم کو مارنے کا ارادہ کرے ساتھ اس کی ماں اور کل زمین والوں کے تو کون روک سکتا ہے۔ پس ظاہر ہے کہ یہ آیت کریمہ صاف بتلا رہی ہے کہ عیسیٰ ابن مریم کے مارنے کا ابھی خداوند مالک الملک نے ارادہ بھی نہیں کیا۔ اور اگر قادیانی صاحب کے مذکورہ اصول کو تسلیم کر لیا جائے تو لازم آتا ہے کہ حضرت مسیح کی ماں یعنی حضرت مریم بھی ابھی تک نہیں مری ہیں۔ حالانکہ مریم کا مرجانا قطعی ہے جس طرح کہ الفاظ ان اراد ان یھلک المسیح کا مفاد بھی قطعی ہے کہ مسیح ابن مریم پر ابھی موت وارد نہیں ہوئی۔ اسی وجہ سے بیضاوی وغیرہ نے اس آیت مبارک کے ساتھ رد نصاریٰ کے وقت یوں استدلال کیا ہے کہ مسیح کا سائر ممکنات کی طرح قابل فنا ہونا یہ آیت بتلا رہی ہے اور جو قابل فنا ہو وہ قابل الوہیت نہیں۔ احتج بذلک علی فساد قولھم وتقریرہ ان المسیح قابل للفناء کسائر الممکنات ومن کان کذلک فھو بمعزل عن الالوھیۃ (ملخصاً بیضاوی، مائدہ) پس اگر یہ کہو کہ امہ کا عطف بواو عاطفہ مسیح ابن مریم پر ہے اور معطوف علیہ اور معطوف دونوں برابر طور سے اپنے عامل یعنی ان اراد ان یھلک کے اثر سے متاثر ہونے چاہئیں اور چونکہ معطوف علیہ متاثر نہیں لہذا معطوف علیہ کا بھی اپنے عامل سے متاثر ہونا مفید قطع نہیں۔ کیونکہ قاعدہ مطردہ ہے کہ معطوف اور معطوف علیہ دونوں ایک ہی حکم رکھتے ہیں لہذا ہم اس شبہ کے جواب میں کہیں گے کہ یہ واؤ حرف عاطف نہیں بلکہ یہ واؤ درحقیقت وہ حرف رابطہ ہے جو مفعول معہ اور

معمول فعل کے مابین فقط نسبت مصاحبت پر دلالت کرتا ہے نہ کہ حرف عاطف کی طرح مفعول معہ کی طرف وصول فعل کے لئے واسطہ ہے۔ اور کتب نحو میں ثابت ہے۔ وتبین ان کونه الی المفعول معه شریکا فی الفعل لیس منطوق الکلام یؤیده قولهم سروالطریق و کنت وزیداً قائما وتجویز صدر الافاضل وقوعه جملة ثم الحق ان الواو برابطة دالّة علی نسبته المصاحبة لاواسطة فی وصول الفعل الیه والغرض لمن ایتانه بعد الواو لیس الا التنصیص عند المخاطب وذا لایحصل الا بان یکون المفعول معه مصاحبا بمعمول الفعل الذی بحیث لو ارید عطفه لم یجز من حیث المعنی ومن ثم جوزوا مفعولا معه فیما کان المعمول مفعولا به مع کونه منصوبا لفظا ان لم یجز العطف من حیث المعنی کما فی قوله تعالی اجمعوا امرکم وشرکائکم اذ الاجماع لایتعدی الی الاعیان فلا یقال اجمعت زیدا کما صرح الرضی وغیره اوجاز لکن لایکون بعده منصوبا سواء کان ذلک المعمول فاعلا او مفعولا به هذا والتفصیل فی شرحنا (المفتی الٰہی) کہ مفعول معہ کا شریک فعل ہونا منطوق کلام نہیں جیسے سروالطریق جو بلانزاع مفعول معہ کی صورتوں میں سے ہے اس میں طریق مشارک مخاطب نہیں اور محققین نحات نے تصریح کردی ہے کہ منصوب لفظی جس کا عطف اپنی مصحوب منصوب پر باعتبار معنی کے صحیح نہ ہو سکے وہ بلاشبہ مفعول معہ ہے۔ جیسے آیت[1] اجمعوا امرکم وشرکائکم ہیں چونکہ اجماع کا لفظ اعیان کی طرف متعدی نہیں ہوتا لہذا متعین ہوا کہ شرکائکم کا عطف امرکم پر نہیں۔ بلکہ وہ مفعول معہ ہے اور واؤ بمعنی مع ہے جیسے کہ یہی قول رضی کا ہے۔

---

[1] ای فاعزموا علیه مع شرکائکم ویؤیده القراءة بالرفع عطفا علی الضمیر المتصل وجاز من غیر ان یؤکد للفصل. (بیضاوی سورۃ یونس)

پس آیت مذکورہ بالا میں چونکہ اُمّہ کا عطف باعتبار معنی کے صحیح نہیں ہو سکتا۔ اس لئے متعین ہوا کہ وہ ایسا مفعول معہ ہے جو اپنے مصحوب کے فعل میں شریک نہیں۔ پس یہ آیت مبارک نہایت وضاحت کے ساتھ دلالت کر رہی ہے کہ عیسیٰ بن مریم پر ابھی موت وارد نہیں ہوئی۔ اور یہ یقین ہے کہ یہ آیت مبارک اس افادہ میں ایسی قطعی الدلالت ہے کہ اس میں سر مو تاویل کی گنجائش قادیانی صاحب کے لئے نہیں۔

عیسیٰ علیہ السلام پیر فرتوت ہونے کے باعث اب دنیا میں کارآمد نہیں

ہفتم: حق تعالیٰ کا ارشاد ہے جس کو ہم زیادہ عمر دیتے ہیں تو اس کی پیدائش کو الٹا دیتے ہیں۔ ومن نعمّره ننکسه فی الخلق یعنی انسانیت کی طاقتیں اور قوتیں اس سے دور ہو جاتی ہیں، عقل زائل ہو جاتی ہے۔ اگر مسیح کا اس وقت تک زندہ رہنا فرض کر لیا جائے تو کچھ شک نہیں کہ وہ فرتوت ہو گئے ہوں گے اور اس کام کے ہرگز لائق نہیں ہوں گے کہ کوئی خدمت دینی ادا کر سکیں اور ایسی حالت میں ان کا دنیا میں تشریف لانا سراسر تکلیف ہے۔ (ازالہ صفحہ ۲۰) اور یہ حالت خود موت کو چاہتی ہے اور یقینی طور پر ماننا پڑتا ہے کہ مدت سے وہ مر گئے ہوں گے۔ (ازالہ)

قادیانی صاحب کے اس حقارت اور خفت آمیز استدلال کو حضرت آدم اور نوح علیہ السلام کی ہزار ہزار برس کی عمریں بلا فتور عقل وطاقت باطل کرتی ہیں اور جمیع محدثین کے نزدیک بالاتفاق ثابت ہے کہ حضرت سلمان فارسی دو سو پچاس برس اور بقولے تین سو پچاس برس عقل وہوش کے ساتھ زندہ رہے۔

خدا کی عبادت کرنے والوں اور حفاظ قرآن کی عمر میں برکت ہوتی ہے

اور سر اس میں یہ ہے کہ نفوس قدسیہ جن کو تسبیح وتقدیس کا تغذیہ ہوتا ہے انکی قوت قدسیہ ہمارے عقل وفہم سے بالاتر ہوتی ہے۔ سچ ہے

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر — گرچہ ماند در نوشتن شیر وشیر

فتح البیان میں اس آیت کے تحت عکرمہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے قال عکرمة من قرء القران لم یصر بھذہ الحالة ای فھذا الرد والنکس خاص بغیر قاری القران والعلماء واما ھؤلاء فلا یردون فی اخر عمرھم الی الارذل بل یزداد عقلھم کما طال عمرھم (فتح البیان صفحہ ۱۰۲) کہ قرآن پڑھنے والے اپنی اخیر عمر میں حالت ارزل کی طرف نہیں رد کیے جاتے بلکہ عمر کی درازی کے ساتھ ان کی عقل بھی بڑھتی جاتی ہے۔

بلکہ مولف رسالہ ہذا کے جد امجد حضرت نواب مرزا خان درانی خاپ ژاہ نے ایک سو دس (۱۱۰) برس کی عمر میں اخیر نکاح کیا جس سے تین[1] فرزند متولد ہوئے اور کوئی اثر ہرم کا نہ تھا۔

ھشتم: یہ کہ مسیح ابن مریم اپنی موت کے بعد اموات میں جا ملا اور خدا تعالیٰ کے بزرگ نبی جو اس دنیا سے گذر چکے ہیں ان میں داخل ہو گیا۔ اور آنحضرت ﷺ نے معراج کی رات میں فوت شدہ جماعت میں اس کو پایا۔ (دیکھو بخاری صفحہ ۵۰ وغیرہ) جس میں مذکور ہے کہ وہ سب نبی دنیوی زندگی کی رو سے مر گئے اور اس جسم کثیف اور اس کی حیات کے لوازم کو چھوڑ گئے۔ جس سے قطعاً ثابت ہے کہ مسیح مر گیا اور مرنے کے بعد فوت شدہ روحوں میں داخل ہے۔ اگر فرض محال اس کا زندہ ہو کر دنیا میں آنا قبول کر لیں تو ایک موت کے بعد پھر دوسری موت ایک عظیم الشان نبی کے لئے تجویز کرنا خدائے تعالیٰ کی تمام کتابوں کے برخلاف ہے۔ (ازالہ)

اس دنیا میں دو موتیں وارد ہونا ممنوع ہیں

اور امام بخاری نے اس جگہ فوت شدہ نبیوں کے دوبارہ نہ آنے کے بارہ میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قول پیش کیا جو آنحضرت ﷺ کے چہرہ پر بوسہ دے کر وفات کے وقت کہا۔ کہ خدا تیرے پر دو موتیں جمع نہیں کرے گا۔ (ازالہ) اور خود خدا فرماتا ہے فیمسک التی

[1] (۱) عطاء اللہ خان مختار الدولہ (۲) صدیق اللہ خان (۳) سیف اللہ خان۔ پس مولف رسالہ حضرت نواب مرزا خان خاپ ژاہ کے تیسرے فرزند سیف اللہ خان خاپ ژاہ کا فرزند ہے۔

قضی علیھا الموت ولا یذوقون فیہ الموت الا الموتة الاولی۔ یعنی جس پر موت وارد ہوگئی وہ پھر کبھی دنیا میں نہیں آ سکتا۔ اور بہشتیوں پر دوسری موت نہیں آئے گی۔ (ازالہ)

حضرت خضر علیہ السلام کی حیات کا ثبوت

قادیانی صاحب کا اوّل حضرت مسیح علیہ السلام کو فوت شدہ جماعت کے ساتھ ہونے سے یہ نتیجہ نکالنا کہ اس سے ان کا بھی فوت شدہ ہونا لازم آتا ہے بالکل بے دلیل ہے۔ کیونکہ یہ امر متواتر ہے کہ ایک روز حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ وعظ فرما رہے تھے کہ وہاں سے حضرت خضر علیہ السلام کی گذر ہوئی تو آپ نے فرمایا۔ قف یا اسرائیلی اسمع کلام المحمدی ﷺ یعنی اے اسرائیلی ٹھہر جا محمدی کا کلام سن۔ پھر یہ اجتماع دو حال سے خالی نہیں۔ اگر قادیانی یہ کہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے مرنے کے بعد بصورت روحانیان مجتمع ہوئے تھے تو دل ما شاد چشم ما روشن۔ حضرت خضر علیہ السلام بہشتوں سے نکل کر ایک زندہ جماعت دنیا میں کیسے آ گئے؟ اور اگر یہ کہیں کہ وہ مرا نہیں تو ان کا سارا کارخانہ خراب ہو جاتا ہے۔ اور اگر اس وقت اس قصہ کی صحت کے منکر ہو جائیں تو خود بھی جھوٹے بنتے ہیں کیونکہ ازالہ کے اخیر میں ان کے نائی صاحب اس کی تصدیق کر چکے ہیں۔ اور اپنے ساتھ حاملان شریعت جیسے شاہ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ صاحب محدث دہلوی وغیرہ کی ایک جماعت عظیمہ کا اعتبار کھو دیں گے جنہوں نے حضرت خضر کی حیات کا اثبات ایسے ہی چشم دید واقعات سے کیا۔ چنانچہ مشکوۃ کے صفحہ ۵۵۰ میں ہے۔ کہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت خضر علیہ السلام کو دیکھا۔ اور زرقانی کے مقصد رابع میں ابن صلاح کا قول ہے۔ (وانہ ای الخضر باق الی الیوم فانہ تابع لاحکام ھذہ الملة) قال ابن الصلاح وھو حی عند جمھور العلماء والعامة معھم فی ذلک وانما شذ بانکارہ بعض المحدثین وتبعہ

النووی وزادوا ذلک متفق علیه بین الصوفیة واهل الصلاح وحکایاتهم فی رویته والاجتماع به والاخذ عنه وسواله و جوابه ووجوده فی المواضع الشریفة اکثر من ان تحصر واشهر من ان تذکروا لم بشیٔ منه فی فتح الباری من جملة روی یعقوب بن سفیان فی تاریخه وابوعروبة عن رباح بتحیة ابن عبیدة قال رأیت رجلا یماشی عمر بن عبدالعزیز معتمدا علی یدیه فلما انصرف قلت له من الرجل قال رأیته قلت نعم قال احبک رجلا صالحا ذاک اخی الخضر بشرنی انی سالی واعدل لا باس برجاله ولم یقع لی الی الآن خبرولا اثر بسند جید غیره وهذا لایعارض الحدیث فی مائة سنة لانه کان قبل المائة (انتہی زرقانی مقصد رابع ص۳۰۶۔۳۰۷)فلما توفی رسول الله سمعوا له صوتا من ناحیة البیت فقال علی اتدرون من هذا هو الخضر (رواہ البیہقی فی دلائل النبوۃ، مشکوۃ ص۵۴۸) کہ حضرت خضر علیہ السلام جمہور علماء اور عامہ کے نزدیک ابھی زندہ موجود ہیں۔ اگرچہ بعض محدثین جیسے نووی اور بخاری نے اس کا انکار کیا لیکن خضر علیہ السلام کی حیات صوفیہ اور اہل صلاح کے نزدیک متفق علیہ ہے اور ان کی حکایات ملاقات اور سوال وجواب اور اکثر مواضع شریفہ میں حاضر ہونا مشہور ومعروف ہے۔ بلکہ فتح الباری میں ہے کہ یعقوب بن سفیان نے اپنی تاریخ میں اور ابوعروبہ نے ریاح بن ابی عبیدہ سے روایت کی ہے کہ کہا اس نے میں نے عمر بن عبدالعزیز کو دیکھا کہ ایک شخص کے ہاتھ پر تکیہ لگائے ہوئے مشی کر رہا ہے۔ جب پیچھے کی طرف لوٹ کر آیا تو میں نے اس سے پوچھا کہ یہ کون شخص تھا۔ عمر بن عبدالعزیز نے اس سے پوچھا کہ کیا تو نے دیکھ لیا ہے؟ کہا ہاں! عمر بن عبدالعزیز نے کہا میں تجھے نیک آدمی سمجھتا ہوں وہ میرا بھائی خضر تھا اس نے مجھے بشارت دی ہے کہ میں عنقریب حاکم بنوں گا اور عدل کروں گا۔ اور یہ ایسی روایت ہے

کہ اس کے رجال میں کوئی باس نہیں اور اس کی مثل سند جید کی روایت میں نے نہیں دیکھی اور یہ سو (۱۰۰) برس والی حدیث کے معارض نہیں کیونکہ یہ واقعہ سو برس سے پہلے تھا۔ (انتہی)

لیکن مؤلف کے نزدیک اس لئے معارض نہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام آنحضرت ﷺ کے سو برس والے ارشاد سے پہلے ہی موجود تھے۔ پس اس سارے بیان سے ظاہر ہے کہ کسی زندہ عنصری جسم کا روحانی جماعت کے ساتھ مجتمع ہونا اس کی موت کا مستلزم نہیں خصوصاً ابھی قبل اس کے ہم تحقیق کر چکے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کی موت درحقیقت ایک قسم کی غیبت ہے جس سے ان کے اجساد کو کوئی ضرر نہیں ہوتا اور وہ مرنے کے بعد اپنے اجساد کے ساتھ ہر جگہ جاسکتے ہیں۔ بلکہ ان کے لطائف روحانیہ ان کے اجساد کے ساتھ متجسد ہو کر ایک ہی آن میں ہزار ہا امکنہ میں موجود ہوجاتے ہیں جس سے ان کے حقیقی تشخص میں کوئی تعدد و تبدل نہیں ہوتا۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔ ''ہرگاہ جنیان را حق سبحانہ ایں قدرت بود کہ متشکل باشکال گشتہ اعمال غریبہ بوقوع مے آرند۔ ارواح کمل را ایں قدرت عطا فرماید چہ محل تعجب است وچہ احتیاج بہ بدن دیگر ازیں قبیلہ است انچہ از اولیاء اللہ نقل میکنند کہ در یک آن در امکنہ متعددہ حاضر میگردند وافعال متباینہ بوقوع می آرند اینجا نیز لطایف ایشان متجسد باجساد مختلفہ ومتشکل باشکال متباینہ باشند''۔ اور جبکہ یہ بھی بات ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے مسارح اور سیرگاہوں کی کوئی حد نہیں تو کوئی استبعاد نہیں کہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ باجساد خود بیت المقدس میں اوّل ان کا اجتماع ہوا جن میں حضرت عیسیٰ بھی تھے۔ جیسے کہ بروایت ابن عساکر امّ ہانی کی حدیث میں ہے اور پھر اسی ساعت ہر ایک کے ساتھ جدا جدا آسمان میں ملاقات فرمائی۔ اسی طرح قادیانی صاحب کا یہ بھی بالکل افتراء ہے جو احادیث معراج کی طرف نسبت کرتے ہیں کہ ان میں ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام اپنے اجسام مبارک کو دنیا میں چھوڑ کر آسمان پر گئے۔ اسی طرح قادیانی

صاحب کا یہ بھی کہنا افتراء ہے کہ ایک موت کے بعد دوسری موت تجویز کرنا خدائے تعالیٰ کی تمام کتابوں کے برخلاف ہے۔ کیونکہ ہم قبل اس کے ثابت کر چکے ہیں کہ کتاب اللہ نے الوف کو مار کر پھر زندہ کیا اور پھر دوبارہ ان کو موت دی اور عزیر نبی اللہ کو سو (۱۰۰) برس تک مار کر پھر زندہ کر کے دوبارہ موت دی۔

حدیث منع موتتین کے معنی

اسی طرح قادیانی صاحب کا یہ بھی افتراء ہے جو امام بخاری کی طرف کیا کہ انہوں نے اس کا ثبوت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے قول سے دیا۔ بابی انت وامی واللہ لایجمع اللہ علیک موتتین اما الموتۃ التی کتبت علیک فقدمتھا (بخاری ص ۶۴۰) قیل ھو علی حقیقتہ واشار بذلک الی الرد علی من زعم انہ سیجیٔ فیقطع ایدی رجال لانہ لو صح للزم ان یموت موتۃ اخری فاخبر انہ اکرم علی اللہ من ان یجمع علیہ موتتین کما جمعھما علی غیرہ کالذین خرجوا من دیارھم وھم الوف۔ او کالذی مر علی قریۃ وھذا اوضح الاجوبۃ واسلمھا وقیل اراد لایموت موتۃ اخری فی القبر کغیرہ اذ یحیی لیسئل ثم یموت وھذا جواب الداؤدی وقیل کنی بالموت الثانی عن الکرب الذی یلقی بعد کرب ھذا الموت کربا اخر واغرب من قال المراد بالموتۃ الاخری موت الشریعۃ ای لایجمع اللہ علیک موتک و موت شریعتک ویؤید ھذا القول قول ابی بکر بعد ذلک فی خطبتہ من کان یعبد محمدا ﷺ فان محمدا قد مات ومن کان یعبد اللہ فان اللہ حی لایموت (قسطلانی)

حالانکہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا کہ میری ماں اور باپ تیرے پر فدا ہوں۔ خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ تجھ پر دو موتیں جمع نہ کرے گا لیکن وہ موت جو تجھ پر لکھی گئی ہے وہ موت پوری

ہوگی۔ اس کی نسبت قسطلانی میں ہے کہ بعض کے نزدیک اس قول سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی مراد یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ پر الوف کی طرح دوسری موت وارد نہیں ہوگی جو کرب اور سکرات سے خالی نہیں اور اس زعم کا رد فرمایا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مرتدین کو دبانے کے لئے کہا کہ آنحضرت ﷺ مرے نہیں اور عنقریب دوبارہ آئیں گے اور اہل ارتداد کے ہاتھ کاٹیں گے جس کی نسبت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اس معارضہ میں حکمت یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول سے حق تعالیٰ نے منافقوں اور مرتدوں کے دلوں میں ہیبت اور رعب ڈال دیا اور وہ چوں چرا نہ کر سکے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قول سے امر حق کا اظہار فرمادیا کہ آنحضرت ﷺ پر دوسری موت نہیں آئے گی۔ اور یہ بالکل دور از قیاس ہے کہ ایسا اولوالعزم صحابی جو ہم آغوش نبی رہا وہ نبی ﷺ کے فوت ہوجانے کو نہ سمجھے اور آیت قد خلت سے غافل رہے۔ اور داؤدی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ دوسری موت سے مراد وہ موت ہے جو قبر میں ہوتی ہے جبکہ ملائکہ کے جواب وسوال کے لئے میت کو زندہ کر کے دوبارہ وارد ہوتی ہے اور بعض کے نزدیک دوسری موت سے مراد کرب ہے۔ اور اگرچہ سب سے زیادہ اظہر قول اول ہے لیکن عجیب تر قول یہ ہے کہ دوسری موت سے مراد موت شریعت ہے اور اس کی مؤید خود ابی بکر رضی اللہ عنہ کا قول ہے جو من یعبد کہا کہ جو محمد ﷺ کی عبادت کرتا رہا تو وہ تو فوت ہوگئے اور جو اللہ کی عبادت کرتا رہا تو وہ تو زندہ ہے مرا نہیں۔ انتہیٰ

قادیانی کا افتراء کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بہشتیوں اور بہشت میں داخل ہوگیا

اور اسی طرح قادیانی صاحب کا یہ زعم بھی باطل ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام بہشتیوں میں داخل ہوگیا اور اللہ کا وعدہ ہے کہ بہشتی کبھی بہشت سے نہ نکلیں گے۔ کیونکہ ہم تو یہ کہہ رہے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام ابھی مرے نہیں اور وہ چوتھے آسمان میں ہیں جو آسمان مختتم سے بہت پستی میں ہے اور یہ وعدہ مرنے کے بعد اور قیامت کے حساب وکتاب ہونے کے بعد وفا ہوگا

ورنہ حضرت آدم علیہ السلام کیوں جنت سے زمین پر اتارے گئے الغرض عیسیٰ علیہ السلام کے مارنے کے لئے قادیانی صاحب نے ایسے ہی بہت سے لغو استدلالات سے کام لیا جس سے ان کی جہالت وغباوت اور ضلالت وغوایت معلوم ہوتی ہے اور اسی وجہ سے ہم نے ان کو ترک کردیا۔ چنانچہ ان میں سے ایک بطور نمونہ ہم اس مقام پر نقل کردیتے ہیں کہ تا کہ اہل بصارت کے لئے موجب اعتبار ہو کہ قادیانی صاحب نے کس حد تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مارنے میں کوشش کی اور وہ بطریق اشتم ذیل میں لکھا جاتا ہے۔

عیسیٰ صلیب کے زخموں سے الہامی مرہم عیسیٰ سے اچھے ہوئے اور سری نگر کشمیر میں جا مرے

ہشتم: حضرت عیسیٰ جب مصلوب کئے گئے تو اتفاقاً یوم السبت ہونے کی وجہ سے معمول سے پیشتر اتار لئے گئے تھے۔ لوگ سمجھے کہ آپ کی روح پرواز کر گئی ہے مگر حقیقت میں آپ بیہوش تھے اور سکتہ کی طرح آپ کے جسم میں روح چھپی ہوئی تھی۔ حواریین نے خدا کے الہام کے مطابق مرہم عیسیٰ جس کا نام مرہم رسول اور مرہم حواریین بھی ہے تیار کر کے آپ کے ان زخموں پر لگایا جو صلیب پر چڑھائے جانے کی وجہ سے پیدا ہوگئے تھے۔ اور اس مرہم کی برکت سے آپ اچھے ہوگئے اور ارض یہودا کو چھوڑ کر اقطار عالم کی سیاحت کرنے لگے۔ بہت سے ممالک میں پھرتے پھراتے ہوئے آپ کشمیر جنت نظیر میں وارد ہوئے جہاں حکیم نورالدین بہت دنوں رہ چکے ہیں اور جہاں ان دنوں بعض عیسائی محققوں کی شہادت کے مطابق قوم یہود کے بہت سے لوگ آکر آباد ہوگئے تھے۔ حضرت عیسیٰ آخر عمر تک اسی دلچسپ سرزمین میں رہے اور ایک سو بیس (۱۲۰) برس کے ہو کر یہیں واصل بحق ہوئے۔ چنانچہ مرزا صاحب قادیانی اپنے انگریزی اشتہار مشتہرہ ۲۳؍جولائی ۱۸۹۸ء میں لکھتے ہیں۔ کہ ”کشمیر کے دارالسلطنت سری نگر میں محلہ خان یار میں اس پیغمبر معصوم کا مرقد اس وقت تک

موجود ہے جو وہاں کے لوگوں میں مزار یوز آسف کے نام سے مشہور ہے اور وہاں کے مجاوروں میں یہ روایت مشہور ہے کہ جن بزرگ کا یہ مزار ہے وہ اٹھارہ انیس سو برس پیشتر تھے۔ جس کو قادیانی صاحب نے اپنی وحی کی برکت سے دریافت کیا ہے کہ لفظ یوز آسف یسوع یا جیزس کا بگاڑ ہے جو یورپ میں حضرت مسیح کے مشہور نام ہیں“۔ (جریدہ روزگار، مدراس مطبوعہ کیم نومبر ۱۸۹۸ء)

قادیانی صاحب کے صلیب کے قول کا رد

قادیانی صاحب کا یہ طرفہ الہام ہے جس کو وحی ربانی یعنی نص قرآنی دراصل الہام شیطانی ثابت کر رہی ہے۔ جس کے صریح الفاظ ہیں۔ ”ماقتلوہ وماصلبوہ ولکن شبہ لھم“ یعنی یہود نے مسیح کو نہ قتل کیا اور نہ صلیب پر چڑھایا بلکہ ان پر اشتباہ مسلط کیا گیا کہ رفع آسمان کو قتل اور صلب گمان کرنے لگے۔ پس یہ یہودانہ اشتباہ سے بھی برتر ہے جو قادیانی صاحب کو الہام ہوا کہ عیسیٰ صلیب پر چڑھائے گئے اور زخمی ہوگئے اور ان کے واسطے مرہم تجویز کیا گیا اور علاج کیا گیا اور اچھے ہوگئے اور اقطار عالم کی سیاحت کرنے لگے اور اس قدر مدت دراز کے باوجود یہود پر اتنا بڑا اشتباہ باقی رہا جس کی نسبت قرآن کریم شہادت دے رہا ہے اور اس کا دفعیہ نہ ہوسکا اور قادیانی صاحب کو الہام ربانی نے اس وقت تائید نہ دی۔

قادیانی کا دوسرا قول کہ مسیح اپنے وطن گلیل میں فوت ہوا

جبکہ وہ علی رؤس الاشہاد ایک عالم کے مقابل کھڑے ہو کر ازالۃ الاوہام کے صفحہ ۴۷۳ میں اقرار کیا کہ یہ تو سچ ہے کہ مسیح اپنے وطن گلیل میں جا کر فوت ہوگیا اور حواریوں کو کشفی طور پر چالیس دن برابر نظر آتا رہا اور بعض احادیث میں آیا ہے کہ بعد موت کے اکثر مدت مقدس لوگوں کی زمین پر رہنے کی چالیس دن ہے اور آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ کوئی نبی فوت ہونے کے بعد چالیس دن سے زیادہ زمین پر نہیں ٹھہرتا بلکہ اس عرصہ کے اندر اندر آسمان کی طرف اٹھایا جاتا ہے۔ چنانچہ خود اپنی نسبت آنجناب فرماتے ہیں۔ کہ مجھے

ہرگز امید نہیں کہ خداتعالیٰ چالیس (۴۰) دن سے زیادہ مجھ کو قبر میں رکھے۔ ابھی پس اس سے ظاہر ہے کہ قادیانی صاحب آٹھ برس قبل اقرار کرچکے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام اپنے وطن گلیل میں فوت ہوگئے اور اب کیسے اس کے برخلاف کہتے ہیں کہ عیسیٰ کشمیر کی دارالسلطنت سری نگر کے محلہ خان یار میں آکر فوت ہوئے اور ان کا مرقد اس وقت تک وہاں موجود ہے۔ اور نیز (۲۰) برس قبل اسکے براہین احمدیہ میں مسیح کے زندہ رہنے کا اقرار کرچکے ہیں۔ پس بقول ''دروغ گورا حافظہ نباشد'' ان پر افتراء پردازی اس قدر غالب ہوگئی ہے کہ وہ الہامات ربانی میں تناقض اور علم الٰہی میں بدا کی تجویز سے نہیں شرماتے۔ کیونکہ جیسے خدا ایک ہے اس کا علم بھی ایک ہے اور اس کا الہام و اعلام بھی ایک ہے جس میں کسی قسم کا اختلاف ممکن نہیں۔ قطع نظر اس کے کہ ان کا دعویٰ ہے کہ محدث کا الہام قطعی اور یقینی ثابت ہوتا ہے۔ معہذا قادیانی صاحب کا یہ قول بھی محض افتراء ہے کہ کوئی نبی چالیس (۴۰) دن سے زیادہ زمین پر نہیں ٹھہرتا۔ کیونکہ شب معراج میں آنحضرت ﷺ کا موسیٰ علیہ السلام کی قبر پر سے گذر کرنا اور ان کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھنا اور آنحضرت ﷺ کا یہ فرمانا کہ انبیاء اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں جو نمازیں پڑھتے ہیں جیسے کہ زرقانی کے مقصد عاشر میں بروایت بیہقی انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ان کے اس افتراء کو باطل کررہا ہے۔

....

دعوی دوم

(عیسیٰ موعود جو آنے والا ہے وہ اصلی عیسیٰ کا مثیل یعنی غلام احمد قادیانی ہے)

بقول قادیانی صاحب جناب محمد مصطفیٰ حضرت موسیٰ کے مثیل ہیں

اب ہم قادیانی صاحب کے دعویٰ دوم کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جو انہوں نے خود کو مسیح موعود بالنزول ہونا کہا۔ اور انہوں نے اس الہامی دعوے کے ثبوت کے لئے دو

قرآنی آیات سے یوں استدلال کیا کہ خداتعالیٰ نے ہمارے نبی ﷺ کو مثیل موسیٰ قرار دیا جیسا کہ فرماتا ہے۔ انا ارسلنا الیکم رسولا شاھدا علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا۔ اس آیت میں خداتعالیٰ نے ہمارے نبی ﷺ کو موسیٰ کی طرح اور کفار کو فرعون کی طرح ٹھہرایا اور پھر دوسری جگہ فرمایا۔ وعد اللّٰہ الذین امنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا یعبدوننی لایشرکون بی شیئا ومن کفر بعد ذلک فاولئک ھم الفاسقون ٥ یعنی خدائے تعالیٰ نے اس امت کے مومنوں اور نیکوکاروں کے لئے وعدہ فرمایا ہے کہ انہیں زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ اس نے پہلوں کو بنایا تھا۔

جیسے عیسیٰ نبی اللہ موسیٰ کا خلیفہ ہوا اسی طرح قادیانی مثیل عیسیٰ مثیل موسیٰ محمد کا خلیفہ بموجب آیت استخلاف ہے

یعنی اسی طرز اور طریق کے موافق اور نیز اسی مدت اور زمانہ کے مشابہ اور اسی صورت جلالی اور جمالی کی مانند جو بنی اسرائیل میں سنت اللہ گذر چکی ہے اس امت میں بھی خلیفے (خلفاء) بنائے جائیں گے اور ان کا سلسلہ خلافت اس سلسلہ سے کم نہیں ہوگا جو بنی اسرائیل کے خلفاء کے لئے مقرر کیا گیا تھا اور نہ ان کی طرز خلافت اس طرز سے مبائن ومخالف ہوگی جو بنی اسرائیل کے خلیفوں کے لئے مقرر کی گئی تھی۔ پھر آگے فرمایا ہے کہ ان خلیفوں کے ذریعہ سے زمین پر دین جمادیا جائے گا اور خدا خوف کے دنوں کے بعد امن کے دن لائے گا۔ خالصاً اسی کی بندگی کریں گے اور کوئی اس کا شریک نہیں ٹھہرائیں گے لیکن اس زمانہ کے بعد پھر کفر پھیل جائے گا۔ مماثلت تامہ کا اشارہ جو کما استخلف الذین من قبلھم سے سمجھا جاتا ہے صاف دلالت کررہا ہے کہ یہ مماثلت مدت ایام خلافت اور

خلیفوں کی طرز اصلاح اور طرز ظہور سے متعلق ہے۔ سو چونکہ یہ بات ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل میں خلیفۃ اللہ ہونے کا منصب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے شروع ہوا اور ایک مدت دراز تک نوبت بہ نوبت انبیاء بنی اسرائیل میں رہ کر آخر چودہ سو برس کے پورے ہونے تک حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام پر یہ سلسلہ ختم ہوا۔ حضرت عیسیٰ بن مریم ایسے خلیفۃ اللہ تھے کہ ظاہری عنان حکومت ان کے ہاتھ میں نہیں آئی تھی اور سیاست ملکی اور اس دنیوی بادشاہی سے ان کو کچھ علاقہ نہیں تھا اور دنیا کے ہتھیاروں سے وہ کچھ کام نہیں لیتے تھے بلکہ اس ہتھیار سے کام لیتے تھے جو ان کے انفاس طیبہ میں تھا اور جس کے ذریعہ سے وہ مرے ہوئے دلوں کو زندہ کرتے تھے اور بہرے کانوں کو کھولتے تھے اور مادرزاد اندھوں کو سچائی کی روشنی دکھا دیتے تھے۔ ان کا وہ دم ازلی کافر کو مارتا تھا لیکن مومن کو زندگی بخشتا تھا۔ وہ بغیر باپ کے پیدا کئے گئے تھے۔ اور ظاہری اسباب ان کے پاس نہیں تھے۔ اور ہر بات میں خدائے تعالیٰ ان کا متولی تھا۔ وہ اس وقت آئے تھے جبکہ یہودیوں نے نہ صرف دین کو بلکہ انسانیت کی متعلقین بھی چھوڑ دی تھیں اور بے رحمی وخود غرضی وغیرہ ان میں ترقی کر گئی تھی اور نہ صرف بنی نوع کے حقوق کو انہوں نے چھوڑ دیا تھا بلکہ غلبہ شقاوت کی وجہ سے حضرت محسن حقیقی سے عبودیت اور اطاعت اور سچے اخلاص کا رشتہ توڑ بیٹھے تھے۔ صرف بے مغز استخوان کی طرح توریت کے چند الفاظ ان کے پاس تھے جو قہر الٰہی کی وجہ سے ان کی حقیقت تک وہ نہ پہنچ سکتے تھے کیونکہ ایمانی فراست اور زیرکی بالکل ان میں سے اٹھ گئی تھی اور ان کے نفوس مظلمہ پر جہل غالب آ گیا تھا اور جھوٹ اور ریاکاری اور غداری ان میں انتہا تک پہنچ گئی تھی۔ ایسے وقت میں ان کی طرف مسیح ابن مریم بھیجا گیا تھا جو بنی اسرائیل کے مسیحوں اور خلیفوں میں سے آخری مسیح اور آخری خلیفۃ اللہ تھا جو برخلاف سنت اکثر نبیوں کے بغیر تلوار اور نیزہ کے آیا تھا۔ یاد رکھنا چاہیے کہ شریعت موسوی میں خلیفۃ اللہ کو مسیح کہتے تھے اور حضرت داؤد کے وقت

اور یا ان سے کچھ عرصہ پہلے یہ لفظ بنی اسرائیل میں شائع ہو گیا تھا۔ بہرحال اگرچہ بنی اسرائیل میں کئی مسیح آئے لیکن سب سے پیچھے آنے والا مسیح وہی ہے جس کا نام قرآن کریم میں مسیح عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام بیان کیا گیا ہے۔ بنی اسرائیل میں مریمیں بھی کئی تھیں اور ان کے بیٹے بھی کئی تھے لیکن مسیح عیسیٰ ابن مریم یعنی ان تینوں ناموں سے ایک مرکب نام بنی اسرائیل میں اس وقت اور کوئی نہیں پایا گیا۔ سو مسیح ابن مریم یہودیوں کی اس خراب حالت میں آیا جس کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے۔ آیات موصوفہ بالا میں ابھی ہم بیان کر چکے ہیں کہ خدا تعالیٰ کا اس امت کے لئے وعدہ تھا کہ بنی اسرائیل کی طرز پر ان میں بھی خلیفے پیدا ہوں گے۔ اب ہم جب اس طرز کو نظر کے سامنے لاتے ہیں تو ہمیں ماننا پڑتا ہے کہ ضرور تھا کہ آخری خلیفہ اس امت کا مسیح ابن مریم کی صورت مثالی پر آوے اور اس زمانہ میں آئے جو اس وقت سے مشابہ ہو جس وقت میں بعد حضرت موسیٰ کے مسیح ابن مریم آئے تھے۔ چودھویں صدی میں یا اس کے قریب اس کا ظہور ہو اور ایسا ہی بغیر سیف وسنان اور بغیر آلات حرب کے آئے جیسا کہ حضرت مسیح ابن مریم آئے تھے اور نیز ایسے ہی لوگوں کی اصلاح کے لئے آئے جیسا کہ حضرت مسیح اس وقت کے یہودیوں کی اصلاح کے لئے آئے تھے۔ ایسا ہی اس نے اس امت کے مفسد طبع لوگوں کو یہودی ٹھہرا کر اس عاجز کا نام مسیح ابن مریم رکھ دیا۔ (صفحہ ۵۷۲) اور جب آیات ممدوحہ بالا کو غور سے دیکھتے ہیں تو ہمیں ان کے اندر سے یہ آواز سنائی دیتی ہے کہ ضرور آخری خلیفہ اس امت کا جو چودھویں صدی کے سر پر ظہور کرے گا حضرت مسیح کی صورت مثالی پر آئے گا۔ دو سلسلوں کی مماثلت میں یہی قاعدہ ہے کہ اول اور آخر میں اشد درجہ کی مشابہت ان میں ہوتی ہے اور اس ضمن میں قطعی اور یقینی طور پر بتلایا گیا کہ جیسے اسلام میں سر دفتر الٰہی خلیفوں کا مثیل موسیٰ ہے جو اس سلسلہ اسلامیہ کا سپہ سالار اور بادشاہ اور تخت عزت کے اول درجہ پر بیٹھنے والا اور تمام برکات کا مصدر اور اپنی روحانی اولاد کا مورث اعلیٰ ہے۔

دعویٰ قادیانی کہ وہی سلسلۂ خلافت کا خاتم ہے

ایسا ہی اس سلسلہ کا خاتم باعتبار نسبت تامہ وہ مسیح عیسیٰ بن مریم ہے جو اس امت کے لوگوں میں سے بحکم ربی مسیحی صفات سے رنگین ہوگیا ہے۔ اور فرمان جعلناک المسیح ابن مریم نے اس کو درحقیقت وہی بنادیا ہے۔ وکان اللہ علی کل شیء قدیرا اور اس آنے والے کا نام جو احمد رکھا گیا ہے وہ بھی اس کے مثیل ہونے کی طرف اشارہ ہے کیونکہ محمد جلالی نام ہے اور احمد جمالی اور احمد اور عیسیٰ اپنے جمالی معنوں کی رو سے ایک ہی ہیں۔

آنے والا احمد غلام احمد قادیانی ہے

اسی کی طرف اشارہ ہے۔ ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد مگر ہمارے نبی ﷺ فقط احمد ہی نہیں بلکہ محمد بھی ہیں یعنی جامع جلال و جمال ہیں۔ لیکن آخری زمانہ میں برطبق پیشین گوئی مجرد احمد جو اپنے اندر حقیقت عیسویت رکھتا ہے بھیجا گیا۔ کیا وہ حی وقیوم خدا جو اس بات پر قادر ہے جو انسان کو حیوان بلکہ شر الحیوانات بنادے ایک انسان کو دوسرے انسان کی صورت مثالی پر نہیں بنا سکتا؟ اب اس تحقیق سے ثابت ہے کہ مسیح ابن مریم کے آخری زمانہ میں آنے کی قرآن شریف میں پیشین گوئی موجود ہے۔ قرآن شریف نے جو مسیح کے نکلنے کی چودہ سو برس تک مدت ٹھہرائی ہے بہت سے اولیاء بھی اپنے مکاشفات کی رو سے اس مدت کو مانتے ہیں اور آیت [1] وانا علی ذھاب بہ لقادرون جس کے بحساب جمل ۱۲۷۴ عدد ہیں اسلامی چاند کی سلخ کی راتوں کی طرف اشارت ہے جو غلام احمد قادیانی کے عددوں میں بحساب جمل پائی جاتی ہے۔

آیت ارسل رسولہ کا تعلق زمانہ قادیانی سے ہے

اور یہ آیت ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی درحقیقت اسی مسیح ابن مریم

[1] اس آیت میں ۱۸۵۷ء زمانہ غدر کی طرف اشارہ ہے جو اس وقت قرآن اٹھایا گیا۔ (ازالہ صفحہ ۷۲۲)

کے زمانہ سے متعلق ہے اور خلافت جو آدم علیہ السلام سے شروع ہوئی تھی آخر کار آدم پر ہی ختم کردی۔ یہی حکمت اس الہام میں ہے کہ اردت ان استخلف فخلقت ادم اور آدم اور عیسیٰ میں کسی وجہ سے روحانی مباینت نہیں بلکہ مشابہت ہے ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل ادم۔ (انتہی ازالۃ الاوہام صفحہ ۶۶۷ تا ۶۸۱)

قادیانی صاحب کے اس دوسرے دعویٰ کا جواب

پس قادیانی صاحب کا یہ دوسرا دعویٰ جو درحقیقت تار عنکبوت کی طرح مگس صفتوں کو دھوکا دے رہا ہے اور محض سراب کی طرح تشنگان بادیہ ضلالت کی آنکھوں میں بصورت آب لہلہا رہا ہے۔ ہم ذیل میں اس کو توڑتے ہیں اور اس سراب کو خراب کرتے ہیں تاکہ کسی کو دھوکا نہ ہو۔ پس معلوم کرنا چاہیے کہ پہلی آیت کریمہ جس سے قادیانی صاحب نے ہمارے نبی سید المرسلین وفخر الاولین والآخرین ﷺ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مثیل قرار دیا ہے وہ اس افادہ سے جو قادیانی صاحب نے اس کی نسبت کہا بالکل تبری فرما رہی ہے۔

کاف تشبیہ کے معنی اور اس کے استعمالات

کیونکہ استعمالات اہل عرب میں حرف کاف جو تشبیہ کے لئے آتا ہے اس کے فقط دو استعمال ہیں۔ ایک جبکہ اسم مفرد پر آئے تو اسم مشبہ کو اپنی مجرور مشبہ بہ کے ساتھ کسی ایک صفت میں تشریک وتشبیہ کا افادہ دیتا ہے نہ کہ کل صفات مشبہ میں۔ جیسے زید کالاسد۔ پس اس مثال میں حرف کاف نے جو حرف تشبیہ ہے زید کو اپنے مجرور مشبہ بہ کے ساتھ فقط شجاعت میں شرکت اور مشابہت کا افادہ دیا نہ کہ اسد کی تمام صفات زید میں ثابت کردیں۔ اور دوسرا استعمال جبکہ حرف کاف کے بعد ماکافہ آئے جو اس کو اس کے عمل جر سے روک دیتا ہے اس وقت یہ کاف یا تو ایک فعل کو دوسرے فعل کے ساتھ وقوع میں مقارنت اور اتصال کا افادہ دیتا ہے۔ جیسے کماقام زید قعد عمر یعنی زید کے قیام کے

ساتھ ہی عمر کا قعود ہوا۔ اور جیسے ادخل کما یسلم الامام یعنی امام کے سلام کہنے کے ساتھ ہی دخول کا فعل ہوا۔ اور یا ایک جملہ کے مضمون کو دوسرے جملہ کے ساتھ تشبیہ کا افادہ دیتا ہے جیسے آیت مبحوث فیہ یعنی ارسلنا الیکم رسولا شاهدا علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا پس اس آیت کریمہ میں دونوں جملوں کا مضمون فقط ارسال رسول ہے۔ اور حرف کاف نے قواعد لسان عرب کے مطابق فقط ارسال میں تشریک اور تشبیہ کا افادہ دیا نہ کہ دو رسولوں کو باہم تشبیہ کا افادہ فرمایا جس سے بزعم قادیانی صاحب یہ نتیجہ نکالا جا سکے کہ دونوں رسول یعنی موسیٰ علیہ السلام اور محمد ﷺ آپس میں شبیہ اور ہمارے نبی ﷺ اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مثیل ہوں جیسے کہ قادیانی صاحب اپنے کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مثیل قرار دے رہے ہیں حالانکہ یہ آیت مبارک اس معنی کے افادہ سے بالکل تبری فرما رہی ہے۔

حضرت محمد ﷺ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فقط رسالت میں تشبیہ ہے نہ کہ دوسری تمام صفات میں بھی

اسی وجہ سے قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس نکتہ سے آگاہ فرمانے کی غرض سے اس آیت کریمہ کے تحت میں لکھا۔ لم یعینہ لان المقصود لم یتعلق بہ یعنی حق تعالیٰ نے دوسری جگہ رسول کو اس لئے معین نہ فرمایا۔ یعنی کما ارسلنا الی فرعون موسیٰ کر کے نہ کہا کہ موسیٰ کے ساتھ آنحضرت ﷺ کو تشبیہ دینا اور آنحضرت ﷺ کو موسیٰ کا مثیل قرار دینا حق تعالیٰ کا مقصود نہ تھا۔ اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ اصل اصیل کو ظل ظلیل کا مثیل کہا جائے یا دوسرے لفظوں میں نبی الانبیاء کو اپنے نائب نبی کا یا شہنشاہ کو اپنے ایک خلیفہ نواب کا مثیل قرار دیا جائے۔ اور یہ کس قدر خلاف اصل اور سوء ادب ہے اس شہنشاہ کی شان میں جو سرتاج انبیاء اور تخت نبوت کے اعلیٰ درجے پر بیٹھنے والا اور اس کا اصلی مالک اور تمام برکات کا مصدر ہے اور کل انبیاء جس کے نائب ہیں چنانچہ فرمایا کہ اگر موسیٰ زندہ ہوتا تو میری اتباع بغیر اس کو چارہ نہ تھا۔

جیسے خدا وحدہ لاشریک ہے اسی طرح محمد ﷺ باعتبار نبوت کے اپنی ذات وصفات میں وحدہ لاشریک ہیں

پس ہمارا ایمان ہے کہ جیسے خدا وحدہ لاشریک ہے اور وہ اپنی صفات کاملہ میں یکتا اور کوئی اس کا سہیم وشریک اور شبیہ ومثیل نہیں اسی طرح ہمارے نبی الانبیاء محمد ﷺ اپنی ذات وصفات میں وحدہ لاشریک ہیں کہ جن میں کوئی نبی بھی سہیم وشریک نہیں۔ اور اسی نکتہ سے ہے جو کہا گیا۔

مثل النبی محمد قد امتنع　　　من قال بالامکان صار مکفرا

یعنی محمد ﷺ کی مثال محال ہے اور جو ممکن کہے وہ کافر ہے۔

قادیانی کا دعویٰ کہ وہ تمام انبیاء اولوا العزم کا مثیل ہے

قادیانی صاحب کی خیرہ سری قابل ملاحظہ ہے جو اپنے کو ایک نبی کا مثیل نہیں بلکہ ازالۃ الاوہام کے صفحہ ۲۵۳ میں لکھتے ہیں۔ کہ براہین احمدیہ میں خدا تعالیٰ نے اس عاجز کو آدم صفی اللہ کا مثیل قرار دیا اور پھر مثیل نوح قرار دیا اور پھر مثیل یوسف قرار دیا اور پھر مثیل حضرت داؤد بیان فرمایا اور پھر مثیل موسیٰ کر کے بھی اس عاجز کو پکارا یہاں تک کہ پھر مثیل ابراہیم بھی کہا اور پھر آخر مثیل ٹھہرانے کے یہاں نوبت پہنچی کہ بار بار یا احمد کے خطاب سے مخاطب کر کے ظلی طور پر مثیل سید الانبیاء وامام الاصفیاء محمد ﷺ قرار دیا۔ انتہیٰ

پس قادیانی صاحب کے یہ سارے الہامات موجب استخفاف ان انبیاء علیہم السلام ہیں جن کا مثیل ایک ایسا فاسق شخص کہا جاتا ہے جو ایک طرف تو انگریزی قوم کے پادریوں کو ازالہ کے صفحہ ۴۸۹ وغیرہ میں دجال کہتا ہے۔ اور پھر اسی ازالہ کے صفحہ ۵۰۸ میں قوم یاجوج ماجوج سے مراد انگریز وروس کہہ کر دوسری طرف انہیں کے زیر سایہ اور ظل حمایت میں رہنے کی دعائیں مانگتا ہے۔ اور باوجود ان کی قوم کا دشمن اور ان کے خدا کا شریک اپنے کو

بتانے کے منافقانہ طور سے خوشامدیں کرتا ہے۔ اور غریب ملاؤں کو جن کو اپنے خدائے یگانہ کے سوا کسی غدر و مکر سے سروکار نہیں اور وہ فتنہ مٹانے کے لئے خاص طور سے مامور ہیں ان پر ازالہ کے صفحہ ۷۲۳ میں اتہام لگاتا ہے۔ کہ ۱۸۵۷ء میں وہی باعث غدر ہوئے اور انہیں کے فتووں سے اس وقت کے مسلمانوں نے چوروں اور قزاقوں اور حرامیوں کی طرح اپنی محسن گورنمنٹ پر حملہ کیا اور اس کا نام جہاد رکھا۔

حالانکہ یہ سارے فتنے اسی نجدی گروہ کے ہیں جو ہمیشہ دولت اور سلطنت کی لالچ میں اپنے غیر کو مشرک بنا کر اور خود توحید کی حامی بن کر ایک جماعت عظیمہ کے ساتھ قوت وطاقت پیدا کرنے کے خواہشمند رہے۔ عرب میں محمد بن عبدالوہاب نجدی نے فتنہ برپا کیا اور ہندوستان میں انہیں وہابیوں نے جو عبدالوہاب کے قدم بر قدم ہیں اور انہیں میں سے قادیانی صاحب ہیں جو اپنے کو ازالہ کے صفحہ ۹۵ میں وہی حارث بتلاتا ہے جو حدیث حضرت علی ﷛ میں مذکور ہے۔ عن علی قال قال رسول اللہ ﷺ یخرج رجل من وراء النهر یقال لها الحارث حراث علی مقدمة رجل یقال له منصور یوطن اویمکن لآل محمد ﷺ کما مکنت قریش لرسول اللہ ﷺ وجب علی کل مومن نصره. (ابوداؤد، مشکوۃ) کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ ایک شخص ماوراء النہر سے خروج کرے گا جس کو حارث کہا جائے گا کیونکہ وہ کھیتی کرنے والا ہوگا اس کا سپہ سالار ایک شخص ہوگا جس کو منصور کہا جائے گا وہ آل نبی کو جگہ دے گا جیسے قریش نے رسول اللہ ﷺ

اگر براہین احمدیہ جلد ۳ لٹ کے ابتدا میں ایک ضروری التماس کے ضمن میں قادیانی صاحب لکھ چکے ہیں۔ کہ کوئی شائستہ اور نیک بخت مسلمان جو ہم اور باتمیز تھا ہرگز مفسدہ میں شامل نہیں ہوا بلکہ غریب مسلمانوں نے پنجاب میں سرکار انگریزی کو اپنی طاقت سے زیادہ مدد دی کیونکہ شریعت اسلام کا یہ واضح مسئلہ ہے کہ سلطنت محسنہ سے جہاد کرنا قطعی حرام ہے۔ مؤلف

کو جگہ دی اس کی نصرت ہر مومن پر واجب ہے۔ پس اپنے لئے قادیانی صاحب نے اس حدیث کا مصداق بنانے کے لئے بہت کوشش کی۔ یہاں تک کہ غدر کے وقت اپنے پردادا گل محمد کو بحوالہ غیاث الدولہ وزیر سلطنت مغلیہ دہلی کی تخت نشینی کا مستحق سمجھا۔ (دیکھو ازالہ از صفحہ ۹۵ تا ۲۶ وغیرہ)۔ لیکن۔

ہر گدائے مرد میدان کے شود　　پشہ آخر سلیمان کہ شود

پس جائے انصاف ہے کہ ایسا شخص جو بقول خود

ع　　ستیزہ اند شد مسیح میتو اند شد یہود

کا مصداق ہے وہ کسی نبی کریم کا مثیل کیونکر ہوسکتا ہے؟

حدیث علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل موضوع ہے

اور قطع نظر اس کے حدیث علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل۔ جس سے قادیانی صاحب اپنے دعوے مثیل انبیاء ہونے پر استدلال کرتے ہیں۔ قال الدمیری والعسقلانی والزرکشی لاأصل له (رسالہ موضوعات کبیر ملا علی قاری تنقید المبانی) وہ خود بقول دمیری اور عسقلانی اور زرکشی اپنا کوئی اصل نہیں رکھتی اور ملا علی قاری اور دیگر ائمہ نے اس کے موضوع ہونے پر تنصیص فرمادی۔

مثیل کے لئے مماثلت تمام صفتوں میں ہونا چاہیے

بتقدیر ثبوت حرف کاف فقط کسی ایک صفت میں تشریک اور تشبیہ کا افادہ دیتا ہے نہ جملہ اوصاف میں مثیل ہونے کا۔ کیونکہ حضرت خواجہ محمد پارسا فصل الخطاب میں فرماتے ہیں۔ المماثلة عندنا تثبت بالاشتراک فی جمیع الاوصاف حتی لو اختلف فی وصف لاتثبت المماثلة لان المثلین مایسد احدهما مسد الآخر. اور یہی معنی اس آیت قرآنی کے جس میں کفار کو دعوت دی گئی ہے کہ فاتوا بسورة

من مثله وادعوا شهداءكم من دون الله ان كنتم صادقين کہ وہ قرآن کی ایک سورت کی مثل کوئی سورت پیش کریں اور وہ عاجز ہوگئے۔ ورنہ قادیانی صاحب کے الہامی فقرات کی طرح مسیلمہ کذاب نے بھی تو بہت سے بے تکے فقرات بنالئے تھے۔

آیت استخلاف کے معنی بقول قادیانی

پس جس طرح کہ پہلی آیت مبارک سے قادیانی صاحب کا یہ استدلال باطل ہے کہ ہمارے نبی الانبیاء خاتم الرسل محمد ﷺ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مثیل ہیں اسی طرح قادیانی صاحب کا دوسری آیت استخلاف سے یہ استدلال باطل ہے کہ کما استخلف میں مماثلت تامہ اور مماثلت مدت ایام خلافت اور اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ ان خلفاء کا سلسلۂ خلافت اس سلسلہ سے کم نہیں ہوگا جو بنی اسرائیل کے خلفاء کے لئے مقرر کیا گیا تھا اور یہ منصب حضرت موسیٰ سے شروع ہوا اور آخر چودہ سو برس کے پورے ہونے تک حضرت عیسیٰ بن مریم پر ختم ہوا اور وہ ایسے خلیفۂ موسیٰ تھے کہ ظاہری حکومت ان کے ہاتھ میں نہیں آئی تھی اور دنیا کے ہتھیاروں سے وہ کچھ کام نہ لیتے تھے اور بغیر سیف وسنان اور بغیر آلات حرب کے آئے اور وہ اس وقت مبعوث ہوئے تھے جبکہ یہودیوں نے نہ صرف دین کو بلکہ انسانیت کی خصلتیں بھی چھوڑ دی تھیں اور چونکہ ہمارے محمد ﷺ مثیل موسیٰ ہیں اور آنحضرت ﷺ کو حق تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ اس امت میں بھی بنی اسرائیل کی طرز پر خلیفے پیدا ہوں۔ لہٰذا ضرور ہوا کہ آخری خلیفہ اس امت میں آنحضرت کا مسیح ابن مریم کی صورت مثالی پر آوے اور اس زمانہ میں آئے جو اس وقت سے مشابہ ہو جس وقت میں موسیٰ کے مسیح ابن مریم آئے تھے۔ یعنی چودھویں صدی میں اور جبکہ تحریف تورات میں ہوگئی پس حق تعالیٰ نے اس امت کے مفسد طبع لوگوں کو یہودی ٹھہرا کر اس عاجز کا نام بفرمان جعلناک المسيح ابن مريم درحقیقت وہی ابن مریم بنادیا اور قرآن میں آنے والے رسول کا نام

جو احمد رکھا گیا ہے وہ بھی اس کے مثیل کی طرف اشارہ ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اس وقت قرآن میں تحریف ہوگئی۔ اور ۱۸۵۷ء زمانہ غدر میں قرآن بمقتضائے انا على ذهاب به لقادرون اٹھایا گیا جس کے بحساب جمل ۱۲۷۴ عدد ہیں جو عیسوی تاریخ میں دیکھنا چاہیں تو ۱۸۵۷ء ہوتے ہیں۔ چونکہ حدیثوں میں لکھا ہے کہ پھر دوبارہ قرآن کو زمین پر لانے والا ایک مرد فارسی الاصل ہوگا تو اس زمانہ میں بلاشبہ ضرور ہے کہ کتاب الٰہی کے لئے ایک نئی اور صحیح تفسیر کی جائے۔ کیونکہ موجودہ تفسیریں فطرتی سعادت اور نیک روشی کی مزاحم ہو رہی ہیں۔ قرآن پڑھتے ہیں لیکن قرآن ان کے حلق کے نیچے نہیں اترتا۔ اور انہیں معنوں سے کہا گیا ہے کہ قرآن آسمان پر اٹھایا جائے گا جو آیت انا على ذهاب به لقادرون میں اشارۃً بیان کیا گیا ہے اور جس میں ایک نئے چاند کے نکلنے کی اشارت ہے جو غلام احمد قادیانی کے عددوں میں بحساب جمل پائی جاتی ہے یعنی پورے تیرہ سو۔ اور اس عاجز کے ساتھ اکثر یہ عادۃ اللہ جاری ہے کہ وہ سبحانہٗ بعض اسرار اعداد حروف تہجی میں میرے پر ظاہر کر دیتا ہے۔ (ازالہ صفحہ ۱۸۶ مکتوب عربی صفحہ ۱۷۲) اور چونکہ اول وآخر میں نہایت مناسبت ہوتی ہے سو خدا تعالیٰ نے میرا نام آدم بھی رکھا اور آدم اور عیسیٰ میں کسی وجہ سے روحانی مباینت نہیں بلکہ مشابہت ہے۔ (انتہی ملخصاً ازالۃ الاوہام صفحہ ۶۹۷، ۶۸۱ تا ۶۸۲، ۶۷۳، ۵۷۳، ۱۸۶)

انبیاء کا مختلف صورتوں میں آنا

پس قبل اس کے کہ ہم قادیانی صاحب کے ان لغویات اور ہذیانات کا جواب دیں اور ان کے ہفوات پر حجت قائم کریں ضرور ہے کہ ہم آنحضرت ﷺ کی صورت نبوت کی تشریح کریں جس کی خلافت مطلوب ہے۔ پس سنت اللہ سے معلوم ہے کہ آنحضرت ﷺ

---

۱ وجئت بعده على قدر جاه هو من بعددی وانه اخفی فی عدد اسمی عدد زمانی ففکر فی غلام احمد قادیانی ۱۳۰۰ ـ مؤلف

کے قبل انبیاء نے کبھی تو بصورت بادشاہاں بروز کیا جیسے حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام اور کبھی بصورا احبار جیسے حضرت زکریا علیہ السلام اور کبھی بصورت زہاد جیسے حضرت یونس علیہ السلام اور یحییٰ علیہ السلام اور ہر صورت میں حق تعالیٰ نے ان کو مرتبہ اور غلبہ اور عزت اور عظمت کرامت فرمائی اور امت کو ان کی اطاعت کی توفیق عطا کی لیکن نبی الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ جو جامع جمیع کمالات انبیاء تھے حکمت الٰہی میں ضرور ہوا کہ ان کی نبوت جمیع انبیاء کی صور کی جامع ہو۔ پس آنحضرت ﷺ کی نبوت ان تینوں صورتوں کی جامع ہوئی یہاں تک کہ یمن وتہامہ اور نجد اور بعض نواح شام آنحضرت ﷺ کے تحت تصرف ہوئے اور صورت سلطنت ظاہر ہوئی اور ہر لحہ اور ہر لحظہ جمیع اقطار میں یہ صورت ترقی پذیر ہوئی۔ اور عرب کے وفود فوجا فوج ہر طرف آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور سلطان عالم کی طرح آنحضرت ﷺ کے محل نفس ناطقہ نے اپنے بخت اور حکمت اور عدالت اور شجاعت اور کفایت اور سخاوت سے افراد بشر میں ایک قسم کا انتظام اور التیام پیدا فرمایا اور علم اخلاق اور تدبیر منازل اور سیاست مدن کی صفات تحققاً وتخلقاً آنحضرت ﷺ میں نمایاں ہوئے اور صوفی مرشد کی طرح مصدر کرامات عجیبہ اور خوارق غریبہ ہوئے۔ اور اپنی قوت ارشاد اور تاثیر صحبت کے ساتھ ہزار ہا سال سے بادیہ ضلالت کے بھٹکے ہوؤں کو راہ نجات دکھلائی اور ایک ہی آن میں تزکیہ اور طہارت کا افادہ فرمایا اور جبرئیل کی طرح جارحہ تدابیر الٰہی اور واسطہ الٰہی اخذ علوم ہو کر عالم ملک وملکوت کے اسرار ان پر منکشف ہوئے۔ لیکن صورت اوّل کے مقام اعلیٰ سے ابھی ایک پایہ ترقی کا باقی تھا کہ آنحضرت ﷺ رفیق اعلیٰ کی طرف انتقال فرماگئے۔ اور ذوالقرنین کی طرح موعود خدا کہ اس نے تمام بادشاہان روئے زمین کو اپنا مطیع بنایا۔ بمجوائے اما نرینک بعض الذی نعدھم او نتوفینک وہ غلبہ روئے زمین اور فتح فارس وروم اور منصب شہنشاہی کہ جس کی سطوت سے دین خدا ہر مدر اور وبر میں گھر کرتا تھا اس کا ایفا

آنحضرت ﷺ کے خلفاء کے ہاتھوں منجر فرمایا اور اسی کے ضمن میں ترقیات معنی نبوت روز افزوں ہوئیں اور مضمون هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ ظہور پذیر ہوا اور اسی وعدہ کی طرف اشارہ ہے جو حق تعالیٰ نے سورۂ نور میں حاضرین وقت نزول سورۂ مذکور کو خطاب کر کے فرمایا کہ تم میں سے ایک جماعت کو حق تعالیٰ بالضرور زمین پر خلیفہ بنائے گا جیسے کہ ان سے پہلوں کو خلیفہ بنایا اور ان کے لئے پسندیدہ دین کو بالضرور زمین میں تمکنت دے گا اور ان کے خوف کو امن کے ساتھ بدل دے گا تاکہ انجام کار میری ہی عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں گے۔

نبی ﷺ کی خلافت

پس حق تعالیٰ نے ہمارے نبی ﷺ کے متعلق استخلاف میں اپنی ایک قدیم سنت کا اظہار فرمایا جیسے کہ بنی اسرائیل میں حضرت موسیٰ کے بعد کوئی نبی بخلافت موسیٰ بجز اس کے مبعوث نہ ہوا کہ وہ ان کے جد اعلیٰ میں شریک اور انہیں کی قوم میں سے ہو اسی طرح ہمارے نبی ﷺ کے خلفاء کے استخلاف میں لفظ منکم اور کما استخلف الذین من قبلھم نے تعیین فرمادی کہ خلیفہ نبی جو خلفاء بنی اسرائیل کی طرح ہوگا ضرور ہے کہ آنحضرت ﷺ کی ہی قوم میں سے ہو اور انہیں کے سلسلہ جد اعلیٰ میں شریک اور مسلک ہو اور ایسا ہی جس طرح کہ تورات کا ایک سفر بلاد شام کے فتوح کے وعدوں اور بلاد مغصوبہ کے احکام میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اترا۔ لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں وہ وعدے پورے نہ ہوئے۔ اور حضرت موسیٰ نے ان وعدوں کے پورا کرنے کے لئے حضرت یوشع بن نون کو اپنا خلیفہ بنایا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد اسی (۸۰) شہر حضرت یوشع نے فتح کئے اور بنی اسرائیل کو مطمئن کردیا۔ اور ان شہروں کو وصیت موسیٰ کے موافق بنی اسرائیل پر تقسیم کردیا۔ اسی طرح ہمارے نبی ﷺ کو بلاد شام اور بلاد عجم کی فتح کا وعدہ ہوا۔

لیکن حکمت الٰہی نے آنحضرت ﷺ کے زمانے میں اس وعدہ کو پورا ہونے نہ دیا اور آخر کار وعدۂ الٰہی نے آنحضرت ﷺ کے خلفاء کے استخلاف سے اس وعدہ کو منجز فرمایا۔ پس سنت اللہ نے ثابت کر دیا کہ خلیفہ درحقیقت اپنے ہی نبی کا ظل اور اسی کے مواعید کا متمم ہونا چاہیے۔

معنی استخلاف بادشاہ گردانیدن

اور نیز عرف قدیم اور جدید میں حقیقت استخلاف بجز اس کے نہیں کہ بمعنی خلیفہ ساختن اور بادشاہ گردانیدن ہے۔ جیسے کہ آیت یا داؤد انا جعلناک خلیفة فی الارض سے ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ نے ان کو حضرت یوشع نبی کے ایک زمانہ بعد سیف وسنان کے ساتھ عمالقہ پر کس قدر غلبہ دیا اور جالوت کو ان کے ہاتھ سے قتل کرایا اور بنی اسرائیل کو بعد از تفرقہ اور تشویش ان کی خلافت اور حکومت میں کس قدر امن دی۔ اسی وجہ سے حضرت ولی اللہ ازالۃ الخفاء میں لکھتے ہیں۔ کہ ”اگر کسے پادشاہ نباشد وحکم او نافذ نہ بود خلیفہ نیست ہر چند فرض کنیم کہ افضل امت باشد“۔

نبی کی خلافت خاصہ کا مستقر

اور آنحضرت ﷺ نے مزید برآں اپنی خلافت خاصہ کا مستقر بھی متعین فرما دیا کہ خلافت کا مستقر مدینہ ہے اور سلطنت اور ملک کا مستقر شام۔ عن ابی ھریرة قال قال رسول اللہ ﷺ الخلافة بالمدینة والملک بالشام. (رواہ البیہقی فی دلائل النبوۃ مشکوٰۃ ورق اخیر ص۵۸۳) گویا آنحضرت ﷺ نے اپنی ریاست کے دو حصے فرما دیئے ایک کا نام خلافت نبوت اور خلافت خاصہ رکھا جس کا مستقر ابتداء سے انتہاء تک بجز مدینہ کے اور کوئی نہیں اور دوسرے حصہ کا مستقر جو فقط ملک اور سلطنت سے معبر ہے لیکن نور اور برکت سے خالی نہیں ملک شام فرمایا۔ اور یہ خدا کی قدرت ہے کہ قادیانی صاحب کو اپنے قادیان کی نسبت پیشتر الہام نے مدد نہ دی کہ وہ اس کو مدینہ مقرر کریں اور ان کے فرقۂ وہابیہ کو آنحضرت ﷺ کے مدینہ منورہ سے

اس قدر نفرت ہے کہ حج کعبۃ اللہ کے بعد مدینہ منورہ میں جانا شرک سمجھتے ہیں او وہ خود بھی کیونکر جا سکتے ہیں جبکہ ان کی گورنمنٹ عثمانیہ میں جانے سے اپنی جان کا خوف لگا ہوا ہے۔

پس جبکہ یہ ثابت ہو چکا کہ ہمارے نبی ﷺ کی خلافت کا ابتداء سے انتہاء تک بجز ظاہری ریاست وحکومت وسلطنت اور سیف وسنان کے متحقق ہونا ممکن نہیں۔ جس سے قادیانی صاحب بالکل معرّی ہیں اور جس کے لئے ان کے اصیل یعنی حضرت مسیح علیہ السلام بھی ترستے گئے۔ چنانچہ انجیل متی باب ۱۰، ورس ۳۴ میں ہے کہ فرمایا حضرت مسیح نے یہ مت سمجھو کہ میں زمین پر صلح کروانے آیا۔ صلح کروانے نہیں بلکہ تلوار چلانے کو آیا ہوں۔ ابھی تو ہم اس وقت اس کاف تشبیہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جس سے قادیانی صاحب مماثلت تامہ اور مماثلت مدت ایام خلافت وغیرہ کا اشارہ نکالتے ہیں جو بالکل باطل ہے کیونکہ جیسے کہ ہم قبل ازیں ثابت کر چکے ہیں۔ اوّل تو حرف کاف مماثلت تامہ کا افادہ نہیں دیتا اور دوم جملہ پر آنے سے فقط مضمون جملہ کو ایک جملہ کے مضمون کے ساتھ تشریک اور تشبیہ کا افادہ دیتا ہے۔ پس آیت کریمہ میں فقط ایک استخلاف کو دوسرے استخلاف سے تشبیہ دی گئی ہے۔ جس سے ان کے ایام خلافت کی مدت ہرگز مفہوم نہیں۔

عیسیٰ نبی اللہ کو مستقل نبی جاننا دراصل یہودیوں کا دعویٰ تھا

کتاب الملل والنحل میں ہے کہ یہ یہودیوں کا ادّعا تھا جو انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر کیا کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کی طرح اولوالعزم اور صاحب کتاب مستقل نبی نہیں بلکہ وہ موسیٰ کا مطیع اور اسی کی متابعت کے لئے مامور تھا۔ پس قادیانی صاحب کا یہ یہودانہ قول ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ تھے۔ کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بجز حضرت یوشع بن نون کے کسی کو اپنا خلیفہ نہ بنایا۔ پس اگر حضرت داؤد علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کے بعد خلیفہ ہوئے تو یہ خطاب ان کو خود بارگاہ رب العزت سے عطا ہوا نہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو دیا۔ پس

حضرت یوشع کے بعد جس قدر انبیاء کے گذرے۔ اگرچہ ان کا دستور العمل شریعت موسیٰ ہی تھی لیکن وہ حضرت موسیٰ کے خلیفہ نہ کہلائے کیونکہ خلیفہ کے مفہوم میں باعتبار عرف قدیم وجدید معنی سلطنت اور حکومت نہایت ہی ضروری اور لازمی سمجھے گئے ہیں جیسے کہ قبل ازیں بیان ہوا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کا درمیان کا زمانہ چودہ سو برس کا ہونا غلط ہے

اور قطع نظر ان سب باتوں کے قادیانی صاحب کا یہ بھی افتراء ہے کہ حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کے مابین چودہ سو برس کا زمانہ ہوا۔ کیونکہ بیضاوی میں ہے کما فصل بین موسی وعیسی علیہما السلام اذکان بینہما الف وسبع مائة سنة والف نبی. (بیضاوی، سورۂ مائدہ) وبین موسی بن عمران وبین مریم بنت عمران ام عیسی الف سنة وسبع مائة سنة ولیسا من سبط ثم محمد وکل نبی ذکر فی القران من ولد ابراهیم غیر ادریس ونوح ولوط وهود وصالح۔ (درمنثور، مائدہ) کہ یہ زمانہ سترہ سو برس کا تھا۔ اور درمنثور میں شیخ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ یہ زمانہ سترہ سو برس کا موسیٰ ابن عمران اور مریم بنت عمران والدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کا ہے۔ اور توریت کتاب پنجم استثناء، مطبوعہ مرزاپور ۱۸۶۷ء کے باب ۳۴ آیت پنجم میں ہے۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک سو بیس برس کی عمر میں حضرت مسیح علیہ السلام کے تولد سے ایک ہزار چار سو اکاون برس قبل وفات پائی جن کو اگر ہلالی برسوں میں دیکھا جائے تو ایک ہزار چار سو اکانویں یعنی نو برس کم پندرہ سو برس ہوتے ہیں جو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اس قول کے بالکل مطابق ہیں۔ قال ابن عباس بین موسی وعیسی الف وخمس مائة سنة. (درمنثور، سورۂ نساء) جس کو شیخ سیوطی رحمہ اللہ نے تفسیر درمنثور میں تخریج حاکم روایت کیا ہے کہ فرمایا ابن عباس نے۔ موسیٰ اور عیسیٰ کا مابین زمانہ پندرہ سو (۱۵۰۰) برس کا ہے۔ اور اگر اس کے ساتھ حضرت موسیٰ کی عمر ایک سو بیس (۱۲۰) اور

حضرت عیسیٰ کی عمر بتیس برس (۳۲) بھی ضم کر دی جائے تو تقریباً سترہ سو (۱۷۰۰) کا زمانہ ہو جاتا ہے جو قول بیضاوی اور سیوطی رحمہ اللہ کے بالکل قریب قریب ہے۔

پس ان تمام بیانات سے ظاہر ہے کہ قادیانی صاحب کا یہ قول کہ سلسلہ خلافت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد چودہ سو برس پورے ہونے تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ختم ہوا اور اسی مناسبت سے غلام احمد قادیانی باعداد حروف جمل تیرہ سو برس کے خاتمہ اور چودھویں صدی کے آغاز میں مبعوث ہوا کس قدر کھلم کھلا جھوٹ ہے۔ اور اگر ہم اس سلسلہ خلافت کو تسلیم بھی کر لیں تو بھی ہنوز کئی سو برس ایسے مثیل مسیح کے پیدا ہونے کے لئے باقی ہیں اور اس دعویٰ کا قبل از وقت ہونا اس کو باطل کر رہا ہے اور حالات امت کے ملاحظہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قادیانی صاحب کے قبل بھی کئی ایک اشخاص نے اس منصب رفیع کا دعویٰ کیا اور اسی طرح انہوں نے بھی اپنے لئے حساب جمل سے اپنے اسماء کی مناسبات اور آیات کے اعداد سے استدلال کیا۔ چنانچہ سید محمد جونپوری نے جب اپنے لئے مہدی ہونے کا دعویٰ ۹۰۱ھ میں کیا تو اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ان کی عادت یہ تھی کہ جب دعویٰ کرتے تھے اس لفظ سے تاریخ بھی نکالا کرتی تھی۔ (دیکھو ہدیہ مہدویہ صفحہ ۸۰) مگر خدا کی قدرت ہے کہ اس دعویٰ کے الفاظ کے اعداد کبھی سنہ دعویٰ سے مطابق نہ ہوئے۔ جیسے کہ ۹۰۳ھ میں کہا انه قال بامر اللّٰه انا المهدی الموعود لیکن اس کے اعداد ۹۵۷ ہوتے ہیں۔

قادیانی صاحب کے اسم کے اعداد بحساب جمل زمانہ فترت کے مساوی نہیں

اسی طرح قادیانی صاحب کے جعلی اسم غلام احمد قادیانی کے اعداد اگرچہ ۱۳۰۰ ہیں لیکن انہوں نے یہ دعویٰ بیس برس قبل کیا اور مناسبت جو انہوں نے سلسلہ خلافت کی بیان کی یعنی پورے چودہ سو۔ اس میں ابھی ایک سو برس باقی ہیں اور زمانہ غدر جس میں قرآن اٹھایا جانا بتاتے ہیں وہ بھی ان کے دعوے کے منافی ہے۔ کیونکہ قرآن کا اٹھایا جانا عیسیٰ کے

نزول کے بعد سو دو سو برس کے معہود ہے مگر افسوس کہ عیسیٰ جو حامی شریعت نبویہ معہود تھے ان کے وقت میں الٹا اثر ہوا کہ قرآن ہی اٹھایا گیا۔ اور بجائے اس کے کہ سارے جہاں پر ان کا غلبۂ اسلامی ہوتا وہ خود مغلوب کفر ہو گئے۔ اور بجائے اس کے کہ ان کے وقت ایک ہی دین اسلام غالب رہتا ان کے وقت میں چاروں طرف سے مذاہب کفر کا غلبہ ہو گیا اور مسیح قادیانی سے انگریزی گورنمنٹ کے مجسٹریٹ نے بجرم دفعہ ۱۰۷ مجموعہ ضابطہ فوجداری بتاریخ ۲۵ رفروری ۱۸۹۹ء بمقام گورداسپور مچلکہ لے لیا کہ آئندہ اپنے ہذیانات (الہامات) کی اشاعت میں قانون انگریزی کے تابع رہیں اور اسی پر ان کی رہائی ہوئی۔ معہذا غلام احمد قادیانی کے اعداد سے استدلال کرنا بھی ایک عجیب امر ہے۔

غلام احمد قادیانی اور تمسخر کے اعداد برابر ہیں

اگر اس قسم کا استدلال معتبر ہو تو ہم کہیں گے کہ غلام احمد قادیانی اور تمسخر کے اعداد بحساب جمل برابر ہیں اور اسی طرح بدخو تیز رو کے۔ اور اسی طرح مسیح قادیانی اور کرگدن کے۔ پس کیا کوئی اہل دل ایسی لغو مناسبات سے استدلال کر سکتا ہے۔ حاشا وکلا اللہ کے بندے ایسا افترا اللہ پر کبھی نہیں باندھتے۔ جیسے کہ قادیانی صاحب نے مکتوب عربی کے صفحہ ۱۷۲ میں کہا۔ کہ و من ایات اللّٰہ انہ اخفی فی عدد اسمی عدد زمانی ففکر فی غلام احمد قادیانی ص ۱۷۲۔ کہا کہ یہ اللہ کی نشانی ہے کہ اس نے میرے زمانہ کے اعداد میرے نام مخفی کئے۔ حالانکہ قادیان کا لفظ دراصل حرف دال کے ساتھ نہیں بلکہ ضاد عربی کے ساتھ ہے۔ کیونکہ قادیانی صاحب کا گاؤں دراصل اسلامپور قاضیان کے نام سے موسوم تھا۔ جہاں اس تمام علاقہ کی قضا ہوا کرتی تھی۔ (دیکھو ازالہ صفحہ ۱۲۲) اور چونکہ ضاد اور دال کی آواز ایک ہے اس لئے رفتہ رفتہ ضاد کا دال بن گیا اور جزو اوّل محذوف ہو گیا اور صرف قادیان رہ گیا۔ پس ظاہر ہے کہ درصورت ضاد آٹھ سو عدد بڑھ جائیں گے اور تیرہ سو کے

اکیس سو ہو جائیں گے اور قطع نظر اس کے ترکیب غلام احمد قادیانی قواعد عربیت کے لحاظ سے بالکل غلط اور الہامی زبان کے مناقض ہے۔ اس لئے کہ اسماء اعلام یا نسبت کے لاحق ہونے سے بمنزلہ اسماء صفات ہو جاتے ہیں۔ پس قادیانی کا لفظ گویا غلام احمد کی صفت ہے جس کا اس ترکیب میں بدون لام تعریف مستعمل ہونا غلط ہے۔ پس صحیح ترکیب اس طرح ہونی چاہیے یعنی غلام احمد القادیانی نہ فقط قادیانی اور لام تعریف کے داخل ہونے سے تیس اکتیس عدد اور بڑھ جائیں گے اور تیرہ سو کے تیرہ سو اکتیس ہو جائیں گے جس کے واسطے ابھی کئی سال باقی ہیں۔ اور اگر قادیانی کے قاف کو قاف قرشت نہ سمجھا جائے جیسے کہ ان کے دوست مولوی محمد حسین بٹالوی کاف کلمن سے کادیانی کر کے لکھتے ہیں تو ان تیرہ سو میں سے اسی عدد اور کم ہو جائیں گے۔ مگر جائے غور قادیانی صاحب کا یہ قول ہے جو انہوں نے بجز چند لوگوں کے جو ان کے ماننے والے ہیں اس وقت کی کل امت مرحومہ کو جو غالباً ان کی مخالف ہے یہود کے ساتھ تشبیہ دی بلکہ ان کو یہودی ٹھہرا کر آپ حقیقی عیسیٰ بن مریم کی صورت میں ان کی طرف آنے کے مدعی ہوئے اور علماء امت نے جو ان تیرہ سو برس میں کلام اللہ کی تفاسیر لکھیں ان کی نسبت اتہام لگاتا ہے کہ وہ فطرتی سعادت اور نیک روشی کی مزاحم ہو رہی ہیں۔ لہٰذا ضرور ہے کہ قادیانی صاحب کی طرف سے کتاب الٰہی کے لئے ایک نئی اور صحیح تفسیر کی جائے۔ پس قادیانی صاحب کے زعم فاسد میں کل امت مرحومہ کے علماء ضال اور مضل ہوئے جنہوں نے ایسی تفسیریں لکھیں۔ پس معلوم نہیں کہ قادیانی صاحب کی تفسیر کیا رنگ لائے لیکن اتنا تو ہے۔

گر ہمیں مکتب است واین ملّا ... کار امت تمام خواہد بود

پس قادیانی صاحب کا یہ اصلی دعویٰ مثیل مسیح ہے جو اوپر باطل ہو چکا۔ اور اس دعویٰ کے تائید میں کئی طریق سے انہوں نے استدلال کیا۔

طریق اوّل

(قادیانی کے سوا کسی نے تیرہ سو برس میں مسیح ہونے کا دعویٰ نہ کیا)

یہ عاجز ایسے وقت میں آیا ہے جس وقت کہ مسیح موعود آنا چاہیے تھا یعنی تیرہویں صدی کا اخیر۔ اور اس مدت تیرہ سو برس میں بجز میرے کبھی کسی مسلمان کی طرف سے ایسا دعویٰ نہیں ہوا کہ میں مسیح موعود ہوں اور ظاہر ہے کہ اس وقت بجز اس عاجز کے اور کوئی شخص دعویدار اس منصب کا نہیں ہوا۔ (ازالہ صفحہ ۶۸۲ و صفحہ ۶۸۳)

حمدان بن قرمط نے ۲۷۸ھ میں مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا

یہ قادیانی صاحب کی تاریخ دانی کا حال ہے اور اپنے دعوے کے نشہ میں ایسے سرمست ہیں کہ خود بینی کے سوا ان کی نظروں میں کچھ نہیں آتا۔ دیکھو زرقانی جلد خامس صفحہ ۲۹۱ میں ہے۔ والقرامطة اصلهم رجل من سواد الكوفة يقال له قرمط وقيل حمدان بن قرمط كان احمر البشر والعينين وكان ظهوره سنة ثمان وسبعين ومائتين فاظهر زهدا وصلاحا حتى اجتمع عليه خلق كثير فزعم ان النبی ﷺ بشر به وانه الامام المنتظر وابتدع مقالات فی كتاب وقال انه الكلمة والمهدی وزعم انه انتقل اليه كلمة المسيح فكانت لهم وقائع وحروب ودعاة وخلفاء مذكورة فی التواريخ حتى ظهر منهم سليمان بن الحسن الجبائی فعاث فی البلاد والفسد وقصد فدخلها يوم التروية سنة سبع عشرة وثلث مائة فی خلافة المقتدر فقتل الحجاج ورماهم بزمزم وقلع باب الكعبة واخذ كسوتها واخذ الحجر الاسود فبقی عندهم اثنين وعشرين سنة فبذل لهم خمسون الف دينار ليردوه فابوا ثم ردوه مكسورا فوضع فی مكانه وتغلبوا علی مصر والشام حتى قاتلهم جوهر القائد

فهزمهم وقتل منهم خلقا كثيرا وكانت مدة خروجهم ستا وثمانين سنة حتى اهلكهم الله وابادهم وكانوا يحرفون القران ويتاولونه بتاويلات فاسدة لاتقبلها العقول فما قدروا علی اطفاء شیء من نوره ولاتغير كلمة من كلمة ولاتشكيك المسلمين فی حرف من حروفه (انتہی ملخصا، زرقانی، مقصد خامس ص۲۹۱) کہ ایک شخص قرمط یا حمدان بن قرمط نے کوفہ کے اطراف سے ۲۷۸ھ میں خروج کیا جو سرخ رنگ اور سرخ چشم تھا۔ اس نے ابتداء میں زہد و صلاح کا اظہار اس قدر کیا کہ ایک خلق کثیر اس کے گرد جمع ہوگئی اور اس نے زعم کیا کہ نبی ﷺ نے اسی کی نسبت بشارت دی ہے اور وہی امام منتظر ہے اور اس نے اپنی کتاب میں کئی ایک باتیں ایجاد کیں اور کہا کہ وہی کلمۃ اللہ اور مہدی ہے اور اسی کی طرف کلمۂ مسیح انتقال کر آیا ہے اور ان کے بہت سے وقائع اور حروب اور داعی اور خلفاء ہوئے جو کتب تواریخ میں بالاستیعاب مذکور ہیں یہاں تک کہ انہیں میں سے سلیمان بن حسن جبائی ظاہر ہوا۔ اور اس نے بلاد و امصار میں فساد پھیلا دیا اور ترویہ کے روز ۳۱۷ھ میں المقتدر کے ایام خلافت میں مکہ میں جا گھسا اور حاجیوں کو قتل کیا اور چاہ زمزم میں اس نے ان کو پھینکا اور کعبہ کا دروازہ اکھیڑ دیا اور کعبہ کا غلاف اتار لیا اور حجر اسود پر قبضہ کر لیا یہاں تک کہ بائیس برس تک انہیں کے قبضہ میں رہا اور المقتدر ان کو پچاس ہزار دینار بھی اس کے عوض دیتا رہا لیکن اوّل انکار کر کے آخر ٹکڑے کر کے واپس دیا اور حجر اسود اپنی جگہ پر رکھا گیا اور مصر اور شام پر قابض ہو گئے۔ یہاں تک کہ جوہر القائد نے ان کو قتل کیا اور بھگایا اور ان کی بہت سی خلقت مقتول ہوئی اور چھیاسی برس تک ان کا یہ فتنہ رہا۔ یہاں تک کہ ان کو خدا نے تباہ کیا اور وہ قرآن کی تحریف کر کے ایسی تاویلات بعیدہ کے مرتکب ہوتے تھے کہ جن کو کوئی عقل سلیم قبول نہیں کر سکتی تھی لیکن وہ اللہ کے انوار کو بجھا نہ سکے۔ انتہی

دسویں صدی میں شیخ محمد خراسانی نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا

اور دسویں صدی میں ایک شخص شیخ محمد خراسانی نے عیسیٰ ہونے کا دعویٰ کیا اور حاکم سندھ نے اس کا سر کاٹ ڈالا۔

المنصور کے زمانہ خلافت میں ابی عیسیٰ اصفہانی نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا

ہدیہ صفحہ ۱۶ اور کتاب الملل والنحل میں ہے۔ وزعم عیسٰی انه نبی وانه رسول المسیح المنتظر وزعم ان للمسیح خمسة من الرسل یاتون قبله واحدا بعد واحد وزعم ان اللّٰه تعالٰی کلمه و کلفه ان یخلص بنی اسرائیل من ایدی الامم العاصین والملوک الظالمین وزعم ان الداعی ایضاً هو المسیح وحرم فی کتابه الذبائح کلها ابتداء دعوته فی زمن اخر ملوک بنی امیة مروان بن محمد الحمار فاتبعه بشر کثیر من الیهود وقیل انه لما حارب اصحاب المنصور بالری قتل وقتل اصحابه. (انتہی ملخصاً کتاب الملل ص ۶۸) المنصور کے زمانہ میں ایک شخص ابی عیسیٰ اسحاق بن یعقوب الاصفہانی نے دعویٰ کیا کہ وہ نبی ہے اور مسیح موعود کا رسول ہے۔ اور یہ بھی زعم کیا کہ مسیح موعود کے پانچ رسول ہوں گے جو اس سے پہلے یکے بعد دیگرے آئیں گے۔ اور اس نے زعم کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے بالمشافہ کلام کیا اور اس امر کی تکلیف دی ہے کہ وہ بنی اسرائیل کو نافرمان بادشاہوں اور امتوں کے ہاتھوں سے چھڑائے۔ اور زعم کیا کہ وہ بھی درحقیقت مسیح ہی ہے اس کے اس دعویٰ کی ابتداء ملوک بنی امیہ کے آخر بادشاہ مروان بن محمد الحمار کے وقت میں ہوئی اور آخر رے میں المنصور کے ساتھ محاربہ کرنے سے وہ اور اس کے اصحاب قتل کئے گئے اور یہود کے بہت لوگ اس کے تابع ہو گئے تھے۔

قادیانی کے دعاوی اور حمدان بن قرمط کے دعاوی بلکہ مشابہ ہیں بلکہ ایک ہی ہیں

پس اگر ان اشخاص کے دعاوی اور قادیانی صاحب کے دعاوی کا موازنہ اور مقابلہ

کیا جائے جو انہوں نے مکتوب عربی کے صفحہ ۱۴۴ میں کیا۔ کہ خدا نے مجھے بطریق بروز روحانی عیسیٰ ابن مریم بنا دیا۔ وجعلنی ربی عیسی بن مریم علی طریق البروزات الروحانیة ص ۱۴۴ کماذکر نزول ایلیا بالتصریح ص ۱۵۹۔ یعنی عیسیٰ علیہ السلام کی صفات مجھ میں بروز کر آئیں اور جیسے کہ ایلیا نبی کا نزول آسمانوں سے یحییٰ بن زکریا کے پیدا ہونے سے ہو گیا اسی طرح میرے پیدا ہونے سے مسیح کا آسمانوں سے اترنا ہو گیا۔ (توضیح صفحہ ۹، مکتوب صفحہ ۱۵۹، ازالہ صفحہ ۵۳۶) اور جیسے کہ قادیانی صاحب نے تحریفات معانی آیات قرآنی میں کیں اور انکی تفسیریں غلط بتائیں اور نئی آیات کا نزول ان پر ہوا اور آیت انا انزلناہ قریبا من القادیان فی الحقیقت انہوں نے قرآن شریف کے دائیں صفحہ قریب نصف کے موقع پر کشفی طور سے دیکھی جیسے کہ وہ ازالۃ الاوہام کے صفحہ ۷۷ میں تصریح کرتے ہیں۔ اور ایسا ہی بہت سی آیات محرفہ کا ان پر نزول ہوا جو اپنے موقع پر بیان کی جائیں گی تو حق تعالیٰ کا یہ قول بالکل مطابق واقع ہوتا ہے جو متقدمین اور متاخرین کفار کے حق میں فرمایا۔ کذلک قال الذین من قبلهم مثل قولهم تشابهت قلوبهم یعنی ایسا ہی پہلوں نے بھی کہا اور وجہ اس کی یہ ہے کہ ان کے دل آپس میں بہت متشابہ ہیں۔ پس قادیانی صاحب سے بھی وہی دعاوی سرزد ہوئے جیسے کہ ابو عیسیٰ یہودی سے سرزد ہوئے اور جیسے کہ حمدان بن قرمط نے دعویٰ کیا کہ وہی مہدی موعود اور عیسیٰ معہود ہے اور وہی حسب بشارات نبی ﷺ بعد الماتین آیا ہے اور کلمہ مسیح اس کی طرف انتقال کر آیا ہے۔ اسی طرح قادیانی صاحب کے دعاوی ہیں۔

حدیث لامهدی اِلّا عیسٰی مردود ہے

ازالہ کے صفحہ ۵۱۹ میں بحدیث ابن ماجہ اور حاکم استدلال کرتے ہیں۔ لامهدی الاعیسی یعنی بجز عیسیٰ کے اس وقت کوئی مہدی نہ ہوگا۔ حالانکہ اول تو یہ

حدیث علامہ زرقانی نے مردود ٹھہرائی ہے جیسے کہ قبل ازیں بیان ہوا۔ دوئم خود ابن ماجہ حدیث ابی امامہ میں تصریح فرمارہے ہیں کہ عیسیٰ کے نزول کے وقت بیت المقدس میں ایک رجل صالح نماز کی جماعت کرا رہا ہوگا کہ اتنے میں عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا اور وہ امام پیچھے پاؤں ہٹنا چاہے گا تا کہ عیسیٰ علیہ السلام آگے بڑھیں۔ اور یہی خود امام بخاری سے حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مذکور ہے جیسے کہ بیان ہوا۔

....

طریق دوم

(مکاشفات اکابر اولیاء)

مکاشفات اکابر اولیاء بالاتفاق اس پر شاہد ہیں کہ مسیح موعود کا ظہور چودھویں صدی سے پہلے یا چودھویں صدی کے سر پر ہوگا اور اس سے تجاوز نہیں کرے گا۔ (ازالہ صفحہ ۲۸۴)

مسیح یا مہدی کے زمانے کے متعلق کسی کا مکاشفہ صحیح نہ نکلا

یہ قادیانی صاحب کا ایک جدید افتراء ہے جو اکابر اولیاء اللہ پر باندھا جاتا ہے کسی ولی نے ایسا مکاشفہ اپنا بیان نہیں کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام چودھویں صدی کے سر پر یا پیر پر ہوں گے اولیاء اللہ کبھی ایسی جرأت اس علم کے کشف میں نہیں کر سکتے جس کو خود خدا نے اور کل انبیاء نے مبہم بیان فرمایا اور جس کسی ولی نے کہ اپنے ظن وتخمین یا آثار واطوار سے کوئی نتیجہ نکالا وہ کبھی راست نہ آیا۔ چنانچہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مہدی موعود ۲۰۰ھ میں قائم ہوں گے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مکاشفہ

اور ابو قبیل نے فرمایا کہ آدمیوں کا اجتماع مہدی موعود پر ۲۰۴ھ میں ہوگا۔ اور

تفسیر کواشی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جب بسم اللہ الرحمن الرحیم کے حروف کے اعداد گذر جائیں گے تو وہ وقت مہدی موعود کے تولد کا ہے جس کو شیخ اکبر قدس سرہ نے دو بیتوں میں نظم کر کے کہا۔

اذا نفد الزمان علی حروف ببسم اللّٰہ فالمھدی قاما

ودورات الخروج عقیب صوم الا ابلغہ من عندی سلاما

پس اگر حرف را کو مکرر نہ شمار کیا جائے تو سات سو چھیاسی عدد ہوتے ہیں اور اگر مکرر شمار کریں تو ۱۱۸۶ ہوتے ہیں۔ مگر کوئی بھی ان میں سے ظہور نہ ہوا۔ (دیکھو تفسیر روح البیان جلد ثانی صفحہ ۶۶ سورہ ہود) مگر یہ سارے کشف ومکاشفات جو ان بزرگوں کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں بالکل غلط نکلے۔

امام ربانی کا مکاشفہ بغیر تعیین زمان

ہاں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اگرچہ بمناسبات چند بیان فرمادیا کہ عیسیٰ کا نزول ۱۰۰۰ھ کے بعد ہوگا لیکن انہوں نے بھی یہ تعیین نہ کیا کہ ہزار کے بعد کون سی صدی میں ہوگا۔ فسبحان من لا یظھر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول پس جس کسی نے اس مقدمہ میں اپنی اٹکل دوڑائی اور تخمین وقیاس سے اس کی تاریخ ٹھہرائی نہایت خطا پائی۔

شیخ جلال الدین سیوطی کا ایک ہمعصر کے مکاشفہ پر غلط رائے قائم کرنا

اور سب سے زیادہ شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے غلطی کی جو اپنے ایک ہمعصر عالم کے اس فتویٰ سے کہ دسویں صدی میں خروج مہدی کا اور دجال کا اور نزول عیسیٰ علیہ السلام کا ہو کر اور علامات قیامت برپا ہو کر نفخ صور ہوگا اپنے رسالہ الکشف عن مجاوزۃ ھذہ الامۃ الالف میں بہت کچھ تخمینات کے بعد اس امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر کے

متعلق لکھا کہ یہ اصلاً ممکن نہیں ہے کہ پندرہ سو تک کھینچے۔

الدنیا سبعة الاف سنة کے امثال سب موضوع ہیں

اوران سارے خیالات کی تصویر اس ضعیف البنیان حدیث پر کھینچی جو خود شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے جامع صغیر میں نقل کی۔ کہ فرمایا آنحضرت ﷺ نے الدنیا سبعة الاف سنة وانا فی اخرها الفا لیکن سراج منیر شرح جامع صغیر میں اس کے واہی ہونے پر تصریح کردی گئی اور مناوی نے کہا کہ اس حدیث میں کچھ مسکہ نہیں اور الفاظ اس کے مصنوعہ اور تلفیق کئے ہوئے ہیں اور ابن کثیر نے تصریح کردی کہ اس کے اور اس کے امثال سب موضوع اور ملفق ہیں اور خود شیخ سیوطی نے اپنے رسالہ برزخیہ میں کل ایسی احادیث کے ضعیف ہونے کا اقرار کیا۔ مگر قادیانی صاحب نے بھی اسی واہی حدیث سے اپنے حق میں ازالہ کے صفحہ ۶۹۳ میں استدلال کیا جو بالکل بے سود ہے۔ پس اس امر کے اثبات میں اقت کے لئے قص نص درکار ہے نہ کہ ہوا و ہوس۔

چو غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم

....

طریق سوم

(قادیانی، دجال معہود کے بعد آیا ہے)

قادیانی، دجال کے بعد آیا ہے

اس عاجز کے مسیح موعود ہونے پر یہ نشان ہے کہ وہ دجال معہود کے خروج کے بعد نازل ہوگا۔ سو یہ عاجز دجال معہود کے خروج کے بعد آیا ہے اور ہم پہلے ثابت کر آئے ہیں کہ عیسائی واعظوں کا گروہ بلاشبہ دجال معہود ہے۔ (ازالہ صفحہ ۷۰۱) جو گرجا سے نکل کر بڈی کی

طرح مشارق ومغارب میں پھیل گیا۔ (ازالہ صفحہ ۴۹۵) اور ہم دجال کے لفظ سے صرف ایک شخص ہی مراد نہیں لے سکتے کیونکہ رویاء اور مکاشفہ میں اسی طرح سنت اللہ واقع ہے کہ بعض اوقات ایک شخص نظر آتا ہے اور اس سے مراد ایک گروہ ہوتا ہے اور نیز لغت کی رو سے دجال درحقیقت اسم جنس ہے جس سے ایسے لوگ مراد ہیں جو کذاب ہوں چنانچہ قاموس میں یہی معنی لکھے ہیں۔ (ازالہ صفحہ ۷۲۶)

دجال خراسان کے ملک سے آئے گا جو قادیانی کا اصل وبوم ہے

مگر قادیانی صاحب کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی احادیث یاد نہ رہیں جن میں صاف طور سے مذکور ہے۔ کہ دجال خراسان کی مٹی سے نکلے گا۔ جس کو قادیانی صاحب نے اپنا اصل وبوم بتایا ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ دجال کے ساتھ ستر ہزار یہودی ہوں گے جو گرجا کے تخت مخالف ہیں اور نیز قادیانی صاحب کو یہ معلوم نہیں کہ یہ گروہ پادریاں لندن سے آئے ہیں نہ کہ خراسان سے۔

آنحضرت ﷺ کا دیکھنا کہ عیسیٰ اور دجال کعبہ کا طواف کررہے ہیں

اور عجب تر یہ ہے کہ بخاری کی وہ حدیث جس میں آنحضرت ﷺ نے کعبہ کا طواف کرتے ہوئے عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کو حالت رؤیا میں دیکھا اور دجال کو بھی اسی رؤیا میں دیکھا اور اس کو ابن قُطن کے ساتھ اشبہ ہونا فرمایا اس میں قادیانی صاحب کے ازالہ کے صفحہ ۷۰۱ میں حضرت عیسیٰ ابن مریم سے تو آنے والا ایک فرد واحد اور شخص معہود مراد رکھیں اور یہاں پر اسی دجال سے جو عیسیٰ ابن مریم کے مقابل آنحضرت ﷺ نے دیکھا ایک گروہ پادریاں تعبیر کریں جو بالکل خودغرضی اور ناانصافی پر مبنی ہے۔

الدجال اسم علم ہے نہ کہ اسم جنس

اور قطع نظر اس کے صراح میں ہے کہ دجال نام مسیح کذاب ہے۔ پس جیسے کہ

احادیث نبویہ میں دجال ایک شخص معہود کا نام معلوم ہے اسی طرح لغت کی رو سے۔ اور اگر ہم تسلیم بھی کر لیں کہ دجال درحقیقت اسم جنس ہے لیکن ہم قادیانی صاحب کے اس قول کو ہرگز تسلیم نہیں کر سکتے کہ اس سے ایسے لوگ مراد ہیں جو کذاب ہوں اس لئے کہ اسم جنس اگرچہ اسم نکرہ سے اعم مطلق ہوتا ہے لیکن اسم معرفہ سے اعم من وجہ ہوتا ہے۔ مثلاً زید معرفہ ہے لیکن اسم جنس نہیں اور رجل جو نکرہ ہے اسم جنس ہے لیکن معرفہ نہیں اور الرجل معرف باللام اسم جنس ہونے کے باوجود معرفہ بھی ہے۔ پس دجال اور الدجال میں ایسا ہی فرق ہے جیسے کہ رجل اور الرجل میں یا کہ اسد اور الاسد میں ہے۔ لیکن جبکہ الرجل اور الدجال اور الاسد کسی کا علم معین کیا جائے تو ان کی حالت ویسی ہی ہے جیسی کہ الزید معرف باللام کی اور کتب نحو میں ثابت ہے کہ اگرچہ اسماء اعلام میں اصل یہی ہے کہ وہ بلا لام تعریف ہوں لیکن ان اعلام کا سماعاً معرف باللام ہونا جائز ہے جو منقول عن الصفت ہوں جیسے الحسن اور الحسین اور اسی طرح الدجال جیسے کہ بخاری وغیرہ میں ہر اس جگہ احادیث رسول اللہ ﷺ میں الدجال معرف باللام مذکور ہوا ہے کہ جہاں کہیں وہ عیسیٰ ابن مریم کے مقابلہ میں واقع ہوا ہے۔

دجال معہود سے مراد گروہ پادریاں ہونا بالکل غلط ہے

مگر قادیانی صاحب نے ایک اور کمال کیا کہ انہیں گروہ پادریوں کو دجال معہود ثابت کرنے اور شخص واحد کے باطل کرنے کے لئے دجال کی ان صفات خاصہ اور لوازم ذاتیہ کی تاویل کردی جو احادیث رسول اللہ ﷺ میں مذکور ہیں اور ان صفات کا تحقق انہیں پادریوں کے وجود میں ہونا زعم کیا۔ چنانچہ دجال کے گدھے کی تعبیر ریل گاڑی سے کی جو انہیں گروہ پادریوں کی بنائی ہوئی ہے۔ حالانکہ وہ اس گدھے پر خود بھی کئی دفعہ سوار ہو چکے ہیں۔ اور اس کے بعد قادیانی صاحب نے ایک کھلم کھلا جھوٹ کہا کہ دجال خدا نہیں کہلائے گا بلکہ خدا تعالیٰ کا قائل ہوگا بلکہ بعض انبیاء کا بھی۔ اور یہ صفت بھی انہیں پادریوں میں ہے۔

(ازالہ صفحہ ۳۰۷) حالانکہ صحیح بخاری کے صفحہ ۱۰۵۵ میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما وغیرہ کی حدیث میں ہے۔ ولکن ساقول لکم فیہ قولا لم یقلہ نبی لقومہ انہ اعور وان اللہ لیس باعور۔ (بخاری از ابن عمر صفحہ ۱۰۵۵) کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ میں تم کو دجال کی ایک خاص علامت بتاتا ہوں جو کسی نبی نے نہیں بتائی کہ وہ کانا ہے اور خدا کانا نہیں۔ یعنی وہ خدا کہلائے گا لیکن خدا کانا نہیں ہو سکتا۔ اور خود قادیانی صاحب قبل اس کے ازالہ کے صفحہ ۲۰۷ میں بایں الفاظ تحریر کر چکے ہیں۔ کہ ''دوسری حدیثوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دجال خدائی کا دعویٰ کرے گا جیسے کہ ابن ماجہ میں ابی امامہ باہلی کی حدیث سے ثابت ہے''۔ اور یہاں پر قادیانی صاحب کا اس کے برخلاف لکھنا اسی مثال کا مصداق ہے کہ ''دروغگو را حافظہ نباشد''۔

....

طریق چہارم

(استناد بقول حضرت مجدد کہ علماء وقت اس کے مخالف ہوں گے)

قادیانی صاحب نے بحوالہ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ازالہ کے صفحہ ۵۲۳ میں لکھا۔ کہ مجدد الف ثانی صاحب اپنے مکتوبات کی جلد ثانی مکتوب پنجاہ و پنجم میں لکھتے ہیں کہ مسیح موعود جب دنیا میں آئے گا تو علماء وقت اس کے مقابل آمادہ مخالفت ہو جائیں گے۔ کیونکہ جو باتیں بذریعہ اپنے استنباط اور اجتہاد کے وہ بیان کرے گا وہ اکثر دقیق اور غامض ہوں گی اور بوجہ دقت اور غموض ماخذ کے ان سب مولویوں کی نگاہ میں کتاب اور سنت کے برخلاف نظر آئیں گی حالانکہ درحقیقت برخلاف نہیں ہوں گی۔

عیسیٰ کو یہودیوں کی زبانی ملحد کا خطاب ملا ویسا ہی قادیانی کو

سو میں اس امت کی اصلاح کے لئے ابن مریم ہو کر آیا ہوں اور ایسا ہی آیا ہوں

جیسے حضرت مسیح ابن مریم یہودیوں کی اصلاح کے لئے آئے تھے سو جیسے عیسیٰ ابن مریم یہودیوں کی زبانی اپنے تئیں ملحد اور کتابوں سے پھرا ہوا کہلایا یہی حال اس کے مثیل کا بھی ہو اور اس کو ملحد کا خطاب دیا گیا کیا یہ اعلیٰ درجہ کہ مماثلت نہیں؟ انتہی ملخصاً

امام ربانی کے قول میں قادیانی کا تحریف کرنا

قادیانی صاحب کے اس قول امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی نقل میں اول تو تحریف اور زیادتی ہے کیونکہ امام ربانی نے صرف اسی قدر فرمایا ہے کہ "حضرت عیسیٰ علی نبینا و علیہ السلام بعد از نزول کہ متابعت این شریعت خواہد نمود و اتباع سنت آن سرور علیہ السلام خواہد کرد و نسخ این شریعت مجوز نیست۔ نزدیک است کہ علماء ظواہر مجتہدات او را از کمال دقت و غموض ماخذ انکار نمایند و مخالف کتاب و سنت دانند۔ مثل روح اللہ مثل امام اعظم کوفی است کہ بہ برکت ورع و تقویٰ و بدولت متابعت سنت درجۂ علیا در اجتہاد و استنباط یافتہ است کہ دیگران در فہم آن عاجز اند و مجتہدات او را بواسطۂ دقت معانی مخالف کتاب و سنت دانند و او را و اصحاب او را اصحاب رائے پندارند و بواسطۂ ہمیں مناسبت کہ بحضرت روح اللہ دارد تو اند بود۔ آنچہ خواجہ محمد پارسا در فصول ستہ نوشتہ است کہ حضرت عیسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام بعد از نزول بمذہب امام ابی حنیفہ عمل خواہد کرد یعنی اجتہاد حضرت روح اللہ موافق اجتہاد امام اعظم خواہد بود نہ آنکہ تقلید این مذہب خواہد کرد کہ شان او ازان بلند تر است کہ تقلید علماء امت فرماید۔ انتہی

پس انصاف پسند دوستوں پر ظاہر ہوگا کہ حضرت امام ربانی کا منشاء اس قول میں کوئی دوسرا عیسیٰ نہیں جو عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کا مثیل کہلائے گا جیسے کہ قادیانی صاحب کا مزعوم ہے بلکہ ان کا منشاء اور مراد وہی عیسیٰ بن مریم نبی اللہ بعینہٖ ہے جو لسان شرع میں منصوص اور مخصوص ہے۔ ہاں بروقت نزول عیسیٰ نبی اللہ کے متعلق یہ ان کی اپنی رائے ہے جیسی کہ ان کے ساتھ بعض متقدمین بھی شریک ہیں کہ عیسیٰ نبی اللہ بعد از نزول فروعات احکام میں مجتہدین امت کی طرح اجتہاد سے استنباط کریں گے اور ان کا اجتہاد ایسا ہی ہوگا جیسے کہ حضرت

ابو حنیفہ کا دقیق اور غامض الماخذ ہے اور بے علم وہابی اس کو مخالف کتاب و سنت جانتے ہیں۔

مہدی موعود بقول ابن العربی شریعت منقولہ پر عمل کرے گا اور اجتہاد کا محتاج نہ ہوگا

معہذا جیسے کہ ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ سے مہدی موعود کے حق میں طحطاوی میں منقول ہے کہ ان المهدی لایعلم القیاس لیحکم به و انما یعلمه لیجتنبه فمایحکم المهدی الابما یلقی الیه الملک من عند الله الذی بعثه لیسدده و ذلک هوالشرع الحنیفی المحمدی لو کان محمد حیا و رفعت الیه تلک النازلة لم یحکم فیها الابحکم المهدی فیعلم ان ذلک هوالشرع المحمدی فیحرم علیه القیاس مع وجود النصوص اللاتی منح الله تعالی ایاها ولذا قال ﷺ فی صفة یقفوا اثری ولایخطی فعرفنا انه متبع لامشرع. انتہی. (طحطاوی ص ۳۲) وقد صرح الامام السبکی فی تصنیف له ان عیسی علیه السلام یحکم بشریعة نبینا بالقران والسنة وقد روی عن ابی هریره رضی الله عنه انه لما اکثر الحدیث وانکر علیه الناس قال لئن نزل عیسی بن مریم علیه السلام قبل ان اموت لاحدثنه عن رسول الله ﷺ فیصدقنی فقوله یصدقنی دلیل علی ان عیسی علیه السلام عالم بجمیع سنة النبی ﷺ من غیر احتیاج الی ان یاخذهما من احد من الائمة. (طحطاوی ص ۳۱) منقول ہے کہ وہ شریعت حنفی محمدی کا ایسا تابع ہوگا کہ رسول اللہ ﷺ کے قدم بر قدم چلے گا اور ہرگز خطا نہ کرے گا اور اگر بالفرض محمد ﷺ ان کے وقت میں زندہ ہوں اور کوئی مسئلہ آنحضرت ﷺ کے روبرو پیش ہو تو مہدی موعود کے حکم کے مطابق ہی حکم فرمائیں اور نیز جس طرح کہ صاحب فتوحات نے تصریح کردی ہے کہ مہدی موعود اجتہاد سے احکام شریعت استنباط نہ کرے گا۔

حضرت عیسیٰ نبی اللہ سنت محمدیہ ﷺ کا عالم ہے

اسی طرح طحطاوی نے بتصریح امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ ثابت کردکھایا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اپنے نبی کی شریعت کے مطابق حکم قرآن و سنت کے ساتھ جو کریں گے تو وہ اس معنی سے

ہوگا کہ انہوں نے کل سنت نبی ﷺ کا علم آنحضرت ﷺ سے بالمشافہ حاصل کیا ہے۔ بغیر اس کے کہ وہ علماء امت میں سے کسی کے پاس سے اخذ علم کے محتاج ہوں۔

حضرت ابوہریرہ ؓ کا قول کہ عیسیٰ نبی اللہ ان کی مرویات کی تصدیق کرے گا

چنانچہ حضرت ابوہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ جب انہوں نے آنحضرت ﷺ کی احادیث سے روایت کیں اور لوگوں نے اس سے ان پر انکار کیا تو حضرت ابوہریرہ ؓ نے جواب میں کہا کہ اگر میرے مرنے کے قبل عیسیٰ نبی اللہ کا نزول ہوا تو میں رسول اللہ ﷺ کی احادیث ان کو پہنچاؤں گا اور وہ میری تصدیق کریں گے۔ پس معلوم ہوا کہ عیسیٰ نبی اللہ سنت نبی ﷺ کے اول ہی سے عالم ہوں گے جیسے کہ قبل ازیں مذکور ہوا۔ پس ظاہر ہے کہ امام ربانی ؒ کا وہ عقیدہ نہیں جیسے کہ قادیانی صاحب نے ان کا قول تحریف کے ساتھ نقل کرکے ان کے حق میں افتراء کیا ہے اور فحوائے عبارت سے اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ امام ربانی بھی اس عیسیٰ نبی اللہ کے نزول کے قائل نہیں جو بظاہر نصوص عقیدۂ امت ہے۔ اور اگر قادیانی صاحب کو ملحد کا خطاب دیا گیا ہے تو کیا اس سے ان کو مماثلت بلحد عیسیٰ بن مریم سے ہوئی کوئی عقلمند قیاس کرسکتا ہے؟ کیونکہ ایسے بہت سے ملحد گذر گئے ہیں جنہوں نے عیسیٰ موعود اور مہدی معہود ہونے کا دعویٰ کیا اور وہ بھی قادیانی صاحب کی طرح ملحد کے خطاب سے مشرف ہوئے۔

....

طریق پنجم

(حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سے مراد نزول بروزی ہے)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سے مراد نزول بروزی ہے جو سنت اللہ ہے

عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کا نزول تواتر آثار اور تکاثر اخبار کے نظر کرتے ہوئے حق

ہے لیکن اس نزول سے مراد نزول بروزی ہے جیسے کہ حضرت یحییٰ کے تولد سے انجیل میں یہ فیصلہ دیا گیا ہے کہ ادریس جو بائبل میں یوحنا یا ایلیا کے نام سے پکارے گئے ہیں ان کا نزول ہو گیا اور یہی بروز سنت اللہ کے مطابق ہے اور اسی میں خیر ہے۔ پس سنت اللہ کے مطابق عیسیٰ بن مریم کا نزول بروزی قادیانی صاحب کے تولد سے ہو گیا۔ (توضیح مرام صفحہ ۳ مکتوب عربی صفحہ ۱۵۸)

نزول بروزی کو سنت اللہ قرار دینا اللہ پر افتراء ہے

قادیانی صاحب کا انجیل کے قصہ سے اس طرح استدلال کرنا اور پھر اس کو سنت اللہ قرار دینا کس قدر ابلہ فریبی ہے۔ حالانکہ قرآن نے بآواز بلند شہادت دے دی کہ توریت وانجیل میں تحریف ہو چکی اور سورۂ مریم کی آیت صریح پکار رہی ہے۔ یازکریا انا نبشرک بغلام اسمہ یحییٰ لم نجعل له من قبل سمیا وقیل سمیاً شبیهاً کقوله تعالٰی هل تعلم له سمیا لان المماثلین یتشارکان فی الاسم مریم. (بیضاوی) کہ اللہ تعالیٰ نے یحییٰ کے قبل اس کا کوئی شبیہ ومثیل نہ بنایا۔

یحییٰ کا کوئی مثیل نہیں

جیسا کہ سمیا کے یہی معنی عبارت بیضاوی سے معلوم ہیں۔ اور خود قادیانی صاحب نے بھی ازالۃ الاوہام کے صفحہ ۵۳۹ میں یہی معنی بیان فرمائے یعنی یحییٰ سے پہلے ہم نے کوئی مثیل اس کا دنیا میں نہیں بھیجا جس کو باعتبار ان صفات کے یحییٰ کہا جائے۔ آہ۔ قطع نظر اس کے قادیانی صاحب کا افتراء خود یوحنا باب ۱، آیت ۲، آیت ۲۵ سے پایا جاتا ہے کہ یحییٰ نے اپنے کو ایلیا ہونے سے انکار کیا اور وہ عبارت بعینہ نقل کی جاتی ہے۔ یعنی جبکہ حضرت یحییٰ ظاہر ہوئے تو یروشلم سے یہودیوں نے کاہنوں اور لیویوں کو ان کے پاس بھیجا تا کہ ان

قادیانی صاحب کتب محرفہ سے اپنے دعاوی کے اثبات میں اکثر سندیں پیش کرتے ہیں اسی لحاظ سے ہم نے اہل سنداں کے لئے پیش کردی ہے۔

سے پوچھیں کہ وہ کون ہیں؟ چنانچہ وہ لوگ گئے اور ان سے یہ گفتگو ہوئی کہ اس نے یعنی حضرت یحییٰ نے اقرار کیا اور انکار نہ کیا اور اقرار کیا کہ میں کرستاس یعنی عیسیٰ مسیح نہیں ہوں اور انہوں نے پوچھا اس سے پھر کون۔ کیا تو الیاس ہے؟ اور اس نے کہا میں نہیں ہوں۔ تو وہ نبی ہے؟ اور اس نے جواب دیا نہیں! اور انہوں نے اس سے پوچھا اور اس سے کہا کہ تو کیوں اصطباغ کرتا ہے جبکہ تو نہ کرستاس یعنی عیسیٰ مسیح ہے اور نہ الیاس اور نہ وہ نبی (یعنی محمد ﷺ) انتہیٰ۔ ١

کمون و بروز کی تحقیقات اور اس کی شناعات

علاوہ اس کے اصطلاح اہل کمون و بروز میں بروز اس کو کہتے ہیں کہ ایک شخص کامل کی روح دوسرے شخص بروز فیہ میں بصفات خود ظہور کرے جیسے کہ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ مکتوب ۵۸ جلد دوم میں فرماتے ہیں۔ کہ در بروز تعلق نفس بہ بدن دیگر از برائے حصول حیات نیست کہ ایں مستلزم تناسخ است بلکہ مقصود ازیں تعلق حصول کمالات است مر آن بدن را چنانکہ جنے بفرد انسانی تعلق پیدا کند و در شخص او بروز نماید و مشائخ مستقیم الاحوال بعبارت کمون و بروز ہم لب نے کشایند و نزد فقیر کمون و بروز ہیچ در کار نیست کامل اگر تربیت ناقصے خواہد بے آنکہ در وے بروز نماید باید کہ باقتدار خداوندی جل سلطانہ صفات کاملہ خود را در مرید ناقص منعکس سازد و نزد فقیر قول بنقل روح از قول بتناسخ ہم ساقط تر است زیرا کہ بعد از حصول کمال نقل بہ بدن ثانی برائے چہ بود اہل کمال تماشائی میسازند ہمت ایشان بعد از حصول کمال تجرد از ابدان ست نہ تعلق بہ ابدان وایضاً در نقل روح اماتت بدن اول است واحیاء بدن ثانی پس بدن اول را حصول احکام برزخ چارہ نبود واز عذاب وصواب قبر گزیرے

١ قادیانی صاحب کے نزدیک ایلیا اور الیاس اور یوحنا اور ادریس چاروں کے اسماء ایک ہی ہے۔ مکتوب عربی از ۲۰۲ انتہیٰ ہے۔ وقد سمعتم کیف اول من قبل فی نزول الیاس باولی الابصار والقیاس وراءہ قوما حملوا قصۃ نزول ایلیاء علی ظواہرہا وکفروا المسیح بخبث النفس وایاہرہا۔ منہ

وبدن ثانی را چون از حیات ثانی اثبات می نماید حشر در حق او ور دنیا ثابت گشت الکارم کہ معتقدان نقل روح معلوم نیست کہ بعذاب وصواب قبر قائل باشند و حشر ونشر معتقد بوند۔ افسوس ہزار افسوس ایں قسم بطالان خود را بمسند شیخی گرفتہ اند و مقتدائے اہل اسلام گشتہ ضلوا فاضلوا۔ انتہی ملخصا پس امام ربانی کے قول سے ظاہر ہے کہ بعد از موت کسی کامل کی روح کسی ناقص کے بدن میں بروز کرنے کے معنی قول تناسخ سے بھی بدتر ہیں۔ اور معنی بروز بجز اس کے اور کوئی نہیں کہ ایک کامل کی روح دوسرے ناقص کے بدن میں بروز اور ظہور کرے۔ خواہ مرنے کے قبل یا مرنے کے بعد۔ اور ظاہر ہے کہ مبحوث فیہ وہی صورت ہے کہ حضرت ادریس یا ایلیا مرنے کے بعد بصورت یحییٰ متولد ہوئے یا یحییٰ میں ظاہر ہوئے۔ صورت اول میں یحییٰ اور ادریس کا ایک ہونا لازم آتا ہے۔ حالانکہ قرآن کریم نے ان کو جدا جدا نام لے کر فہرست انبیاء میں شمار کیا اور صورت ثانی میں ایک بدن میں دو روح کا ہونا لازم آتا ہے جو بالکل باطل ہے اور مناقض قواعد حشر ونشر ہے۔ پس معلوم ہوا کہ عیسیٰ بن مریم کا نزول بصورت بروز بہت سے مفاسد کا باعث ہے اور در صورت فرض اس نے کوئی نفع نہ دیا اور قادیانی صاحب میں اپنا کوئی کمال نہ بخشا بجز اس کے کہ ان کو امت محمدیہ ﷺ کی زبانی ملحد کا خطاب دلایا اور اس ملحد نے امت محمدیہ کو یہودی ہونے کا خطاب دیا۔ اور انجام آتھم کے صفحہ ۲۱ میں امت کے مولویوں کو ان جلی قلم کے الفاظ ذیل سے خطاب کیا جو کسی مہذب کافر کے منہ سے بھی نہ نکلیں۔ یعنی ”اے بدذات فرقہ مولویاں! تم کب تک حق کو چھپاؤ گے؟ کب وہ وقت آئے گا کہ تم یہودیانہ خصلت کو چھوڑو گے؟ اے ظالم مولویو! تم پر افسوس! کہ تم نے جس بے ایمانی کا پیالہ پیا وہی عوام کالانعام کو بھی پلایا“۔ انتہی

حالانکہ قادیانی صاحب اور ان کے حواری اور ان کے استاذ و شاگرد بھی مولویت سے خالی نہیں اور اسی بدذات فرقہ میں داخل۔

طریق ششم

(رمضان میں خسوف وکسوف ہونا)

''خسوف اور کسوف رمضان مبارک میں جمع ہونا احادیث رسول اللہ ﷺ میں نزول مسیح کی علامت بیان فرمائی گئی ہے اور میرے دعوے کے وقت یہ دونوں باتیں جمع ہوگئیں''۔

(مکتوب عربی صفحہ ۱۷۷)

حالانکہ قادیانی صاحب کا یہ قول بھی سراسر کذب وزور ہے کیونکہ ہم قبل اس کے ثابت کرچکے ہیں کہ احادیث رسول اللہ ﷺ میں یہ نزول مسیح کی علامت نہیں بلکہ یہ ظہور مہدی کی علامت لکھی گئی ہے کہ برخلاف عادت زمان اور برخلاف حساب منجمان رمضان کی پہلی تاریخ خسوف ہوگا اور اسی کی پندرھویں کو کسوف ہوگا لیکن کبھی آج تک ایسا نہ ہوا۔

....

طریق ہفتم

(قرآنی نکات ومعارف میں یکتا ہونا اور دعوئی ہمہ دانی)

انشائے عربیت میں بے مثل اور اس کا مکتوب بے نظیر ہونا

قادیانی صاحب نے مکتوب عربی کے صفحہ ۱۸۳ میں اپنے دعوی کے اثبات میں یہ کہا

فلکم ان تعارضونی فی معارف القران والنکات ولن تقدروا علیہا ولو منتم حاسرین فانہ علم لایمسہ الا المطہرون فان لم تفعلوا ہذا فعارضونی فی انشاء لسان العرب فان العربیۃ لسان الہامیۃ لایکمل فیہا الانبی او ولی من النخب وان لم تبارزوا فیہا ولن تبارزوا فاکتبوا کتابا واکتب کتابا لاصلاح مفاسد ہذہ الایام ولن تفعلوا ذلک ابدا ولن تعطوا عزۃ ہذا المقام فان ہذا فعل من فعل امام

الوقت ومزیل الظلام (مکتوب عربی ص ۱۸۳) ووجبت لکل من قام للمباحثۃ ہوان یاتی مناضل بکتاب من مثل ہذا الکتاب النظم بعدہ النظم والنثر بعدہ النثر مع تسویۃ الوشیۃ والاحتضاب وان لم تقدروا فعلیکم ان تقروا بانہ من ایات الرحمن لامن فعل الانسان (مکتوب عربی ص ۲۵۷) وان کمالی فی اللسان العربی مع قلّۃ جہدی وقصور طلبی ایۃ واضحۃ من ربی وانی مع ذلک علمت اربعین الفا من اللغات العربیۃ وقد فقت فی النظم والنثر وماہذا فعل العبد ان ہذا الا ایۃ رب العالمین (مکتوب عربی ص ۲۲۳) وما استطعتم ان تکتبوا شیئا فی العربیۃ کاملائی (مکتوب عربی ص ۱۷۸)

کہ تم میرے ساتھ قرآن کے معارف اور نکات کے بیان کرنے میں معارضہ نہیں کرسکتے کیونکہ یہ علم بجز پاک لوگوں کے کسی کو نہیں ملتا اور اگر تم یہ نہیں کرسکتے تو تم زبان عرب کی انشا پردازی میں میرے ساتھ معارضہ کرو کیونکہ عربی زبان درحقیقت الہامی زبان ہے جس میں نبی یا کامل ولی کے سوا کوئی کامل نہیں ہوسکتا اور اگر تم یہ بھی نہ کرسکو تو تم بھی ایک کتاب لکھو اور میں بھی ایک کتاب لکھتا ہوں جو اس زمانے کے مفاسد کی اصلاح کے لئے کافی ہو۔ لیکن تم ایسا کبھی نہ کرسکو گے اور اس مقام کی عزت تم کو کبھی نہ ملے گی۔ کیونکہ یہ کام اور یہ منصب امام الوقت کا ہے جو قادیانی ہے۔ اور پھر صفحہ ۲۵۷ میں کہا کہ جو کوئی میرے ساتھ مباحثہ کے لئے کھڑا ہو اس پر واجب ہے کہ میری اس کتاب کی مثل نظم کے مقابل نظم اور نثر کے مقابل نثر اسی طرح رنگین عبارت میں لائے اور اگر قدرت نہیں رکھتے تو تم پر اقرار لازم ہے کہ یہ خدا کی ایک نشانی ہے اور انسان کا فعل نہیں۔ پھر صفحہ ۲۲۳ میں کہا کہ باوجود قلت جہد کے میرا زبان عربی میں کمال ہونا یہ اللہ کی نشانی ہے۔ اور باوجود اس کے مجھے چالیس ہزار لغت عرب کی تعلیم دی گئی ہے اور میں نظم اور نثر میں سب سے فائق ہوں۔ اور یہ بھی بندہ کا فعل نہیں بلکہ خدا کی نشانی ہے۔ اور ص ۱۷۸ میں کہا تم عربی زبان میں میری طرح نہیں لکھ سکو گے''۔ انتہی

محمد بن علی ترمذی نے بھی امام الوقت کی علامات میں ایک مشکل لغات کی کتاب لکھی

اقول: قادیانی صاحب کا یہ دعویٰ کوئی جدید نہیں بلکہ سب سے پہلے امام الوقت کی تعریف اور علامت میں یہ طریق محمد بن علی الترمذی صاحب کتاب نوادر الاصول نے ایجاد کیا۔ جبکہ علماء اور مشائخ وقت نے ان کی کتابوں میں خاتم اولیاء امام الوقت کا ذکر دیکھا اور ہر ایک نے اس مقام کا دعویٰ شروع کردیا۔ پس حکیم ترمذی نے ایک کتاب تصنیف فرمائی جس میں نہایت دقیق سوالات جمع کئے اور کہا کہ اس کی شرح جیسی کہ چاہیے خاتم الاولیاء کے سوا کوئی نہ کرے گا اور اس خاتم کا نام اور اس کے باپ کا نام انہیں کے نام کے مطابق ہوگا۔ جب ان مشائخین نے یہ معاملہ دیکھا تو سب کے سب اس مقام کے دعوے سے تائب ہوگئے۔ شیخ مؤید بن محمود شرح فصوص میں لکھتے ہیں۔ کہ جب شیخ محی الدین محمد بن علی بن محمد بن العربی الطائی الحاتمی الاندلسی ملک مغرب میں مبعوث ہوئے تو انہوں نے حکیم ترمذی کے سوالات کا جواب جیسا کہ چاہیے لکھا اور مطابقت ناموں کی بھی ظاہر ہوئی۔

ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ کا دعویٰ کہ وہی امام الوقت اور خاتم الولایت ہے

اور خود شیخ نے بھی اس مقام کا دعویٰ کیا اور کہا۔

انا ختم الولایة دون شک   لورث الهاشمی مع المسیح

یعنی میں ہی بلاشک وہ خاتم الولایت ہوں جو پیغمبر ہاشمی کا وارث ہے اور جو مسیح موعود کے ساتھ ہوگا۔ چنانچہ ان سوالات کے جوابات فتوحات مکیہ باب ۷۳ میں بالتفصیل مذکور ہیں۔

قادیانی کے عربی مکتوب کی غلطیاں اور ہمارا معارضہ

لیکن قادیانی صاحب کے اس الہامی رسالہ کی عبارت جس کے معارضہ کے لئے دعوت دے رہے ہیں۔ قطع نظر اس کے کہ یہ بجائے الہامی ہونے کے اِحلامی ہے تو ائمہ

عربیت اور قواعد نحویت کے اعتبار سے اور ضوابط بناء صرف کے لحاظ سے جو کہ کلام عرب کا اصل اصول ہے ایسی سراسر غلط اور بے ربط ہے کہ الہام رب ہونا تو کیا بلکہ ایک عرب اور مستعرب بھی ایسے کریہ الفاظ زبان سے نہیں نکال سکتا۔ مثلاً قادیانی صاحب کا الہام،

۱...... انا انزلناه قریبا من القادیان جس کو براہین احمدیہ کے صفحہ ۴۹۸ میں لکھتے ہیں اس میں لفظ قادیان جو ان کے گاؤں کا علَم ہے اور جس میں کوئی معنی وصفی باقی نہیں ہیں وہ خلاف قواعد لغات قرآنی معرف باللام ان کو الہام ہوا۔

۲...... مکتوب عربی کے صفحہ ۲۳۴ میں اپنی الہامی عبارت یعنی ولنلطم علی وجوه المعجترئین میں لطم کا فعل حرف علی کے ساتھ استعمال کیا گیا۔ حالانکہ زبان عرب میں یہ فعل کبھی صلہ حرف علی کے ساتھ مستعمل نہ ہوا بلکہ اس صلہ کے بغیر احادیث نبویہ میں متعدد جگہ مذکور ہوا۔ مثلاً وہ حدیث متفق علیہ بخاری و مسلم جس میں ہے فلطم موسٰی عین ملک الموت ففقاها اور اس کے ماقبل حدیث متفق علیہ جس میں یہ الفاظ ہیں فلطم وجه الیهودی (دیکھو مشکوٰۃ باب بدء الخلق صفحہ ۵۰۷)

۳...... اسی طرح قادیانی صاحب نے مکتوب عربی کے صفحہ ۲۸۳ میں اپنے الہامی اشعار یعنی خف قهر رب قادر مولائی میں لفظ مولٰی یائے متکلم کی طرف مضاف کرنے میں ایک ہمزہ اضافہ کردیا۔ حالانکہ زبان عرب میں ہمیشہ اسماء مقصورہ جب یائے متکلم کی طرف مضاف ہوئے کبھی ان کے آخر ہمزہ کا اضافہ نہ ہوا اور یائے متکلم ہمیشہ مفتوح مستعمل ہوئی نہ مجزوم جیسے عَصَایَ و مولایَ۔

۴...... اسی طرح اس مکتوب کے صفحہ ۲۶۹ میں الہامی مصرع یعنی۔ وعلیک یسقط حجر کل بلاء میں حجر کی جیم مفتوحہ کو ساکن کردیا۔

۵...... اسی طرح ان کا الہامی نام یعنی غلام احمد قادیانی قواعد عربیت کے بالکل مخالف ہے۔

کیونکہ اسم منسوب جب کسی اسم علم کے بعد واقع ہوتا ہے تو اس کا معرف باللام ہونا لازمی ہے جیسے کہ ہم قبل ازیں بیان کر چکے ہیں۔

۶.....اسی طرح قادیانی صاحب کا مکتوب عربی کے صفحہ ۲۶۸ میں الہامی مصرع یعنی۔ لکن تری جهل على العلماء کلام عرب کے استعمالات عرب کے مخالف اور مناقض ہے۔ کیونکہ تری کے معنی لغت میں بر جستن زیر مادہ ہیں اور صراح "وذلک فی الحافر والظلف والسباع" یعنی اس کا استعمال ان حیوانات کے ساتھ مخصوص ہے جو سم دار اور سینگوں والے یا درندہ ہیں۔

۷.....اسی طرح لفظ بطالہ (معرب بٹالہ) جو مکتوب کے صفحہ ۲۶۹ میں ہاء مختفی کے ساتھ استعمال کر کے لکھا یعنی۔ یاشیخ ارض الخبث ارض بطالة کہا لیکن مکتوب کے صفحہ ۲۷۱ میں جبکہ اسی لفظ بطالہ کے آخر یاء نسبت لاحق کی تو ہاء مختفی حذف کر کے اس کے عوض حرف واؤ کا اضافہ کیا اور "شیخ حنال بطالوی" کہا جو الہامی زبان کے بالکل مناقض ہے۔ کیونکہ کلام عرب میں وہ کلمہ جس کے آخر ہاء مختفی ہو یائے نسبت کے لاحق ہونے سے فقط اس کی وہی ہاء بلا کسی بدل کے حذف ہو جاتی ہے جیسے مکہ سے مکی اور بصرہ سے بصری اور مدینہ سے مدنی۔ پس اسی طرح بطالہ سے بطالی ہونا چاہیے تھا نہ بطالوی۱؎

الغرض ان کے الہامی مکتوب میں اس سے زیادہ تر افحش غلطیاں نہ فقط قواعد زبان الہامی کے اعتبار سے موجود ہیں بلکہ باعتبار ادب وتہذیب اور صناعت بلاغت وفصاحت اور بلحاظ استعمالات حروف صلات موجود ہیں جن کو ہم نے عوام کے افہام سے بعید الفہم ہونے

۱؎ اور خود گورنمنٹ انگریزی نے علاوہ دیگر الزاموں کے قادیانی صاحب پر یہ الزام فوجداری قائم کیا کہ انہوں نے لفظ بٹالہ جو تاء کے ساتھ ہے اس کو طاء بطالہ کے ساتھ کیوں تحریف کیا؟ (دیکھو فیصلہ ۲۵ فروری ۱۸۹۹ء بحکم مسٹریٹ گورداسپور)

کے سبب سے ترک کر دیا اور ان سریع الفہم اغلاط کے بیان پر کفایت کی جن کو معمولی طالب علم بھی سمجھ سکتا ہے اور ہم قبل اس کے ان کے دعوئی ہمہ دانی اور چالیس ہزار لغات کے جاننے کی تکذیب کر چکے ہیں کہ ان کا یہ دعوی کس قدر دروغ بے فروغ ہے۔ مگر پر حیرت ان کا یہ دعوی ہے جو شعر گوئی کا کرتے ہیں۔ حالانکہ شعر کا کہنا انبیاء کی شان نہیں۔ اور خود خدا نے قرآن کریم میں اپنے نبی کریم ﷺ کے حق میں فرمایا وما علمناه الشعر وماينبغى له معہذا عرب کے اشعار کا فصاحت وبلاغت میں یکتا ہونا ایسا مسلمات سے ہے کہ کوئی مستعرب یا عجمی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ لہٰذا ہم کو ضرورت نہیں کہ شعر گوئی میں اپنا وقت گرانمایہ ضائع کریں اور اگر ہمارا معارضہ ہے تو اسی قدر ہے کہ شیعہ نے نہج البلاغہ کو بے نظیر کہا اور فیضی نے تفسیر قرآن بے نقط لکھی۔ پس اگر قادیانی صاحب کو الہامی کمال ہے تو وہ سورۃ الحمد یا کسی دوسری سورہ کی ہی کل حروف منقوطہ میں تفسیر لکھیں اور اپنے الہام سے مدد چاہیں لیکن ہم کو قوی امید ہے کہ الہام ربانی ان کے اس امر سے ناقص فطرت پر افاضہ کرنے سے باز رہے گا اور ان کی فاسد استعداد اس کے نور کے قبول کرنے کی متحمل نہ ہو سکے گی۔ سچ ہے لایحمل عطایا الملک الامطایاہ والحمد لله رب العلمين۔

پس یہ قادیانی صاحب کے دعاوی اور ان کے جواب ہیں جو اوپر مذکور ہوئے۔

....

اب ہم ذیل میں ان کے مجموعی عقائد پر ایک نظر کرتے ہیں جو انہوں نے اپنے مختلف رسائل میں خدائے تعالیٰ کی صفات قدیمہ اور اس کے فرشتوں اور انبیاؤں اور رسولوں اور وحی اور امت محمدیہ کے متعلق لکھیں تاکہ امتِ امیہ پر قادیانی صاحب کا سارا

مکر و ہنر ظاہر ہو جائے اور حجت الٰہی تمام ہو۔

خلاصہ عقائد قادیانی

۱......ذات وصفات باری تعالیٰ

قادیانی مجازاً ابن اللہ ہے اور خدا کی توحید اور تفرید کا مرتبہ رکھتا ہے

۱..... مسیح اور اس عاجز کا مقام ایسا ہے کہ اس کو استعارہ کے طور پر ابنیت کے لفظ سے تعبیر کر سکتے ہیں یعنی ابن اللہ کہہ سکتے ہیں۔ (توضیح المرام صفحہ ۲۷)۔ اور ان کو خطاب الٰہی ہوا کہ انت منی بمنزلۃ توحیدی وتفریدی یعنی تو مجھ سے میری توحید اور تفرید کے مرتبہ میں ہے۔ (براہین صفحہ ۴۸۹)۔ یعنی ان کا منکر خدا کی توحید کا منکر ہے۔

خدا عذاب کے وعدوں میں جھوٹ بولتا ہے

۲..... وعید یعنی وعدۂ عذاب میں اللہ تعالیٰ کا تخلف کرنا سنت اللہ ہے۔ (انجام آتھم صفحہ ۲۹)

۳..... خدا تعالیٰ دوزخیوں کو ہمیشہ دوزخ میں نہیں رکھے گا بلکہ چند حقبوں تک رکھے گا اور یہ ہرگز درست نہیں کہ اخلاد عذاب کی صفت حق تعالیٰ کی طرف منسوب کی جائے کیونکہ انسان ہر طرح مختار نہیں تاکہ اس کے افعال پر جو قضائے الٰہی کے تحت تصرف ہیں اور اسی کے ارادہ اور دست قدرت سے اس میں ہر کام کی قوت پیدا کی گئی ہے۔ خلود عذاب کا مواخذہ کرے بلکہ ایک زمانہ کے عذاب کے بعد ان کو معرفت حضرت احدیت حاصل ہو جائے گی۔ جس سے ان پر مآل کار رحمت اور رشد ہوگی۔ (مکتوب عربی صفحہ ۱۱۸ تا ۱۲۰)

خدا قانون قدرت کے باہر کوئی کام نہیں کرتا

۴..... خدا تعالیٰ اپنے قانون قدرت کے باہر کوئی کام نہیں کرتا۔ پس اس دنیا میں مردوں کو زندہ کرنا یا ایک انسان کو آسمان پر زندہ مع الجسم اٹھا لے جانا یا ایک زمانہ

دراز تک بلاحاجت اکل وشرب زندہ رکھنا اور پھر اس کو حوادث زمانہ سے محفوظ رکھنا یہ سب خدا کے قانون قدرت سے باہر ہیں اور عادۃ اللہ کے برخلاف۔ لیکن وہ قادیانی صاحب کو مسیح کی صورت مثالی پر بنانے پر قادر ہے اور یہ اس کے قانون قدرت سے باہر نہیں جیسے کہ انسان کو بندر یا سور بنانا اس کے قانون قدرت سے باہر نہیں۔ (ازالہ اوہام متعدد مقامات وصفحات)

۲......ملائکہ کرام، حقیقت جبریل، وحی، روح القدس

جبریل ایک قسم کی محبت کا نام ہے

اگر یہ استفسار ہو کہ جس خاصیت اور قوت روحانی میں یہ عاجز اور مسیح ابن مریم مشابہت رکھتے ہیں وہ کیا شے ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ ایک مجموعی خاصیت ہے جو ہم دونوں کے روحانی قواء میں ایک خاص طور سے رکھی گئی ہے۔ جس کے سلسلہ کی ایک طرف نیچے کو اور ایک طرف اوپر کو جاتی ہے۔ نیچے کی طرف سے مراد خلق اللہ کے ساتھ اعلیٰ درجہ کی دلسوزی اور اوپر کی طرف سے اعلیٰ درجہ کی محبت قواء ایمان سے ملی ہوئی ہے جو بمنزلہ نر و مادہ ہیں۔

پاک تثلیث قادیانی

اور ان سے ایک تیسری چیز پیدا ہو جاتی ہے جس کا نام روح القدس ہے اور اس روح کو استعارہ کے طور پر ابنیت کے لفظ سے تعبیر کر سکتے ہیں اور یہی پاک تثلیث ہے جس کو ناپاک طبیعتوں نے مشرکانہ طور پر سمجھ لیا ہے۔ (توضیح المرام صفحہ ۲۱) اور یہ محبت تین قسم کی ہے۔ پہلی قسم کی محبت جو آتش محبت الٰہی ہے اس کو سکینت و اطمینان اور کبھی فرشتہ وملک کے لفظ سے بھی تعبیر کرتے ہیں اور دوسری محبت وہ جو اوپر بیان ہو چکی جس میں دونوں محبتوں کے ملنے سے ایک تیسری چمک پیدا ہو جاتی ہے جس کو روح القدس کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اور تیسرا درجہ محبت کا وہ ہے جس میں ایک نہایت افروختہ شعلہ محبت الٰہی کا انسانی محبت

کے مستعد فتیلہ پر پڑ کر اس کو افروختہ کر دیتا ہے اور اس کو اپنے وجود کا مظہر اتم بنا دیتا ہے اور اس کے کئی مراتب اور انہیں کے لحاظ سے مختلف نام ہیں۔ پس یہ کیفیت جو ایک آتش افروختہ کی صورت پر دونوں محبتوں کے جوڑ سے پیدا ہو جاتی ہے اس کو روح امین کے نام سے بولتے ہیں اور اسی کا نام شدید القوی بھی ہے اور اسی کا نام ذوالافق الاعلیٰ بھی ہے۔ کیونکہ یہ وحی الٰہی کی انتہا درجہ کی تجلی ہے اور اس کو رای ما رای کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے۔ کیونکہ اس کیفیت کا اندازہ تمام مخلوقات کے قیاس و وہم سے باہر ہے اور یہ کیفیت دنیا میں صرف ایک ہی انسان کو ملی ہے جس پر تمام سلسلہ انسانیہ کا ختم ہو گیا ہے اور وہ بھی در حقیقت پیدائش الٰہی کے خط ممتد کے اعلیٰ طرف آخری نقطہ ہے جس کا نام دوسرے لفظوں میں محمد ہے اور یہ وہ مقام ہے کہ میں اور مسیح دونوں اس مقام تک نہیں پہنچ سکتے اور جیسا کہ مسیح اور اس عاجز کا مقام ایسا ہے کہ اس کو استعارہ کے طور پر ابنیت کے لفظ سے تعبیر کر سکتے ہیں ایسا ہی یہ وہ مقام عالیشان ہے کہ گزشتہ نبیوں نے استعارہ کے طور پر صاحب مقام ہذا کے ظہور کو خدا تعالیٰ کا ظہور قرار دے دیا ہے اور اس کا آنا خدا تعالیٰ کا آنا ٹھہرایا ہے۔

شان احمد را کہ داند جز خداوند کریم آنچناں از خود جدا شد کز میاں افتاد میم

زاں نمط شد محو دلبر کز کمال اتحاد پیکر او شد سراسر صورت رب رحیم

اور یہ سب روحانی مراتب ہیں جو استعارہ کے طور پر مناسب حال الفاظ میں بیان کئے گئے ہیں۔ یہ نہیں کہ حقیقی ابنیت یہاں مراد ہے یا حقیقی الوہیت مراد لی گئی ہے۔ اور اس جگہ اس بات کا بیان کرنا بھی بے موقع نہ ہوگا کہ جو کچھ ہم نے روح القدس اور روح الامین وغیرہ کی تعبیر کی ہے یہ در حقیقت ان عقائد اسلام سے جو اہل اسلام ملائک کی نسبت رکھتے ہیں منافی نہیں ہے۔

بقول قادیانی محققین اسلام ملائکہ کے انسانوں کی طرح شخصی وجود سے منکر ہیں

کیونکہ محققین اہل اسلام ہرگز اس بات کے قائل نہیں کہ ملائکہ اپنے شخصی وجود

کے ساتھ انسانوں کی طرح پیروں سے چل کر زمین پر اترتے ہیں۔ اور یہ خیال بداہت باطل بھی ہے کیونکہ اگر مثلاً فرشتہ ملک الموت جو ایک سیکنڈ میں ہزار ہا ایسے لوگوں کی جانیں نکالتا ہے جو مختلف بلاد و امصار میں ہزاروں کوسوں کے فاصلہ پر رہتے ہیں۔ اگر ہر ایک کے لئے اس بات کا محتاج ہو اور پیروں سے چل کر اس کے ملک و شہر و گھر میں آ جائے اور پھر اتنی مشقت کے بعد جان نکالنے کا اس کو موقع ملے تو ایک سیکنڈ کیا اتنی بڑی کارگذاری کے لئے تو کئی مہینے کی مہلت بھی کافی نہیں ہو سکتی۔ کیا یہ ممکن ہے کہ انسانوں کی طرح حرکت کر کے ایک طرفۃ العین کے یا اس کے کم عرصہ میں تمام جہان گھوم کر چلا آئے؟ ہرگز نہیں!۔ (توضیح مرام صفحہ۲۲ وغیرہ)

جبریل کے نزول کی کیفیت اور ہر بشر پر اس کا اترنا

جبریل جو ایک عظیم الشان فرشتہ ہے اور آسمان کے ایک نہایت روشن نیر سے تعلق رکھتا ہے اگرچہ ہر ایک ایسے شخص پر نازل ہوتا ہے جو وحی الٰہی سے مشرف کیا گیا ہو (نزول کی اصل کیفیت جو صرف اثر اندازی کے طور پر ہے نہ واقعی طور پر یاد رکھنی چاہیے) لیکن وہ ہر ایک انسان پر اس کی حسب استعداد کے اپنا اثر ڈالتا ہے۔ (توضیح المرام صفحہ۲۸)

جبریل اپنے ہیڈ کوارٹر سے جدا نہیں ہوتا

(اور جبریل اپنے ہیڈ کوارٹر سے جدا نہیں ہوتا بلکہ) جبریلی نور آفتاب کی طرح جو اس کا ہیڈ کوارٹر ہے تمام معمورۂ عالم پر حسب استعداد ان کے اثر ڈال رہا ہے اور کوئی نفس بشر دنیا میں ایسا نہیں کہ بالکل تاریک ہو۔ حتیٰ کہ مجانین پر بھی جبریل کا اثر فی الواقعہ ہے۔ اور جبریلی نور کا چھیالیسواں حصہ تمام جہان میں اس طرح پھیلا ہوا ہے جس سے کوئی فاسق اور برے درجہ کا بدکار بھی باہر نہیں۔

کنچنیوں پر جبریل کا اترنا

یہاں تک کہ کنجریاں بھی جو اسی وجہ سے بعض اوقات سچی خوابیں دیکھ لیتی ہیں

پس یہی مثال جبریل کی تاثیرات کی ہے۔ ادنیٰ سے ادنیٰ مرتبہ کے ولی پر بھی جبریل ہی تاثیر وحی کی ڈالتا ہے اور حضرت خاتم الانبیاء کے دل پر بھی وہی ڈالتا رہا۔ لیکن ان دونوں وحیوں میں فرق فقط آرسی کے شیشہ اور بڑے آئینہ کا ہے۔ (توضیح مرام صفحہ ۶۸، ۷۷، ۸۴، ۸۵ وغیرہ)

روح انسان ایک کیڑا ہے جو رحم میں منی کے اندر سے پیدا ہو جاتا ہے

روح انسانی ایک لطیف نور ہے جو اس جسم کے اندر ہی سے پیدا ہو جاتا ہے جو رحم میں پرورش پاتا ہے۔ یہ بتلانا خدا کا منشا نہیں کہ روح الگ طور پر آسمان سے نازل ہوتی ہے یا فضا سے زمین پر آتی ہے۔ بلکہ یہ خیال کسی طرح صحیح نہیں۔ اگر ایسا خیال کریں تو قانون قدرت ہمیں باطل ٹھہراتا ہے۔ ہم روز مشاہدہ کرتے ہیں کہ گندے زخموں میں ہزارہا کیڑے پڑ جاتے ہیں سو یہی صحیح بات ہے کہ روح جسم سے ہی نکلتی ہے اور اس دلیل سے اس کا حادث ہونا بھی ثابت ہوتا ہے۔ (فتح اسلام جلسہ مذاہب لاہور، ۲۷، ۲۹ دسمبر ۱۸۹۶ء)

قادیانی ایک کیڑا تھا جو مختلف ادوار کے بعد انسان اور مسیح بے پدر سے عجب تر بن گیا

اور ازالہ صفحہ ۳۷۷ میں اپنی اصلیت ایک کرمک بتلائی جو مختلف اطوار اور ادوار کے بعد قادیانی بن گیا۔ چنانچہ اسی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

کرمکے بودم مرا کردی بشر   من عجب تر از مسیح بے پدر

اور اس شعر میں اپنی خلقت اصلی حضرت مسیح بے پدر سے عجب تر ہونی بتلائی۔

۴..... انبیاء اور رسل اور ان کے معجزات اور ان کی پیشین گوئیاں اور الہامات قادیانی

قادیانی سب انبیاء کا مثیل ہے

۱..... خداتعالیٰ نے ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ کو مثیل موسیٰ قرار دیا۔ (ازالہ ۶۷۳)

۲..... اور اس عاجز کو خدائے تعالیٰ نے آدم صفی اللہ کا مثیل قرار دیا اور پھر مثیل نوح قرار دیا۔ اور پھر مثیل یوسف قرار دیا اور پھر مثیل حضرت داؤد بیان فرمایا اور پھر مثیل موسیٰ کر کے بھی اس عاجز کو پکارا پھر اللہ تعالیٰ نے اس عاجز کو مثیل ابراہیم بھی کہا اور پھر آخر مثیل ٹھہرانے کی یہاں تک نوبت پہنچی کہ بار بار یا احمد کے خطاب سے مخاطب کر کے ظلی طور پر مثیل سید الانبیاء امام الاصفیاء حضرت مقدس محمد مصطفیٰ قرار دیا اور پھر خدائے تعالیٰ نے اس عاجز کو عیسیٰ یا مثیل عیسیٰ کر کے پکارا۔ (ازالہ صفحہ ۶۷۳)

قادیانی نبی بھی ہے اور امتی بھی

۳..... میں نبی بھی ہوں اور امتی بھی۔ (ازالہ ۵۳۳) اور میری نبوت ایک جزئی نبوت ہے جو دوسرے لفظوں میں محدثیت کے اسم سے موسوم ہے۔ وان النبی محدث والمحدث نبی باعتبار حصول نوع من انواع النبوات۔ یعنی ہر نبی محدث ہے اور ہر محدث باعتبار حصول نوع نبوت نبی ہوتا ہے، مطلق نبوت ختم نہیں ہوتی نہ من کل الوجوہ باب نبوت مسدود ہوا ہے اور نہ ہر ایک طور سے وحی پر مہر لگائی گئی ہے بلکہ جزئی طور پر وحی اور نبوت کا اس امت مرحومہ کے لئے ہمیشہ دروازہ کھلا ہے۔ (توضیح مرام صفحہ ۱۸، ۱۹)

قادیانی محدث ہے اور محدث بھی ایک نوع سے نبی ہی ہے

۴..... یہ عاجز اس امت کے لئے محدث ہو کر آیا ہے اور محدث بھی ایک معنی سے نبی ہی ہوتا ہے گو اس کے لئے نبوت تامہ نہیں مگر تاہم جزوی طور پر وہ ایک نبی ہی ہے کیونکہ وہ خدائے تعالیٰ سے ہمکلام ہونے کا ایک شرف رکھتا ہے اور اس پر امور غیبیہ ظاہر کئے جاتے ہیں اور رسولوں اور نبیوں کی وحی کی طرح اس کی وحی کو بھی دخل شیطان سے منزہ کیا جاتا ہے اور بعینہ انبیاء کی طرح مامور ہو کر آتا ہے اور انبیاء کی طرح اس پر فرض ہوتا ہے کہ اپنے تئیں باواز بلند ظاہر کرے اور اس سے انکار کرنے والا ایک حد تک مستوجب سزا

ٹھہرتا ہے اور نبوت کے معنی بجز اس کے اور کوئی نہیں۔ (توضیح صفحہ ۸)

قادیانی اور مسیح کی فطرت ایسی ہے جیسے ایک جوہر کے دو ٹکڑے

۵..... اور میری اور مسیح کی فطرت ایسی ہے جیسے ایک جوہر کے دو ٹکڑے یا ایک ہی مادہ کے دو جوہر۔ (ازالہ، مکتوب عربی ص ۷۵)

خدا نے قادیانی کو عیسیٰ کا ہمسر بنایا

۶..... نصاریٰ نے جو عیسیٰ کو ابن اللہ کہا تو اس پر غیرت الٰہی کے نازل ہونے سے خدا نے مجھے اس کا ہمسر بنا کر بھیجا اور اپنے ایک قصیدہ میں اس معنی کو یوں ادا کیا۔

چوں کافر از ستم پرستد مسیح را — غیوری خدا بسرش کرد ہمسرم

اینک منم کہ حسب بشارات آمدم — عیسیٰ کجاست تا بنہد پا بمنبرم

واللہ کہ ہمچو کشتی نوحم ز کردگار — بے دولت آنکہ دور بماند ز لنگرم

جو قادیانی کے لنگر سے الگ رہا وہ بے دولت ہے

پس جنہوں نے اس عاجز کو مسیح موعود ہونا مان لیا ہے وہ لوگ ہر ایک خطرہ کی حالت سے محفوظ اور معصوم ہیں اور کئی طرح کے ثواب اور اجر اور قوت ایمانی کے وہ مستحق ٹھہر گئے ہیں۔ (ازالہ صفحہ ۱۵۸۔۱۷۹)

انبیاء اور محدث کی وحی شیطانی دخل سے منزہ ہے

۷..... قانون قدرت خدا تعالیٰ کا یہی ہے کہ فقط انبیاء اور محدثین کی وحی شیطان کے دخل سے منزہ کی جاتی ہے۔ (ازالہ صفحہ ۲۵۵)

کبھی شیطانی دخل انبیاء کی وحی میں ہو جاتا ہے

۸..... شیطانی دخل کبھی انبیاء اور رسولوں کی وحی میں بھی ہو جاتا ہے۔ ایسا ہی انجیل میں بھی لکھا ہوا ہے کہ شیطان اپنی شکل نوری فرشتوں کے ساتھ بدل کر بعض لوگوں کے پاس آجاتا ہے۔

چار سو نبی کو شیطانی وحی ہوئی اور وہ جھوٹے نکلے

چنانچہ مجموعہ تورات میں ہے کہ ایک بادشاہ کے وقت چار سو نبی نے اس کی فتح کے بارہ میں پیشین گوئی کی اور وہ جھوٹے نکلے اور بادشاہ کو شکست آئی بلکہ وہ اسی میدان میں مر گیا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ دراصل وہ الہام ایک ناپاک روح کی طرف سے تھا نوری فرشتہ کی طرف سے نہیں تھا اور ان نبیوں نے دھوکا کھا کر ربانی سمجھ لیا تھا۔ اب خیال کرنا چاہیے کہ قرآن کریم کی رو سے الہام اور وحی میں دخل شیطان ممکن ہے۔ اور اسی بنا پر الہام ولایت یا الہام عامہ مومنین بجز موافقت ومطابقت قرآن کریم کے حجت بھی نہیں۔ (ازالہ صفحہ ۶۲۶)

انبیاء کے اجتہاد میں سہو وخطا ممکن ہے

۹..... انبیاء سے بھی اجتہاد کے وقت امکان سہو وخطا ہے۔ مثلاً وہ خواب جس کا ذکر قرآن میں ہے اور جس کی بناء پر نبی ﷺ مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کو کتنے دن تکلیف اٹھا کر گئے مگر کفار نے طواف خانہ کعبہ سے روک دیا۔ حالانکہ بلاشبہ رسول اللہ ﷺ کی خواب وحی میں داخل ہے۔ لیکن اس وحی کے اصل معنی سمجھنے میں غلطی ہوئی۔

محمد ﷺ کے اجتہاد میں غلطیاں

ایسا ہی جب آنحضرت ﷺ کی بیویوں نے آپ کے روبرو ہاتھ ناپنے شروع کئے تو آپ کو اس غلطی پر متنبہ نہیں کیا گیا۔ یہاں تک کہ آپ فوت ہو گئے۔ اسی طرح ابن صیاد کی نسبت صاف طور پر وحی نہ کھلی۔ (ازالہ صفحہ ۶۸۷ وغیرہ)

مسیح کی پیشین گوئیاں غلط ظہور میں آئیں

۱۰..... مگر حضرت مسیح کی پیشین گوئیوں کا سب سے عجیب تر حال ہے۔ بارہا انہوں نے کسی پیشین گوئی کے کچھ معنی سمجھے اور آخر کچھ اور ہی ظہور میں آیا۔ (ازالہ صفحہ ۶۸۷ وغیرہ)

۱۱..... مسیح کی پیشین گوئیاں اس لئے محجوب الحقیقت ہیں کہ وہ بظاہر صورت نجومیوں

اور رمالوں اور کاہنوں اور مؤرخوں کے طریقہ بیان سے مشابہ ہیں۔ (براہین احمدیہ۔ تمہید ۱)

۴......معجزات انبیاء علیہم السلام

انبیاء کے معجزات دو قسم کے ہوتے ہیں۔

معجزہ شق القمر کا اقرار

۱......ایک وہ جو محض سماوی امور ہوتے ہیں جن میں انسان کی تدبیر اور عقل کو کچھ دخل نہیں ہوتا۔ جیسے شق القمر جو ہمارے نبی کا معجزہ تھا اور خدائے تعالیٰ کی غیر محدود قدرت نے ایک راستباز اور کامل نبی کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے دکھایا تھا۔

۲......دوسرے عقلی معجزات ہیں جو اس خارق عادت عقل کے ذریعہ سے ظہور پذیر ہوتے ہیں جو الہام الٰہی سے ملتی ہے۔

مسیح کے احیاء اموات وغیرہ کا انکار

۱......پس کچھ تعجب کی جگہ نہیں کہ حضرت مسیح کو عقلی طور سے ایسے طریق پر اطلاع دی گئی ہو جو ایک مٹی کا کھلونا کسی کل کے دبانے سے یا کسی پھونک کے مارنے سے پرندوں کی طرح پرواز کرتا ہو یا پیروں سے چلتا ہو۔ کیونکہ حضرت مسیح ابن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس کی مدت تک نجاری کا کام بھی کرتے رہے۔ (ازالہ صفحہ ۳۰۱)

مسیح کو مسمریزم آتی تھی

۲......ماسوا اس کے یہ بھی قرین قیاس ہے کہ مسیح کے ایسے اعجاز طریق عمل الترب یعنی مسمریزی طریق سے بطور لہو ولعب نہ بطور حقیقت ظہور میں آسکیں۔ (ازالہ صفحہ ۳۰۵)

۳......حضرت مسیح کے عمل الترب سے وہ مردے جو زندہ ہوتے تھے یعنی وہ قریب الموت آدمی جو گویا نئے سرے سے زندہ ہو جاتے تھے وہ بلاتوقف چند منٹ میں مر جاتے تھے اور

حضرت مسیح اس عمل میں کسی درجہ تک مشق رکھتے تھے۔ اور یہ جو میں نے مسمریزمی طریق کا نام عمل الترب رکھا ہے یہ الہامی نام ہے جو خدا تعالیٰ نے مجھ پر ظاہر کیا۔ (ازالہ صفحہ ۳۱۱ و صفحہ ۳۱۲)

مسیح کا لنگڑوں اندھوں کو اچھا کرنا ایک نسخہ سے تھا

۴......یہ بات نہایت صحیح اور قرین قیاس ہے کہ اگر حضرت عیسیٰ کے ہاتھ سے اندھوں لنگڑوں کو شفا حاصل ہوئی ہے تو بالیقین یہ نسخہ حضرت مسیح نے اسی حوض سے اڑایا ہوگا جو عبرانی میں بیت حدا کہلاتا تھا اور جس کا پانی ہلنے کے بعد جو کوئی کہ پہلے اس میں اترتا کیسی ہی بیماری میں کیوں نہ ہو اس سے چنگا ہو جاتا تھا اور جس پر کہ حضرت مسیح اکثر جایا بھی کرتے تھے۔ (براہین احمدیہ تمہید پنجم)۔ اور جس کی مٹی میں روح القدس کی تاثیر رکھی گئی تھی۔ بہر حال یہ ایک کھیل تھی اور مٹی مٹی ہی رہتی تھی جیسا سامری کا گوسالہ۔ (ازالہ صفحہ ۳۲۲)

قادیانی ابن مریم سے کم نہیں ہے

۵......اگر یہ عاجز اس عمل الترب کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو خدا تعالیٰ کے فضل و توفیق سے امید قوی رکھتا تھا کہ ان اعجوبہ نمائیوں میں حضرت ابن مریم سے یہ عاجز کم نہ تھا۔ (ازالہ صفحہ ۳۰۹)

مسیح کا پرندے کے پتلے میں جان ڈالنے کا اعتقاد شرک ہے

۶......یہ اعتقاد بالکل غلط اور فاسد اور مشرکانہ خیال ہے کہ مسیح مٹی کے پرندے بنا کر اور ان میں پھونک مار کر انہیں سچ مچ کے جانور بنا دیتا تھا۔ (ازالہ صفحہ ۳۲۲)

مسیح کے معجزات مکروں سے مشابہ ہیں

۷......پس مسیح کے معجزات سب کے سب محجوب الحقیقت ہیں کیونکہ وہ بظاہر صورت مکروں سے متشابہ ہیں۔ (تمہید پنجم براہین احمدیہ)

محمد کا معراج اس جسم کثیف کے ساتھ نہ تھا بلکہ ایک کشف تھا

۸......ہمارے نبی ﷺ کا سیر معراج آسمانوں پر اس جسم کثیف کے ساتھ نہ تھا۔

(کیونکہ کسی بشر کا آسمانوں پر جانا خلاف عادۃ اللہ یعنی خلاف قانون قدرت ہے)۔ (ازالہ صفحہ ۶۲۵) اور پرانا فلسفہ بالاتفاق اس بات کو محال ثابت کرتا ہے کہ کوئی انسان اپنے اس خاکی جسم کے ساتھ کرۂ زمہریر تک بھی پہنچ سکے۔ بلکہ علم طبعی کی نئی تحقیقاتیں اس بات کو ثابت کر چکی ہیں۔ پس اس جسم کا کرۂ ماہتاب یا کرۂ آفتاب تک پہنچنا کس قدر لغو خیال ہے۔ بلکہ وہ نہایت اعلیٰ درجہ کا کشف تھا۔

قادیانی بھی ایسے کشف رکھتا ہے

اور اس قسم کے کشفوں میں مؤلف خود صاحب تجربہ ہے۔ (ازالہ صفحہ ۷۰ وصفحہ ۴۸)

مگر قادیانی صاحب نے معجزۂ شق القمر کے اقرار کے وقت پرانے اور جدید فلسفہ کے مسئلہ کو ملحوظ نہ کیا کہ یہ شق القمر خلاف قانون کیسے ہوگیا؟

۵...... قرآن قادیانی صاحب

(یعنی وہ مخاطبات ومکالمات ربانی جن سے قادیانی صاحب بطور وحی مشرف ہوئے)

قرآن قادیانی یعنی قادیانی کے الہامات کی متلو عبارات

۱...... یاعیسی الذی لایضاع وقتہ. یعنی اے عیسیٰ جس کا وقت ضائع نہ ہوگا۔

۲...... انت منی بمنزلۃ لایعلمھا الخلق. تو مجھ سے ایسے مرتبہ میں ہے کہ اس کو مخلوقات نہیں جانتی۔

۳...... انت منی بمنزلۃ توحیدی وتفریدی فحان ان تعان وتعرف بین الناس. یعنی تو مجھ سے میری توحید اور تفرید کے مرتبہ میں ہے۔ اب وقت آگیا ہے کہ تو دیکھا جائے اور لوگوں میں مشہور ہو جائے۔

۴...... ھوالذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ.

یعنی وہی خدا ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ اس کو سب دینوں پر غلبہ دے۔

۵...... قل انی امرت وانا اوّل المؤمنین. کہہ دے میں مامور ہوں اور سب سے پہلا مؤمن ہوں۔

۶...... انت معی وانا معک خلقت لک لیلاً ونھاراً. یعنی تو میرے ساتھ ہے اور میں تیرے ساتھ ہوں اور تیرے ہی لئے رات اور دن میں نے پیدا کیا۔

۷...... اعمل ماشئت فانی قدغفرت لک. یعنی جو چاہے تو کر میں نے تجھے بخش دیا۔ (براہین صفحہ ۵۶۰)

۸...... انت بمنزلۃ لایعلمھا الخلق. تو ایسے مرتبہ میں ہے کہ لوگ اس کو نہیں جانتے۔ (ایضاً)

۹...... یا احمد فاضت الرحمۃ علی شفتیک انا اعطیناک الکوثر فصل لربک وانحر ان شانئک ھو الابتر واقم الصلوۃ لذکری (براہین صفحہ ۵۱۷) اے احمد تیرے لبوں پر رحمت بہتی ہے اور تجھے ہم نے کوثر دے دیا ہے پس اللہ کی نماز پڑھ اور قربانی کر تیرا دشمن گھاٹے میں ہے۔

۱۰...... سرک سری. تیرا بھید میرا بھید ہے۔

۱۱...... وضعنا عنک وزرک الذی انقض ظھرک ورفعنا لک ذکرک. تیرا بوجھ جو تیری پیٹھ توڑ دیا تجھ سے اٹھا دیا اور تیرا ذکر اونچا کر دیا۔

۱۲...... انک علی صراط مستقیم وجیھا فی الدنیا والاخرۃ ومن المقربین. تو سیدھی راہ پر ہے دنیا اور آخرت میں تو وجاہت والا مقرب ہے۔

۱۳...... یاعیسٰی انی متوفیک ورافعک الی وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ. ثلۃ من الاولین وثلۃ من الاخرین. (براہین احمدیہ صفحہ ۵۵۷) اے

عیسیٰ میں تجھے کامل اجر بخشوں گا یا وفات دوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا اور تیرے تابعین کو منکروں پر قیامت تک غلبہ بخشوں گا پہلوں میں سے بھی ایک گروہ ہے اور پچھلوں میں سے بھی ایک گروہ ہے۔ اس جگہ عیسیٰ کے نام سے بھی یہی عاجز (یعنی قادیانی) مراد ہے۔

۱۴..... انی متوفیک ورافعک الیّ. (براہین احمدیہ صفحہ ۵۱۹) میں تجھ کو پوری نعمت دوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا۔ انی رافعک الیّ. (براہین احمدیہ صفحہ ۴۸۶) میں تجھے اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔

۱۵..... تموت وانا راض منک فادخلوا الجنة ان شاء الله امنین. تو مرے گا اور میں خوشنود ہوں گا پس اللہ کی بہشت میں داخل ہو جاؤ امن کے ساتھ۔

۱۶..... سلام علیک طبتم فادخلوها امنین. تم پر اللہ کا سلام تم خوش ہو اور امن کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔

۱۷..... سلام علیک جعلت مبارکا انت مبارک فی الدنیا والاخرة. تیرے پر سلام تو مبارک بنایا گیا ہے اور دنیا اور آخرت میں مبارک ہے۔

۱۸..... اذکر نعمتی التی انعمت علیک و انی فضلتک علی العالمین. جو نعمتیں تجھے دی گئی ہیں ان کو یاد کر اور تجھے میں نے تمام عالمین پر فضیلت دی ہے۔

۱۹..... لاتخف انک انت الاعلی. (براہین صفحہ ۵۵۵) تو خوف نہ کر تو ہی غالب ہے۔

۲۰..... یاداؤد عامل بالناس رفقا واحسانا. اے داؤد لوگوں کے ساتھ رفق واحسان سے معاملہ کر۔

۲۱..... واما بنعمة ربک فحدث. تو اپنے رب کی نعمت بیان کر۔

۲۲..... انت محدث الله فیک مادة فاروقیة. تو ہی اللہ کا محدَّث ہے اور تجھ میں مادہ عمر فاروق کا ہے۔

۲۳..... سلام علیک یا ابراهیم انک الیوم لدینا مکین امین ذو عقل متین. حبیب الله. خلیل الله. اسدالله. وصل علی محمد. آج تجھ پر اے ابراہیم سلام کہ تو ہمارے پاس امین اور مکین ہے، ذوعقل ہے، اللہ کا حبیب ہے، اے اللہ کے خلیل اے اسد اللہ! اور محمد پر سلام کہہ۔

۲۴..... ماودعک ربک وماقلی. تجھے اللہ نے نہیں چھوڑا اور نہ نکارکھا۔

۲۵..... الم نشرح لک صدرک. کیا تیرا سینہ ہم نے کھولا نہیں۔

۲۶..... الم نجعل لک سهولة فی کل امر. کیا تیرے لئے ہم نے ہر کام میں سہولت نہیں کی۔

۲۷..... بیت الفکر وبیت الذکر ومن دخله کان امنا. (براہین صفحہ ۵۵۸) بیت الفکر سے مراد وہ چوبارہ ہے جس میں یہ عاجز کتاب کی تالیف کیلئے مشغول رہا ہے اور رہتا ہے اور بیت الذکر سے مراد وہ مسجد ہے جو اس کے پہلو میں ہے جو اس میں داخل ہوگا وہ سوئے خاتمہ سے امن میں آجائے گا۔

۲۸..... ینصرک الله فی مواطن. کتب الله لاغلبن انا ورسلی. کئی جگہ تجھے اللہ مدد دے گا اللہ نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے رسول غالب رہیں گے۔

۲۹..... یااحمد بارک الله فیک مارمیت اذ رمیت ولکن الله رمی. اے احمد تجھے خدا برکت دے اور جب تو نے چلایا وہ اللہ کا چلانا تھا۔

۳۰..... الرحمن علم القران. لتنذر قوما ما انذر اباؤهم. ولتستبین سبیل المجرمین. رحمن نے قرآن سکھلایا تا کہ تو اس قوم کو ڈرائے جن کے باپ ڈرائے گئے اور تا کہ بدکاروں کا طریق ظاہر ہو جائے۔

۳۱..... قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله. انا کفیناک

المستھزئین۔ (براہین ۲۳۹) کہہ دے اگر تم اللہ کو چاہتے ہو تو مجھے چاہو۔ تجھے ہم نے مسخروں کے لئے کافی بنادیا ہے۔

۳۲.....ھل انبئکم علی من تنزل الشیاطین تنزّل علی کل افّاک اثیم. میں تمہیں خبر دیتا ہوں کہ شیطان اسی پر اترتے ہیں جو گنہگار اور جھوٹ بولتا ہے۔

۳۳.....قل عندی شھادۃ من اللّٰہ فھل انتم مؤمنون. مسلمون. کہہ دے میرے پاس اللہ کی گواہی ہے کیا تم یقین کرو گے اسلام لاؤ گے۔

۳۴.....ولاتقولن لشیٔ انی فاعل ذلک غدا، ویخوفونک من دونہ. تو کسی کام کی نسبت مت کہو کہ میں کل کروں گا۔اور تجھے اس کے سوا خوف دلائیں گے۔

۳۵.....انک باعیننا سمیتک المتوکل. تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہے اور تیرا نام ہم نے متوکل رکھ دیا ہے۔

۳۶.....یحمدک اللّٰہ من عرشہ نحمدک نصلی. تجھ کو خدا اپنے عرش سے صفت کرتا ہے تیری صفت اور نماز ہم کرتے ہیں۔

۳۷.....یریدون ان یطفئوا نور اللّٰہ بافواھھم واللّٰہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون. سنلقی فی قلوبھم الرعب۔ وہ خدا کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں اپنی زبان سے اور اللہ اپنے نور کو پورا کریگا اگرچہ کافروں کو نہ بھائے۔ ہم عنقریب ان میں رعب ڈالیں گے۔

۳۸.....اذا جاء نصر اللّٰہ والفتح. وانتھی امر الزمان الینا. جب اللہ کی مدد اور فتح آجائے گی اور زمانہ کی حکومت ہمارے پر ختم ہوگی۔

۳۹.....ھذا تاویل رؤیای من قبل قد جعلھا ربی حقا. یہ ان خوابوں کی تاویل ہے جو اللہ نے دی تھیں اور خدا نے ان کو سچا کیا۔

۴۰.....وقل ربّ ادخلنی مدخل صدق. واما نرینک بعض الذی نعدھم او نتوفینک. وماکان اللّٰہ لیعذبھم وانت فیھم. کہہ دے اے رب سچائی کی جگہ لے جا۔ یا تو بعض وعدے پورے کریں گے یا تجھے پورا کریں گے جس قوم میں تو ہے خدا اس کو عذاب نہ دے گا۔

۴۱.....یاتون من کل فج عمیق. ہر طرف سے لوگ تیرے پاس آئیں گے۔

۴۲.....ینصرک رجال نوحی الیھم من السماء. وہ لوگ تیری مدد کریں گے جن کو ہم آسمان سے وحی کریں گے۔

۴۳.....انا فتحنا لک فتحا مبینا لیغفرلک اللّٰہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر. تجھے ہم نے ظاہری فتح دی تاکہ تیرے اگلے پچھلے گناہ خدا بخشے۔

۴۴.....ولو کان الایمان معلقا بالثریا لنالہ. اگر ایمان ثریا میں معلق ہوا تو بھی اس کو پالے گا۔

۴۵.....یا ایھا المدثر قم فانذر وربک فکبر. اے مدثر کھڑا ہو اور لوگوں کو ڈرا اور خدا کی بڑائی بیان کر۔

۴۶.....یا احمد یتم اسمک ولایتم اسمی. اے احمد تیرا نام پورا ہوگا اور میرا نام پورا نہ ہوگا۔

۴۷.....واتل علیھم ما اوحی الیک من ربک ولاتصعر لخلق اللّٰہ ولاتسئم من الناس. تو تیرے پر وحی کیا گیا ہے لوگوں پر پڑھ اور مخلوقات کے لئے رسوائی نہ لے اور لوگوں سے نہ ڈر۔

۴۸.....اصحاب الصفۃ وما ادراک مااصحاب الصفۃ تری اعینھم تفیض من الدمع. تیرے اصحاب صفہ اور کیسے اصحاب صفہ تو ان کی آنکھیں آنسو بہتی دیکھتا ہے۔

۴۹.....یاتی زمان مختلف بازواج مختلفة وتری نسلا بعیدا ولنحیینک حیوة طیبة ثمانین حولا او قریبا من ذلک. (ازالہ صفحہ ۱۲۵) نئی نئی عورتیں تیرے پر مختلف زمانے لائیں گے اور تیری نسل کثیر ہوگی اور تجھے حیات طیبہ دیں گے اور تجھے اسّی برس کی عمر یا اس کے قریب قریب دیں گے۔

۵۰.....انت وجیه فی حضرتی اخترتک لنفسی. (براہین صفحہ ۴۸۹) تو میری بارگاہ میں وجیہہ ہے اور تجھے اپنے لئے پسندیدہ کیا ہوں۔

۵۱.....نصرت بالرعب واحییت بالصدق ایها الصدیق. تو رعب کے ساتھ فتح پایا ہے تو نے سچائی کے ساتھ جواب دیا ہے اے سچے۔

۵۲.....نصرت وقالوا لات حین مناص. تجھے نصرت دی گئی ہے اور کہیں گے وہ لات حین مناص۔

۵۳.....اذا جاء نصر الله والفتح وتمت کلمة ربک هذا الذی کنتم به تستعجلون جب کہ اللہ کی مدد آئے گی اور اللہ کے کلمات پورے ہوں گے یہ وہی ہے جس کے لئے تم جلدی کرتے ہو۔

۵۴.....اردت ان استخلف فخلقت ادم انی جاعل فی الارض خلیفة. میں نے خلیفہ بنانا چاہا پس آدم کو خلیفہ بنایا اور میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں۔

۵۵.....دنی فتدلّٰی فکان قاب قوسین او ادنٰی. دو کمان یا اس سے بھی کم قرب حاصل کرلیا۔

۵۶.....یحیی الدین ویقیم الشریعة. دین زندہ کرے گا اور شریعت کو قائم کرے گا۔

۵۷.....یا ادم اسکن انت وزوجک الجنة. اے آدم تو اپنی عورت سمیت جنت میں جا۔

۵۸.....یا مریم اسکن انت وزوجک الجنة. اے مریم تو اپنی عورت کے ساتھ

جنت میں جا۔

۵۹.....یا احمد اسکن انت وزوجک الجنة. اے احمد تو اپنی عورت سمیت جنت میں جا۔

۶۰.....نفخت فیک من لدنی روح الصدق. اپنے پاس سے میں نے تجھ میں سچائی کی روح پھونک دی۔

۶۱.....انا انزلناه قریبا من القادیان. وبالحق انزلناه وبالحق نزل. صدق الله رسوله وکان امر الله مفعولا. قادیان کے قریب ہم نے اس کو اتارا اور سچائی کے ساتھ اتارا اور اترا۔ اللہ اور اس کا رسول سچا ہے اور کام ہونے والا ہے۔

۶۲.....سبحان الذی اسری بعبده لیلا. مجز سے پاک ہے وہ خدا جس نے اپنے بندے کو رات میں سیر کرایا۔

۶۳.....جری الله فی حلل الانبیاء. اللہ تعالیٰ انبیاء کے حلوں میں داخل ہوگیا۔

۶۴.....بشری لک یااحمدی انت مرادی ومعی غرست کرامتک بیدی. اے احمد تجھے بشارت ہو تو ہی میری مراد ہے اور تیری بزرگی میں نے اپنے ہاتھ سے لگائی ہے۔

۶۵.....ومارسلناک الارحمة للعالمین. اور ہم نے تجھے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے۔

۶۶.....انی ناصرک. انی حافظک. انی جاعلک للناس اماما. اکان للناس عجبا. قل هو الله عجیب. یجتبی من یشاء من عباده لا یسئل عما یفعل وهم یسئلون. وتلک الایام نداولها بین الناس. وقالوا انی لک هذا وقالوا ان هذا الا اختلاق. میں تیرا ہی مددگار، محافظ اور تجھے امام بنانے والا ہوں۔ کیا لوگوں کو تعجب ہے۔ کہہ دے اللہ عجیب ہے جس کو چاہے اپنے بندوں میں سے پسند کر لیتا ہے۔ وہ اپنے کئے پر پوچھا نہیں جاتا اور لوگ پوچھے جائیں گے۔ اور یہ دن لوگوں میں

پھرتے رہتے ہیں اور کہتے ہیں گے یہ دن تیرے لئے کہاں؟ اور کہیں گے یہ بناوٹی بات ہے۔

۶۷.....اذا نصر اللّٰہ المومن جعل له الحاسدين فى الارض فالنار موعدهم. قل اللّٰه ثم ذرهم فى خوضهم يلعبون. جب اللہ مومن کو مدد دیتا ہے تو اس کے لئے زمین میں حاسد بنا دیتا ہے جن کی جگہ دوزخ ہے۔ کہہ دے اللہ بس ہے پھر ان کو اپنے خیالات میں کھیلنے دے۔

۶۸.....تلطف بالناس وترحم عليهم انت فيهم بمنزلة موسى واصبر على مايقولون. لوگوں سے نرمی کر اور ان پر رحم کر تو ان میں موسیٰ کی جا بجا ہے اور ان کے کہے پر صبر کر۔

۶۹.....قال اللّٰه فى حقى انت منى وانا منك. (ضمیمہ اخبار ریاض ہند مطبوعہ ہوشیار پور مجریہ امرتسر یکم مارچ ۱۸۸۶ء، صفحہ ۱۴۸، سطر ۳ کالم ثانی) میرے حق میں خدا نے کہا ہے تو مجھ سے اور میں تجھ سے ہوں۔

۷۰.....انا نبشرك بغلام عليم مظهر الحق والعلاء كان اللّٰه نزل من السماء اسمه عمانوائيل يولدلك الولد ويدنى منك الفضل ان نورى قريب قل اعوذ برب الفلق من شرما خلق. (انجام آتھم صفحہ ۶۲) ہم تجھے ایک لڑکے کی بشارت دیتے ہیں جو مظہر الحق ہوگا گویا خدا آسمان سے اترا ہے ان کا نام عمانوائیل ہے۔ تیرا لڑکا ہوگا اور تیری بزرگی حاصل کرے گا میرا نور قریب ہے۔ کہہ دے اللہ کے ساتھ پناہ چاہتا ہوں ہر شے کے شر سے۔

۷۱.....عجل جسد له خوار. فله نصب وعذاب. ایک بچھڑے کا جسم ہے اور اس کے لئے عذاب ہے۔

۷۲.....يأتى قمر الانبياء وامرك يتأتى يوم. يجئ الحق ويكشف الصدق ويخسر الخاسرون. پیغمبروں کا چاند آئے گا اور تیرا حکم اس دن آئے گا جب کہ حق آئے گا اور سچائی کھلے گی اور خسارہ والے خسارہ میں ہوں گے۔

۷۳.....اللّٰه الذى جعلك المسيح ابن مريم. خدا وہ ہے جس نے مسیح ابن مریم بنا دیا۔

۷۴.....قل انما انا بشر مثلكم يوحى الىّ انما الهكم اله واحد. والخير كله فى القران. کہہ دے میں تمہاری مثل آدمی ہوں۔ میری طرف وحی آتی ہے کہ خدا تمہارا ایک ہے اور تمامی خیر قرآن میں ہے۔

۷۵.....ولقد لبثت فيكم عمرا من قبله افلا تعقلون. وقالوا ان هذا الافتراء قل ان هدى اللّٰه هو الهدى الا ان حزب اللّٰه هم الغالبون. اليس اللّٰه بكاف عبده فبرأه اللّٰه مما قالوا وكان عنداللّٰه وجيها. واللّٰه موهن كيد الكافرين ولنجعله اية للناس ورحمة منا وكان امرا مقضيا. قول الحق الذى فيه تمترون. میں کتنے دن اس سے پہلے تم میں رہا لیکن وہ نہیں سمجھتے اور کہتے ہیں کہ یہ افتراء ہے۔ کہہ دے اللہ کی ہدایت ہی ہدایت ہے۔ اللہ کے لشکر کو ہی غلبہ ہے۔ کیا خدا اپنے بندے کے لئے بس نہیں۔ اللہ نے اس کو ان کے کہنے سے بری کر دیا اور اللہ کے نزدیک وہ وجیہہ تھا۔ اور اللہ ان کے مکر کو سست کر دے گا اور اس کو آدمیوں کیلئے ایک نشانی بنا دینے کی اور اللہ کا کام ہونے والا ہے یہ ایسا سچا قول ہے جس میں کوئی شک نہیں۔

۷۶.....انت من مائنا وهم من فشل. تو ہمارے پانی سے ہے اور دوسرے گندے پانی سے۔

۷۷.....واذا قيل لهم امنوا كما امن الناس قالوا انؤمن كما امن السفهاء الاانهم هم السفهاء ولكن لايعلمون. جب ان کو کہا جاتا ہے کہ ایمان لاؤ تو کہتے ہیں کہ آیا ہم جاہلوں کی طرح ایمان لائیں۔ مگر در اصل وہی جاہل ہیں اور جانتے نہیں۔

۷۸.....كنت كنزا مخفيا فاحببت ان اعرف. میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا اور ظاہر ہونے کو چاہا۔

۷۹.....ان الذين كفروا وصدّوا عن سبيل اللّٰه رد عليهم رجل من فارس.

جو کافر ہوئے اور اللہ کی راہ سے روکے ان پر ایک فارسی آدمی نے رد کیا۔

۸۰......یا احمد اجیب کل دعائک الا فی شرکائک. اے احمد تیری ہر دعا قبول مگر تیرے شریکوں کے حق میں قبول نہیں۔

۸۱......وقالوا اتجعل فیہا من یفسد فیہا قال انی اعلم مالا تعلمون. اور کہے کیا تو ہم میں مفسد کو بھیجتا ہے کہا میں وہ جانتا ہوں تو تم نہیں جانتے۔

۸۲......وقالوا کتاب ممتلیٔ من الکفر والکذب قل تعالوا ندع ابنائنا وابنائکم ونساءنا ونسائکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتہل فنجعل لعنۃ اللّٰہ علی الکاذبین. اور کہے یہ کتاب کفر سے اور جھوٹ سے بھری ہے۔ کہہ دے آؤ ہم اپنے لڑکوں، بالوں اور عورتوں اور اپنے کو لاکر مباہلہ کریں اور جھوٹوں پر لعنت بھیجیں۔

۸۳......ولعزتی وجلالی انک انت الاعلی. میری عزت اور جلال کی قسم کہ تو ہی غالب ہے۔

۸۴......اصنع الفلک باعیننا ووحینا. ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللّٰہ ید اللّٰہ فوق ایدیہم ہمارے سامنے کشتی بنا جو لوگ تجھ سے بیعت کریں گے وہ خدا سے بیعت کرتے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ غالب ہے۔

۸۵......نادانی وکلمنی انی مرسلک الی قوم مفسدین وانی جاعلک للناس اماما وانی مستخلفک اکراما کما خبرت سنتی فی الاولین. مجھے خدا نے پکارا اور کلام کی کہ میں تجھے مفسدوں کی طرف بھیجوں گا اور تجھے لوگوں کا امام بناؤں گا اور تجھے خلیفہ بناؤں گا جیسے کہ میری عادت پہلوں میں رہی۔

۸۶......انک انت منی المسیح ابن مریم وارسلت لیتم ما وعد من قبل ربک الاکرام. تو مجھ سے مسیح ابن مریم ہی ہے اور تجھے اتمام وعدہ کے لئے بھیجا ہوں۔

۸۷......واخبرنی ان عیسٰی نبی اللّٰہ قد مات ورفع من ھذہ الدنیا فما کان لہ

ان ینزل الا بروزا کالسابقین وقال سبحانہ انک انت ھو فی حلل البروز وھذا ھو الوعد الحق الذی کالسر المرموز فاصدع بما تؤمر ولا تخف السنۃ الجاھلین. (مکتوب عربی) اور مجھے اس نے خبر دی ہے کہ عیسیٰ نبی اللہ مر گیا ہے اور اس دنیا سے اٹھایا گیا ہے۔ پس اس کا اترنا بجز بروز کے نہیں جیسے پہلے بروز کئے اور خدا نے کہا تو وہی ہے جو بروز کے حلّہ میں ہے اور یہی خدا کا سچا وعدہ ہے جو بجائے سر مرموز ہے۔ پس امر کو بجا لا اور جاہلوں کی زبان سے نہ ڈر۔

۸۸......انت اشد مناسبۃ بعیسٰی بن مریم واشبہ الناس بہ خلقا وخلقا وزمانا. (ازالہ صفحہ ۲۲۴) تجھے عیسیٰ سے شدید مناسبت ہے اور باعتبار فطرت اور عادت اور زمانہ کے سب سے زیادہ تر عیسیٰ سے مشابہ ہے۔

۶......علماء امت محمدیہ ﷺ

جو علماء کہ عیسیٰ کی موت کے قائل نہیں بلکہ ان کی حیات اور رفع مع الجسم کے قائل ہیں وہ سب کے سب ضلالت پر متفق ہیں۔ ان کے قول بالکل خرافات ہیں اور جو قادیانی کے منکر ہیں وہ طرح طرح کے عذاب کے مستحق اور ختم اللّٰہ علی قلوبہم میں داخل۔

اور اکثر امت محمدیہ یہودی ہو جانے کے سبب سے جس طرح کہ موسیٰ کے بعد چودہ سو (۱۴۰۰) برس گذرنے کے عیسیٰ بن مریم یہودیوں کی اصلاح کے لئے آئے اسی طرح حق تعالیٰ نے مجھے محمد ﷺ کے بعد عیسیٰ بن مریم ٹھہرا کر اور امت محمدیہ ﷺ کو یہودی ٹھہرا کر ان کی اصلاح کیلئے بھیجا ہے۔

قادیانی صاحب کا علماء کو یہودی اور بدذات اور ملعون اور ظالم وغیرہ کہنا

اور امت کے علماء کو ان الفاظ کے ساتھ خطاب کیا ہے کہ ’’اے بدذات فرقہ

مولویاں! تم کب تک حق کو چھپاؤ گے؟ کب وہ وقت آئے گا کہ تم یہودیانہ خصلت کو چھوڑو گے؟ اے ظالم مولویو! تم پر افسوس! کہ تم نے جس بے ایمانی کا پیالہ پیا وہی عوام کالانعام کو بھی پلایا‘‘۔ (انجام آتھم صفحہ ۲)

اور اپنے وقت کے علماء کو جن میں اکثر تو نبی ﷺ کی متابعت کی برکت سے مدارج فنائی اللہ اور بقاء باللہ تک پہنچے ہوئے ہیں۔ جیسے حضرت شیخ الہ بخش سجادہ نشین حضرت شاہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ غلام نظام الدین بریلوی۔ تذکرمعھم الشیخین المشھورین یعنی الشیخ الہ بخش التونسوی و الشیخ غلام نظام الدین البریلوی فایھا الشیخ انی اعلم انک رئیس ھذہ الثمانیۃ و کمثل امام لتلک الفئۃ الباغیۃ وھم لک کالتلامید فی اخواتہ او کالمسحورین فائتنی بخیلک ورجلک واجمع کل دجلک وانحت انواع الافتنان واتنی مع جموعک من اھل العدوان وصل علیّ کحبشیٍّ صال علی کعبۃ الرحمان واما الاخرون الذین سموا انفسھم مولویین مع کونھم من الغاوین الجاھلین فنزہ الکتاب عن ذکرھم ولاتنجس الصحیفۃ من کثرۃ ذکر الخبیثین الذین یقلدون اکابرھم ولیسوا من المتدبرین۔ (مکتوب عربی ص۲۵۴۔۲۵۵) دو مشہور مشائخ کا ذکر کرتے ہیں یعنی شیخ الہ بخش تونسوی اور شیخ غلام نظام الدین بریلوی۔ پس اے شیخ تونسوی میں تجھے جانتا ہوں کہ تو ان آٹھوں کا سردار ہے اور ان باغیوں کا گویا تو امام ہے اور غوائیت اور ضلالت میں گویا تیرے شاگرد ہیں یا تیرے جادو کے ہوئے ہیں پس تو اپنے پیادوں اور سواروں کے ساتھ آ اور اپنے کل مکروں کو جمع کر اور اقسام کے فتنے تراش کر اور اپنے اہل عدوان جماعتوں کو لا اور مجھ پر اس حبشی کی طرح حملہ کر جس نے کعبۃ اللہ پر حملہ کیا۔ اور دوسرے علماء جو اپنے کو مولوی کہتے ہیں باوجود یکہ وہ گمراہ اور

جاہل ہیں ہم ان کے ذکر سے اپنی کتاب کو پاک کرتے ہیں اور زیادہ خبیثوں کے ذکر سے اپنی کتاب کو پلید نہیں کرتے جو کہ اپنے اکابر کی تقلید کرتے ہیں اور عقل وفکر نہیں رکھتے۔

۷...... تفسیر قادیانی جوان کو الہام ہوئی

قادیانی کی تفسیر قرآن

ازالہ کے صفحہ ۷۲۶ میں قادیانی صاحب لکھتے ہیں۔ کہ مولوی لوگ اس بات کی شیخی مارتے ہیں کہ ہم بڑے متقی ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ نفاق سے زندگی بسر کرنا انہوں نے کہاں سے سیکھ لیا ہے۔ کتاب الٰہی کی غلط تفسیروں نے انہیں بہت خراب کیا ہے اور ان کے دلی اور دماغی قویٰ پر بہت برا اثر ان سے پڑا ہے۔ اس زمانہ میں بلاشبہ کتاب الٰہی کے لئے ضروری ہے کہ اس کی ایک نئی اور صحیح تفسیر کی جائے۔

موجودہ تفسیریں قرآن کی فطرتی سعادت کے مخالف ہیں اور غلط ہیں

کیونکہ حال میں جن تفسیروں کی تعلیم دیجاتی ہے وہ نہ اخلاقی حالت کو درست کرسکتی ہیں اور نہ ایمانی حالت پر نیک اثر ڈالتی ہیں بلکہ فطرتی سعادت اور نیک روشنی کی مزاحم ہو رہی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ دراصل اپنے اکثر زوائد کی وجہ سے قرآن کریم کی تعلیم نہیں ہے۔ قرآنی تعلیم ایسے لوگوں کے دلوں سے مٹ گئی ہے کہ گویا قرآن آسمان پر اٹھایا گیا ہے۔ وہ ایمان جو قرآن نے سکھلایا تھا اس سے لوگ بے خبر ہیں۔ وہ عرفان جو قرآن نے بخشا تھا اس سے لوگ غافل ہوگئے ہیں۔ ہاں یہ سچ ہے کہ قرآن پڑھتے ہیں مگر قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترتا۔ انہیں معنوں سے کہا گیا ہے کہ آخری زمانہ میں قرآن آسمان پر اٹھایا جائے گا۔ پھر انہیں حدیثوں میں لکھا ہے کہ پھر دوبارہ قرآن کو زمین پر لانے والا ایک مرد فارسی الاصل ہوگا۔ جیسا کہ فرمایا ہے لو کان الایمان معلقا بالثریا لنالہ رجل من فارس۔ یہ حدیث

درحقیقت اسی زمانہ کی طرف اشارہ کرتی ہے جو آیت انا علی ذھاب بہ لقادرون میں اشارۃً بیان کیا گیا ہے۔ (یعنی ۱۲۷۴ھ، ۱۸۵۷ء زمانہ غدر) انتہی

پھر صفحہ ۳۱۸ میں لکھا ہے کہ عادت اللہ ہر ایک کامل ملہم کے ساتھ بھی رہی ہے کہ عجائبات مخفیہ فرقان اس پر ظاہر ہوتے رہے ہیں بلکہ بسااوقات ایک ملہم کے دل پر قرآن شریف کی آیت الہام کے طور پر القا ہوتی ہے اور اصل معنی سے پھر کر کوئی اور مقصود اس سے ہوتا ہے۔

عبداللہ غزنوی کے الہامات

جیسا کہ مولوی عبداللہ صاحب غزنوی (جو غزنی سے اپنی لامذہبی اور وہابیت کی پاداش میں نکالے گئے اور جن کی بدولت پنجاب میں وہابیت کا بیج بویا گیا) اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں کہ مجھے ایک مرتبہ الہام ہوا قلنا یانار کونی برداً وسلاماً مگر میں اس کے معنی نہ سمجھا۔ پھر الہام ہوا قلنا یاصبر کونی برداً وسلاماً تب میں سمجھا گیا کہ نار سے مراد اس جگہ صبر ہے۔ اور پھر فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ مجھے الہام ہوا کہ ربِّ ادخلنی مدخل صدق واخرجنی مخرج صدق اور اس سے مراد اصلی معنی نہیں تھے بلکہ یہ مراد تھی کہ مولوی صاحب کو ہستانی ریاست کابل سے پنجاب کے ملک میں بزیر سلطنت برطانیہ آجائیں گے اور اسی طرح انہوں نے اپنے الہامات میں کئی آیات فرقانی لکھی ہیں اور ان کے اصلی معنی چھوڑ کر کوئی اور معنی مراد لئے ہیں۔ انتہی

سورۂ والعصر کی تفسیر قادیانی

پس قادیانی صاحب اسی مولوی عبداللہ غزنوی کی اقتداء کر کے جو فرقہ وہابیہ کے مقتدا ہیں۔ ازالۃ الاوہام کے صفحہ ۳۱۱ میں لکھتے ہیں، کہ قرآن شریف کے عجائبات اکثر بذریعۂ الہام میرے پر کھلتے رہے ہیں اور اکثر ایسے ہوتے ہیں کہ تفسیروں میں ان کا نام ونشان نہیں پایا جاتا مثلاً یہ جو اس عاجز پر کھلا ہے کہ ابتدائے خلقت آدم سے جس قدر

آنحضرت ﷺ کے زمانہ بعثت تک مدت گذری تھی وہ تمام مدت سورہ والعصر کے اعداد حروف میں بحساب قمری مندرج ہے یعنی چار ہزار سات سو چالیس (۴۷۴۰)۔ اب بتلاؤ کہ یہ دقائق قرآنیہ جس میں قرآن کریم کا اعجاز نمایاں ہے کس تفسیر میں لکھا ہے؟

سورۂ لیلۃ القدر کے اسرار

ایسا ہی خداتعالیٰ نے میرے پر یہ نکتہ معارف قرآنیہ کا ظاہر کیا کہ انا انزلناہ فی لیلۃ القدر کے صرف یہ معنی نہیں کہ ایک بابرکت رات ہے جس میں قرآن شریف اترا۔ بلکہ باوجود ان معنوں کے جو بجائے خود صحیح ہیں اس آیت کے بطن میں دوسرے معنی بھی ہیں جو رسالہ فتح الاسلام میں درج کئے گئے ہیں (یعنی لیلۃ القدر رات سے رات مراد نہیں بلکہ وہ زمانہ مراد ہے جو بوجہ ظلمت رات کے ہمرنگ ہے اور وہ نبی یا اس کے قائم مقام مجدد کے گذر جانے سے ایک ہزار مہینے کے بعد آتا ہے۔ (فتح الاسلام صفحہ ۵۶) اب فرمائیے کہ یہ تمام معارف حقہ کس تفسیر میں موجود ہیں؟ (انتہی، ازالہ صفحہ ۳۱۱)

قادیانی اور غزنوی کی تفسیر غلط اور مخالف اور تلبیس ابلیس ہے

ہم اسی کتاب کے مقدمہ دوئم میں ثابت کر چکے ہیں کہ جو الہام کہ اس ظاہری شریعت کے مخالف ہو جو نقلاً بعد نقل مدون ہے وہ تلبیس ابلیس سے ہرگز محفوظ نہیں ہو سکتا اور نہ وہ کسی طرح اپنی صحت پر فتویٰ حاصل کرتا ہے۔ پس ہم بالتفصیل بتاتے ہیں کہ قادیانی صاحب اور ان کے مقتدا عبداللہ غزنوی کی یہ چاروں الہامی تفسیریں شریعت منقولہ کی کس قدر مخالف ہیں۔ کیونکہ آیت قلنا یانار کونی بردا وسلاماً میں نار سے مراد نارِ نمرودی ہے جو ابراہیم علیہ السلام پر برد اور سلام ہو گئی اور آیت رب ادخلنی مدخل صدق میں داخل سے خود ذات رسول اللہ ﷺ منصوص ہے۔ اور مدخل صدق اور مخرج صدق سے مدینہ اور مکہ مقصود ہے جیسے کہ قتادہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ عن قتادہ فی قولہ رب ادخلنی مدخل

صدق الایۃ اخرجه الله من مکة مخرج صدق وادخله المدینة مدخل صدق. (ازالہ اوہام صفحہ ۶۰۹) ۔مگر جائے افسوس ہے کہ اس مولوی نے حکومت کفر کو مدخل صدق کیونکر سمجھ لیا۔ اور چار ہزار سات سو چالیس برس کی مدت حضرت آدم اور حضرت محمد مصطفیٰ علیہما السلام کے درمیان ہوئی قادیانی صاحب نے کہاں سے ادراک کی؟ حالانکہ شیخ سیوطیؒ نے اپنے رسالہ برزخیہ میں بعد تحقیق تمام بقول وہب فیصلہ کردیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی بعثت حضرت آدم علیہ السلام کے بعد چھ ہزار چھ سو برس پر ہوئی۔ اور خود قادیانی صاحب ازالۃ الاوہام کی جلد دوم میں اس حدیث سے استدلال فرما چکے ہیں جو ابن عباس پر موقوف ہے کہ الدنیا سبعة ایام کل یوم الف سنة ومبعث رسول الله فی اخرها یعنی دنیا کا برزخ سات ہزار برس ہے اور رسول اللہ ﷺ آخری ہزار میں مبعوث ہوئے ہیں۔ اور سورۂ لیلۃ القدر کے نزول کے متعلق ترمذی اور حاکم اور بیہقی بروایت حسن بن علی تصریح فرما چکے ہیں کہ واخرج الترمذی والحاکم والبیهقی عن الحسن بن علی قال ان رسول الله ﷺ قد رأی بنی امیة یخطبون علی منبرہ رجلا رجلا فساءہ ذلک فنزلت انا اعطیناک الکوثر ونزلت انا انزلناہ فی لیلة القدر وما ادراک مالیلة القدر لیلة القدر خیر من الف شهر یملکها بنوامیة قال القاسم بن الفضل فحسبنا ملک بنی امیة فاذا هی الف شهر لاتزید ولاتنقص. (ازالہ اوہام صفحہ ۱۵۲) کہ فرمایا انہوں نے کہ رسول اللہ ﷺ نے دیکھا کہ بنی امیہ آپ کے منبر پر باری باری سے چڑھ کر خطبہ پڑھ رہے ہیں اور آنحضرت ﷺ کو یہ امر نہ بھایا کہ اتنے میں سورۂ کوثر اور سورۂ لیلۃ القدر نازل ہوگئی یعنی اس امر کی طرف اشارہ فرمایا کہ وہ رات جس میں قرآن کا نزول ہوا وہ ان ہزار مہینوں سے بہتر ہے جن کے گذرنے تک بنی اُمیہ مالک ملک رہیں گے۔ قاسم بن الفضل فرماتے ہیں کہ ہم نے اس روایت کے سننے پر بنی اُمیہ کی سلطنت کی مدت حساب کی تو وہ پورے ہزار مہینہ ہی نکلے۔

مگر ہمارے اس بیان کے دیکھنے سے قادیانی صاحب گوش با غوش ہوں گے کہ ان کی الہامی تفسیر کس قدر شریعت منقولہ سے باہر ہے اور ان کے اسلامی معارف غیر مطابق شریعت ہونے کے علاوہ حقانیت سے کس قدر دور ہیں۔

پس بطور مشتے نمونہ خروار ہم چند آیات قرآنی کی تفسیر الہامی جو قادیانی صاحب نے لکھی ہے حسب ذیل اپنے جوابات کے ساتھ لکھتے ہیں جس سے انصاف پسند دوستوں پر ظاہر ہوگا کہ ان کے الہامات کو شریعت منقولہ کس قدر اور کس درجہ تک رد کرتی ہے۔

۱.....سورۃ الحمد

سورۃ الحمد کی تفسیر

قادیانی صاحب ازالۃ الاوہام کے صفحہ ۲۵۷ میں آیت اهدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیهم کی تفسیر الہامی طور سے اس طرح لکھتے ہیں۔ یعنی اے میرے خداوند رحمٰن ورحیم ہمیں ایسی ہدایت بخش کہ ہم آدم صفی اللہ کے مثیل ہوجائیں، شیث نبی اللہ کے مثیل بن جائیں، حضرت نوح آدم ثانی کے مثیل ہوجائیں، ابراہیم خلیل اللہ کے مثیل ہوجائیں، موسیٰ کلیم اللہ کے مثیل ہوجائیں، عیسیٰ روح اللہ کے مثیل ہوجائیں اور جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ حبیب اللہ کے مثیل ہوجائیں اور دنیا کے ہر ایک صدیق وشہید کے مثیل ہوجائیں۔ اب ہمارے علماء جو مثیل ہونے کے دعوے کو کفر والحاد خیال کرتے ہیں اور جس شخص کو الہام الٰہی کے ذریعہ سے اس ممکن الحصول مرتبہ کی بشارت دی جائے اس کو ملحد اور کافر اور جہنمی ٹھہراتے ہیں۔ ذرا سوچ کر بتائیں کہ اگر اس آیت کریمہ کے یہ معنی نہیں ہیں جو میں نے بیان کئے ہیں تو اور کیا معنی ہیں؟ اور اگر یہ معنی صحیح نہیں ہیں تو پھر اللہ عزوجل کیوں فرماتا ہے کہ قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله اب سوچنا چاہیے کہ جس وقت انسان ایک محبوب کی پیروی سے خود بھی محبوب

بن گیا تو کیا اس محبوب کا مثیل ہی ہو گیا یا ابھی غیر مثیل رہا؟

افسوس! آج تک جس قدر اکابر متصوفین گذرے ہیں ان میں سے ایک کو بھی اس میں اختلاف نہیں ہے کہ اس دنیا میں مثیل الانبیاء بننے کی راہ کھلی ہوئی ہے جیسا کہ آنحضرت خوشخبری فرما گئے ہیں کہ علماء اُمتی کانبیاء بنی اسرائیل اور حضرت بایزید بُسطامی قدس سرہ کے کلمات طیبہ تذکرۃ الاولیاء میں حضرت فرید الدین عطار نقل کرتے ہیں۔ کہ وہ فرماتے ہیں، میں ہی آدم ہوں، میں ہی شیث ہوں، میں ہی نوح ہوں، میں ہی ابراہیم ہوں، میں ہی موسیٰ ہوں، میں ہی عیسیٰ ہوں، میں ہی محمد ہوں، اور ستر مرتبہ کافر اور ملحد ٹھہرا کر بُسطام سے نکالے گئے ہیں لیکن اس زمانہ کے لوگ گذرنے کے بعد پھر علماء ان کے ایسے معتقد ہو گئے کہ ان کے شطحیات کی بھی تاویلیں کرنے لگے۔ اور بٹالوی صاحب نے قادیانی صاحب کی تائید میں فتوحات مکیہ باب ۲۲۳ کی عبارت نقل کردی کہ غایۃ الوصلۃ ان یکون الشئی عین ماظهر ولایعرف کمارأیت رسول اللہ وقد عانق ابن حزم المحدث فغاب احدهما فی الأخر فلم نر الاواحدا وهو رسول اللہ فهذه غایۃ الوصلۃ وهو المعبر عنه بالاتحاد

جذبۂ شوق بحدیست میان من وتو   کہ رقیب آمد و نشناخت نشان من وتو

الی آخرہ۔ انتہی

صحیح تفسیر

مگر ہدایت پسند دوستوں پر ظاہر ہوگا کہ خداتعالیٰ اس آیت کریمہ میں اپنے بندوں کو یہی تعلیم فرما رہا ہے کہ وقت مناجات انہیں لوگوں کا طریقہ اور اقتداء مجھ سے طلب کرو جن کو نعمائے الٰہی عطا ہوئے ہیں یعنی انبیاء اور صدیق اور شہداء اور صالحین۔ جیسے کہ ایک دوسری آیت سے ظاہر ہے اور جیسے کہ خود نبی کریم ﷺ نے تعلیم فرمائی کہ اصحابی

کالنجوم بایهم اقتدیتم اهتدیتم یعنی میرے اصحاب ستاروں سے صفت ہدایت میں مشابہت رکھتے ہیں پس ان میں سے جن کا اقتداء کروگے صراط مستقیم پر رہوگے اور نیز فرمایا اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر وعمر یعنی میرے بعد ابی بکر اور عمر کا اقتداء کرو۔ پس صراط مستقیم جو صراط انبیاء اور شہداء اور صالحین اور صدیقین ہے اس کی ابتداء ان کی اقتداء کے بغیر حاصل ہونی ممکن نہیں۔ اور یہ کس قدر سوء ادب ہے کہ جن کی اقتداء کرنے سے صراط مستقیم کی ہدایت ہوتی ہے انہیں کا مقتدا ہونے کی دعا مانگی جائے یا انہیں کا مثیل ہونے کا ادّعا کیا جائے جیسے کہ قادیانی صاحب نے کیا حالانکہ حرف کاف فقط کسی ایک صفت میں تشبیہ کا افادہ دیتا ہے نہ کہ تمامی صفات میں۔ پس کوئی بھی کسی نبی کا ہمسر اور مثیل نہیں ہوسکتا اور ظاہر ہے کہ فقط صراط مستقیم پر چلنے سے نہ شہید ہوسکتا ہے جب تک کہ اس کو شہادت کا ذائقہ نہ چکھایا جائے اور نہ صدیق ہوسکتا ہے جب تک کہ حضرت صدیق اکبر ؓ کی طرح سالہا سال آغوش نبی میں پرورش یافتہ نہ ہو۔ پھر کوئی صراط مستقیم سے بھٹکا ہوا ان کا ہمرتبہ یا مثیل ہونے کا دعویٰ کس طرح کرسکتا ہے؟ علی الخصوص سیّد الانبیاء محمد مصطفیٰ خاتم النبیین ﷺ کا مثیل ہونا یعنی ان کا ہم صفت ہونا۔ حالانکہ علماء نے تصریح کردی ہے کہ۔

مثل النبی محمد قد امتنع   من قال بالامکان صار مکفرا

یعنی محمد ﷺ کی مثال یا مثیل ممتنع یعنی محال ہے اور جو ممکن کہے وہ کافر ہے۔

اور شیخ شرف الدین بوصیری قصیدہ بردہ شریف میں لکھتے ہیں۔

منزه عن شریک فی محاسنه   فجوهر الحسن فیه غیر منقسم

او منزہ از شریک اندر محاسن آمدہ   جوہر حسن محمد ﷺ پارہ نامد در رقم

بایزید کا قول کہ میں ہی شیث ہوں آہ۔ اس کا سد

ہاں یہ سچ ہے کہ بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ نے کہا کہ میں ہی آدم ہوں میں ہی شیث ہوں میں ہی نوح ہوں اور میں ہی ابراہیم ہوں اور میں ہی موسیٰ ہوں اور میں ہی عیسیٰ ہوں اور میں ہی محمد ہوں۔ لیکن قادیانی صاحب بایزید کا یہ قول نقل کرنا بھول گئے جو کہا کہ میں ہی خدا ہوں اور میرے جبہ میں اللہ کے سوا کچھ نہیں۔ جس کی نسبت حضرت روم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ۔

با مریدان آں فقیر محتشم — بایزید آمد کہ یزدان نک منم
گفت مستانہ عیان آں ذوفنون — لا الٰہ الا انا فاعبدون
چوں گذشت آن حال گفتندش صباح — تو چنیں گفتی ونبود آن صلاح
گفت این بار ارکنم این مشغلہ — تیغہا برمن زنید آن دم بلہ
حق منزہ از تن ومن باتنم — چون چنیں گویم بباید کشتنم
چوں وصیت کرد آں آزادہ مرد — ہر مریدے کاردے آمادہ کرد
مست گشت وباز استغراق رفت — آں وصیت باش از خاطر برفت
عشق آمد عقل اوآوارہ شد — صبح آمد شمع او بیچارہ شد
عقل خود شحنہ است چوں سلطان رسید — شحنہ بیچارہ در کنجے خزید
عقل سایہ حق بود حق آفتاب — سایہ را با آفتاب اوچہ تاب
چوں پری غالب بود برآدمی — گم شود ازمرد وصف مردمی
ہرچہ گوید آں پری گفتہ بود — زیں سرے نہ زاں سرے گفتہ بود
چوں پری را ایں دم وقانون بود — کردگاں آں پری خود چوں بود
چوں ہمائے بیخودی پرواز کرد — آں سخن را بایزید آغاز کرد

عقل او سیل تحیر در ربود — زاں قوی تر گفت کاول گفتہ بود
نیست اندر جبہ ام الا خدا — چند جوئی در زمین ودر سما
آں مریدان جملہ در ہم آمدند — تیغہا بر جسم پاکش مے زدند
ہر یکے چوں ملحداں در گرد کوہ — کارد میزد پیر خود را باستوہ
ہر کہ اندر شیخ تیغے مے خلید — بازگونہ او زتن خودے درید
وانکہ او ازخم اندر سینہ زد — سینہ اش بشگافت شد مردہ ابد
یک اثر نے بر تن آں ذوفنون — واں مریدان خستہ غرقاب خون
روز گشت وآن مریدان کاستہ — نوحہ ہا ازجان شان برخاستہ
پیش او آمد ہزاراں مرد وزن — کائے دو عالم درج در یک پیرہن
این تن تو گرتن مردم بدے — چون تن مردم زخنجر گم شدے
باخودے بابیخودے دوچار زد — باخود اندر دیدۂ خود خار زد
اے زدہ بر بیخوداں توذوالفقار — برتن خود میزنی آں ہوشدار
زانکہ بیخود فانی است وایمن است — تابد در ایمنی اوساکن است
نقش اوفانی واوشد آئینہ — غیر نقش روئے غیراں جائے نہ
گرکنی تف سوئے روی خود کنی — ورزنی برآئینہ برخود زنی
ور بہ بینی روئے زشت آنہم توئی — ور بہ بینی عیسیٰ مریم توئی
اونہ این است ونہ آں اوساد ہ است — نقش تو در پیش تو بنہادہ است

گر جائے غور ہے کہ قادیانی صاحب کی طرح بایزید کی مثل بزرگواروں نے کبھی مثیل ہونے کا دعویٰ نہ کیا اور سرّ اس میں یہ ہے کہ ان کو ہر ایک مرتبہ کی فنا وبقا کے وقت اپنی ہستی نظر انداز ہوتی رہی اور باآواز بلند پکارا اٹھے کہ۔

خواجہ مگو کہ من منم من نہ منم نہ من منم   جان من اوست در تنم من نہ منم نہ من منم
فاش و نہاں اومنم گنج رواں اومنم   گوہر کان اومنم من نہ منم نہ من منم

حضرت جنید بایزید کی نسبت لکھتے ہیں کہ جرت علیه اوقات الغفلة ثم صح یعنی یہ کلمات ان سے حالت سکر اور غلبۂ فنا و بقا میں نکل گئے اور اس کے بعد ہوشیار ہوتے ہی توبہ کرتے رہے۔ یہی بایزید ہیں جنہوں نے عیسوی المشرب ہونے سے ایک چیونٹی مار کر اس میں جان ڈال دی اور دم عیسوی ان میں آ گیا۔ مگر قادیانی صاحب نے تو اس دم عیسوی کا ہی انکار کر دیا۔ اور بہت بڑا فرق ہے غیریت کے اثبات اور غیریت کی نفی میں۔ اور محبوب کا محبوب اگرچہ محبوب ہی ہے لیکن دونوں محبوب باہم مثیل نہیں ہو سکتے۔

۲..... سورۂ بقرہ

۱..... فاخذتکم الصّعقة وانتم تنظرونo ثم بعثنکم من بعد موتکم لعلکم تشکرونo

۲..... واذ قتلتم نفسا فادّرءتم فیها واللّٰه مخرج ما کنتم تکتمونo فقلنا اضربوه ببعضها کذلک یحی اللّٰه الموتٰی ویریکم ایاته لعلکم تعقلونo

۳..... الم تر الی الذین خرجوا من دیارهم وهم الوف حذرالموت فقال لهم اللّٰه موتوا ثم احیاهم ان اللّٰه لذو فضل علی الناس ولکن اکثر الناس لایشکرونo

۴..... او کالذی مرّ علی قریة وهی خاویة علی عروشها قال انّٰی یحی هذه اللّٰه بعد موتها فاماته اللّٰه مائة عام ثم بعثه.

قادیانی صاحب ان چاروں آیتوں کی تفسیر الہامی میں جو ازالۃ الاوہام کے متعدد صفحات میں مذکور ہے۔ فرماتے ہیں کہ یہاں موت سے حقیقی موت مقصود نہیں ہے بلکہ نیند

مراد ہے جو موت کی بہن ہے اور اسی طرح حیات سے مراد حقیقی حیات نہیں کیونکہ وعدہ خدا اسی طرح ہے کہ اس دنیا میں دو موتیں ایک شخص پر وارد ہونا ممنوع ہیں۔ حالانکہ قادیانی صاحب کا یہ دعویٰ بالکل غلط ہے کہ اس دنیا میں دو موتیں ہونا ممنوع ہیں۔ بھلا خدا کی قدرت کاملہ کے لئے کون چیز مانع ہے جبکہ وہ اپنی عجائب قدرت کی ایک نشانی کا اظہار فرمائے جو بعث بعد الموت پر ایمان لانے کے لئے موجب اطمینان ہو۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ پہلی آیت میں ارشاد فرماتا ہے۔ کہ تم کو تمہارے مرنے کے بعد اس لئے اٹھایا تاکہ تم شکر گذاری کرو۔ اور دوسری آیت میں وجہ احیاء یہ فرماتا ہے۔ تاکہ تم اللہ کی نشانیوں کو دیکھ کر ان کو جانو۔ اور تیسری آیت میں اپنے ایک فضل کا اظہار فرمایا جو ہزاروں کو بعد موت دعائے حزقیل نبی زندہ فرمایا۔ تاکہ وہ شکر گذاری کریں اور چوتھی آیت میں حضرت عزیر کے استعجاب اور بعید از عادت اللہ ہونے کا دفعیہ فرمایا کہ وہ خدا قادر ہے کہ مار کر جلائے اور کوئی شے اس کی اس عادت اور قدرت کے لئے مانع نہیں۔ پس ان آیات میں طرز سیاق و سباق کوئی قرینہ نہیں ہے کہ جو موت اور حیات کے لفظ کو اپنے حقیقی معنی سے پھیرے بلکہ جملہ قرائن حقیقی معنی کیلئے مؤکد ہیں۔

۳..... سورۂ آلِ عمران

۱..... یکلم الناس فی المهد وکهلا ومن الصالحینo

یہاں قادیانی صاحب کی بحث لفظ کہل میں ہے۔ چنانچہ کہل کے معنی علیم کرکے لکھتے ہیں کہ اس آیت مبارک میں عیسیٰ علیہ السلام زمانہ کہولت تک عمر پانے کے لئے مبشر نہیں ہیں بلکہ وہ زمانہ کہولت سے قبل مر گئے۔ اور ہم اس کی تردید قبل ازیں دعویٰ اول کے طریق دوم میں لکھ چکے ہیں۔

۲..... قالت رب انّٰی یکون لی ولد ولم یمسسنی بشر قال کذلک اللّٰه

يخلق مايشاء اذا قضى امرا فانما يقول له كن فيكون٥

اس میں کوئی دلیل نہیں کہ عیسیٰ بن باپ پیدا ہوئے بلکہ وہ یوسف نجار کے فرزند ہیں اور بغیر مس بشر کسی لڑکے کا پیدا ہونا قانون قدرت سے باہر ہے۔

۳..... انی اخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر فانفخ فیہ فیکون طیرا باذن اللہ وابرئ الاکمہ والابرص واحی الموتیٰ باذن اللہ۔

یہ اعتقاد بالکل غلط اور فاسد اور مشرکانہ خیال ہے کہ مسیح مٹی کے پرندے بنا کر ان میں پھونک مار کر سچ مچ کے جانور بنا دیتا تھا بلکہ یہ ایک قسم کا عمل الترب تھا۔ اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو امید قوی رکھتا تھا کہ ان اعجوبہ نمائیوں میں ابن مریم سے یہ عاجز کم نہ تھا۔

۴..... انی متوفیک ورافعک الیّ۔

یہاں توفی کا معنی حقیقی موت ہے اور رفع سے مراد رفع روح بعد الموت ہے۔ جو کوئی کہ توفی کا معنی یہاں خلاف موت کرتا ہے وہ کافروں میں سے اور منکروں میں سے ہے۔

۴..... سورۂ نساء

۱..... وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لھم۔

عیسیٰ اگرچہ صلیب پر چڑھائے گئے لیکن صلیبی موت ان پر وارد نہ ہوئی اور وہ زخم صلیب سے کئی دن تک بیمار رہے۔ لیکن مرہم عیسیٰ جو الہامی مرہم ہے لگانے سے اچھے ہو گئے اور سیاحت کرتے ہوئے سری نگر میں آکر فوت ہو گئے۔

۲..... وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ۔

یعنی ہر اہل کتاب اپنے مرنے کے قبل مسیح علیہ السلام کی طبعی موت کے ساتھ مرنے پر ایمان لے آتا ہے اور ان کو یقینی طور پر اس بات کا علم نہیں ہے کہ مسیح پھانسی دیا گیا بلکہ یقینی امر یہ ہے کہ وہ فوت ہو گیا اور اپنی طبعی موت سے مرا اور خدا نے اس کو اپنی طرف اٹھالیا۔

۵..... سورۂ مائدہ

۱..... واذقال اللہ یاعیسیٰ ابن مریم......... اور فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم۔

یہ عیسیٰ علیہ السلام کا اپنا اقرار ہے کہ اے خدا جب تو نے مجھے مار دیا تو تو ہی ان پر نگہبان تھا اور یہاں صریحاً توفی کا معنی موت ہے۔ اور دلیل اس پر کلمہ اذ ہے جو خاص زمانہ گذشتہ پر دلالت کرتا ہے۔ اور وہ کاذبین میں سے ہے جو ماضی کو یہاں بمعنی استقبال کہے اور یہ صریح ظلم ہے۔ (حالانکہ خود خدا اس کے بعد فرماتا ہے کہ یہ واقعہ قیامت کے دن کا ہے اور امام بخاری اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اذ حرف صلہ ہے اور قال بمعنی یقول ہے۔ یعنی زمانہ گذشتہ کی گفتگو نہیں بلکہ آئندہ زمانہ استقبال میں اس کا وقوع ہوگا۔ پس بقول قادیانی صاحب امام بخاری بھی کاذب ٹھہرے۔

۶..... سورۂ انعام

۱..... یتوفکم باللیل ویعلم ماجرحتم بالنھار۔

باوجودیکہ یہ آیت مبارک توفی کے معنی حقیقۃً نیند کے ہونا فرمارہی ہے۔ (لیکن قادیانی صاحب نے یہاں بھی توفی کے معنی موت ہی قرار دیئے ہیں)

۷..... سورۂ توبہ

۱..... ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ۔

یہ آیت مبارکہ درحقیقت حضرت مسیح کے زمانہ سے متعلق ہے اور وہ غلبۂ کاملہ جو موعود ہے وہ درحقیقت حضرت مسیح کے ہاتھوں سے ہونا ہی مقدر ہے۔ لیکن اس تفسیر الہامی کے بعد کئی برس کے اب مجھ پر منکشف ہوا ہے کہ حضرت مسیح تو مر چکے ہیں سو آنے والا مسیح جس کے ہاتھوں سے یہ غلبہ ہونے والا ہے وہ خود قادیانی مسیح ہے جس میں حضرت مسیح بروز کر آئے ہیں۔

٨......سورۂ مریم

١......یا زکریا انا نبشرک بغلام اسمہ یحییٰ لم نجعل لہ من قبل سمیا.

یعنی یحییٰ سے پہلے ہم نے کوئی مثیل اس کا دنیا میں نہیں بھیجا جس کو باعتبار ان صفات کے یحییٰ کہا جائے اور یحییٰ کے تولد سے انجیل میں یہ فیصلہ دیا گیا ہے کہ ادریس جو بائبل میں یوحنا یا ایلیا کے نام سے پکارے گئے ہیں ان کا نزول ہوگیا۔

٢......واذکر فی الکتاب ادریس انہ کان صدیقا نبیا ورفعناہ مکانا علیا.

یہاں رفعت درجہ مراد ہے نہ حضرت ادریس آسمان پر اٹھائے گئے۔ اور یہی یوحنا یا ایلیا ہے جس کا نزول یحییٰ کے تولد سے ہوگیا اور یہی بروز سنت اللہ کے مطابق ہے اور اسی طرح عیسیٰ کا نزول قادیانی کے تولد سے ہوگیا۔

٩......سورۂ طٰہٰ

١......منہا خلقناکم وفیہا نعیدکم ومنہا نخرجکم تارۃ اخریٰ.

پس اسے ظاہر ہے کہ زمین زادہ زمین میں ہی دفن ہوتا ہے۔ پس محال ہے کہ ادریس نبی آسمانوں میں مرے۔

١٠......سورۂ انبیاء

١......وذاالنون اذ ذہب مغاضبا.

یعنی خدا نے یونس نبی پر یہ وحی نازل کی کہ فلاں تاریخ میں عذاب نازل کروں گا سو ان لوگوں نے خدا کی طرف تضرع کی اور رجوع کیا سو خدا نے ان کو معاف کر دیا اور کسی دوسرے وقت عذاب ڈال دیا۔ تب یونس کہنے لگا کہ اب میں کذاب کہلا کر اپنی قوم کی طرف واپس نہیں جاؤں گا اور دوسری راہ لی اور اسی سنت اللہ کے موافق جو قوم یونس نبی کے لئے وعید کی میعاد میں تخلف ہوگیا خود قادیانی صاحب کی پیشین گوئی بھی داماد احمد بیگ کی نسبت خلاف ہوگئی اور اس کی میعاد گذر چکی۔

٢......وما جعلنا لبشر من قبلک الخلد.

یعنی نبی ﷺ سے پہلے کوئی آدمی ہمیشہ کے لئے زندہ نہیں رہا۔ گویا یہ آیت حضرت ادریس اور حضرت عیسیٰ اور حضرت خضر وغیرہ کی موت پر قطعی الدلالت ہے۔

٣......وحرام علی قریۃ اہلکنہا انہم لا یرجعون.

یعنی خدا قسم کر کے کہتا ہے کہ جو مر جائے پھر وہ دوبارہ قبل از روز قیامت زندہ نہیں کیا جا سکتا۔

١١......سورۂ حج

١......وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی الا اذا تمنی القی الشیطان فی امنیتہ فینسخ اللہ ما یلقی الشیطان ثم یحکم اللہ ایاتہ.

یعنی شیطانی دخل کبھی انبیاء اور رسولوں کی وحی میں بھی ہو جاتا ہے اور اس کی سند میں تورات کا ایک قصہ لکھا ہے کہ ایک بادشاہ کے وقت چار سو نبی نے اس کی فتح کی پیشین گوئی کی اور وہ جھوٹے نکلے بوجہ اس کے کہ دراصل وہ الہام ایک ناپاک روح کی طرف سے تھا، نوری فرشتہ کی طرف سے نہیں تھا اور ان نبیوں نے دھوکا کھا کر ربانی سمجھ لیا تھا۔

١٢......سورۂ مؤمنون

١......وانزلنا من السماء ماء بقدر فاسکناہ فی الارض وانا علی ذہاب بہ لقادرون.

ماء سے مراد قرآن ہے جو زمانہ غدر میں آسمانوں پر اٹھایا گیا اور جو بحساب جمل اناعلی ذہاب بہ لقادرون کے حروف سے (۱۲۷۴ھ، ۱۸۵۷ء) مستنبط ہے لیکن دوبارہ قرآن کو زمین پر لانے والا ایک مرد فارسی الاصل ہوگا جو قادیانی ہے۔

١٣......سورۂ نور

١......وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنہم فی الارض کما استخلف الذین من قبلہم.

وہ موعود جس کے زمانہ میں دین کی تمکنت ہوگی اور زمین میں خلیفۃ اللہ ہوگا وہ سنت اللہ کے مطابق قادیانی ہے جس کو خلیفۃ اللہ ہونے کا الہام بھی ہو چکا ہے۔

۱۴......سورۂ فرقان

۱......وما ارسلنا قبلک من المرسلین الا انھم لیاکلون الطعام ویمشون فی الاسواق.

اگر عیسیٰ زندہ آسمانوں پر ہے تو ضرور وہ طعام کھاتا پیتا ہوگا اور نیز اس کے جمیع لوازمات اور ضروریات کا محتاج ہوگا۔

۱۵......سورۂ نمل

۱......انک لا تسمع الموتی ولا تسمع الصم الدعاء اذا ولوا مدبرین.

نبی کریم ﷺ مُردوں کو سنا نہیں سکتا اور پھر انکی حیات تو کجا۔ (حالانکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے۔ والذی نفسی بیدہ ما انتم باسمع منھم ولکنھم لایطیقون ان یجیبوا یعنی خدا کی قسم وہ سب سے زیادہ سنتے ہیں لیکن جواب دینے کی ان میں طاقت نہیں)

۲......واذا وقع القول علیھم اخرجنا لھم دابۃ من الارض تکلمھم ان الناس کانوا بایاتنا لا یوقنون.

یہاں دابۃ الارض سے مراد ایک مرد کامل ہے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں ہی دابۃ الارض ہوں۔

۱۶......سورۂ زمر

۱......اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا.

یہاں بھی توفی کا حقیقی معنی موت ہی ہے۔

۱۷......سورۂ زخرف

۱......وانہ لعلم للساعۃ فلا تمترن بھا.

یہاں عیسیٰ کا نزول علامت قیامت نہیں بلکہ قرآن کریم مراد ہے۔

۱۸......سورۂ دخان

۱......فارتقب یوم تاتی السماء بدخان مبین یغشی الناس.

یہاں دخان حقیقی مراد نہیں بلکہ دخان ظلمت وتاریکی بدعت وکفر ہے جو لوگوں کے دلوں کو چھپا لیا ہے اور قادیانی اس کے منور کرنے کے لئے آیا ہے۔

۲......لایذوقون فیھا الموت الا الموتۃ الاولی.

موت اولیٰ کے سوائے کوئی دوسری موت نہیں آسکتی۔ لہٰذا کسی کی کرامت یا معجزہ سے کوئی مردہ بعد موت جنت میں داخل ہوگیا ہے بھلا جنت کو چھوڑ کر پھر قید عنصری میں کیوں آنے لگا؟

۱۹......سورۂ صف

۱......مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد.

آنے والا احمد جو اپنے اندر حقیقت عیسوی رکھتا ہے وہ یہی قادیانی ہے۔

۲۰......سورۂ مزمل

۱......انا ارسلنا الیکم رسولا شاھدا علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا.

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ ہمارے محمد ﷺ حضرت موسیٰ کے مثیل ہیں لیکن قادیانی عیسیٰ کا بلکہ جمیع انبیاء کا مثیل ہے وہ اتنے ہی فاصلہ سے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے بعد آیا جتنے فاصلے سے موسیٰ کے بعد عیسیٰ نبی اللہ آیا۔

۲۱......سورۂ زلزال

۱......اذا زلزلت الارض زلزالھا واخرجت الارض اثقالھا و قال الانسان

مالها یومئذ تحدث اخبارها بان ربک اوحی لها یومئذ یصدر الناس اشتاتا
لیروا اعمالهم فمن یعمل مثقال ذرة خیرا یره ومن یعمل مثقال ذرة شرا یره۔

اس سورہ کی تفسیر قادیانی صاحب اس طرح لکھتے ہیں۔ کہ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ہر نبی کے نزول کے وقت ایک لیلۃ القدر ہوتی ہے جس میں وہ نبی اور وہ کتاب جو اس کو دی گئی ہے آسمان سے نازل ہوتی ہے اور فرشتے آسمان سے اترتے ہیں لیکن سب سے بڑی لیلۃ القدر وہ ہے جو ہمارے نبی ﷺ کو عطا کی گئی ہے درحقیقت اسی لیلۃ القدر کا دامن آنحضرت ﷺ کے زمانے سے قیامت تک پھیلا ہوا ہے۔ اور جو کچھ کہ انسانوں میں دلی اور دماغی قویٰ کی جنبش آنحضرت کے زمانہ سے آج تک ہو رہی ہے وہ لیلۃ القدر کی تاثیر ہے۔ اور جس زمانہ میں کہ آنحضرت کا کوئی نائب دنیا میں پیدا ہوتا ہے تو یہ تحریکیں ایک بڑی تیزی سے اپنا کام کرتی ہیں۔ سو درحقیقت اسی معنی کو سورۂ زلزال میں مفصل طور پر بیان کیا گیا ہے۔ یعنی جب آخری زمانہ میں خداتعالیٰ کی طرف سے کوئی عظیم الشان مصلح آئے گا اور فرشتے نازل ہوں گے تو اس کا یہ نشان ہے کہ زمین جہاں تک اس کا ہلانا ممکن ہے ہلائی جائے گی یعنی طبیعتوں اور دلوں اور دماغوں کی غایت درجہ پر جنبش دی جائے گی اور خیالات عقلی اور فکری اور حسی اور بہیمی پورے پورے جوش کے ساتھ حرکت میں آجائیں گے اور زمین اپنے تمام بوجھوں کو باہر نکال دے گی یعنی انسانوں کے دل اپنی تمام استعدادات مخفیہ کو منصۂ ظہور میں لائے گی اور جو کچھ ان کے اندر علوم وفنون کا ذخیرہ ہے یا جو کچھ عمدہ عمدہ دلی ودماغی طاقتیں ولیاقتیں ان میں مخفی ہیں سب کی سب ظاہر ہوجائیں گی اور انسانی قوتوں کا آخری نچوڑ نکل آئے گا۔ اور جو جو ملکات انسان کے اندر ہیں یا جو جذبات ان کی فطرت میں مودع ہیں وہ تمام ممکن قوت سے حیز فعل میں آجائیں گے اور تمام دقائق وخزائن علوم مخفیہ کے انسان فتحیاب ہوجائے گا اور فرشتے جو اس لیلۃ القدر میں مرد مصلح کے ساتھ آسمان سے

اتریں گے ہر ایک شخص پر اس کی استعداد کے موافق خارق عادت اثر ڈالیں گے یعنی نیک لوگ نیک خیال میں ترقی کریں گے اور جن کی نگاہیں دنیا تک محدود ہیں وہ ان فرشتوں کی تحریک سے دنیوی عقلوں اور معاشرت کی تدبیروں میں وہ ید بیضا دکھائیں گے کہ ایک مرد عارف متحیر ہوکر اپنے دل میں کہے گا کہ یہ عقلی اور فکری طاقتیں ان لوگوں کو کہاں سے ملیں؟ تب اس روز ہر ایک استعداد انسانی بزبان حال باتیں کرے گی۔ کہ یہ اعلیٰ درجہ کی طاقتیں میری طرف سے نہیں بلکہ خداتعالیٰ کی طرف سے یہ ایک وحی ہے جو ہر ایک استعداد پر بحسب اس کی حالت کے اتر رہی ہے۔ یعنی صاف نظر آئے گا کہ جو کچھ انسانوں کے دل ودماغ کام کر رہے ہیں یہ ان کی طرف سے نہیں بلکہ ایک غیبی تحریک ہے کہ ان سے یہ کام کرا رہی ہے۔ سو اس دن ہر ایک قسم کی قوتیں جوش میں دکھائی دیں گی۔ دنیا پرستوں کی قوتیں جوش میں آکر اگرچہ بباعث نقصان استعداد سچائی کی طرف رخ نہیں کریں گے۔ لیکن ایک قسم کا ابال ان میں پیدا ہوکر اپنی معاشرت کے طریقوں میں عجیب قسم کی تدبیریں اور صنعتیں اور کلیں ایجاد کرلیں گے۔ اور نیکوں کی قوتوں میں خارق عادت طور پر الہامات اور مکاشفات کا چشمہ صاف صاف طور پر بہتا نظر آئے گا اور یہ بات شاذ ونادر ہوگی کہ مؤمن کی خواب جھوٹی نکلے۔ تب انسانی قویٰ کے ظہور وبروز کا دائرہ پورا ہوجائے گا۔ تب خداتعالیٰ کے فرشتے ان تمام راستبازوں کو جو زمین کے چاروں طرفوں میں پوشیدہ طور پر زندگی بسر کرتے تھے ایک گروہ کی طرح اکٹھا کریں گے اور دنیا پرستوں کا بھی کھلا کھلا ایک گروہ نظر آئے گا۔ تا ہر ایک گروہ اپنی کوششوں کے ثمرات دیکھ لیں تب آخر ہوجائے گی۔ یہ آخری لیلۃ القدر کا نشان ہے جس کی بنا ابھی سے ڈالی گئی ہے جس کی تکمیل کے لئے سب سے پہلے خداتعالیٰ نے اس عاجز کو بھیجا ہے اور مجھے مخاطب کرکے فرمایا کہ انت اشد مناسبة بعیسٰی ابن مریم واشبه الناس به خلقا وخلقا وزمانا. اور حضرت عیسیٰ نے اپنے

اترنے کے لئے جو زمانہ انجیل میں بیان فرمایا ہے یعنی یہ کہ وہ حضرت نوح کے زمانہ کی طرح امن اور آرام کا زمانہ ہوگا۔ درحقیقت وہ یہی زمانہ ہے جس میں علوم وفنون کی ترقیات ہورہی ہیں اور جس میں غایت درجہ کا امن ہے کہ لڑائیاں اور فساد اور خوف جان نہیں۔ ہمارے علماء نے جو ظاہری طور پر اس سورہ کی تفسیر کی ہے کہ درحقیقت زمین کو آخری دنوں میں سخت زلزلہ آئے گا اور جو زمین کے اندر چیزیں ہیں وہ سب باہر آجائیں گی اور کافر لوگ زمین کو پوچھیں گے کہ تجھے کیا ہوا اور زمین باتیں کرے گی اور اپنا حال بتائے گی۔ یہ سراسر غلط تفسیر ہے۔ ہر عقل سلیم سوچ سکتی ہے کہ ایسے بڑے زلزلہ کے وقت کافر لوگ کہاں زندہ رہیں گے، جو زمین سے استفسار کریں گے بلکہ اس جگہ زمین سے مراد زمین کے رہنے والے ہیں۔ (انتہی ازالۃ الاوہام صفحہ ۱۳۲)

یہ قادیانی صاحب کی الہامی تفسیر ہے جو ہم نے بطور نمونہ مختصر الفاظ میں بیان کی ہے اور معنی میں سرمو تفاوت نہیں۔ اور چونکہ فی الجملہ ان کے ہر ایک استدلال کی تردید ہمارے رسالہ میں ہوچکی ہے اس لئے ضرور نہیں کہ یہاں بھی ان کے جوابات لکھے جائیں۔ اور جو جو تاویلات کہ انہوں نے اپنے الہام سے کی ہیں ان کا جواب ان کے طور کے مطابق ہم انگریزی مقولہ سے دیتے ہیں۔ جو کہا گیا ہے کہ ''شیطان بھی بائبل ہی سے اپنے دعوٰی کا ثبوت پیش کیا کرتا ہے''۔ والسلام۔

محمد حیدر اللہ خان دُرّانی نقشبندی مجددی

''تقریظ جلیل''

حضرت علامہ مولانا الحاج محمد انوار اللہ فاروقی

(بانی جامعہ نظامیہ حیدر آباد دکن)

میں نے متفرق مقامات اس کتاب لاجواب کے دیکھے۔ جس سے یقین کرتا ہوں کہ اہل انصاف جب اس کو دیکھیں گے مذہب قادیانی ان کی نظروں میں بالکل بے وقعت ہوجائے گا۔ حق تعالیٰ اس کے مصنف ادام اللہ فیوضہ کو جزائے خیر دارین میں عطا فرمائے۔ آمین۔

محمد انوار اللہ

استاد حضور پرنور ہز ہائینس

نظام الملک آصف جاہ بہادر

والی ریاست حیدر آباد دکن

حالات زندگی

خاندانی پس منظر: خلافتِ راشدہ اور اس کے بعد کے ادوار میں اسلام کے آفاقی پیغام کو کائنات ارضی کی وسعتوں میں پھیلانے کیلئے دیگر بزرگوں کی طرح حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی آل مبارک بھی دنیا کے مختلف ممالک میں پہنچی۔ آپ کی نسل پاک میں سے کچھ لوگ روس کے شہروں سمرقند، بخارا اور خجند میں بھی آ کر آباد ہوئے۔ آپ کی اولاد میں سولہویں صدی عیسوی میں خجند میں حضرت صوفی حمید الدین صدیقی خجندی ایک ممتاز مبلغ اسلام گزرے ہیں۔ آپ کی شہرت دور تک پھیلی ہوئی تھی یہاں تک کہ مغل فاتح ظہیر الدین بابر بھی آپ کے شاگردوں میں شمار ہوتا تھا۔ جس وقت ظہیر الدین بابر نے ہندوستان پر حملہ کا ارادہ کیا تو اس نے دیگر علماء و مشائخ کے ساتھ آپ کو بھی ہندوستان چلنے کی دعوت دی جو آپ نے قبول کر لی۔ اس طرح ہندوستان میں اس صدیقی خاندان کی آبادکاری کا سلسلہ شروع ہوا۔

انیسویں صدی ہجری میں صوفی حمید الدین صدیقی خجندی کی نسل میں سے میرٹھ میں دو بھائیوں ''علامہ عبدالحکیم جوش میرٹھی'' اور ''مولوی اسمٰعیل میرٹھی'' نے بڑی شہرت پائی۔ علامہ عبدالحکیم (پ: ۱۸۰۸ء، م: ۱۸۹۸ء) اپنے زمانے کے درویش صفت ممتاز عالمِ دین اور شہرت یافتہ نعت گو شاعر تھے۔ کلام میں 'جوش' تخلص استعمال فرماتے تھے۔ آپ نے طویل عرصہ تک میرٹھ کی شاہی مسجد میں امامت کا فریضہ انجام دیا اور رشد و ہدایت کا پیغام عام کیا۔ آپ کی نعت کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

خوش نصیب ایسی عطا ہوں میری مولیٰ آنکھیں
دیکھیں جی بھر کے جمالِ شہہ بطحہ آنکھیں

ہوں مشرف جو زیارت سے رُخِ انور کی
ایسی دے اپنی عنایت سے خدایا آنکھیں

آرزوئے درِ احمد میں جو بیتاب ہے جوش
شوق سے دیکھتی ہیں سوئے مدینہ آنکھیں

اور مولوی اسمٰعیل میرٹھی (م: ۱۹۱۷ء) نے فقط اردو شعر و ادب کی خدمت کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا۔ مولوی اسمٰعیل میرٹھی کی کئی تحریریں اور نظمیں آج بھی خصوصاً پاکستان میں داخلِ نصاب ہیں اور میرٹھ میں ان کے نام سے آج بھی سرکاری سطح پر "اسمٰعیل گرلز کالج" قائم ہے۔

۱۸۵۷ء میں جب انگریزوں نے ہندوستان پر قبضہ کیا تو علامہ عبد الحکیم جوش میرٹھی جنگِ آزادی کے مجاہدین میں شامل تھے اور اسمٰعیل میرٹھی سرسید کی تحریک کے ہمنوا اور ان کے قریبی ساتھی شمار ہوتے تھے۔

پیدائش: علامہ عبد الحکیم کو اللہ تعالیٰ نے کئی فرزند عطا فرمائے اور وہ سب اسلام کے عظیم سپوت ثابت ہوئے۔ ان میں سب سے آخری فرزند مبلغِ اسلام اور عظیم مفکر حضرت علامہ مولانا شاہ محمد عبد العلیم صدیقی میرٹھی تھے۔ آپ کی پیدائش ۱۵؍ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ مطابق ۳؍ اپریل ۱۸۹۲ء کو میرٹھ (یوپی، ہند) میں ہوئی۔ آپ کا سلسلۂ نسب اپنے والد کی طرف سے ۳۸ ویں پشت میں خلیفۂ اول، یارِ غارِ مصطفیٰ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مل جاتا ہے۔

تعلیم و تربیت: آپ بچپن ہی سے نہایت ذہین و محنتی تھے۔ عربی، فارسی، اردو اور دینی ابتدائی تعلیم گھر پر ہی اپنے والد ماجد سے حاصل کی۔ چار سال دس ماہ کی عمر میں قرآن

پاک ناظرہ پڑھ لیا۔ نو سال کی عمر میں جامع مسجد میرٹھ میں پہلی تقریر کی۔ بعد ازاں "دار العلوم عربیہ قومیہ میرٹھ" میں داخل ہوئے اور ۱۹۰۸ء میں سولہ سال کی عمر میں امتیازی حیثیت سے درسِ نظامی کی سند حاصل کی۔ ۱۹۱۳ء میں "اناوہ ہائی اسکول" سے میٹرک پاس کیا۔ پھر "ڈویژنل کالج میرٹھ" سے وابستہ ہوگئے اور ۱۹۱۷ء میں پچیس سال کی عمر میں امتیازی حیثیت سے بی۔ اے کی ڈگری حاصل کی۔ آپ نے قانون کی کتابوں کا بھی مطالعہ کیا۔ میرٹھ کے مشہور حکیم احتشام الدین کی صحبت میں بھی رہے اور ان سے فنِ طب میں کمال حاصل کیا۔ آپ نعت گو شاعر بھی تھے۔ اردو، عربی، فارسی کے علاوہ انگریزی، جاپانی، چینی اور دیگر آٹھ زبانوں پر مکمل عبور حاصل تھا۔

بیعت و خلافت: اپنے برادرِ بزرگ، خلیفۂ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد مختار صدیقی (م: ۱۹۳۸ء) رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے۔ اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنت مولانا شاہ احمد رضا خان (م: ۱۹۲۱ء) رحمۃ اللہ علیہ سے خلافت و اجازت حاصل ہوئی اور انہی کے ایماء و ارشاد پر اپنی زندگی تبلیغِ دین اور خدمتِ اسلام کیلئے وقف کردی اور اپنے نجی خرچ پر پیغامِ اسلام دنیا کے کونے کونے میں پہنچایا۔ ان کے علاوہ حضرت پیر سید علی حسین محدث کچھوچھوی، حضرت مولانا عبد الباری فرنگی محلی (م: ۱۹۲۵ء)، شیخ احمد الشمس مراکشی مغربی (مقیم مدینہ منورہ) اور لیبیا کے صوفی بزرگ شیخ السنوسی علیہم الرحمۃ سے بھی روحانی فیوض و برکات حاصل کیے۔

امامِ اہلسنت و مجدد اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن آپ کو بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے، اپنے تلامذہ و خلفاء کا ذکر کرتے ہوئے اپنے اشعار میں فرماتے ہیں۔

عبد علیم کے علم کو سن کر جہل کی بہل بھگاتے یہ ہیں

حضرت شاہ عبدالعلیم صدیقی علیہ الرحمۃ کو سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ سے کمال عقیدت تھی۔ ۱۹۱۹ء میں جب پہلی مرتبہ حج بیت اللہ شریف کی سعادت حاصل ہوئی تو حرمین طیبین کی زیارت سے واپسی پر آپ نے ایک طویل قصیدہ مدحیہ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں پیش کیا، جس میں سے چند اشعار درج ذیل ہیں۔

تمہاری شان میں جو کچھ کہوں اس سے سوا تم ہو
قسیمِ جامِ عرفاں اے شہِ احمد رضا تم ہو

غریقِ بحرِ الفت، مستِ جامِ بادۂ وحدت
محبِ خاص، منظورِ حبیبِ کبریاء تم ہو

جو مرکز ہے شریعت کا مدار اہلِ طریقت کا
جو محور ہے حقیقت کا وہ قطب الاولیاء تم ہو

عرب میں جا کے ان آنکھوں نے دیکھا جس کی صورت کو
عجم کے واسطے لاریب وہ قبلہ نما تم ہو

تمہیں پھیلا رہے ہو علمِ حق اکناف عالَم کو
امامِ اہلسنت نائبِ غوث الوریٰ تم ہو

علیم خستہ اک ادنیٰ گدا ہے آستانہ کا
کرم فرمانے والے حال پر اس کے شہا تم ہو

جب یہ اشعار سنا چکے تو امام اہلسنت نے اپنی قیمتی عمامہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ ''مولانا! آپ کی خدمت میں کیا پیش کروں؟ آپ اس دیارِ پاک سے تشریف لا رہے ہیں، یہ عمامہ تو آپ کے قدموں کے بھی لائق نہیں، البتہ میرے کپڑوں

میں سب سے بیش قیمت ایک جبہ ہے، وہ حاضر کئے دیتا ہوں۔''

تبلیغی خدمات: حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی شعلہ بیان خطیب، بلند پایہ ادیب اور عظیم مفکرِ اسلام تھے۔ جب آپ اپنی نغمہ ریز آواز میں دلائل و براہین سے اسلام کی حقانیت بیان کرتے تو حاضرین پر سکوت چھا جاتا اور بڑے بڑے سائنسدان، فلاسفر اور دہریہ قسم کے لوگ آپ کے دستِ اقدس پر حلقہ بگوشِ اسلام ہو جاتے۔ آپ تقریباً دنیا کی ہر زبان میں اس روانی سے تقریر کرتے تھے کہ خود اہلِ لسان ورطۂ حیرت میں رہ جاتے۔ آپ نے پوری قوت اور بیباکی سے دینِ فطرت اسلام کا پیغام دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچایا جس کے نتیجے میں پچاس ہزار سے زائد غیر مسلم آپ کے ہاتھوں مشرف بہ اسلام ہوئے۔

۱۷ اپریل ۱۹۳۵ء کو جنوبی افریقہ میں مشہور انگریز مفکر جارج برناڈ شا سے ''اسلام اور عیسائیت'' کے موضوع پر گفتگو ہوئی۔ دورانِ گفتگو برناڈ شا پر آپ کی شخصیت کا رعب چھایا رہا اور اس نے قرآن پاک کی حقانیت کا اعتراف کیا۔ اس نے اقرار کیا کہ آئندہ سو سال بعد دنیا کا مذہب صرف اسلام ہی ہوگا۔ برناڈ شا نے آخر میں کہا کہ ''مجھے افسوس ہے کہ مجھے زیادہ دیر تک آپ سے گفتگو کا موقع نہ ملا۔''

آپ کی تبلیغی کوششوں سے جن مشہور شخصیات نے اسلام قبول کیا، ان میں بورنیو کی شہزادی گلیڈی، پائمر ٹرینی ڈاڈ کی خاتون وزیر میورئل ڈوناوا، ماریشس کے فرانسیسی گورنر مروریٹ لفرنج، روسی سائنسدان جارج اینٹونوف، سنگاپور کے ایس این ڈٹ وغیرہ ہیں۔ یہ وہ ناقابلِ فراموش کارنامہ ہے، جو آبِ زر سے لکھے جانے کے قابل ہے۔

۱۹۵۱ء میں آپ نے پوری دنیا کا تبلیغی دورہ کیا، جس میں قابلِ ذکر ممالک امریکہ، برطانیہ، کینیڈا، فرانس، اٹلی، سعودی عرب، انڈونیشیا، فلپائن، سنگاپور، ملائشیا، تھائی لینڈ اور سیلون تھے۔ اس کے علاوہ ماریشس، ری یونین، جنوبی افریقہ، نیروبی، یوگنڈا، زنجبار،

مڈغاسکر، جنوبی و مشرقی افریقہ کی نوآبادیات، برٹش گیانا، چین، جاپان، عراق، اردن، فلسطین، شام اور مصر کے متعدد تبلیغی دورے کئے۔ تمام مذاہب کے لوگوں کو دعوت اسلام دی اور تقریباً ہر زبان میں اسلام کا لٹریچر شائع کیا۔

کارھائے نمایاں: تبلیغی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ دنیا کے گوشے گوشے میں آپ نے مساجد، مکتب، کتب خانے، ہسپتال، یتیم خانے اور تبلیغی مراکز قائم کئے۔ آپ کی نگرانی میں تقریباً تمام مذکورہ ممالک میں مساجد تعمیر کروائی گئیں۔ ایک اندازے کے مطابق ان کی تعداد ایک سو بیس (۱۲۰) ہے۔ ان میں مندرجہ ذیل قابل ذکر ہیں۔

- کولمبو: حنفی جامع مسجد کولمبو۔ 　　○ سنگاپور: سلطان مسجد سنگاپور۔
- جاپان: ناگویا جامع مسجد جاپان۔ 　　○ چین: سنگھائی جامع مسجد چین۔
- کینیڈا: آپ نے یہاں پہلی مسجد کی تعمیر ۱۹۲۹ء میں شہر کیلگری میں فرمائی۔
- ڈربن (افریقہ): بین الاقوامی اسلامی تعلیمی مرکز قائم کیا۔
- ملایا: عربی یونیورسٹی کی بنیاد ڈالی۔
- کمی پبلی کیشنز: اسلامی کتب چھاپنے کا سلسلہ قائم فرمایا۔
- ہانگ کانگ: اقامت گاہیں اور یتیم خانے قائم کئے۔

انگریزی زبان میں ”دی مسلم ڈائجسٹ“، ”دی رمضان اینول“ اور ”دی جینوئن اسلام“ ماہنامے آپ کی یادگار ہیں۔

شدھی تحریک کا خاتمہ: برصغیر میں جب ہندوؤں نے شدھی تحریک کا جال بچھانا شروع کیا تو مولانا عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے خلاف جہاد کرنے کے لئے متھرا، آگرہ، ممبئی، کرناٹک، احمد آباد، گجرات اور ہندوستان کے دوسرے شہروں میں تبلیغی مراکز قائم کر کے شدھی تحریک کے زور کو توڑا۔

قرارداد پاکستان: ۲۳/مارچ ۱۹۴۰ء کو قرارداد پاکستان کے سلسلے میں آپ نے پورے ہندوستان کا دورہ کیا۔ علمائے کرام اور مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ وہ مسلم لیگ اور جناح سے سیاست کا کام لیں کیوں کہ فی زمانہ علمائے کرام یورپین سیاست اور ہندوستان کے غیر مسلموں خصوصاً ہندوؤں کی ڈپلومیٹک سیہ کاروں کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ موجودہ زمانہ میں آئینی جنگ ہو رہی ہے اس جنگ میں وہی کامیاب ہو سکتا ہے جو انگریزی اور کانگریسیوں دونوں کے ہتھکنڈوں سے بخوبی واقف ہو۔

۱۹۴۵ء بنارس سنی کانفرنس: جب تحریک پاکستان کے مخالفین نے فتویٰ صادر کیا کہ چونکہ محمد علی جناح باشرع نہیں ہیں اس لئے ان کو اور مسلم لیگ کو ووٹ دینا جائز نہیں۔ اس فتنے کی سرکوبی کے لئے آپ نے جو کارہائے انجام دیئے وہ تاریخ میں سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔

تحریک پاکستان اور شاہ عبدالعلیم صدیقی: محمد علی جناح انگلستان سے واپس آئے تو انہوں نے علمائے کرام سے خصوصی ملاقاتیں کیں۔ اس ملاقات میں مولانا عبدالعلیم صدیقی بھی شامل تھے۔ تحریک پاکستان میں آپ نے جو خدمات انجام دیں وہ آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔ تحریک پاکستان کے خلاف جب کانگریسی لیڈر حشرات الارض کی طرح بیرونی ممالک میں پھیل گئے تو آپ نے انگلینڈ اور مصر میں ان کانگریسی گماشتوں کو اپنی مدلل تقاریر سے ناکوں چنے چبوائے۔ تحریک پاکستان کے مقاصد سے اہل عرب کو آگاہ کرنے کے لئے محمد علی جناح نے آپ سے عرب ممالک کے دورے کی درخواست کی۔ لہٰذا ۱۹۴۶ء میں آپ نے مشرق وسطیٰ کا دورہ کیا اور اہل عرب کو تحریک پاکستان کے مقاصد سے روشناس کرایا اور انکی متعدد غلط فہمیاں دور فرمائیں، ان خدمات کی بنا پر بانی پاکستان محمد علی جناح نے آپ کو ”سفیر پاکستان“ کا لقب دیا۔ اللہ کے فضل و کرم

سے ۲۷ رمضان المبارک، ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان معرض وجود میں آیا۔ تین دن کے بعد عید کی پہلی نماز عید گاہ جامع کلاتھ کراچی میں محمد علی جناح نے آپ ہی کی امامت میں ادا کی۔ اور پاکستان بننے کے بعد پہلی نماز عید الاضحی بھی محمد علی جناح اور دیگر اہم شخصیات نے آپ کی اقتداء میں ہی ادا کی۔

اس کے علاوہ جمعیت سنیہ جامعہ قادریہ کے زیر اہتمام سندھ کے علماء اور مشائخ پر مشتمل سندھ کانفرنس کا انعقاد کیا۔ آپ کے ذمہ یہ کام لگایا گیا کہ سندھ کے اسمبلی ممبران پر دباؤ ڈالیں اور آمادہ کریں کہ سندھ اسمبلی میں قرارداد پاکستان کے حق میں قرارداد پیش کریں۔ بالآخر سندھ اسمبلی کے ممبران نے پاکستان کے حق میں قرارداد پیش کر کے تاریخی کارنامہ انجام دیا۔ ۱۹۴۷ء میں کراچی میں سندھ اور پنجاب کے علماء اور صوفیاء کا خصوصی اجتماع منعقد کیا۔ اجتماع میں تمام علمائے کرام کے اتفاق سے اسلامی دستور کا مسودہ تیار کر کے بانی پاکستان کی خدمت میں پیش کیا۔ اسلامی دستور پر محمد علی جناح اور شاہ عبدالعلیم صدیقی کے درمیان مذاکرہ رہا۔ محمد علی جناح نے تسلیم کیا کہ مملکت پاکستان کا دستور قرآن اور سنت کے مطابق ہوگا۔ ۱۹۴۹ء میں مذہبی منافرت کو ختم کرنے اور کدورتوں کو دور کرنے کے لئے بین المذاہب کانفرنس سنگاپور میں منعقد کی۔ کانفرنس میں تمام مذاہب مہمان، عیسائی، بدھ مت، سکھ، ہندو وغیرہ نے شرکت کی۔ اس کانفرنس میں ویٹاکن کے پوپ جان نے اپنا نمائندہ بھیجا۔ اس کانفرنس میں (INTER RELIGIOUS ORGANIZATION) تنظیم بین المذاہب کی طرف سے آپ کو ''ہز ازکز لٹیڈ ایمی نینس'' (HIS EXALTED EMINENCE) کا خطاب بھی دیا گیا۔ ۱۹۵۲ء میں جمعیت نے آخری کانفرنس کشمیر، فلسطین اور دیگر اہم مسائل پر منعقد کی۔

انسداد حج ٹیکس اور مسلم لیگ کا وفد: مولانا عبدالعلیم صدیقی اور

مولانا عبدالحامد بدایونی نے بابائے قوم محمد علی جناح، نوابزادہ لیاقت علی خان اور نواب محمد اسماعیل کے سامنے تجویز پیش کی کہ حاجیوں پر سے ٹیکس معاف کروانے کے لئے پاکستان سے سرکاری طور پر ایک وفد بھیجا جائے۔ بانی پاکستان محمد علی جناح کو یہ بات پسند آئی اور طے پایا کہ حج کے زمانے میں ایک وفد بھیجا جائے گا جس کے امیر مولانا عبدالعلیم صدیقی اور سیکریٹری مولانا عبدالحامد بدایونی ہوں گے۔ مولانا عبدالعلیم صدیقی نے جلالۃ الملک ابن سعود پر حج ٹیکس نہ لگانے کی تجویز کو اس عمدگی سے پیش کیا کہ ابن سعود نے فرمایا کہ حج ٹیکس لگانا حرام ہے۔ میں جلد ہی حج پر ٹیکس اٹھانے کی اس اسکیم پر عملی قدم اٹھاؤں گا۔

معاصرین: محمد علی جناح، نوابزادہ لیاقت علی خان، خواجہ ناظم الدین، مولانا حسرت موہانی، مولانا عبدالحامد بدایونی، سید امین الحسینی مفتی اعظم فلسطین، الاخوان المسلمون کے بانی حسن البنا، سپریم کورٹ سیلون کے چیف جسٹس اکبر، سیلون کے جسٹس ایم مروانی، مولانا محمد علی جوہر، شاہ سعود، عبدالعزیز بن شاہ سعود، اردن کے شاہ سید عبداللہ، جارج برنارڈ شا، صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی، صدر الافاضل حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی، مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خان، سیدنا طاہر سیف الدین، قاضی اکبر، حضرت مولانا سید برہان الحق صاحب، ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری وغیرہم۔

تصانیف

آپ نے اردو، انگریزی اور عربی زبانوں میں کئی کتب تحریر فرمائیں۔ اس کے علاوہ دنیا کے بیشتر ممالک میں آپ کے ہزاروں کے تعداد میں لیکچرز ان ممالک کے میڈیا پر محفوظ ہیں۔ آپ کی چند تصانیف کے نام یہ ہیں۔

۱...... **ذکر حبیب (دو حصے):** ذکر محبوب، ایمان والوں کی جان ہے۔ اس کتاب میں آپ نے محبوب پاک ﷺ کی محبوب باتوں کا ذکر کیا ہے۔ اور اس کی وجہ بیان

کرتے ہوئے فرمایا ”ایک طرف اہل محبت اس ذکر سے تسکین پائیں، دوسری طرف بیان سیرت طیبہ واخلاق حمیدہ سے اتباع سنت نبویہ علی صاحبہا التحیۃ کی تحریص ہو، تاکہ اس اسوۂ محمودہ مرضیہ پر چل کر محبوب الٰہی بن جائیں۔“

۲...... **کتاب تصوف:** سلسلۂ عالیہ علیمیہ یوں تو پانچ نسبتوں یعنی قادری، چشتی، نقشبندی، سہروردی اور شاذلی کا حامل ہے، لیکن ان سب میں خصوصی مقام قادری نسبت کو حاصل ہے۔ اس کتاب میں قادری سلوک کو بیان کیا گیا ہے اور لطیفۂ خاک، لطیفۂ آب، ہوا، نار، نفس اور قلب وروح کے لطائف اوران کی تطہیر کو بیان کیا گیا ہے۔

۳...... **بہار شباب: (نوجوانوں کی اصلاح کیلئے بہترین کتاب)** انسانی زندگی کے تین ادوار میں سے درمیانی دور جوانی ہے اور اس دور سے متعلق ایک مقولہ بہت زیادہ مشہور ہے کہ ”اَلشَّبَابُ شُعْبَۃٌ مِّنَ الْجُنُوْنِ“۔ اس کتاب میں مصنف علیہ الرحمۃ نے انسان کی دکھتی ہوئی رگ کو پکڑا ہے اور اس کو اس کی قوتوں کے صحیح استعمال کی طرف توجہ دلائی ہے۔

۴...... **احکام رمضان:** اس کتاب کے عرضِ اول میں مصنف خود فرماتے ہیں کہ یہ کتاب تین دن سے بھی کم وقت میں لکھی گئی۔ اس کتاب میں باسٹھ صفحات ہیں۔ ۴ر رمضان ۱۳۴۱ھ کو کتاب مکمل ہوئی۔ اس کتاب میں روحانی موسم بہار رمضان کے آداب واحکام بیان کئے گئے ہیں اور ساتھ ہی تراویح، اعتکاف اورعید کے مسائل بھی ذکر کئے گئے ہیں۔

۵...... **اسلام کے اصول:** یہ کتاب انگریزی میں لکھی گئی ہے جس کا انگریزی نام ”THE PRINCIPLES OF ISLAM“ ہے۔ اس کتاب میں اسلامی اصولوں پر روشنی ڈالی گئی ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ اسلامی اصول، اصول فطرت کے عین مطابق ہیں۔

۶...... **مسائل انسانی کا حل:** یہ آپ کی ایک انگریزی تقریر ہے جسے اردو کے

قالب میں ڈھالا گیا ہے۔ اس کتاب میں انسان کی بدحالی پر روشنی ڈالی گئی ہے اوراس سے نجات کا طریقہ بھی بیان کیا گیا ہے۔ اور بتایا گیا ہے کہ حقیقی مسرت مذہب ہی دے سکتا ہے۔

۷...... **کمیونزم کا توڑ:** یہ آپ کی ایک انگریزی تقریر ہے جسے اردو کے قالب میں ڈھالا گیا ہے۔ کمیونزم کا مقابلہ کیسے کیا جائے اور اس کا توڑ کیا ہے؟ اس موضوع پر اس کتاب کا مطالعہ ازحد ضروری ہے۔ اس میں آپ نے کمیونزم کے مقابلے کیلئے تین تجاویز بھی بیان کی ہیں۔

۸...... **مکالمہ جارج برناڈشا:** اس کتاب میں حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم کے مشہور زمانہ نقاد، فلاسفر اور ڈرامہ نگار ڈاکٹر جارج برناڈشا کے ساتھ ”اسلام اور عیسائیت“ کے موضوع پر کینیا (افریقہ) کے شہر ممباسہ میں ہونے والے مکالمے کی تحریری روداد ہے۔

۹...... **Elementary Teachings of Islam**

۱۰...... **Women and Their Status in Islam**

۱۱...... **A Shavian and a Theologian**

۱۲...... **The Forgotten Path of Knowledge**

۱۳...... **Codification of Islamic Law**

ردِّ قادیانیت

۱...... **مرزائی حقیقت کا اظہار:** مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی کے ماریشس میں قیام کے دوران آپ کی تقریروں اور کوششوں سے کئی قادیانی آپ کے دست حق پر تائب ہوئے اور دین اسلام میں داخل ہوئے۔ یہ دیکھ کر وہاں کے مرزائیوں میں کھلبلی مچ گئی اورانہوں نے اس وقت جب شاہ عبدالعلیم صدیقی واپسی کے لئے رخت سفر باندھ

رہے تھے ایک اشتہار بنام ''حقیقت کا اظہار'' شائع کیا جس میں اپنے باطل عقائد کو بیان کیا۔ شاہ صاحب نے باوجود عدیم الفرصت اور سفر کے اس کا ردِ بلیغ فرمایا اور انہیں کے لٹریچر سے مرزا غلام احمد کی خباثت کو ثابت کیا۔ آپ کے اس رسالے کا عربی اور انگلش میں ترجمہ بالترتیب ''المِرْاۃ'' اور ''THE MIRROR'' کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

حضور خاتم النبیین والمرسلین ﷺ کے مقام کے تحفظ کی خاطر پوری دنیا میں قادیانیوں کے خلاف جو تحریک شاہ عبدالعلیم صدیقی نے چلائی تھی، ان کے فرزندِ ارجمند مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی نے ۱۹۷۴ء میں پاکستان کی قومی اسمبلی سے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوا کر اس کے منطقی انجام تک پہنچا دیا۔

وصال: حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۲۲ ذوالحجہ ۱۳۷۳ھ مطابق ۲۲ اگست ۱۹۵۴ء کو مدینہ طیبہ میں اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ اور تعلیماتِ اسلامیہ کی تبلیغ و اشاعت کے انعام کے طور پر تدفین جنت البقیع میں ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قدموں میں ہوئی۔

رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مرزائی حقیقت کا اظہار

(سنِ تصنیف: 1929ء / ۱۳۴۷ھ)

تصنیفِ لطیف

مبلغِ اسلام شاہ عبدالعلیم صدیقی
قادری میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ

فہرست مرزائی حقیقت کا اظہار

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
1	وجہ تحریر	3
2	مرزائی حقیقت کا اظہار (نمبر۱)	7
3	مرزا صاحب کا خود اپنے آپ کو کاذب، بد سے بدتر اور لعنتی کہنا	8
4	جماعت حقہ اور اسلامی فرقے	10
5	مجددین اور الہام	11
6	مرزائی حقیقت کا اظہار (نمبر۲)	16
7	مرزا غلام احمد قادیانی کا اپنے اوپر کفر کا فتویٰ	16
8	خاتم النبیین	17
9	آنے والے عیسیٰ مسیح ابن مریم علیہ السلام	19
10	مرزا صاحب کا دعویٰ ابنیت خدا	25
11	فہم قرآن	27
12	اختلاف واقعات	29
13	بیٹے کی پیشین گوئی	31
14	خدائی سرٹی کی چھینٹیں	34
15	مرزائی حقیقت کا اظہار (نمبر۳)	36
16	مرزا قادیانی کا ایمان باللہ اور اس کی حقیقت	36
17	احمد نبی اللہ ﷺ	38

فہرست مرزائی حقیقت کا اظہار

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
18	مرزا صاحب کا عورت ہونے کا دعویٰ	40
19	مرزا صاحب کا دعویٰ مریمیت	41
20	سری کرشن جی اور ان کے روپ	43
21	مرزا کی طرف سے توہین انبیاء	48
22	نکاح آسمانی	50
23	طاعون اور قادیان	56
24	ڈاکٹر عبدالحکیم اور مرزا جی	61
25	التحقيق الصحيح في حيات المسيح	64
26	مرزائیوں کو ایک ہزار روپیہ انعام کا چیلنج	72
27	مرزائی ڈکشنری	78
28	عمر مسیح علیہ السلام	79
29	تقریظ جلیل صدر الافاضل حضرت علامہ مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی	89

مُبَسْمِلاً وَّ حَامِدًا وَّمُحَمِّدًا جَلَّ وَعَلا
وَمُصَلِّیًا وَّمُسَلِّمًا مُحَمَّدًا سَلَّمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَصَلّٰی
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَهٗ

وجۂ تحریر

اَمَّا بَعْد۔ ایک اشتہار بعنوان ''حقیقت کا اظہار'' نظر سے گذرا اگر چہ اسکی بے سروپا عامیانہ تحریر کے جواب کی نہ مجھے فرصت نہ حقیقتاً اس کی کوئی اشد ضرورت۔ مگر محض بدیں نیت کہ مبادا کوئی سادا لوح اس تحریر کے سبب غلط فہمی کا شکار ہو جائے، امر واقعہ کے اظہار کی ضرورت ہوئی۔ مشتہر صاحب وہی بزرگ ہیں جنھوں نے ''روز بل سینما'' کے مرزائی جلسے میں یہ بیان فرمایا تھا کہ انہوں نے میرے نام کوئی خط لکھا ہے جس میں مجھ کو مناظرہ کا چیلنج دیا ہے۔ میں بعض ثقہ حضرات کی اس روایت کی بناء پر منتظر تھا کہ وہ خط میرے پاس آئے تو چیلنج دینے والے صاحب پر ان کی خواہش کے مطابق بذریعہ مناظرہ بھی اتمام حجت کردوں، مگر آج تک ان کے اس خط کے انتظار ہی انتظار میں رہا۔ اب اس نتیجہ پر پہنچا کہ یہ بھی لوگوں کو دھوکہ دینے اور اپنی بڑائی جتانے کیلئے ایک لغو حرکت تھی۔ جب ان کے مقتدی جناب مرزا صاحب حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب کو دعوت مناظرہ دینے اور ان کو مباہلہ پر مجبور کرنے کے باوجود لاہور نہ پہنچے اور بہانہ بازیاں کیں۔ مولوی ثناء اللہ کو پیش گوئیوں کی پڑتال کیلئے قادیان بلایا اور منہ نہ دکھایا تو چیلے کے لئے اتنا جھوٹ بولنا کیا دشوار تھا۔ میں نے ''مارشس'' میں آتے ہی اعلان کر دیا تھا کہ جو شخص جس دینی مسئلہ کو سمجھنا چاہے میرے پاس ''جامع مسجد پورٹ لوئس'' میں دس (۱۰) بجے صبح سے چار (۴) بجے سہ پہر تک کسی وقت آئے اور سمجھ جائے چنانچہ بمنہ تعالیٰ اس عرصے میں روزانہ آنے والوں اور مسائل سمجھنے والوں کا اس قدر ہجوم رہا کہ مجھ کو خواب و خور کی بھی فرصت بدقت ملتی تھی۔

اسی سلسلے میں بہت سے مرزائی بھی آئے اور الحمدللہ کہ جو آئے میرے پاس سے نہ صرف لاجواب ہو کر بلکہ اطمینان پا کر ہی گئے ان میں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی وہ الحمد للہ تائب ہو کر جماعت مسلمین میں شامل ہوئے۔

روشن بھنو نامی ایک شخص نے یہ پیام بھیجا کہ وہ مع اپنے قریبی رشتہ دار اور چھ سات آدمیوں کے مجھ سے مل کر بعض مسائل کو سمجھنا چاہتا ہے اور اگر اس کا اطمینان خاطر ہو جائے تو مرزائیت سے تائب ہونے کے لئے تیار ہے اپنی بعض مصالح کے سبب جامع مسجد میں آنا نہیں چاہتا بلکہ تروودوس میں جناب حاجی وزیر علی صاحب کے مکان پر آسکتا ہے میں نے باوجود مشاغل کثیرہ یہ زحمت بھی گوارہ کی اور تقریباً تمیں (۳۰) میل کا سفر کر کے وہاں بھی پہنچا روشن بھنو وہاں بجائے چھ سات کے پچاس ساٹھ آدمیوں کے ساتھ موجود تھا۔ میں نے اس سے کہا بسم اللہ تمہیں جو دریافت کرنا ہے پوچھو۔ اس نے کہا میں خود کچھ نہیں دریافت کرتا بلکہ یہ چاہتا ہوں کہ آپ ہمارے حافظ صاحب (امام مشتہر صاحب) سے مناظرہ کریں اور ہم سنیں اور فیصلہ کریں۔ میں نے جواب دیا کہ یہ آپ کی خواہش ہے مگر وہ آپ کے حافظ صاحب بھی مناظرہ کیلئے تیار ہیں یا نہیں؟ اس لئے کہ میں تو عرصہ سے ان کے خط کے انتظار میں ہوں جس کا انہوں نے جلسہ ''روز ہل سینما'' میں اعلان فرمایا تھا۔ میں آپ کی خواہش کے مطابق ان سے مناظرہ کیلئے بھی تیار ہوں بشرطیکہ وہ اپنا دستخطی اقراری خط میرے پاس بھیجیں جس میں یہ لکھیں کہ کن مسائل پر کن شرائط کے ساتھ کس وقت اور کہاں مناظرہ فرمانا چاہتے ہیں؟ ان کا خط آنے کے بعد میں ان شرائط پر غور کروں گا اور جب میری اور ان کی باہم رضامندی سے شرائط مناظرہ تحریری طور سے طے ہو جائیں گے تو ان شرطوں کے مطابق مناظرہ کراوں گا تا کہ ایک فیصل کن صورت آپ کے سامنے آجائے۔ اس کے جواب میں بھنو نے کہا کہ بہت اچھا آپ اپنی اس بات پر کہے رہیں کہ میں انہی کی دستخطی اقراری چٹھی جس میں سب شرطیں وغیرہ لکھی ہوں گی آپ کو خود لا پہنچاؤں گا۔ غالباً بھنو نے اس بات پر قسم بھی کھائی اور اس وقت رخصت ہوا۔ لیکن کئی ماہ گذر گئے آج تک وہ تحریر نہ آنی تھی نہ آئی۔ اس دوران میں کسی شخص عبدالرحیم اور بھنو نے مجھے لکھا کہ آپ فلاں جگہ فلاں وقت ہمارے حافظ صاحب سے مناظرہ کیلئے آ جائیے۔ میں نے اس کے اس وعدے کے بعد ایسے لغو خط کو ردی سمجھ کر پھینک دیا تھا مگر میرے بعض احباب نے مناسب سمجھا کہ اس کو اس کا وعدہ یاد دلائیں، شاید کے وہ بھول گیا ہو۔ چنانچہ انہوں نے دوبارہ بذریعہ رجسٹرڈ خطوط اس کو اس کے وعدے کے الفاظ یاد دلائے اور یہ بھی بتا دیا کہ اگر تم اپنے حافظ صاحب کی تحریر نہ بھیجو گے تو یہ سمجھا جائے گا کہ (مدعی سست گواہ چست) تمہارے حافظ صاحب مناظرہ سے گریز کرتے ہیں، مگر ان احباب کی ان تحریروں کا بھی اس پر کوئی اثر نہ ہوا۔

بالآخر برادر دینی اور یقینی شیخ عبدالرحیم صاحب کے مکان پر (جو اس سلسلے میں مع اپنے بڑے قبیلے کے مرزائیت سے تائب ہوئے ہیں) میں نے اپنے دوران وعظ میں اس کل مضمون اور رقعہ کا اظہار کرتے ہوئے یہ اعلان کیا کہ اب میں عنقریب اس جزیرے سے روانہ ہونے والا ہوں مزید اتمام حجت کے لئے تمام مرزائیوں کو یہ سنا دینا چاہتا ہوں کہ اگر ان کے حافظ صاحب اپنے اعلان کے مطابق مجھ سے مناظرہ کرنا چاہتے ہیں تو چوبیس گھنٹوں کے اندر اندر وہ موعودہ خط میرے پاس بھیجیں اور مناظرہ کرلیں ورنہ ان کے اس جھوٹ کا سب پر اظہار اور ان کا مناظرہ سے فرار عالم آشکار ہو جائے گا۔ میں یہ کہہ ہی رہا تھا کہ مرزائی احاطے کی دیوار کے پیچھے سے کسی پردہ نشین نے یہ بانگ بے ہنگام بلندی کہ آپ جو کہہ رہے ہیں لکھ کر ہمارے پاس بھیج دیجئے تب ہم شرائط مناظرہ وغیرہ سب لکھ بھیجیں گے۔ میں نے اس کے جواب میں فوراً للکار کر کہا کہ یہ پردے کے پیچھے کون بولتا ہے؟ جس

کو بولنا ہو سامنے آئے اور تمیز کے ساتھ جو بات کہنی ہو کہے۔ میری اس للکار کے بعد وہ آواز بند ہوگئی۔ بعض تجربہ کار احباب نے بعد جلسے بتایا کہ وہ آواز حافظ صاحب موصوف کی ہی تھی۔ پھر میں نے صاف صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ میں محبت کے ساتھ دین حق کی تبلیغ کر رہا ہوں مجھے ضرورت نہیں کہ کسی کو مناظرہ کا چیلنج دوں۔ ہاں اگر کوئی مجھ سے مناظرہ کرنا چاہے تو میں بسر وچشم اس کے لئے تیار ہوں۔ اگر مرزائیوں کو تحریری چیلنج دو تو مجھے چاہیے کہ عیسائی، بدھسٹ، سناتنی، آریہ سب کو ایسی ہی تحریر بھیجوں ورنہ ان کو باتیں بنانے کا موقع ملے گا۔ اس کے بعد میں چوبیس گھنٹے تک مرزائی حافظ صاحب کی تحریر کا منتظر رہا لیکن چوبیس گھنٹے کجا آج تک نہ وہ خط ہے نہ اس کی کوئی خبر۔

مناظرے سے مرزائی حافظ صاحب کا فرار اظہر من الشمس ہوگیا اور شاید خود ان کے فرقے کے لوگوں نے ان کو ان کے جھوٹے وعدے اور جھوٹے اعلان پر پھر میری تقریر کے دوران میں بولنے اور میرے بلانے کے باوجود سامنے نہ آنے پر شرمندہ کیا ہوگا اور ان کو یہ فکر دامن گیر ہوئی ہوگی کہ کہیں لگی لگائی روزی ہاتھ سے نہ جاتی رہے اس لئے اب قادیانی فنڈ کی آمدنی بھی برادرم شیخ عبدالرحیم کے تائب ہونے کے بعد کم ہوگئی تو مجبور ہو کر جناب حافظ صاحب نے اشک شوئی کے لئے وہی اشتہار بازی کا طریقہ اختیار کیا جو ہمیشہ مرزا صاحب اور ان کے پیروؤں کا شعار رہا ہے تاکہ ادھر اشتہار کی سرخی میں میرا نام ہونے کے سبب ان کا اشتہار فروخت ہو آمدنی کی صورت نکلے اور ادھر مرزائیوں کو تسلی دینے کا بھی موقع ملے کہ ہم نے اور کچھ نہیں تو بے سروپا اشتہار ہی دے دیا۔ ان کو یہ تو یقین ہے کہ مسلمانان ''مارشس'' کے پاس کوئی اردو کا پریس نہیں، کاتب نہیں، پتھر نہیں، پھر جواب چھاپیں گے تو کیونکر؟ پھر میرے متعلق بھی یہ یقین ہوگیا کہ پابرکاب ہوں اور عدیم الفرصت۔ لہٰذا اس موقع کو غنیمت جان کر اشتہار چھاپا کہ اسی بہانے سے مرزائیوں پر رعب

جم جائے اور یہ کہنے کا موقع ملے کہ دیکھو ہمارے اشتہار کا کسی نے جواب نہ دیا۔ مگر انہیں معلوم ہو جانا چاہیے کہ الحمد للہ خدام دین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ اجمعین وسلم ہر خدمت دین کے لئے ہمیشہ مستعد رہتے ہیں چنانچہ ان کی تحریر کا جواب بھی حاضر ہے۔

وھو ھذا۔

مرزائی حقیقت کا اظہار

(۱)

میں یقیناً اسی اصول حکمت سے کام لے کر جس کی ہدایت قرآن حکیم نے فرمائی بہت محبت کے ساتھ بے دینوں کو اسلام کی طرف بلاتا ہوں اور بمنہ تعالیٰ کامیاب ہوتا ہوں نہ کسی پر حملہ کرتا ہوں نہ کسی کا دل دکھاتا ہوں۔ جس کا عملی ثبوت اسی سے مل سکتا ہے کہ جزیرہ بھر کے ہر اس پبلک جلسے میں جہاں میں نے تقریر کی ہمیشہ کثرت کے ساتھ غیرمسلم حضرات شرکت فرماتے رہے اور ہر فرقے کے افراد میرے طرز کلام کی داد دیتے ہوئے رخصت ہوئے حتیٰ کہ واکوئے کے ایک جلسے میں تو ایک پادری صاحب نے بے ساختہ ایسی بےنظیر مختصر تقریر فرمائی جو ان کے اسلام سے قریب تر ہونے پر دلالت کر رہی تھی۔ دوسرے ایک انگریز رئیس نے بہت مناسب الفاظ میں طرز تقریر کی داد دیتے ہوئے اس کی تائید کی۔ نیز یہ بھی ظاہر ہے کہ انہی تقریروں سے متاثر ہو کر اس وقت تک تقریباً پچاس آدمی مشرف با اسلام ہو چکے ہیں۔ ہاں چونکہ کفر مرزائیت سے تائب ہونے والوں کی تعداد زیادہ ہے یہی حافظ صاحب پر شاق۔ تو اس کا میرے پاس کوئی علاج نہیں۔ میں نے ہرگز ہرگز کبھی کسی پر حملہ نہیں کیا، ہاں جب مرزائیوں کی طرف سے مناظرہ کی چٹھی کی جھوٹی خبر گرماگرمی کے ساتھ مشہور کی گئی تو مجبور ہوا کہ کھلے طور پر لوگوں کو مرزائیت کی حقیقت سے آگاہ کردوں۔ اس سلسلے میں بھی جو الفاظ حافظ صاحب کو گراں گذر سکتے ہیں وہ میرے نہیں

بلکہ خود مرزا صاحب کے ہی کلمات ہیں، میں صرف ان کا دہرانے والا ہوں۔ چنانچہ ملاحظہ فرمائیے۔

۱..... محمدی بیگم سے نکاح اور اس کے شوہر کے انتقال کی پیش گوئی کے متعلق جناب مرزا صاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ

الف..... اس پیش گوئی کی دوسری جز پوری نہ ہوئی تو میں ہر ایک بد سے بدتر ٹھہروں گا۔

(ضمیمہ انجام آتھم صفحہ نمبر ۵۴)

ب..... یہ تمام امور جو انسانی طاقت سے بالاتر ہیں ایک صادق یا کاذب کی شناخت کے لئے کافی ہیں۔ (شہادۃ القرآن صفحہ ۷۵)

ج..... اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ پیش گوئی پوری نہیں ہوگی اور میری موت آجائے گی۔

(حاشیہ انجام آتھم صفحہ ۳۱)

د..... برائے صدق خود یا کذب خود معیاری گردانم۔ (انجام آتھم صفحہ ۲۲۳)

یہ ظاہر ہے، دنیا کو معلوم ہے کہ یہ پیش گوئی پوری نہ ہوئی اس نکاح کی حسرت اور اپنی مطلوبہ کا داغ مفارقت مرزا صاحب دل ہی میں لے کر مر گئے۔ پس اب مرزائی صاحبان ہی فیصلہ فرمائیں کہ مرزا صاحب اپنے قول کے مطابق بد سے بدتر کاذب اور جھوٹے بنے یا نہیں؟

۲..... پھر ڈاکٹر عبدالحکیم خاں صاحب نے جب مرزائیت سے توبہ کرنے کے بعد یہ پیش گوئی فرمائی کہ صادق کے سامنے شریر فنا ہو جائے گا یعنی تین سال کے اندر میرے سامنے مرزا صاحب مر جائیں گے۔ (اعلان الحق ۱۲؍جولائی ۱۹۰۶ء)

اس کے جواب میں جناب مرزا صاحب نے اپنے اشتہار مجریہ ۱۶؍اگست ۱۹۰۶ء میں تحریر فرمایا۔ کہ خدا صادق اور کاذب میں فرق کر کے دکھائے گا، یہ کبھی نہیں ہو سکتا

کہ شریر اور مفتری کے سامنے صادق اور مصلح فنا ہو جائے۔ یہ کبھی نہیں ہوگا کہ میں ایسی ذلت اور لعنت کی موت سے مروں کہ عبدالحکیم خان کی پیش گوئی کی میعاد میں ہلاک ہو جاؤں۔

دنیا کو معلوم ہے کہ مرزا صاحب اسی پیش گوئی کی میعاد یعنی ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو ہیضہ کی اسی وبائی بیماری میں جو بقول مرزا صاحب ان کے مخالفوں کے لئے بصورت عذاب آئی تھی خود مبتلا ہوئے۔ (لاہور میں مرے اور قادیان میں دفن کئے گئے)

اب فیصلہ حافظ صاحب اور ان کے رفقاء ہی فرمائیں کہ مرزا صاحب بقول خود میعاد پیش گوئی کے اندر ذلت اور لعنت کی موت سے مرے اور ان کے مرنے سے صادق اور کاذب کا فرق ظاہر ہوا یا نہیں؟ میں نے اپنی طرف سے کبھی ان کی شان میں کبھی کوئی سخت کلمہ نہ استعمال کیا اور نہ یہ میری عادت۔ اگر مرزا صاحب کے ان جملوں میں ان پر سخت سے سخت حملے ہیں تو ان کے ذمے دار خود مرزا صاحب ہیں نہ کہ میں۔ اگر کوئی مرزائی ان سے کسی طرح جواب طلب کر سکتا ہے تو ضرور کر لے، میرے حقیقی اعتراض یا بقول حافظ صاحب سخت سے سخت حملے اگر تھے تو یہی۔ مگر میں نے حافظ صاحب کی (نمبر اول) یک رخی دو ورقی اور (نمبر دو) دو رخی دو ورقی کو اول سے آخر تک پڑھا۔ ان اعتراضوں کا جواب کہیں بھی نظر نہیں آیا ہاں میری تقریر کے بعض حصص پر اپنی کج فہمی کے سبب قطع و برید کرتے ہوئے اپنی خیال ناقص کا اظہار فرمایا ہے۔ اور جو سوالات اس میں کئے اور جو توجیہیں بیان کیں ان میں صرف اپنے مرزائی سرغناؤں کی نقالی کی ہے جس کے جواب علمائے اسلام کی طرف سے بارہا دیئے جا چکے اور ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں شائع ہو چکے۔ تاہم شاید مارشس کے لوگوں کی نظر سے کم تر گزرے ہوں، لہٰذا یہ دیکھتے ہوئے کہ حافظ صاحب کی تحریر طویل میں بار بار ایک ہی بات کا تکرار ہے مختلف عنوانوں کے ماتحت مختصراً عرض کئے دیتا ہوں شاید کہ اس سے بھی کوئی ہدایت پا جاوے۔

وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب

جماعت

میں نے ابتدائے کلام ہی میں یہ کہہ دیا تھا کہ جماعت حقہ اسلام میں کوئی تفرقہ نہیں ما انا علیه واصحابی ایک ہی راہ ہے۔ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی فرقے نہیں، سب اسی ایک راہ پر چلنے والے ہیں۔ اور یہی وہ سواد اعظم ہے جس کے لئے ارشاد کہ اتبعوا السواد الاعظم فانه من شذ شذ فی النار۔ (رواہ ابوداؤد) تم سواد اعظم کی پیروی کرو کیونکہ جو اس سے علیحدہ ہوا، جہنم میں گیا۔ اسی سواد اعظم کو حضور ﷺ نے جماعت فرمایا اور ان اللہ لایجمع امتی (اوقال) امة محمد ﷺ علی ضلالة وید الله علی الجماعة ومن شذ شذ فی النار۔ فرمایا یقیناً اللہ میری امت کو (یا یوں فرمایا) کہ امت محمد ﷺ کو گمراہی پر جمع نہ کرے گا اور اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے۔ اور جو علیحدہ ہوا جہنم میں گیا۔

اب اگر مرزائی اجماع امت کے خلاف نئے نئے عقیدے تراش کر اس سواد اعظم و جماعت مسلمین سے الگ ہوں تو وہ اپنا مقام دیکھ لیں، حدیث میں بتا دیا گیا ہے۔ معمولی عقل والا انسان بھی اتنی سی بات کو سمجھ سکتا ہے کہ جماعت کا لفظ تیس کروڑ انسانوں کے گروہ پر صادق آ سکتا ہے یا گنے چنے چند مرزائی افراد پر؟

حدیث العلماء ورثة الانبیاء میں بھی اسی سواد اعظم کے علماء کی شان کا اظہار۔ ہاں وہ بے علم مدعیان علم جو اس سواد اعظم سے الگ ہوئے اور ذاتی اغراض کے لئے شرارتیں پھیلاتے ہوئے اپنی اپنی ٹکڑیاں بناتے ہیں شر من تحت ادیم السماء کہلائے۔ اس حدیث کے مصداق صحیح حافظ صاحب کو تلاش کرنے کی ضرورت نہیں، مرزائی فرقہ میں بآسانی وہ ان سے ملاقات فرما سکتے ہیں۔ میں نہ کوئی نئی راہ بتاتا ہوں نہ نیا دین سکھاتا ہوں نہ اپنا کوئی نیا فرقہ بناتا ہوں، صرف اسی ما انا علیه واصحابی والی راہ کی

طرف بلاتا ہوں اور یہی سکھاتا ہوں کہ قرآن کریم و حدیث شریف کے معانی میں مدعیان الہام کے خود تراشیدہ الہام کو دخل نہ دیا جائے بلکہ ان کے وہی معنی سمجھے جائیں جو حضور خاتم النبیین ﷺ نے سمجھے اور اپنے صحابہ کو سمجھائے اور انہوں نے تسلسل ہم تک پہنچائے۔

حافظ صاحب لکھتے ہیں۔ کہ ''انبیاء کے وارث علماء کوئی خاص لوگ ہیں۔'' اور پھر اس کی تشریح فرماتے ہیں کہ ملہم آدمی خدا سے علم پا کر بولتا ہے اور اس کی مزید توضیح کہ العلماء سے مراد مجددین ملہمین ہیں نہ کہ عام مولوی۔ یہ حافظ صاحب کی خود رائی ہے، نہ کہیں قرآن کریم میں اس کا ذکر نہ حدیث شریف میں اس کا بیان۔ الف لام کے متعلق یہ تو تحریر فرمایا کہ اسی بات کو ظاہر کرتا ہے مگر یہ نہ لکھا کہ کیوں؟ اگر صرف ونحو پڑھی ہوتی۔ اقسام الف لام کا علم ہوتا تو لکھتے کہ الف لام کیسا ہے؟[۱] اگر عربی نہیں پڑھی تو اب تو اردو زبان میں بھی عربی صرف ونحو کی کتابیں چھپ گئی ہیں انہی میں دیکھ لیا ہوتا۔ پھر کہیں کتاب وسنت کا یہ حوالہ بھی دیا ہوتا کہ بعد خاتم النبیین ﷺ کسی مدعی الہام کا الہام حجت شرعی بھی ہے۔

مجددین اور الہام

مجدد کی حدیث حافظ صاحب نے تحریر تو فرمائی۔ اس کے الفاظ کی ترتیب میں ایسا

۱؎ آپ الف لام عہد ذہنی کا مراد لے سکتے ہیں تو ظاہر ہے اس کا معہود علماء دین مصطفیٰ ﷺ ہیں کیونکہ وہ بین المتکلم والسامع متعین و معروف ہیں اور وہی وارث ہو بھی سکتے ہیں کیونکہ وارث اس کو کہتے ہیں جو اپنے مورث کا ترکہ پائے اور حضور ﷺ کا ترکہ علم دین ہے جیسا کہ حدیث صحیح میں وارد ہے تو یقیناً وارث کے مصداق علماء دین ہوئے اس کا انکار حدیث زیر بحث کی تحریف اور حدیث لا نورث دینارا ولا درهما کا انکار ہے اور ملہمین تو کسی طرح مراد ہو ہی نہیں سکتے کیونکہ وہ مسبوق مذکور نہیں جو معہود خارجی قرار دیے جائیں نہ سامع و متکلم کے درمیان معروف و معہود کہ بطریق عہد ذہنی مراد ہو سکتے۔ یہ کہاں کی صدائے بے ہنگام اور تحریف باطل ہے اور ملہمین وارث کا مصداق ہی نہیں ہو سکتے کہ نئے الہامات نبوت کا ترکہ کب ہیں؟ حضور ﷺ کا ترکہ تو کتاب وسنت ہے جیسا کہ خود حدیث شریف میں وارد ہوا ۱۲ منہ

بیہودہ تصرف بھی کیا اور لکھا کہ داس مائة کل سنة جس کی غلطی ایک ادنیٰ معلم عربی بھی بتادے، مگر معنی میں کچھ تصرف کر کے بھی یہ نہ دکھایا کہ وہ مجدد ملہم ہوں گے اور ان کا علم شرعی حجت بھی ہوگا۔

پھر تعجب کہ اس دوورق کی چند سطروں ہی میں اتنا تناقض

اوّل..... لکھتے ہیں کہ العلماء سے وہ لوگ مراد ہیں جو معرفت الٰہی کا کامل علم رکھتے ہیں۔

دوم..... کامل معرفت صرف الہام سے ہوتی ہے۔ ان کا نتیجہ یہ نکلا کہ العلماء سے وہ لوگ مراد ہیں جن کو الہام ہوتا ہے یعنی جنہیں الہام نہیں ہوتا وہ العلماء میں داخل نہیں اور انبیاء کے صحیح وارث نہیں۔

سوم..... پھر آگے چل کر فرماتے ہیں کہ جو مولوی ان الہام پانے والے مجددین کے ساتھ شامل ہوں گے وہ بھی ان مجددین کے طفیل صحیح علم کے وارث ہوں گے۔ یعنی بغیر الہام کے صرف مجددوں کے طفیل میں بھی صحیح علم کے وارث ہو جائیں گے۔

ذرا اپنے جملوں پر نظر ڈالیے کہ ایک دوسرے کا الٹا ہے یا نہیں؟

پھر تعجب اور سخت تعجب ہے کہ مجددین کے ساتھ شامل ہونے اور مجددین کے طفیل سے تو صحیح علم کے وارث ہو جائیں اور سید المرسلین خاتم النبیین ﷺ کی صراط مستقیم پر چلنے میں ان کے ساتھ شامل ہونے اور ان صاحب وحی و کتاب کے طفیل ان سے صحیح علم بہ تسلسل روایت لینے کے بعد بھی صحیح علم کے وارث نہ بنیں اور العلماء میں داخل نہ ہو سکیں اور خطرے میں رہیں۔

ع بریں عقل و دانش بباید گریست

آیت قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ کو پیش کرتے ہوئے اس کا من گھڑت ترجمہ کرنا اور مَنِ اتَّبَعَنِيْ کو صرف صحابہ تک محدود کرتے ہوئے بارہ سو برس کے لئے تبلیغ کے دروازہ کو بند سمجھنا۔ اس لئے کہ اس عرصہ دراز میں کسی مجدد نے یہ

دعویٰ نہ کیا کہ میرا الہام حجت شرعی ہے اس کو مانو اور جو اس کو نہ مانے گا وہ کافر ہوگا۔ بقول حافظ صاحب اس لئے کوئی عالم بھی صحیح علم کا وارث نہ بنا اور حق پر نہ رہا تو ان کے تبلیغ دین کرنے سے جو مسلمان ہوئے بقول حافظ صاحب وہ بھی حق پر نہ ہوئے۔ غرض اس طرح صرف مرزائی جماعت کے حق پر ثابت کرنے کے لئے حافظ صاحب کا بارہ سو برس کے تمام مسلمانوں کو (معاذ اللہ) حق پر نہ ہونے کا حکم لگا دینا اور صرف مرزائی مبلغین کو اس کا مصداق بنانا ویسی ہی خود رائی ہے جس کے لئے سرکار دو عالم ﷺ کا ارشاد ہو رہا ہے، کہ جس نے قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کی اس کو چاہیے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے۔ مرزائی صاحبان آریوں اور عیسائیوں کو تو کیا مسلمان بنائیں گے مرزا صاحب کے زمانے اور اس کے بعد کے مسلمانوں پر خود مرزا صاحب اور ان کے بلند اقبال صاحبزادوں نے کفر کا حکم لگایا تھا۔ صاحبزادے کے شاگرد حافظ صاحب استاد سے بھی آگے بڑھے اور انہوں نے پہلوں پر بھی ہاتھ صاف کیا۔ حافظ صاحب نے اشتہار بازی کی جرأت تو کی مگر جہالت کا یہ عالم ہے کہ مذکر و مؤنث کی تمیز نہیں، طائفة کے لئے لایزال لکھ رہے ہیں۔ پھر حدیث شریف میں خیانت اور بددیانتی اس درجہ دجل و فریب کا یہ عالم کہ صرف ایک جملہ اپنے مزعومہ مطلب کو خواہ مخواہ ثابت کرنے کے لئے نقل کر دیا۔ بعض کو ماننے اور بعض کے ساتھ کفر کرنے کا یہی طریقہ ہے کہ اول و آخر کو لکھا ہی نہیں۔ اس لئے کہ ان جملوں کو لکھتے تو مرزائیت کا سارا پول کھل جاتا اور مدعیت نبوت کا کذاب ہونا حدیث نبوی ﷺ سے ظاہر ہو جاتا کیونکہ حضرت ﷺ فرماتے ہیں۔ سیکون فی امتی کذابون ثلاثون کلھم یزعم انه نبی وانا خاتم النبیین لانبی بعدی ولاتزال طائفة من امتی علی الحق ظاهرین لایضرهم من خالفهم حتی یاتی امر اللّٰه۔ (مسلم، ترمذی، ابوداؤد) میری امت میں تیس جھوٹے پیدا ہونے والے ہیں ان میں سے ہر ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ میری امت میں ہمیشہ ایک گروہ حق پر رہے گا اور غالب رہے گا اس کے مخالف اسے ضرر نہ پہنچا سکیں گے یہاں تک کہ خدا کا حکم یعنی قیامت آجائے۔ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

اس حدیث نے صاف بتادیا اور پہلے جملے کے معنی نے بالکل کھول دیا کہ یہی گروہ علماء ومجددین، وحی والہام خاتم النبیین پر قائم رہیں گے اپنے الہام کو شرعی حجت نہ بنائیں گے۔ مرزا صاحب کی طرح نبوت کا دعویٰ کرنا اور اپنے مفروضہ الہام کو وہی درجہ دینا جو قرآن کریم کا ہے، جھوٹوں کا شیوہ ہے۔

اب مرزا صاحب کو آپ اسی کسوٹی پر پرکھ لیجئے کہ

الف..... انہوں نے نبوت ورسالت کا کھلا ہوا دعویٰ کیا کہ ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں۔

ب..... سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں نبی بھیجا۔ آپ نہیں غیر تشریعی اور ناقص نبی سمجھتے ہیں ان کے نزدیک بھی بے ایمان ہیں۔ اس لئے کہ وہ تو صاف لکھتے ہیں۔

۱..... جس نے اپنی وحی کے ذریعے چند امر ونہی بیان کئے اور اپنی امت کے لئے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب الشریعۃ ہوگیا۔

پھر اپنی وحی میں امر ونہی کی مثال دے کر آگے لکھا کہ

۲..... اب تک میری وحی میں امر بھی ہوتے ہیں اور نہی بھی۔ (اربعین صفحہ ۶)

کہیئے اب بھی تشریعی نبوت کے دعویٰ میں کیا کچھ کسر رہ گئی؟ پھر ابھی اور آگے بڑھے۔ اپنی وحی کو قرآن کریم کے جیسا بتایا

آنچہ من بشنوم ز وحی خدا　　بخدا پاک دانمش ز خطا
ہمچو قرآن منزہ اش دانم　　از خطاہا ہمیں است ایمانم

(نزول المسیح صفحہ ۹۹)

پھر اپنے آپ کو سب تشریعی وغیر تشریعی نبیوں کے برابر ٹھہرایا۔

انبیاء گرچہ بودہ اند بسے　　من بعرفاں نہ کمترم ز کسے
کم نیم زاں ہمہ بروئے یقیں　　ہر کہ گوید دروغ است ولعیں

بلکہ اپنے آپ کو صاحب شریعت اولوالعزم رسول حضرت عیسیٰ بن مریم سے تو صاف طور پر

بہتر بتایا ان کا مشہور شعر ہے۔

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو　　اس سے بہتر غلام احمد ہے

کیا اس تیرہ سو برس کے کسی مجدد نے، کسی سچے عالم نے ایسا دعویٰ کیا؟ اپنے الہام کو ایسی حجت بتایا؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔ پس مرزا صاحب کے تو دعوے ہی ان کی تکذیب کی بڑی دلیل ہیں۔ آپ کہیں ان کی مجددیت کا راگ الاپتے ہیں، کہیں امامت کا ذکر کرتے ہیں، آگے چل کر نبوت ورسالت غیر تشریعی کا حکم لگاتے، پھر ان کو فی الجملہ تشریعی بھی مانتے ہیں اس لئے کہ ان کے نہ ماننے والوں کو کافر اور باطل پر ٹھہراتے ہیں۔

ایک عالم فیصلہ کرچکا اور مارشس کے مرزائی بھی عنقریب کرلیں گے۔ مرزا صاحب تو اپنے قول سے خود کفر کے دام میں پھنس چکے اب وہ کہاں نکل کر جاتے ہیں۔ مجددیت وامامت ونبوت کا ذکر تو بعد میں کیا جائے پہلے ان کے ہوا خواہ ان کو کفر کے گڑھے سے تو نکالیں، اگر نکال سکتے ہیں۔ باقی آئندہ۔

(عبد العلیم الصدیقی القادری)

نوٹ: قادیانی مبلغ حافظ صاحب نے اپنے فرقے کو حق پر ثابت کرنے کے لئے یہ آیت لکھی ہے۔ قل هذه سبیلی ادعوا الی الله علی بصیرة انا ومن اتبعنی۔ اور اس آیت کا یہ ترجمہ کیا ہے۔ اے محمد ﷺ! تو اعلان کردے کہ میرا اور میرے صحابہ کا طریقہ یہ ہے کہ ہم سب علی البصیرت تبلیغ کا کام کرتے ہیں۔ قادیانی نے اپنے مدعا کو ثابت کرنے کے لئے آیت کے معنی میں تحریف کی۔ اور من اتبعنی کا ترجمہ (میرے صحابہ) کیا باوجودیکہ اس کے صاف معنی یہ تھے کہ جس نے میرا اتباع کیا اس میں صحابہ کرام بھی داخل تھے، تابعین بھی، تبع تابعین بھی، قیامت تک آنے والے تمام مسلمان فرمانبرداران رسول ﷺ بھی۔ مگر قادیانی مبلغ نے دیکھا کہ صحیح ترجمہ کیا جائے تو آیت سے صاف طور پر ثابت ہوگا کہ حق پر صرف اہلسنت وجماعت ہیں جن کا دین اتباع رسول ﷺ ہے اور وہ قرآن حدیث چھوڑ کر کسی مدعی الہام کے امتی بننا گوارا نہیں کرتے۔ لیکن تماشا یہ ہے کہ اس تحریف سے بھی انہیں کوئی فائدہ نہیں ہوا بلکہ یہ نتیجہ نکلا کہ مرزائی بھی گروہ حق سے خارج ہیں کیونکہ وہ صحابی نہیں۔ اور قادیانی صاحب کے نزدیک آیت میں من اتبعنی سے صرف صحابہ مراد ہیں تو جب مرزا اہل حق سے خارج ہے تو اس کے متبعین کس طرح اہل حق بن گئے؟ آیت کے معنی میں تحریف کرکے بھی مرزائی گروہ باطل ہی میں ہے۔ علاوہ بریں مرزائی مبلغ نے اہل حق صرف متبعین کو مانا ہے قطع نظر اس کے کہ یہ خیال تراشیدہ طبع اور زائیدہ فکر مرزائیت ہے اور قرآن وحدیث میں اس کا کہیں ثبوت

مُبَسْمِلاً وَّحَامِدًا وَّمُحَمِّدًا جَلَّ وَعَلا
وَمُصَلِّيًا وَّمُسَلِّمًا مُحَمَّدًا سَلَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَصَلّٰى

مرزائی حقیقت کا اظہار

(۲)

مرزا غلام احمد قادیانی اپنے کفر کا فتویٰ خود دے چکے

علمائے اسلام جناب مرزا صاحب سے ان کے اسلام کا ثبوت کیوں نہ طلب کریں جبکہ مرزا صاحب اپنے کافر وکاذب وملعون ہونے کا فتویٰ خود اپنے قلم سے دے رہے ہیں۔ اس سے قبل ناظرین نے مرزا صاحب کے نبوت تشریعی بلکہ دوسرے انبیاء سے برابری بلکہ ان سے بہتری کے دعوے تو ملاحظہ کیے۔ اب ایسے دعوے کرنے والے کے متعلق علمائے اسلام کے سامنے لاجواب ہوکر جناب مرزا صاحب نے جو فتوے دیئے وہ بھی دیکھئے اور فیصلہ کیجئے کہ ان دعووں کے بعد اپنے ان فتووں کے مطابق وہ کیا ہے؟

۱..... بجواب حضرت مولانا غلام دستگیر صاحب قصوری رحمۃ اللہ علیہ جناب مرزا صاحب علیہ ما علیہ اپنے اشتہار مورخہ ۲۰ رشعبان ۱۳۱۴ھ میں شائع فرماتے ہیں۔

''ان پر واضح رہے کہ ہم بھی مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں۔''

نہیں، بلکہ کثیر آیات واحادیث کے خلاف ہے۔ یہ تعجب خیز ہے کہ مرزائیوں کے حق پر ہونے کی دلیل مرزا کا دعویٰ الہام قرار دیا جائے اور یہ دلیل ان کے سامنے پیش کی جائے جو مرزا کو مومن اور مسلم بھی نہیں مانتے تو وہ ملہم من اللہ کیسے تسلیم کریں گے؟ یہ کہاں کی منطق ہے کہ مخالف کے سامنے اپنے اعتقادات کو دلیل بنا کر پیش کر دیا جائے۔ زیادہ تعجب یہ ہے کہ مرزا صاحب کے الہام نسبت محمدی بیگم وغیرہ کے دیکھنے کے بعد بھی مرزائیوں کی غیرت مرزا کے الہام کا نام لینا گوارہ کرتی ہے۔ شرم۔ شرم۔ شرم..... اگر محض دعویٰ الہام کسی کو حق پر ثابت کر سکتا ہو تو بہائی، بابی وغیرہ صدہا گمراہ فرقے الہام کے مدعی ہیں، مرزائی ان سب کو حق پر مانیں۔ ۱۲

۲..... اشتہار مجریہ ۲ راکتوبر ۱۸۹۱ء میں علمائے دہلی کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''(میں) سیدنا ومولانا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت ورسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں۔''

ایک طرف مرزا صاحب خود اپنے ہی ان فتووں کی رو سے کافر، کاذب اور ملعون بنے اس لئے کہ نبوت کا دعویٰ اظہر من الشمس۔ دوسری طرف انہوں نے تمام ان مسلمانوں پر جو مرزا صاحب کو نبی ومسیح ومہدی ومجدد وغیرہ نہ مانیں، کفر کا فتویٰ دیا اور انہیں کافر کہا۔ چونکہ قرآن وحدیث میں کہیں بھی مرزا صاحب پر ایمان لانے کا حکم نہیں دیا گیا، اس لئے اس فتوے کی رو سے کوئی مسلمان تو کافر نہ ہوا، ہاں بحکم حدیث وہ کفر بھی کروڑوں نہیں، بلکہ ان گنت مسلمانوں کی طرف سے خود مرزا صاحب ہی پر لوٹا۔ تو اب مرزا صاحب جس جماعت کے بھی امام بنیں اس کا شمار کفار میں ہی ہوسکتا ہے۔ مسلمانوں کی جماعت سواد اعظم سے تو وہ پہلے ہی اپنے آپ کو الگ کر چکے۔ چنانچہ اسی کفر کا اظہار مختلف صورتوں میں مرزا صاحب کے چیلوں کی طرف سے ہوتا رہتا ہے۔

خاتم النبیین ﷺ

پرستاران مرزا صاحب نے حدیث لانبی بعدی (میرے بعد کوئی نبی نہیں) کے معنی میں تحریف کرنے کے لئے طرح طرح کے حیلے نکالے مگر یہ جرأت آج تک کسی کو نہیں ہوئی تھی کہ لا الٰہ الا اللہ کے معنی کو بھی بدلے اور مندروں اور گرجاؤں کے بتوں کو

۱ مرزائی مبلغ نے اپنے فرقہ کے حق پر ہونے کی دلیل بیان کی کہ وہ ایک شخص کو امام اور ملہم مانتے ہیں۔ یہ کس قدر قابل مضحکہ بات ہے کسی قوم کے دہمیات یا اعتقادات اس کے حق پر ہونے کی دلیل ہوسکتے ہوں تو دنیا میں کوئی فرقہ باطل پر نہ ہو۔ رافضی، خارجی، بہائی، بابی بلکہ ہنود، مجوس کون اپنا پیشوا ملہم نہیں، منا تو مرزائیوں کے نزدیک یہ سب حق پر ہوئے۔ پس مرزائی بھی انہیں کے زمرے میں ہوں گے۔ ۱۲

بھی معبود قرار دے مگر چونکہ مارشس کے مرزائی حافظ جی کو علم سے کوئی علاقہ ہی نہیں اس لئے لے دے کر پورے اشتہار میں اپنی طرف سے اگر کوئی بات نکالی تو وہ بھی ایسی نرالی جو مرزا صاحب کے حمایتی تو کجا خود مرزا صاحب کو بھی کبھی نہ سوجھی تھی۔ جناب حافظ صاحب مرزا جی کی نبوت ثابت کرنے میں اس درجہ حد سے گذرے کہ لا الٰہ الا اللّٰہ میں بھی لا کو صرف کمال کی نفی کرنے والا قرار دے کر یہ مان بیٹھے کہ اللہ کے سوا بت خانوں اور گرجاؤں میں دوسرے (معبود بھی) موجود ہیں، اگرچہ وہ ایسے کامل نہ سہی جیسا کہ اللہ، مگر بقول حافظ صاحب معبود تو ضرور ہیں۔ (معاذ اللہ من ذلک)

مشرکین مکہ بھی تو اپنے بتوں کو اللہ کے برابر یا اللہ کے جیسا کامل معبود نہ مانتے تھے بلکہ اللہ سے کم درجے کا ہی معبود گردانتے تھے اور اسی جرم کے سبب اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان کو مشرک کہا۔ موجودہ زمانہ کے بت پرست بھی تو یہی کہتے ہیں کہ معبود حقیقی تو وہی خدا ہے اس سے کم درجے کے معبود یہ بت بھی ہیں۔

پس اب سوچئے کہ جناب مرزائی حافظ صاحب اور دوسرے بت پرست مشرکین میں کیا فرق رہا؟ حد سے گزرنے کی یہی سزا ہے کہ اول کافر بنے پھر مشرکین کے گروہ میں شامل ہوئے۔ جب کسی کی عقل پر پردہ پڑ جاتا ہے تو اس کا یہی حال ہوتا ہے۔ اسلام نے جو کلمہ سکھایا اس میں سب سے پہلے ہر مسلم کو یہی بتایا کہ حقیقی، مجازی، کامل، ناقص کسی صورت کسی قسم کا کوئی وجود ''اللہ (معبود)'' کہے جانے کا مستحق سوائے اللہ کے ہے ہی نہیں۔ لا الٰہ الا اللّٰہ میں لا جنس الٰہ غیر اللہ کی نفی کرتا ہے اور اس کلمے کا ترجمہ یوں ہوتا ہے۔ ''اللہ کے سوا کوئی معبود ہے ہی نہیں''۔

سچے مسلمانوں کا تو یہی عقیدہ ہے کہ جس طرح خدا کے سوا وہ تمام بت یا دوسری چیزیں جن کی پوجا کی جاتی ہے جھوٹے اور کسی طرح معبود کہے جانے کے مستحق نہیں، اسی

طرح بفحوائے حدیث لانبی بعدی حضور نبی اکرم ﷺ کے بعد جو شخص بھی نبوت و رسالت پانے اور نبی بننے کا دعویٰ کرے وہ ایسا ہی جھوٹا نبی اور جھوٹا رسول ہے جیسے وہ بت جھوٹے۔

آنے والے عیسیٰ مسیح بن مریم علیہ السلام، جن کی خبر قرآن عظیم واحادیث میں دی گئی

وہ مسیح بن مریم علیہا السلام جن کے تشریف لانے کی خبر قرآن عظیم واحادیث شریفہ میں دی گئی ہے، نہ حضور خاتم النبیین ﷺ کے بعد نبی بنیں گے، نہ یہ دعویٰ فرمائیں گے کہ مجھے اب نبوت و رسالت ملی۔ بلکہ یہ وہی مسیح بن مریم علیہ السلام ہوں گے جو حضور اکرم ﷺ سے پہلے نبی بن چکے اور نبوت و رسالت پا چکے وہی بذات خود دوبارہ دنیا میں آئیں گے اور حضور خاتم النبیین ﷺ کی خدمت خلافت بجا لائیں گے، چنانچہ ملاحظہ ہو حدیث نبی ﷺ۔ عن ابی ہریرۃ ان النبی ﷺ قال الانبیاء اخوان العلات امھاتھم شتّٰی ودینھم واحد وانی اولی الناس بعیسی بن مریم لانہ لم یکن بینی وبینہ نبی وانہ خلیفتی علی امتی وانہ نازل فاذا رأیتموہ فاعرفوہ رجل مربوع الی الحمرۃ والبیاض علیہ ثوبان ممصران کان راسہ یقطر وان لم یصبہ بلل فیدق الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیۃ ویدعوا الناس الی الاسلام ویھلک اللہ فی زمانہ الملل کلھا الا الاسلام (الی ان قال) فیمکث اربعین سنۃ ثم یتوفی ویصلی علیہ المسلمون ویدفنونہ (اخرجہ ابن ابی شیبۃ واحمد وابوداؤد وابن جریر وابن حبان عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ) مرزائی دلائل کے خرمن پر یہ حدیث بجلی کا کام کر رہی ہے اس لئے کہ اس میں حضور اکرم ﷺ نے صاف لفظوں میں بتا دیا کہ تشریف لانے والے، نازل ہونے والے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام وہی نبی ہیں جو مجھ سے پہلے نبی بن کر آ چکے اور میرے اور ان کے

درمیان کوئی اور نبی نہیں ہوا، وہی میری امت پر میرے خلیفہ بن کر تشریف لائیں گے ان کا حلیہ بھی بتادیا اور کام بھی سنادیا۔

صحیح مسلم کی وہ حدیث جس کا حوالہ حافظ جی نے دیا وہ انہی عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے متعلق ہے نہ غلام احمد بن گھسیٹی کی بابت۔ ان پرانے نبی اللہ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے آنے سے نہ لانبی بعدی کی حدیث میں تاویل کی ضرورت، نہ کسی دوسری حدیث سے تطبیق کی حاجت۔ اس لئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ظہور بہ شان خلافت خاتم نبوت ہوگا، نہ برائے اعلائے اظہار نبوت ورسالت۔ کتمان حق مرزائیوں کی عادت، اہل سنت کو اس حرکت سے سخت نفرت، قرآن کریم کی کسی آیت میں رب نے ہرگز ہرگز یہ خبر دی ہی نہیں کہ کسی نبی کی غلامی سے نعمت نبوت ودیعت کی جاتی ہے۔ حافظ جی کا قرآن عظیم پر کھلا افتراء ہے جس کی سزا ان شآء ربی روز جزا مل جائے گی۔

حافظ جی کا لا فتیٰ الا علی کے قول اور اذا ھلک کسریٰ فلا کسریٰ بعدہ الخ کی حدیث میں جو'لا' ہے اس کو لا الٰہ الا اللہ اور لانبی بعدی کے 'لا' پر قیاس کرنا ایسی کھلی ہوئی جہالت ہے جس کو کوئی اہل علم تو کجا ایک معمولی صرف ونحو جاننے والا بچہ سننے کا بھی روادار نہیں ہوسکتا۔ اس لئے کہ اس کو خبر ہوگی کہ 'لا' کتنی قسم کا ہوتا ہے؟ اور ہر قسم کی پہچان کے لئے کیا کیا قواعد ہیں؟ پھر یہ تو ایک معمولی اردو زبان میں تاریخ پڑھنے والا بھی جانتا ہوگا کہ اگر لا کسریٰ اور لا قیصر کے کلمات میں بھی 'لا' کے معنی وہی لے جائیں تو بھی واقعات کے خلاف نہیں ہوسکتا۔ اس لئے کہ یقیناً مخبر صادق کے ارشاد کے مطابق کسریٰ کے کسرویت کا خاتمہ ہو ہی گیا، قیصر بھی ملک شام سے بھاگا اور اقلیم شام اس کے نام سے پاک ہوئی، اب نہ وہ کسرویت رہی نہ قیصریت۔ بادشاہ ہونا دوسری چیز ہے اور کسریٰ وقیصر کے القاب مخصوص دوسری چیز۔ حافظ جی کو عربی زبان سمجھنے کا سلیقہ تو کہاں سے

ہوگا، کسی جاننے والے سے فتح الباری شرح بخاری میں اس کی تفصیل کا ترجمہ سن لیں تو ان کو کسریٰ وقیصر کے خاتمہ کا حال معلوم ہوجائے گا۔

حضور خاتم النبیین ﷺ کے اخبار بالغیب کے مطابق اس امت میں جھوٹے مدعین نبوت ہمیشہ آتے رہے ہیں اور آتے رہیں گے۔ چونکہ حدیث لانبی بعدی ان سب مدعیوں کے دعووں کا رد کرنے کے لئے سدِّ سکندری کا کام دیتی ہے۔ اس لئے اس حدیث کے معنی میں تحریف پر ہر مدعی نبوت نے توجہ کی۔

ایک شخص نے اپنا نام ہی 'لا' رکھ لیا جس کسی نے اسی حدیث سے اس کا رد کیا تو کہنے لگا کہ یہ حدیث سچی ہے مگر تمہیں پڑھنی نہیں آتی۔ اس کو اس طرح پڑھو لَانَبِیٌّ بَعْدِیْ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ 'لا' نام کا ایک شخص میرے بعد نبی ہوگا۔

اسی طرح ایک عورت کو بھی جنون ہوا۔ اس نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا جب اس حدیث کو اس کے سامنے پیش کیا گیا۔ تو کہنے لگی کہ ہاں! یہ صحیح ہے مگر اس میں تو مرد نبی کی نفی کی گئی ہے، عورت کے نبی ہونے کی نفی کہاں ہے؟ لانبیۃ بعدی ہوتا تو تمہارا دعویٰ صحیح تھا۔

اگر غور کیا جائے تو ان کی یہ تحریف مرزائی تحریف سے بڑھیا معلوم ہوتی ہے۔ مگر اس زمانے میں سمجھدار لوگ بکثرت موجود تھے ان کے جھوٹے دعوے نہ چل سکے۔ آج بدقسمتی سے ہمارے زمانے کا جھوٹا مدعی نبوت بھی ہوا تو ایسا کہ جس کو تحریف کرنی بھی نہ آئی۔ اس کے ہواخواہ بھی ہوئے تو ایسے جن کو اتنا سلیقہ بھی نہیں کہ نبوت منوانے چلے اور شرک تسلیم کر بیٹھے۔ اور اسی طرح ان کے جال میں پھنس جانے والے بھی ایسے سیدھے سادے کہ دین اسلام کے احکام کو تو کیا پہچانتے اتنی تمیز بھی نہیں رکھتے کہ خودغرض، مکار، فریبی، جھوٹے دجال اور بے غرض، راست باز، سچے خداپرست کے درمیان ہی فرق کرسکیں۔

وہ حافظ جی جن کو اتنی لیاقت بھی نہیں کہ مبتدا وخبر، فاعل ومفعول، مضارع واسم

ظرف بلکہ مذکر و مؤنث کو بھی پہچان سکیں، قرآن کریم پر ہاتھ صاف کرنے کی جرأت فرماتے ہیں اور مارشس کے بھولے بھالے لوگوں کو جس طرح چاہتے ہیں بہکاتے ہیں، حالانکہ حضور ﷺ نے فرمایا من تکلم فی القران برایه فاصاب فاخطا (ترمذی) جس نے قرآن کریم کی تفسیر اپنی رائے سے کی اور اتفاقاً صحیح تفسیر بھی کردی تب بھی اس نے غلطی کی۔ پھر فرماتے ہیں من قال فی القران بغیر علم فلیتبوأ مقعده من النار (ابوداؤد) جس شخص نے بغیر علم کے (اپنی رائے سے) قرآن کی تفسیر کی اسے چاہیے کہ اپنا ٹھکانا جہنم میں سمجھ لے۔ آیت کریمہ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی (الآیہ) کی تلاوت کرتے ہوئے میں نے بتایا تھا کہ اس آیت کریمہ میں خاتم النبیین کی تفسیر بھی موجود ہے اور یہ بتایا جارہا ہے کہ انبیاء دین الٰہی کی تبلیغ کیلئے آتے ہیں اب چونکہ دین الٰہی کامل ہوچکا۔ پھر آیت انا له لحافظون میں رب العالمین نے اس مکمل قانون دین الٰہی کی حفاظت کا ذمہ بھی لے لیا لہٰذا اب کسی نبی کی ضرورت بھی نہیں رہی۔ مگر اس شخص کی عقل میں یہ معنی کیونکر آئیں جس کی آنکھوں کو پہلے ہی سے مرزاجی کی محبت میں نابینا اور کانوں کو بہرہ بنادیا گیا ہو حبک الشی یعمی ویصم۔ نعمت کا حصر نبوت کے لئے کرنا اور پھر اس کو جاری ماننا حافظ جی کی خودرائی ہے، نہ قرآن کریم میں کوئی اس کی دلیل، نہ حدیث میں کہیں اشارہ۔

ویتم نعمته علیک وعلی ال یعقوب (الآیہ) اتممت علیکم نعمتی (الآیہ) اور ولاتم نعمتی (الآیہ) وغیرہ آیات کے معانی میں جس قدر تحریف بھی کی گئی وہ مرزائیوں کی ایجاد ہے۔ نہ ان کے یہ معانی حضور ﷺ نے سمجھے، نہ کسی صحابی نے جانے، نہ تیرہ سو برس کے کسی مسلمان کی سمجھ میں آئے۔ کلمہ صریح خاتم النبیین کے ہوتے ہوئے جو ایسی خودرائی کو کام میں لائے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے۔ رب العالمین نے تو قرآن کریم

میں کھلے کھلے لفظوں میں فرمادیا کہ ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول الله وخاتم النبیین۔ سرکار دوعالم ﷺ نے بار بار تکرار مختلف طریقوں پر مختلف کلمات میں یہی فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں، میں آخری نبی ہوں۔ خاتم النبیین کے معنی خود حضور ﷺ نے صاف صاف بتادیئے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ کہیں فرمایا کہ انا خاتم النبیین لانبی بعدی، کبھی ارشاد ہوا انا العاقب والعاقب الذی لیس بعده نبی۔ میں عاقب (سب سے پیچھے آنے والا) ہوں اور عاقب اسے کہتے ہیں جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔ بلکہ اس سے بھی زائد وضاحت سے فرمایا تاکہ تشریعی، غیر تشریعی، بروزی، ظلی وغیرہ وغیرہ سب قسم کے دعووں کی تکذیب ہوسکے کہ ان الرسالة والنبوة قد انقطع فلا رسول بعدی ولا نبی۔ یقیناً رسالت ونبوت بالکل منقطع ہوگئی، پس میرے بعد نہ کوئی رسول ہوگا نہ نبی۔ پس کوئی شخص بھی کسی قسم کی بھی نبوت کیوں نہ تراش لے، اس تیغ براں سے وہ پاش پاش ہی ہوجائے گی، ایک حدیث میں تو گویا اس امر پر اس قدر تاکید کی وجہ بھی خود ہی زبان مبارک سے بیان فرمادی کہ جھوٹے نبی آنے والے ہیں۔ فرمایا سیکون فی امتی کذابون ثلثون کلهم یزعم انه نبی وانا خاتم النبیین لانبی بعدی (مسلم) میری امت میں تیس بڑے جھوٹے پیدا ہوں گے جن میں سے ہر ایک یہی دعویٰ کرے گا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ کذابون کے صیغۂ مبالغہ نے یہ بھی بتادیا کہ چھوٹے چھوٹے جھوٹوں کا ذکر نہیں، بڑے بڑے جھوٹے تیس ہوں گے۔

۳..... دوورقی میں حافظ جی نے علامہ قاضی عیاض کا قول نقل کرکے اپنی ایک تازہ جہالت کا ثبوت بہم پہنچادیا اس لئے کہ تیس کی تعداد کے متعلق ان کی عبارت بتارہی ہے کہ اگرچہ ایسے جھوٹے مدعی نبوت تو بہت گزرے مگر ان تیس میں خاص طور سے وہی داخل جن کا دعویٰ

نبوت خوب مشہور ہوا پس جس کے دعوے نے زیادہ شہرت پائی وہی تیس نمبری متنبیوں میں داخل ہوا۔ اگر مرزا صاحب کی تشہیر دنیا میں بنسبت ان سے پہلے جھوٹے مدعیان نبوت کے زیادہ ہوئی اور ہو رہی ہے (جیسا کہ مرزائیوں کا دعویٰ ہے) تو یقیناً نہ صرف یہ کہ وہ ان تیس میں داخل ہوں گے بلکہ ان سے اس مقابلے میں نمبر لیتے جائیں گے، یہاں تک کہ ممکن ہے کہ جہنم کی طرف کی اس دوڑ میں چودھویں صدی میں ہونے کے باوجود پہلی صدی کے مسیلمہ سے بھی آگے بڑھ جائیں اور سب جھوٹے مدعیان نبوت میں نمبر اول مرزا جی ہی کا رہے۔

بہر صورت حضور ﷺ کے بعد جو کوئی بھی نبوت کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے۔ قرآن میں حضور ﷺ کے بعد نہ کسی احمد کے آنے کا اشارہ نہ کسی حدیث میں کسی نئے نبی کا استثناء۔ صحابہ نے یہی سمجھا، تیرہ سو برس کے مسلمانوں نے یہی مانا۔ آج اگر حافظ جی اور ان کے مقتدی خدا اور رسول وصحابہ وامت مسلمہ سب سے جدا ہو کر آیات قرآنی کے معنی بگاڑتے اور اپنی مطلب برآری کے لئے خدا اور رسول سے مقابلے کی ٹھانتے ہیں تو اس کے عذاب کیلئے تیار رہیں۔ دنیا میں تو اکثر کافروں کی رسی ڈھیلی چھوڑی جاتی ہے، فمهل الكافرين امهلهم رويدا۔ لیکن رب قہار کی پکڑ بہت سخت ہے، ان بطش ربك لشديد۔ حق کا جویا آنکھوں والا دیکھے کہ کہاں قرآن کریم کا کھلا ارشاد، جس کا لفظی ترجمہ مسلمانوں کے ہر مترجم قرآن میں لکھا ہوا، اور کہاں مرزائی لچھے دار فقرہ اور پیچ دار دعوے۔ عقل والا تو فوراً فیصلہ کر لیتا ہے کہ ان آیات واحادیث کے ہوتے ہوئے حضور ﷺ کے بعد نبوت کا ثبوت قرآن کریم سے نکالنا ایسا ہی ہے جیسے کسی عقل کے اندھے بے دین نے امنت بالله کے جملے میں کسی بڑھیا کے چنے کا ذکر دکھایا اور دین کی توہین کر کے اپنا پیٹ انگاروں سے بھرا۔

وسيعلم الذين ظلموا اى منقلب ينقلبون۔

مرزا صاحب کا دعویٰ ابنیت خدا، بلکہ اس سے بھی سوا

مرزا صاحب نے دعویٰ کیا کہ (معاذ اللہ) انہیں خدا کی طرف سے الہام ہوا۔

۱..... انت منى بمنزلة اولادى (تو مجھ سے ہے بطور میری اولاد کے)۔ (دافع البلاء مصنفہ مرزا صفحہ ۷)

۲..... انت منى وانا منك (تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے)۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۷۴)

۳..... انت منى بمنزلة ولدى (تو مجھ سے ہے بطور میرے بیٹے کے)۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۸۶)

۴..... اسمع ولدى! (اے میرے بیٹے سن)۔ (البشریٰ جلد اول صفحہ ۴۹)

۵..... انت من مائنا وهم من فشل (تو ہمارے پانی (نطفہ) سے ہے اور وہ لوگ خشکی سے)۔ (اربعین ۳ صفحہ ۳۴)

میں نے اپنی تقریر میں مرزا صاحب کے انہی کلمات کا حوالہ دیا اور یہ بتایا کہ خدائے قدوس کی شان کا آیت لم يلد ولم يولد میں بیان، اس کا فرمان کہ لم يتخذ ولدا۔ مگر جناب مرزا صاحب نے کھلے لفظوں میں ابنیت خدا کا دعویٰ کیا، مرزا جی کے حامی جناب حافظ جی اپنی دو ورقی میں اس کے متعلق جو مزخرفات تحریر فرماتے ہیں، وہ بالکل ایسے ہی ہیں جیسے مسیحیوں اور یہودیوں کی طرف سے حضرت مسیح وحضرت عزیر کی ابنیت خدا (معاذ اللہ) ثابت کرنے کے لئے پیش کئے جاتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ بھی کہہ دیں گے کہ ہم ان کو ایسا حقیقی بیٹا تو نہیں کہتے جیسے کسی انسان کا بیٹا دوسرا انسان ہوتا ہے بلکہ ایسا ہی بیٹا کہتے ہیں جیسا مرزا صاحب نے اپنے آپ کو بنایا اور اسی جرم میں قرآن کریم نے ان کے حق میں یہ حکم نافذ فرمایا کہ لقد كفر الذين (الآیہ) یقیناً ان لوگوں نے کفر کیا۔ پس

جو جواب اس موقعہ پر نصاریٰ اور یہود کیلئے ہے وہی جواب مرزائیوں کے لئے ہے۔ اسلامی علم مناظرہ کی کتابیں ایسے جوابوں سے بھری ہیں، جس کا دل چاہے دیکھ لے[1] آیت فاذکروا اللہ کذکرکم ابائکم (الآیۃ) سے حافظ جی کا استدلال کرنا اور اپنے مقتدا کی اس دریدہ دہنی پر پردہ ڈالنا ظلمات بعضھا فوق بعض کا مصداق۔ آیت کا مطلب نہایت سیدھا سادہ صاف کہ خدا کو اسی طرح ہر وقت یاد کرتے رہو جس طرح تم اپنے محسن باپ کو ہر وقت دل و زبان سے یاد کرتے رہتے ہو اور اشد ذکرا سے اس پر مزید تاکید۔ اگر (معاذ اللہ) اس آیت سے حافظ جی خدا کا باپ ثابت کر رہے ہیں تو کچھ تعجب نہیں کہ یعرفونہ کما یعرفون ابنائھم (وہ لوگ حضور نبی اکرم ﷺ کو اسی طرح پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو) کی آیت سے (توبہ توبہ عیاذاً باللہ) سرکار دو عالم ﷺ کو .... کا ابناء کہہ بیٹھیں گے۔ حدیث کا پڑھنا اور سمجھنا اہل علم کا کام۔ کہاں حافظ جی اور کہاں اس اہم کام کا سرانجام! انہیں جب عیال اور اولاد کے الفاظ کا لغوی فرق بھی

---

[1] اور حقیقت میں مرزائیوں کا یہ عذر یہود و نصاریٰ سے بہت کمزور ہے کیونکہ مرزا کے لفظ اس معنی کا تحمل نہیں رکھتے کیونکہ اگر ابن اور ولد کے معنی مطیع، مخلص، مستحق، رحمت و شفقت فرض کئے جائیں تو پھر بمنزلہ کا کیا کام۔ انت ولدی کیوں نا کافی یا مطلب ہے کہ تو مطیع اور مخلص تو نہیں عفو و کرم سے بمنزلہ مطیع کے قرار دیا جاتا ہے جیسے کسی سے کہنے کہ تو بمنزلہ شریف کے ہے، تو یہ اس کی توہین ہوگی، اگر یہ معنی ہوں اور مرزا مطیعین و مخلصین میں حقیقتاً داخل نہ ہوں تو پھر امام، مجدد اور صاحب الہام کیسے ہو سکتا ہے، تو لامحالہ بہت ہیر پھیر کرنے کے بعد بھی یہ کہنا پڑے گا کہ مطلب یہ ہے کہ مرزا حقیقی و صلبی بیٹا تو نہیں مگر (معاذ اللہ) خدا کے صلبی بیٹے کے برابر اس کو پیارا یا اس کا مطیع ہے تو اگرچہ مرزا نے کسی خدا کے لئے صلبی بیٹا تو مانا، کوئی ہو اب مرزائی بتائیں وہ صلبی بیٹا کونسا ہے جس کے بمنزلہ ہونے مرزا کو دعویٰ ہے، مرزائیوں نے جو معانی تراشے وہ نصرانیوں کے مقولے المسیح ابن اللہ، یا یہودیوں کے قول عزیر ابن اللہ میں چاہے تو چلے، مگر مرزا کی عبارت میں کسی طرح چل ہی نہیں سکتے۔۱۲

نہیں معلوم۔ مثنوی مولانا روم کے شعر سے استدلال تو کیا کرتے اسے موزوں لکھ بھی نہ سکے۔ اس جہالت کے باوجود خدا ہی جانے کہ جواب کی جرأت کس صورت سے ہوئی۔ سچ ہے اذا فاتک الحیاء فافعل ماشئت بےحیا باش و ہر چہ خواہی کن۔ اس دھوکے میں جاہل نہیں شاید کوئی اجہل آجائے تو آجائے، معمولی عقل والا بھی جان لے گا کہ اگر مرزا صاحب کی مراد وہی معمولی رشتہ تھا جو خالق و مخلوق میں ہوتا ہے تو ان کی ذات کی تخصیص کیا معنی رکھتی ہے۔

پھر مرزاجی نے تو پردہ ہی اٹھادیا۔ (اس کتاب میں موجود ہیڈنگ ''مرزا صاحب کا دعویٰ ابنیت خدا، بلکہ اس سے بھی سوا'' کے ضمن میں لکھی گئی مرزا کی عبارت کے) ۵...... میں تو من مائنا (ہمارے پانی یعنی نطفہ سے) تک کہہ ڈالا بلکہ اس سے بھی اور آگے بڑھے اور انا منک (میں تجھ سے ہوں) کہہ کر (معاذ اللہ) اس مطلب کو بھی بڑھادیا جس کے مضمون سے بھی ایک ایماندار لرزہ میں آجائے۔

فہم قرآن

بجوائے آیت لَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرَانَ یہ بالکل صحیح ہے کہ قرآن کریم کے مضامین اس درجہ آسان ہیں کہ حضور ﷺ کے بتانے اور اس ارشاد کے مطابق ان کے صحابہ، تابعین وعلمائے امت کے سمجھانے سے بہت جلد سمجھ میں آجاتے ہیں لیکن اس کے معنی یہ لینا کہ ہر بے علم جس کو عربی پڑھنی بھی نہ آتی ہو اپنی رائے اور اپنی سمجھ کے مطابق جو معنی چاہے کرلے، جو مطلب چاہے نکال لے، وہی جہل مرکب ہے جس کی خبر مخبر صادق حضور اکرم ﷺ نے پہلے ہی دی ہے کہ يُفْتُونَ بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوْا وَاَضَلُّوْا بغیر علم کے فتوے دیں گے خود بھی گمراہ ہوں گے

دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ حافظ جی نے اس بیان میں کوئی نیا کمال نہیں دکھایا وہی کہا جو ہمیشہ جہلاء کا شیوہ رہا۔ اس بات کو ایک عامی بھی سمجھ سکتا ہے کہ جب تک کوئی شخص ایک زبان ہی کو نہ جانے تو اس زبان کی آسان سے آسان کتاب کو بھی کیسے سمجھ سکتا ہے؟ کسی زبان کے جاننے کے لئے اس زبان کے قواعد کا جاننا ضروری۔ ورنہ فاعل ومفعول ومبتدا وخبر، ماضی ومستقبل وحال وامر میں کیسے تمیز کرے گا؟ اسی کو صرف ونحو کہتے ہیں۔

اردو یا فرنچ کے جاوبے جا ترجموں کو پڑھ لینے کے یہ معنی نہیں ہو سکتے کہ اس نے معانی قرآن کریم کو پالیا۔ شانِ نزول آیات وتفسیر نبوی کے مطالعہ کے بغیر یہ نتیجہ نکال لینا کہ صحیح طور سے مطالب قرآن پر عبور ہو گیا، ایک جاہلانہ وہم نہیں تو کیا ہے؟

شانِ نزول آیات ہی سے یہ پتہ چلے گا کہ کونسا حکم مقدم ہے اور کونسا مؤخر؟ حافظ جی کو ابھی نسخ اور اختلاف کے لغوی فرق کی بھی خبر نہیں تو وہ میرے جملوں کا مطلب کیا سمجھتے۔ اگر سمجھنا چاہتے ہیں تو میں تیار ہوں۔ شاگردوں کی صورت میں آئیں میرے تلامذہ کے زمرہ میں شریک ہو جائیں، طالب علموں کی طرح پہلے صرف ونحو پڑھیں، ادب سیکھیں، جب تفسیر پڑھانے کا وقت آئے گا تو میں ان کو بتادوں گا کہ ناسخ کسے کہتے ہیں اور منسوخ کسے؟ کتنے احکام ناسخ ہیں اور کتنے منسوخ؟ نیز یہ بھی سمجھادوں گا کہ نسخ حکم دوسری چیز ہے اور اختلاف واقعات دوسری چیز۔ وحی الٰہی قرآن کریم یقیناً اختلاف سے قطعاً پاک، نہ اس کے الفاظ میں اختلاف، نہ معانی میں تخالف، نسخ احکام حکمت ربانی پر دلیل، نسخ کو اختلاف کہنا کسی جاہل نہیں اجہل ہی کا کام ہو سکتا ہے۔

خدا کے کلام میں تو نہ اختلاف ہے نہ ہو سکتا ہے۔ ہاں! جھوٹے الہام کی یہی

پہچان ہے کہ اس میں اختلاف ہوگا۔ چنانچہ اگر حافظ صاحب کو عجلت ہے تو ذیل کی مثال سے دیکھ لیں۔

اختلاف واقعات گزشتہ

مرزاجی اپنی کتاب براہین احمدیہ کے صفحہ ۴۹۸ میں (جس کے متعلق یہ دعویٰ ہے کہ بالہام الٰہی لکھی گئی ہے) فرماتے ہیں۔	مرزاجی اپنی کتاب ازالہ اوہام صفحہ ۶۱ میں فرماتے ہیں۔
''جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق واقطار میں پھیل جائے گا۔''	''اور میرے پر اپنے خاص الہام سے ظاہر کیا کہ مسیح بن مریم فوت ہو چکا ہے اور اس کے رنگ میں ہو کر وعدہ کے مطابق تو آیا ہے۔''
نوٹ: ادھر انہی مسیح علیہ السلام کا دوبارہ آنا معتبر اور ان کی حیات کی خبر۔	نوٹ: ادھر اپنے مسیح ہونے پر اصرار اور ان کی حیات سے انکار۔

فاعتبروا یااولی الابصار

اختلاف واقعات آئندہ

مرزاجی کا دعویٰ ہے کہ انہیں الہام ہوا۔ کہ محمدی بیگم انجام کار تمہارے نکاح میں آئے گی..... آخر کار ایسا ہی ہوگا۔ خواہ پہلے ہی بارہ ہونے کی	مرزاجی کو فی الجملہ تسلیم ہے کہ پیشین گوئی پوری نہیں ہوئی، ملاحظہ ہو۔ پیشین گوئیاں کچھ ایک دو نہیں بلکہ اس قسم کی سو سے زائد پیشین گوئیاں

حالت میں یا ..... بیوہ کر کے ..... یہ بات میرے رب کی طرف سے سچ ہے، تو کیوں شک کرتا ہے ..... تزوج سے مراد خاص تزوج ہے جو بطور نشان ہوگا ..... اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ پیشین گوئی پوری نہ ہوگی۔ (کتب مختلفہ مرزا)

ہیں ..... پھر ان سب کا ذکر نہ کرنا اور بار بار احمد بیگ کے داماد اور آتھم کا ذکر کرنا کس قدر مخلوق کو دھوکا دینا ہے۔ (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۳۰)

نوٹ: ادھر اصرار پر اصرار ہے بلکہ قسم کے ساتھ اقرار بلکہ اس پورا ہونا ان کے صدق کا معیار۔

نوٹ: ادھر فی الجملہ تسلیم ہے کہ ہاں خیر محمدی بیگم سے نکاح اور آتھم کی موت کی پیشین گوئیاں پوری نہیں ہوئیں پھر ان پر مجھے کھسیانہ کیوں بناتے ہو جو پوری ہو گئیں انہیں کیوں نہیں ذکر کرتے۔ (اس کا جواب یہ ہے کہ آپ ہی نے لکھا تھا کہ یہ میرے سچے یا جھوٹے ہونے کی کسوٹی ہیں)

واقعات حال باعتبار مرزا صاحب

مرزا صاحب آسمانی فیصلہ صفحہ ۷ میں فرماتے ہیں۔ ''میں نبوت کا مدعی نہیں بلکہ ایسے مدعی کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں''۔

مرزا صاحب اخبار بدر ۱۹۰۸ء میں فرماتے ہیں۔ ''ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم نبی اور رسول ہیں''۔

یہاں نبوت سے انکار

''اے لوگو! دشمن قرآن مت بنو اور خاتم النبیین کے بعد وحی نبوت کا نیا سلسلہ جاری نہ کرو''

یہاں بعد خاتم النبیین دروازہ وحی نبوت کو بند مانا۔

یہاں نبوت سے انکار

''میں اس کی قسم کھا کر کہتا ہوں ..... اس نے مجھے بھی اپنا مکالمہ ومخاطبہ کا شرف بخشا اور میں اس پر ایسا ہی ایمان لاتا ہوں جیسا کہ خدا کی کتاب پر''

یہاں اپنے الہام کو قرآن کے جیسا الہام جانا۔

ہمیں امید ہے کہ ان مثالوں کو دیکھ کر شاید حافظ جی کی سمجھ میں یہ تو آجائے کہ اختلاف اسے کہتے ہیں۔

خدا کے کلام، خدا کے الہام میں اس اختلاف کی مثال مل ہی نہیں سکتی، ہاں نسخ کی مثال اگر سمجھنا چاہیں تو اس عجالہ میں ہم اشارۃً انہیں انہی کی تحریر یاد دلا دیں گے کہ تحویل قبلہ کا حکم ناسخ ہے اپنے ماقبل کے لئے۔ باقی جس میں عقل ہو وہ سمجھ لے۔

بیٹے کی پیش گوئی

حافظ جی ہمیں الزام دیتے ہیں کہ ہم نے مرزا صاحب کے مزعومہ الہام میں تحریف سے کام لیا اور عبارت کے پہلے فقرے کو چھوڑ دیا۔ یعنی انا نبشرک بغلام مظہر الحق والعلا کان اللہ نزل من السماء کہ ہم تجھے ایک لڑکے کی بشارت دیتے ہیں جس کے ذریعے خدا کی ذات اور اس کی عظمت کا ایسے رنگ میں اظہار ہوگا کہ گویا خدا آسمان سے اتر آیا۔

ہم اس عبارت پر تنقید نہیں کرتے اس لئے کہ اگر کوئی اہل علم مخاطب ہوتا تو علمی غلطیاں بتاتے۔ ہم یہ بھی نہیں کہتے کہ حافظ جی کو اتنی بھی خبر نہیں کہ مظہر اسم ہے یا فعل۔ ہم یہ

بھی نہیں جتاتے کہ عربی عبارت کے ترجمے میں حافظ جی نے کس قدر تحریف کی ''جس کے ذریعے'' اور ''ایسے رنگ میں'' ان دونوں کلموں کے لئے عربی عبارت میں کوئی لفظ نہیں۔ ہم اصطلاحات نحوی کی رو سے عربی عبارت کی ترکیب کرتے ہوئے یہ بھی نہیں ظاہر کرتے کہ مشبہ کون ہے اور مشبہ بہ کون اور وجہ شبہ کیا؟ ہم یہ بھی نہیں کہتے کہ صفت کیا ہے اور موصوف کون؟ ہم اس مضمون کو بھی اس وقت سامنے نہیں لاتے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے آسمان پر خدا کے پاس جانے کا عقیدہ رکھنے کے سبب تو مرزائی لوگ مسلمانوں پر شرک کا الزام لگاتے اور یہ کہتے ہیں کہ خدا کو آسمان پر مان لیا مگر یہاں اللہ کے آسمان سے اترنے کا خود اظہار کیا (معاذاللہ)۔ ہمیں تو اس وقت صرف اس قدر جتانا ہے کہ ہم نے جو اعتراض کیا وہ صحیح تھا یعنی مرزا صاحب نے پیش گوئی کی کہ ان کے ایک بیٹا ہوگا اور اس بیٹے کی صفت بیان فرمائی کہ گویا خدا آسمان سے اتر آیا۔ ادنیٰ عقل والا بھی سمجھ جائے گا کہ ''مظہر الحق والعلا'' اور کان اللہ نزل من السماء دونوں فقرے اس غلام (لڑکے) کی صفت کا اظہار کر رہے ہیں، پس اس غلام کو اللہ سے تشبیہ دی جانی ظاہر اور اعتراض ثابت۔

دوسرے یہ امر کہ اس پیش گوئی کے مصداق مرزا بشیر محمود صاحب ہیں یا کون؟ اس کا فیصلہ خود مرزائی صاحب کی تحریروں سے باآسانی ہوسکتا ہے۔ اس پیش گوئی کی خبر ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو دی گئی مگر قدرت خدا! اس جھوٹ کا اظہار اللہ تعالیٰ کو منظور تھا کہ اس وقت کے حمل سے لڑکی پیدا ہوئی نہ کہ لڑکا۔ جب اہل حق نے مرزا جی کو شرمایا اور پیش گوئی کا غلط ہونا بتایا تو جھٹ سے اشتہار دے ڈالا کہ اس حمل کی شرط نہ تھی، وہ موعود بیٹا اس کے قریب دوسرے حمل سے ہوگا، آخر ۷ اگست ۱۸۸۷ء کو ایک اشتہار دیا جس میں اعلان کر دیا کہ ۱۶ ذیقعدہ ۱۳۰۴ھ ۷ اگست ۱۸۸۷ء میں ۱۲ بجے رات کے بعد وہ موعود لڑکا پیدا ہو گیا۔ تب قدرت خدا نے یہ تماشا دکھایا کہ چند ہی روز بعد وہ لڑکا مر گیا۔

اب ناظرین فیصلہ کریں کہ مرزا جی نے تو وہ ساری خوبیاں ۷ اگست ۱۸۸۷ء کو پیدا ہونے والے لڑکے میں بتائی تھیں۔ حافظ جی کہتے ہیں کہ نہیں ان کے مصداق جناب بشیر محمود صاحب ہیں۔ مرزا جی کے الہام کا اختلاف تو ظاہر ہی تھا یہاں گرو اور چیلے میں بھی اختلاف ہو گیا۔ وہ مرنے والے کو سب کچھ ٹھہرائیں، یہ جینے والے کو چنین و چناں بتائیں۔

پھر اور آگے بڑھیے، حافظ جی کے ممدوح جناب بشیر محمود صاحب کے اوصاف خود مرزا جی کے ان زبردست ممتاز حواری کی تحریر میں دیکھئے جن کو مرزا صاحب نے (معاذاللہ) ان فرشتوں میں سے ایک فرشتہ کی جگہ دی، جن کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے حضرت مسیح علیہ السلام اترنے والے ہیں، یعنی جناب مولوی محمد احسن صاحب امروہوی، وہ تحریر فرماتے ہیں۔ ''صاحبزادہ میاں بشیر الدین محمود احمد صاحب بوجہ اپنے عقائد فاسدہ پر مصر ہونے کے میرے نزدیک اس بات کے اہل نہیں کہ وہ مرزا صاحب کی جماعت کے خلیفہ یا امیر ہوں، اس لئے میں اس خلافت سے جو ارادی ہے سیاسی نہیں، ان کا عزل کرکر عنداللہ وعندالناس اس ذمہ داری سے بری ہوتا ہوں..... میں یہ بھی اطلاع دیتا ہوں کہ ان عقائد کے باطل ہونے پر حضرت مسیح موعود (مرزا جی) کے مقرر کردہ معتقدین کی بھی کثرت رائے ہے، اب جو ۱۲ ممبر حضرت کے مقرر کردہ زندہ ہیں، ان میں سے ۷ ممبر علی الاعلان ان عقائد سے بے زاری کا اظہار کر چکے اور باقی ۵ میں بھی اغلب ہے کہ ایک صاحب بھی ان عقائد میں صاحبزادہ صاحب کے شامل نہیں۔''

مرزائی خود حافظ جی کے محبوب جناب صاحبزادہ بشیر محمود صاحب کو موعود نہ بتائیں، ان کے معتمد دست راست ان کے بعد ان کو عاصی و بدعقیدہ ٹھہرائیں اور امامت سے معزول بنائیں، مگر حافظ جی ہیں کہ اپنے پیٹ کی خاطر ان کی تعریف کے ترانے گائیں اور مارشس کے سادہ لوحوں کو بہکائیں۔ ان هذا لشیء عجاب۔

خدائی سرخی کی چھینٹیں

حافظ جی میں جب اتنا بھی علم نہیں کہ معمولی لفظوں کے معنی ہی سمجھ لیں تو الٰہیات کے اس مسئلہ کو کیا سمجھ سکتے ہیں کہ جسم سے پاک رب العالمین کے لئے دستخط کے واسطے ایسی سرخی کی احتیاج تجویز کرنے سے جس کی چھینٹیں کپڑوں پر نمودار ہوں، کیسا شرک لازم آتا ہے۔ اس کے جواب میں ہم سر دست یہی کہیں گے کہ۔

ع سخن شناس نۂ دلبرا خطا ایں جاست!

افسوس! حافظ صاحب کو مرزا صاحب کے اس قابل مضحکہ لغویت پر شرم نہ آئی اور باطل کی محبت میں انہوں نے یہ تسلیم کر لیا کہ خدا نے دستخط کے لئے قلم ہاتھ میں لیا اور سرخی کا دوبایا سرخی زیادہ آ گئی تو اس کو چھڑکا اس سے چھینٹیں مرزا صاحب کے کپڑوں پر آ گئیں۔ حافظ صاحب کی عقل کیا ہوئی اور مرزا کی محبت نے اس دو جہان کے دماغ کو خراب کیا کہ انہیں شان الٰہی میں ایسی باطل بات بھی گوارہ ہوگئی جس کو زبان پر لانے کی کوئی کافر بھی جرأت نہ کرے گا۔ یہ خدا کی شان تو کیا ہو سکتی ہے تمیزدار انسان بھی ایسا نہیں کرتا کہ قلم کو اس بے تمیزی سے چھڑکے کہ دوسرے کے کپڑوں پر چھینٹ آئیں۔ یہ خدا کے ساتھ تمسخر ہے جس خدا کی یہ شان ہے انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول له کن فیکون جو سارے جہان کو کن کے امر سے موجود فرمادے وہ ایک دستخط کے لئے قلم سیاہی کاغذ کا محتاج ہو۔ احتیاج تو الوہیت اور شان واجب کے منافی ہے واللہ غنی عن العلمین اس کے لئے ایسا امر ثابت کرنا جس سے احتیاج لازم آئے اس کی خدائی کا انکار اور کفر ہے۔ پھر قلم کے ہاتھ میں لینے کے لئے ایک ہاتھ اور جسمانیت بھی ماننا پڑے گی کہ یہ دیت کے ساتھ اقتران و تلبس تجرد بحث کے منافی ہے یہ دوسرا کفر ہوا۔ تیسرا کفر علم قدرت کا انکار ہے کہ اس کو خبر نہیں ایک دستخط کے لئے کتنی سیاہی درکار ہے اور یہ اختیار نہیں کہ جتنی درکار ہے قلم میں اتنی ہی آئے بے اختیاری و بے علمی سے قلم دوات میں ڈالا اور اندھا دھند سیاہی بھر لی بعد کو معلوم ہوا کہ یہ تو زیادہ ہے تو یہ قدرت نہ تھی، یہ قلم میں رکی رہتی اور حسب ضرورت کاغذ پر لگتی، اپنی اس مجبوری و بے اختیاری کی وجہ سے زیادہ سیاہی قلم سے نکالنا پڑی مگر نکالنے کے لئے اتنی تمیز نہ تھی کہ دوات میں واپس کر دی جاتی، نہ یہ سلیقہ تھا کہ دوات میں جھٹک دیا جاتا یا کسی اور طرف جھٹکا بھی دیا تو ایسا کہ چھینٹیں مرزا جی کے کپڑوں پر گریں، یہ شان الٰہی کے ساتھ تمسخر ہے اور کفریات سے لبریز۔ افسوس! مرزائیوں کی لوح قلب اس قدر مکدر ہوگئی کہ وہ ایسے بے ہودہ کفریات کو تسلیم کرتے ہیں اور حافظ صاحب کا یہ قول کہ مادی سیاہی پر کیا اعتراض ہے خدا نے اتنا بڑا جہان مادی پیدا کر دیا اور نہ یادہ افسوس ناک جہالت ہے۔ کیا خدا نے جو کچھ پیدا کیا اس سب کا استعمال بھی اسکے لئے ثابت کرنا جائز، جو یہ اعتقاد ہے تو غذا کھانا، پینا، پیاد کرنا، شادی بی بی بچے والا ہونا سب اس کے لئے ثابت کرو گے، تعالى الله عما يصفون الظالمون علوا كبيرا مادیات کا پیدا کرنا کہاں اور کہاں انکا استعمال کرنے لگنا۔ اس عقل پر ہزار تف۔ ۱۲

مقابلہ ومناظرہ ومباہلہ اور آخری فیصلہ

مرزا صاحب مناظرے میں کسی عالم ربانی کے مقابلے کی کبھی تاب ہی نہ لائے، مباہلے کے لئے ہماری تقریر میں مرزا جی کے دعاوی کے ذیل میں جب ان کے مذکر سے مؤنث بننے کا دعویٰ سامنے آیا تو حافظ جی کو بہت ناگوار ہوا، ان کی جھنجھلاہٹ اشتہار کی اس عبارت سے ظاہر۔ کاش اس وقت جب ہم نے بلایا تھا، سامنے آتے تو ہم مرزا جی کا سارا کچا چٹھا انہی کی کتابوں میں دکھاتے۔

شرم کے مارے اس وقت تو پردہ ہی میں رہے اب ..... کی طرح ہمیں بددعائیں دیتے ہیں تو دیا کریں، ہم الحمدللہ اعلائے کلمہ حق کر چکے اور کرتے رہیں گے۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغ

نوٹ: اس رسالہ میں اسی قدر کافی۔ (مرزائی حقیقت کا اظہار) نمبر ۳، دوورقی کا جواب ان شاء اللہ جہاز میں بیٹھ کر لکھیں گے اب وقت بالکل نہیں۔ امید کہ اس عجلت کے سبب اگر کچھ سہو ہو ناظرین اسے معاف فرمائیں۔

محمد عبدالعلیم الصدیقی القادری

مُبَسْمِلاً وَّحَامِدًا وَّمُحَمِّدًا جَلَّ وَعَلا

وَمُصَلِّيًا وَّمُسَلِّمًا مُحَمَّدًا سَلَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَصَلّٰى

مرزائی حقیقت کا اظہار

(۳)

جناب مرزا صاحب قادیانی کا ایمان باللہ اور اس کی حقیقت

کسی مدعی مہدویت ومسیحیت میں علامات مہدی ومسیح دیکھنے کی ضرورت اس وقت ہو جبکہ پہلے اس کا راست باز اور مسلمان ہونا ثابت ہو جائے، زبان سے آمَنْتُ بِاللّٰہ الخ پڑھنا، لوگوں کے دکھانے کے لئے نمازیں پڑھنا، روزہ رکھنا یا لَوْفَرَضْنَا حج بدل کے ذریعے حج کرنا یا زکوٰۃ دینا اسلامی عدالت میں کیونکر قبول ہو سکتا ہے جبکہ ان کے کلمات سے صراحۃً کفر والحاد کا اظہار ہو رہا ہو۔ لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ (الآیہ) مرزا صاحب کا لاکھ بار امنت باللہ کہنا بھی انہیں مومن نہیں بنا سکتا، جبکہ اس خدائے حی وقیوم ملک وقدوس کی شان میں اُن کے حسب ذیل کلمات موجود ہیں۔

ایمان باللہ: یہ مجموعہ عالم خدائے تعالیٰ کے لئے بطور ایک اندام واقع ہے۔ ''قیوم العالمین (یعنی خدا) ایک ایسا وجود اعظم ہے جس کے بے شمار ہاتھ اور بے شمار پیر اور ہر ایک عضو اس کثرت سے ہے کہ تعداد سے خارج اور لاانتہا عرض وطول رکھتا ہے اور تیندوے کی طرح اس وجود اعظم کی تاریں بھی ہیں'' (معاذ اللہ من ذالک) (توضیح المرام صفحہ ۳۳)

یہ ہے ایمان باللہ یہ خدا کی صفات ہیں اس پر مرزا کو مومن باللہ بتایا جاتا ہے۔ جس سے انحس[1] الکفر بھی شرما جائے۔ شرم۔

---

[1] انحس سب سے زیادہ منحوس۔ ۱۲

ایمان بالرسل: اللہ کے رسولوں پر ایمان کیسے ظاہر ہو جبکہ انبیاء کی شان میں کھل کھل کر گستاخیاں کرتے اور خود اپنے آپ کو اولوالعزم صاحب شریعت پیغمبروں سے بھی افضل بتاتے ہیں۔ ان کا مشہور شعر ہے۔

عیسیٰ کجاست تا بنہد پا بمنبرم ۔۔۔ اینک منم کہ حسب بشارات آمدم

اور بعض نمونہ پہلے بیان ہوئے بعض آئندہ آتے ہیں پھر غیر انبیاء کو نبی مانتے اور پیغمبر بتاتے ہیں حالانکہ ان کے پاس کوئی سند نہیں۔

ایمان بالملئکة: ملائکہ پر ایمان کا حال ان اقوال سے ظاہر۔ ''ملائکہ ستاروں کی ارواح ہیں وہ ستاروں کے لئے جان کا حکم رکھتے ہیں لہٰذا وہ کبھی ستاروں سے جدا نہیں ہو سکتے، جبرئیل جس کا سورج سے تعلق ہے'' الخ (توضیح المرام صفحہ ۳۰)

ایمان بالکتب: کتاب الٰہی قرآن کریم کے متعلق ان کا یہ خیال۔

''قرآن دنیا سے اٹھ گیا تھا میں اس کو دوبارہ آسمان سے لایا ہوں''۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۷۲۷، ۷۲۵)

پھر جو قرآن لائے اور جس طرح اس کو پیش کیا اس کی کیفیت کچھ ذکر ہوئی کچھ آئندہ آئے گی کہ الفاظ کا بدلنا تو محال تھا معنی پر ہاتھ صاف کرنے میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑا، جو معنی ان کے نفس نے بتائے وہ کئے، نہ ان معنی سے غرض رکھی جو صاحب وحی وکتاب ﷺ نے بتائے نہ اس تفسیر سے مطلب جو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے فرمائی۔

ایمان بالیوم الآخر: یوم الآخر کا ڈر اور خوف، قیامت پر ایمان کی دلیل بنتا مگر ان کی پرائیویٹ زندگی ان کی دلیری پر دلالت کرنے والی جس کی طرف سردست اشارہ ہی کافی۔

اب امنت باللہ الخ کے ایک ایک شعبہ میں ان کا یہ حال ہے تو اب نماز، روزہ، زکوٰۃ وحج کو دیکھنا فضول خیال۔

اگر بالفرض والتقدیر جناب مرزا صاحب خود ہی حج فرما لیتے تو بھی ان کلمات کفریہ

کے ہوتے ہوئے وہ مسلمان ہی کیسے کہلاتے، مسیح یا مہدی ہونا تو دوسری چیز مسیح بن مریم علی نبینا و
علیہما السلام جو ہیں وہ ہیں، ان کے حج کی شان کا حدیث شریف میں اس طرح بیان، نہ اس میں
خواب کا تذکرہ، نہ تعبیر کی ضرورت۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لیھلن
عیسیٰ بن مریم بفج الروحاء بالحج و العمرة او لیثنیهما جمیعا۔ (مسند امام احمد)
مرزا جی نے تو اپنے مزعومہ الہام سے پیشین گوئی بھی فرمائی کہ ''ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ
میں''۔ (میگزین ۱۴ جنوری ۱۹۰۶ء) مگر مرنا تو کجا جانا بھی نصیب نہ ہوا۔

احمد نبی اللہ ﷺ

حضرت سرکار محمد رسول اللہ ﷺ ہی کا نام نامی واسم گرامی احمد ہے اس لئے کہ
قرآن کریم نے صاف لفظوں میں فرمایا کہ وَاِذْ قَالَ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ
اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ
بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ۔ جب عیسیٰ بن
مریم (علیہما السلام) نے فرمایا کہ اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف خدا کا رسول ہوں، تورات
جو میرے آگے ہے اس کی تصدیق کرنے والا ہوں اور ایک (بڑے عظیم الشان) رسول کی
بشارت دینے والا ہوں جو میرے بعد ہی تشریف لائیں گے جن کا نام نامی احمد (ﷺ) ہے
پس جب وہ احمد نامی (رسول) دلیلوں کے ساتھ ان کے پاس تشریف لائے تو انہوں نے کہا
کہ یہ تو کھلا جادو ہے۔

۱..... قرآن کریم نے فَلَمَّا جَآءَهُمْ (پس جب وہ ان کے پاس تشریف لائے) کہہ کر یہ
جتادیا کہ قرآن کریم اترنے کے وقت وہ احمد ﷺ آچکے تھے۔

۲..... مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ (ایک بڑے عظیم الشان رسول کی بشارت دینے والا ہوں) کی

تفسیر خود نبی اکرم ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے فرمائی (الشرح الخ) عن عرباض بن ساریة
عن رسول اللہ ﷺ انه قال انی عند اللہ مکتوب خاتم النبیین وان آدم لمنجدل فی
طینته و ساخبرکم باول امری دعوة ابراهیم وبشارة عیسی الحدیث (مشکوٰۃ) عرباض بن
ساریہ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں اسی وقت سے اللہ کے
نزدیک نبیوں کا ختم کرنیوالا لکھا ہوا ہوں، جبکہ یقیناً آدم علیہ السلام اپنی گندھی ہوئی مٹی ہی کی حالت
میں تھے میں تمہیں اپنا پہلا امر بتاؤں کہ میں ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں اور عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت۔

بشارت عیسیٰ بن مریم نے دی تھی جن کے آنے کی
وہی ختم الرسل بعد ان کے احمد مجتبیٰ آئے

۳..... مِنْ بَعْدِی (میرے بعد ہی) کی تفسیر بھی حضور انور ﷺ کی زبانی معلوم کیجئے وہی حدیث
شریف جو آپ اس سے پہلے بھی پڑھ چکے اب پھر ملاحظہ فرمالیجئے۔ اِنِّیْ اَوْلَی النَّاسِ بِعِیْسَى بْنِ
مَرْیَمَ الخ میں عیسیٰ بن مریم کے لئے سب سے اولیٰ ہوں اس لئے کہ میرے اور ان کے درمیان کوئی
نبی نہیں، اور یقیناً وہی قیامت سے پہلے تمہاری طرف اترنے والے ہیں۔ پس دعائے ابراہیم علیہ السلام
بشارت عیسیٰ علیہ السلام احمد مجتبیٰ وہی محمد مصطفیٰ ﷺ جو اَنَا اَحْمَدُ کہہ کر اپنا نام نامی بتارہے ہیں ان کے سوا
نہ قرآن کریم نے کسی اور احمد کے آنے کی خبر دی، نہ یہ بتایا کہ انہیں لوگ اسلام کی طرف بلائیں گے۔
یہ قرآن کریم پر افتراء اور کھلا جھوٹ ہے۔ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِیْنَ۔

حضرت عیسیٰ بن مریم اور حضرت مہدی آخر الزمان سلام اللہ علیہما دونوں حضرات کی
تشریف آوری کی کھلی کھلی علامتیں احادیث طیبہ میں بیان فرمادی گئیں نہ وہ سچے اسلام سے
دور ہونگے، نہ کوئی سچا عالم ان سے اسلام کا ثبوت مانگے گا، نہ ان پر کوئی سچا عالم کفر کا فتوی
دے گا۔ اِنْ هٰذَا اِلَّا بُهْتَانٌ عَظِیْمٌ۔

ہمارے ناظرین جن کو مرزائی حقیقت کی بھی پوری طرح خبر نہیں شاید حیران ہوں

گے کہ یہ کیا قصہ ہے پہلے پرچے میں تو حافظ صاحب جناب مرزاجی کی مجددیت وامامت کی تبلیغ فرمارہے تھے پھر مسیحیت کی طرف متوجہ ہوئے۔ اب نمبر ۳ میں اول انہیں احمدی کہا جارہا ہے اور پھر مہدی بھی بتایا جارہا ہے آگے چل کر انہیں کرشن بھی تسلیم کیا گیا آخر یہ معمہ کیا ہے مرزاجی ہیں یا ایک معجون مرکب؟ حافظ جی کوئی خواب دیکھ رہے ہیں یا ان کے قوائے دماغی کسی علت کے سبب خیالات پریشان پیش کررہے ہیں؟

ہم انہیں بتائے دیتے ہیں کہ اس میں بے چارہ حافظ جی کا قصور نہیں۔

در پس آئینہ طوطی صفتش داشتہ اند　　　　انچہ استاد ازل گفت ہماں می گوید

(طوطی کو جیسا سبق پڑھادیا جاتا ہے وہ اسی کو دہرایا کرتا ہے۔)

حافظ جی تو ہمارے سامنے آتے تب ہی انہیں دکھاتے مگر اب ناظرین دیکھیں ہم انہیں بتائے دیتے ہیں کہ مرزاجی کا حال ہی یہ ہے وہ اپنے مزعومہ الہاموں میں کبھی خدا بنتے ہیں[۱]، کبھی خدا کے بیٹے[۲]، کبھی تثلیث کے ایک رکن[۳]، کبھی رسول صاحب شریعت[۴]، کبھی نبی غیر صاحب شریعت[۵]، کبھی مسیح[۶]، کبھی مہدی، کبھی مجدد اور پھر کبھی کرشن بلکہ اسی پر بس نہیں، کبھی مرد کبھی عورت. اگرچہ ہماری تہذیب ہمیں یہ طرفہ تماشہ پیش کرنے کی اجازت نہیں دیتی مگر حافظ جی ہمیں جھوٹ کا الزام دے رہے ہیں لہٰذا ہم حوالہ نقل کرنے کے لئے مجبور۔

مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ انہیں الہام ہوا۔

۱....."بابو الٰہی بخش چاہتا ہے کہ تیرا حیض دیکھے مگر وہ حیض بچہ بن گیا ہے اور ایسا بچہ جو بمنزلہ اطفال اللہ ہے"۔ (ناظرین سوچ لیں کہ حیض کس کو آیا کرتا ہے)

نیز فرماتے ہیں

---

۱ کتاب البریہ صفحہ ۸۷ و آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۶۴
۳ ملاحظہ ہو توضیح المرام صفحہ ۳۰
۵ حقیقت النبوۃ صفحات مختلفہ
۲ دافع البلاء صفحہ ۶، ۷
۴ اربعین نمبر ۴ صفحہ ۶
۶ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۳۹

۲.....خدا نے براہین احمدیہ کے تیسرے حصے میں میرا نام مریم رکھا پھر جیسا کہ براہین احمدیہ سے ظاہر ہے دو برس صفت مریمیت میں میں نے پرورش پائی اور پردے میں پرورش پاتا رہا، پھر جب اس پر دو برس گزر گئے تو جیسا کچھ براہین احمدیہ کے حصہ چہارم میں درج ہے مریم کی طرح عیسیٰ کی روح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا اور آخر کئی مہینے کے بعد جو دس مہینے سے زیادہ نہیں، بذریعہ الہام مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا۔ (پھر اسی صفحے کے آخر میں فرماتے ہیں) پھر مریم کو جو مراد اس عاجز سے ہے دردزہ تنا کھجور کی طرف لے آئی۔ الخ (صفحہ نمبر ۴۶ و ۴۷، کاغذی کشتی نوح مصنف مرزا)

عبارات بالا میں ناظرین کو ایک الجھن رہ گئی ہوگی کہ (مرزا صاحب کو) حاملہ ٹھہرایا گیا، حمل ٹھہرانے کی تفصیلی صورت ذکر نہیں فرمائی گئی اس لئے بقول کے

ع　　　اگر پدر نتواند پسر تمام کند

اس کی تفصیل مرزا صاحب کے ایک فرزند روحانی نے فرمادی، ملاحظہ کیجئے۔

ٹریکٹ اسلامی قربانی ۳۴ مؤلفہ یار محمد مرزائی مطبوعہ ریاض ہند پریس،

"کشف کی حالت آپ (مرزا صاحب) پر اس طرح طاری ہوئی کہ گویا آپ عورت ہیں اور اللہ تعالیٰ نے رجولیت (مردانگی) کی طاقت کا اظہار فرمایا تھا سمجھنے والے کے لئے اشارہ کافی ہے"۔ (معاذ اللہ اب بھی اشارہ ہی رہا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ) یہ عبارتیں اگر کسی ایسے شخص کے مقابلے میں پیش کی جاتیں جس میں غیرت اور شرم کا خفیف سا نقطہ بھی باقی ہوتا تو غالباً وہ اس کے بعد پبلک کو عمر بھر منہ نہ دکھاتا۔

جناب حافظ جی صاحب شاید ہی غور فرمائیں کہ نمبر ۲ دو ورقی کے صفحہ ۴ کالم ۲ سطر ۱۹ کی لعنت کس پر پڑی، اور ابد الآباد تک کس پر پڑتی رہے گی۔

ناظرین نے مرزاجی کے مریم و عیسیٰ بننے کا حال تو معائنہ فرمایا اسی پر ان کے آدم

وضوح وغیرہ بننے کو قیاس کیا جاسکتا ہے ہمیں حیرت ہوتی ہے کہ حافظ ؟ ... یتے ہوئے اس امر کا ذرا بھی خیال نہ آیا کہ ان کی تحریر کسی اہل علم کے سامنے بھی جائے گی۔

آئینہ کی مثال دے کر بروز وظہور کے مسئلہ کی تش... کرتے ہوئے بڑے خوش ہوں گے کہ ہم نے سادہ لوح افراد کی دھوکہ دہی کے لئے کافی سامان بہم پہنچا دیا لیکن آنکھوں والے دیکھتے ہیں کہ وہ جو حسب فرمان مخبر صادق ﷺ شان انبیاء کے آئینہ صفت مظہر بنے جن کے لئے حدیث میں فرمایا گیا کہ مَنْ اَرَادَ اَنْ یَنْظُرَ اِلٰی اٰدَمَ علیہ السلام وَصَفْوَتِہٖ وَاِلٰی یُوْسُفَ علیہ السلام وَحُسْنِہٖ وَاِلٰی مُوْسٰی علیہ السلام وَصَلَابَتِہٖ وَاِلٰی عِیْسٰی علیہ السلام وَزُهْدِهٖ وَاِلٰی مُحَمَّدٍ ﷺ وَخُلُقِہٖ فَلْیَنْظُرْ اِلٰی عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رضی اللہ عنہ۔ (سیرۃ الاقطاب صلوۃ) جو کوئی یہ چاہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی صفوت حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کا حسن حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی صلابت حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کا زہد حضرت محمد ﷺ اور ان کا خلق معائنہ کرے پس اسے چاہئے کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھے باوجود اس شان مظہر ... کے کس صفائی کے ساتھ وہی شیر خدا علی مرتضی رضی اللہ عنہ فرمارہے ہیں۔ اَلَا وَاِنِّیْ لَسْتُ نَبِیًّا وَلَا یُوْحٰی اِلَیَّ خبردار رہنا میں نبی نہیں ہوں نہ میری طرف وحی کی جاتی ہے۔

تعجب اس پر ہے جس کا مظہر ہونا تو کجا مسلمان ہونے پر بھی کوئی دلیل شرعی نہ قائم ہوتی ہو اور یہ دعویٰ کرے کہ ''میں نبی ہوں، میں رسول ہوں، میں سب نبیوں سے افضل ہوں'' (العیاذ باللہ)۔ پھر اجتماع ضدین سونے پر سہاگہ کہ ایک طرف نبی و رسول ہونے کا دعویٰ دوسری طرف کرشن جی کا اوتار لینے کا ادعا،

ع ببین تفاوت راہ از کجاست تا بکجا

سری کرشن جی اور ان کے روپ

اہل نظر پر مخفی نہیں کہ سری کرشن جی صاحب ہندو جاتی کے ایک بہت بڑے رہبر مانے جاتے ہیں کسی قدیم تاریخی آدمی کے حالات معلوم کرنے کے لئے سمجھدار منتشین علوم ہمیشہ پرانے اصلی نسخوں کی تلاش کیا کرتے ہیں چنانچہ سری کرشن جی کے حالات معلوم کرنے کے لئے بھی بجائے زمان حال کے مصنفین کی کتابوں کے ہم اسی کتاب کے مقالات کی طرف توجہ کرتے ہیں جو خود کرشن جی کی ذاتی کتاب کہی جاتی ہے یعنی بھگوت گیتا۔ اس میں کرشن جی نے اپنے آپ کو جس روپ میں پیش کیا ہے اس کا خلاصہ ان چند حوالوں کے ملاحظہ سے سامنے آجائے گا۔

سری کرشن جی کا ایک روپ
یا تصویر کا ایک رخ

بھگوت گیتا میں کرشن جی فرماتے ہیں

۱..... اس دنیا کا ماں باپ سہارا اور بابا میں ہوں..... سب کا پالنے والا، مالک، گواہ، جائے قرار، جائے پناہ، دوست، باعث پیدائش، باعث خاتمہ، باعث قیام، خزانہ اور پیدائش کا لازوال بیج میں ہی ہوں۔ اے ارجن! میں گرمی دیتا ہوں، میں پانی کو روکتا ہوں، میں برساتا ہوں، میں امرت ہوں۔ (گیتا ۹:۱۷تا۱۹)

۲..... سب دیوتاؤں اور مہارشیوں کی ابتدا بہر حال مجھ ہی سے ہے جو شخص یہ جانتا ہے کہ میں پرتھوی وغیرہ سب لوگوں کا بڑا ایشور ہوں اور میرا اجنم یعنی آغاز نہیں ہے وہی انسانوں میں موہ سے آزاد ہو کر سب پاپوں سے چھوٹ جاتا ہے۔ (گیتا ۱۰:۲،۳)

۳..... میں سب جانداروں کا مالک ہوں اور پیدائش سے بالاتر ہوں اگرچہ میرے آتم

سروپ میں کبھی تغیر نہیں ہوتا مگر میں اپنی پرکرتی (خاصیت) میں قائم رہ کر اپنے مایا سے جنم لیا کرتا ہوں۔ (گیتا ۴:۶ تا ۸)

ناظرین نے اس پہلے روپ یا تصویر کے ایک رخ میں دیکھ لیا کہ سری کرشن جی خدائی کا دعویٰ کر رہے ہیں۔ روپ لینے کی حقیقت پر بھی آپ نے غور کر لیا کہ خدا کے اس جسم محدود میں آجانے کا نام روپ لینا یا اوتار بننا بتا رہے ہیں۔

ہم تہ دل سے جناب مرزا صاحب کی اس بات کی تصدیق کے لئے تیار ہیں کہ یقیناً ان کے اور کرشن جی کے دعوے یکساں ہیں اور ان دعوں کے اعتبار سے وہ یقیناً کرشن جی کہے جاسکتے ہیں۔ بطور تمثیل مرزا جی کا دعویٰ ملاحظہ ہو اور پھر دونوں کے دعووں کا مقابلہ کر لیا جائے۔ مرزا جی کتاب البریہ صفحہ ۷۹ پر فرماتے ہیں۔ ''کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں اسی حالت میں یہ کہہ رہا تھا کہ ہم ایک نیا نظام اور نیا آسمان اور نئی زمین چاہتے ہیں سو میں نے آسمان و زمین کو اجمالی صورت میں پیدا کیا..... پھر میں نے آسمان دنیا کو پیدا کیا اور کہا انا زینا السماء الدنیا بمصابیح پھر میں نے کہا کہ اب ہم انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کریں''۔ (الخ وغیرہ ذالک من الخرافات)

سری کرشن جی کا دوسرا روپ

یا تصویر کا دوسرا رخ

بھاگوت پران میں بھی کرشن جی کی دوسری تصویر اس طرح نظر آتی ہے کہ

دریا میں کرشن جی اشنان فرما رہے ہیں اور گوپیاں (خوبصورت عورتیں) بھی نہا رہی ہیں۔ کرشن جی گوپیوں کے کپڑے چھپا دیتے ہیں سب کی سب دریا سے برہنہ نکلتی ہیں اپنے کپڑوں کی تلاش کرتی ہیں۔ سری کرشن جی گوپیوں سے لذت اندوز ہونے کے لئے اپنے بہت سے جسم پیدا کر لیتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ (ملخصاً)

سوک رشی سے راجہ پرکشت پوچھتا ہے کہ خدا تو اوتار کے روپ میں اس لئے ظاہر ہوا کرتا ہے کہ سچا دھرم پھیلائے۔ یہ کیسا خدا ہے کہ دھرم کے تمام اصولوں کے خلاف دوسروں کی عورتوں سے......؟

رشی جی کرشن جی کے عمل کی تاویل اس طرح فرماتے ہیں کہ ''خود دیوتا بھی بعض اوقات نیکی کی راہ سے ہٹ جاتے ہیں مگر ان کے گناہ ان کی ذات پر اسی طرح اثر نہیں کرتے جس طرح آگ تمام چیزوں کو جلانے کے باوجود مورد الزام نہیں ہوسکتی''۔

ان دونوں تصویروں کو دیکھتے ہوئے زیادہ و بریں نیست کہ حسن خیال کی بناء پر ہم یہ کہہ دیں کہ یہ دونوں غلط ہیں اور وہ محض ایک انسان تھے اور ایسی شرمناک باتیں ہرگز نہ کرتے ہوں گے مگر یہاں تو غور طلب یہ امر ہے کہ تاریخی نقطہ نظر سے بھی دو تصویریں ہمارے سامنے ہیں پس جو حکم بھی دیا جائے گا وہ اسی معلومات کی بناء پر اور اس کے بلکہ صرف اس کے ہوتے ہوئے کون صاحب عقل ان کو نبی بتا سکتا ہے؟ اور اس خدائی خطاب کو ان پر چسپاں کر سکتا ہے؟ درآنحالیکہ خدائی کتاب میں اس کا اعلان ان کی شخصیت پر نہ کیا گیا ہو۔

تصویر کے دوسرے رخ یا کرشن کے دوسرے روپ کے پہلے حصہ کا تعلق مرزا صاحب سے کیا ہے اس کے متعلق لب کشائی سردست مناسب نہیں معلوم ہوتی لیکن دوسرے روپ کے باب میں سوک رشی جی نے جو کچھ فرمایا اسے دیکھتے ہوئے ہم اس کی تصدیق کرنے میں ذرا تامل نہ کریں گے کہ بیشک کرشن قادیانی جی کے چیلے بھی ان کی بات کو بنانے اور تاویل فرمانے میں ایسے ہی مشاق ہیں جیسے رشی جی تھے۔ گویا مرزا جی اگر کرشن جی کے اوتار ہیں تو وہ سوک رشی جی کے۔ اس لئے کہ کوئی ضرورت تو ہوگی جس کے لئے مرزا صاحب نے اپنا یہ مزعومہ الہام بیان فرمایا۔ کہ

ا... ''اعمل ماشئت فقد غفرت لک جو چاہے تو کئے جا ہم نے تجھے بخش دیا''۔

۲.....اور حافظ جی جیسے چہیتے آسمانی نکاح والی کے متعلق واقعات میں ایسی ہی عجیب وغریب تاویل فرماتے اور پھر حوالہ لکھتے ہیں۔ کہ ''لڑکی ۸، ۹ برس کی تھی اس پر نفسانی افتراء حماقت ہے''۔

شاید انہوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ دنیا میں کوئی سمجھدار باقی ہی نہیں رہا جو یہ جانتا ہو کہ اگر بالفرض ۸، ۹ برس ہی کی عمر مان لی جائے تو ہندوستان اور بالخصوص پنجاب میں اتنی عمر کی اچھے کھاتے پیتے گھرانوں کی بچیاں کیسی ہوتی ہیں۔

بہرنوع ہم یہ تو تسلیم کرتے ہیں کہ اوتار کہئے، بروز کہئے بالظہور سے تعبیر کیجئے یا آئینہ کی تصویر کو تمثیل بنائیے مرزا جی اپنے دعاوی کے اعتبار سے جو کچھ بھی ہیں کرشن جی کے ہیں۔ اس لئے کہ

۱.....کرشن جی نے اوتار یا حلول کا مسئلہ سکھایا۔ مرزا جی نے بھی ''انت منی وانا منک (تو مجھ سے ہے میں تجھ سے ہوں)''۔ کا مفروضہ الہام سنایا، پھر خدا کو (معاذاللہ) تیندوے سے تشبیہ دی اور ہاتھ پیر والا بھی بتایا۔

۲.....کرشن جی نے تناسخ آواگون کا مسئلہ سکھایا مرزا جی نے بھی سب کا بروز مثیل ظہور ہونے کا دعوی ایسی ہی شکل میں پیش فرمایا جس کا ترجمہ آسانی کے ساتھ آواگون ہی سے کیا جاسکتا ہے۔ لہٰذا ان کا کرشن ہونا تو درست مگر کرشن ہوتے ہوئے مجدد و مہدی وعیسیٰ بن مریم بلکہ بقول حافظ جی احمد نبی بننا دشوار اور ان موحدین کی نورانی قبا کا اس صورت پر جو کرشن نما (یعنی بقول حافظ جی کالی) ہو پہننا خود اس قبا کے لئے عار۔

ہمیں افسوس ہے کہ کرشن جی کی کوئی تیسری تصویر ہمیں کہیں سے دستیاب نہیں ہوتی، نہ کہیں قرآن کریم میں ان کا ذکر، نہ کسی اور آسمانی کتاب میں ان کا بیان، نہ کسی حدیث میں خبر، نہ کسی مستند تاریخ میں کوئی اثر، یہ مانا کہ ہندوستان میں بھی ہادی اور رہبر ہلک

انبیاء ورسل آئے ہوں مگر اس کی کیا دلیل کہ فلاں شخص نبی تھا؟

حافظ جی کو جب قرآن، حدیث، تفسیر، تاریخ کہیں بھی پتہ نہ ملا تو عجب بے تکی اڑائی کہ فلاں فلاں نے لکھا۔ کہ ''ہندوستان میں ایک کالے رنگ والا نبی تھا جس کا نام کاہن تھا، چونکہ اس کا رنگ کالا بتایا گیا اور کرشن کے معنی بھی کالا لہٰذا کرشن نبی تھا''۔

اس بیان پر غالباً ایک معمولی سمجھ رکھنے والا بچہ بھی ہنس پڑے گا اور حافظ جی کی نہیں نہیں مرزا صاحب کی قابلیت کی داد دے گا، ہمیں افسوس ہے کہ محض بدیں خیال کہ کہیں مارشس کے سادہ لوح اس افسوں میں نہ آجائیں ایسی تحریر پر تنقید کی ضرورت لاحق ہو رہی ہے ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ ایسی لغو تحریر پر تبصرہ کرنا بھی شان علمی کے خلاف۔ اس لئے کہ سب سے پہلے تو یہی بات قابل لحاظ کہ اس خبری کا کیا اعتبار پھر اگر بالفرض کسی تاریخ سے اس کا پتہ بھی مل جائے تو اس کا کیا ثبوت کہ یہ کرشن جی ہی کے متعلق ہے اس لئے کہ نام تو کاہن بتایا گیا نہ کرشن، پھر اگر اس کو علم نہ مانا جائے بلکہ اسم صفت ہی مانیں تو حافظ جی کرشن جی کو کالا بتائیں ساری ہندو جاتی تو آج تک ان کو ایسا ملیح وخوبصورت مانتی چلی آرہی ہے کہ گوپیاں ان پر فدا تھیں بلکہ آج بھی متھرا میں گنگا کے کنارے، بہت سی خدا کی بندیاں اسی امید پر کہ کسی موقی روپ میں ان کے درشن ہو جائیں سب کچھ تجنے کے لئے تیار رہتی ہیں۔

ممکن ہے کہ یہ کاہن وہی یوزآسف ہو جو ہندوستان کے صوبہ سولابت میں راجہ جلسر کے گھر پیدا ہوا شاہزادہ نبی کہلایا، کشمیر گیا وہیں مرا وہیں دفن کیا گیا۔ آج تک اس کی قبر شہزادہ نبی کی قبر کہلاتی اور اسی نام سے پہچانی جاتی ہے۔ بعض روایتیں اس کے متعلق ایسی بیان بھی کی جاتی ہیں جو اس کی کہانت پر دلالت کرسکتی ہیں[1]۔ مرزا جی نے اسی قبر کو حضرت مسیح علیہ السلام کی قبر تصنیف کر ڈالا۔

---

۱ تفصیل حال کے لئے کتاب یوزآسف اور بلوہر مترجمہ مولوی سید عبدالغنی مطبوعہ مطبع ہاشمی دہلی صفحہ ۳۵۸ کو دیکھا جاسکتا ہے۔

پھر اور آگے بڑھئے مرزا جی تو نہ کرشن کی نبوت بتاتے ہیں، نہ اس کی نبوت کا ظہور۔ وہ تو صاف فرماتے ہیں کہ

''میں راجہ کرشن کے رنگ میں بھی ہوں جو ہندو مذہب کے تمام اوتاروں میں بڑا اوتار تھا''۔ پھر آگے چل کر گیتا کو فی الجملہ الہامی کتاب مانتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ ان (مرزا جی) پر الہام ہوا ہے [1]

''کرشن رودھر گوپال تیری مہما گیتا میں لکھی گئی ہے''۔ (لیکچر مرزا صاحب ۱۲ نومبر ۱۹۰۴ء سیالکوٹ)

مرزا صاحب نے گیتا کا حوالہ دے کر خود واضح کر دیا کہ ان کی مراد کیا ہے؟ گیتا میں اوتار یا روپ کے معنی آپ نے ابھی ابھی کرشن جی کے بتائے ہوئے دیکھے کہ خدا کے انسانی جسم میں حلول کرنے کو اوتار لینا یا روپ لینا کہا گیا۔ پس مجرد ان کلمات کے استعمال ہی نے انہیں دائرۂ توحید سے جدا شرک کے مرض میں مبتلا کر دیا اب ان سے اور اسلام سے کیا علاقہ رہا۔

توہین انبیاء

جناب حافظ جی صاحب کو اس تحریر کے وقت شاید یہ خیال نہ رہا ہوگا کہ جس کے جواب میں وہ اپنی دو ورقی پیش کر رہے ہیں وہ اگرچہ مارشس سے جا رہا ہے مگر اس کا قلم الحمدللہ ہزاروں کوس کی مسافت سے بھی ان کی پردہ دری کرنے کے لئے تیار رہے گا اسی لئے بے خوف و خطر فرماتے ہیں۔ کہ

''مرزا صاحب نے نبیوں کو گالیاں دی ہیں یہ بھی صریح جھوٹ ہے''۔

---

[1] یا للعجب ہمہ وقت توحید کا جلوہ دکھا ئیں تو ہم پر اعتراض، یہ گیتا کو الہامی، میں تو بھی کچھ نہیں ہے

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں کرتے

ناظرین ذرا سطور ذیل کو بغور پڑھیں اور خود ہی فیصلہ کریں کہ مرزا جی نے اگر اپنے ان کلمات میں گالیاں نہیں دیں تو کیا کیا؟

۱..... ''مسیح کا بے باپ پیدا ہونا میری نگاہ میں کوئی عجوبہ بات نہیں اب برسات قریب آئی ہے باہر جا کر دیکھئے کتنے کیڑے مکوڑے بغیر ماں باپ کے پیدا ہو جاتے ہیں''۔ (معاذاللہ) (جنگ مقدس صفحہ ۷)

۲..... اخبار بدر مورخہ ۹ رمئی ۱۹۰۶ء میں مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں (نہ کہ عیسائیوں کو) ''ایک دفعہ حضرت مسیح زمین پر آئے تو اس کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ کئی کروڑ مشرک دنیا میں ہو گئے دوبارہ آکر وہ کیا بنائیں گے کہ لوگ (مسلمان) ان کے آنے کے خواہشمند ہیں''۔ (معاذ اللہ)

۳..... ''حق بات یہ ہے کہ آپ (حضرت مسیح علیہ السلام) سے کوئی معجزہ نہیں ہوا''۔ (معاذاللہ یہاں حق بات کہہ کر قرآن میں ذکر کئے ہوئے معجزات کا بھی انکار ہے)۔ (حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۶)

۴..... ''آپ (حضرت مسیح علیہ السلام) کے ہاتھ میں مکروفریب کے سوا اور کچھ نہیں تھا''۔ (معاذاللہ)

۵..... ''آپ (حضرت مسیح) کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے، تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں''۔ (معاذاللہ) (حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۷)

علماء اسلام نے جب مرزا جی کے ان کلمات پر گرفت کی تو خود مرزا جی ہی کی زبان سے سنئے کہ ان علماء کو (حافظ جی نے تو ہمیں جھوٹا کہا مرزا جی) مفسد و مفتری بتا کر کس انداز سے اپنی بریت کا اظہار فرماتے ہوئے حضرت مسیح کے بھائی بہن بتا کر مکرر گستاخی کر رہے ہیں۔

''مفسد و مفتری وہ شخص ہے جو مجھے کہتا ہے کہ میں مسیح ابن مریم کی عزت نہیں کرتا..... مسیح تو

مسیح میں تو اس کے چاروں بھائیوں کی بھی عزت کرتا ہوں کیونکہ پانچوں ایک ہی ماں کے بیٹے ہیں، یسوع کے چار بھائی اور بہنیں تھیں یہ سب یسوع کے حقیقی بھائی اور حقیقی بہنیں تھیں یعنی سب یوسف اور مریم کی اولاد تھے"۔ (کاغذی کشتی نوح صفحہ ۱۶)

ہم نہیں جانتے کہ مرزا جی کا اعتقاد وہ ہے جو حافظ جی لکھتے ہیں کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ پیدا ہوئے یا یہ جس میں ان کی دادیاں، نانیاں اور حقیقی بھائی بہن بتائے گئے۔ اگر پہلا ہے تو اس کا مرقعہ حوالہ نمبرا سے ظاہر کہ حضرت مسیح کو برساتی کیڑوں سے تشبیہ دی گئی۔ اور اگر دوسرا ہے تو اس کی شان ناظرین نے دیکھ ہی لی کہ دادیاں اور نانیاں بھی بتیں اور انہیں شنیع گالیاں بھی دی گئیں۔

حافظ جی کہتے ہیں کہ ان کا عقیدہ بدلتا رہتا تھا پہلے حیات مسیح کے قائل تھے پھر وفات مسیح کا عقیدہ تصنیف کیا۔ ممکن ہے کہ اس عقیدہ میں بھی ایسا ہی پیچ ہو۔ بہر صورت دونوں طرح گالیاں دیں گستاخیاں کیں پھر ان سے توبہ بھی نہ کی لہٰذا جرم ثابت۔

یہ داؤ پیچ عقلاء کے سامنے نہ چل سکا ہے نہ چل سکے گا کہ مسیحیوں کو ملزم بنانے کے لئے جواب میں تھیں، اس لئے کہ اخبار بدر اور کشتی نوح صفحہ ۱۶ کے حوالہ نے تو صاف ظاہر کر دیا کہ مسلمانوں کے مقابلہ میں بھی یہی کہا گیا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

نکاح آسمانی

محمدی بیگم سے مرزا جی کے مفروضہ نکاح کے باب میں حافظ جی نے ہمارا اعتراض اس طرح نقل کیا ہے کہ "نکاح والی پیش گوئی پوری نہ ہوئی"۔ ۲۱ < راب سیدھا سادہ تو یہ تھا کہ "پوری ہوگئی"۔ مگر چونکہ یہ جواب امر واقعہ کے خلاف ہے لہٰذا حافظ جی صاحب نے سوک رشی جی کے بروزی حیثیت سے عجیب وغریب تاویل رمائی جس کا خلاصہ یہ ہے۔

۱...... نکاح کی پیش گوئی صرف اس غرض سے تھی کہ محمدی بیگم کے خاندان کے لوگ جو بے دین تھے ان کو نکاح کا نشان دکھا کر دیندار بنائیں۔

۲...... احمد بیگ (پدر محمدی بیگم) نے توبہ نہ کی وہ ہلاک ہو گیا۔

۳...... پیش گوئی میں توبہ کی شرط تھی تو بی تو بی اخ توبہ سے یہ سب باتیں ٹل گئیں تقریباً سارا خاندان مرزائی بن گیا۔ لہٰذا توبہ سے نکاح ٹل گیا۔

تحریر اگرچہ طویل ہو جائے مگر ہم مجبور ہیں چونکہ مرزائی پورا حوالہ دیکھ لینے کے بعد بھی باتیں بنانے کی عادت رکھتے ہیں اور کسی وجہ سے اگر مختصراً حوالہ کا ذکر کر دو تو فوراً جھوٹ کا الزام دیتے ہیں۔ لہٰذا اس باب میں بھی ہم تفصیل کے ساتھ حوالہ پیش کر کے فیصلہ اہل نظر پر چھوڑتے ہیں۔

جواب اور اس کا ثبوت

محمدی بیگم کے خاندان کے لوگ بے دین نہ تھے اس کا ولی یعنی باپ ایسا دیندار کہ اس کے ساتھ مرزا جی محبت کا اظہار کرتے اور اس کے اسلام کو تسلیم کرتے ہیں یہ وہی ہیں جن کو حافظ جی کہتے ہیں کہ "توبہ نہ کی ہلاک ہو گیا"۔

نامہ مرزا صاحب بنام مرزا احمد بیگ صاحب پدر محمدی بیگم مورخہ ۱۷ر جولائی ۱۸۹۲ء

مشفقی مکرمی اخویم مرزا احمد بیگ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کے دل میں اس عاجز کی نسبت کچھ غبار ہو لیکن خداوند علیم جانتا ہے کہ اس عاجز کا دل آپ کی طرف سے بالکل صاف ہے۔ قادر مطلق سے آپ کے لئے دعائے خیر و برکت چاہتا ہوں۔ کس طریق اور کن لفظوں میں بیان کروں کہ تا میرے دل کی محبت

اور خلوص اور ہمدردی جو آپ کی نسبت مجھ کو ہے آپ پر ظاہر ہو جائے۔ ہمیں خدائے قادر مطلق کی قسم ہے کہ میں اس بات میں بالکل سچا ہوں کہ خدائے تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا کہ آپ کی خدا کی تنبیہیں وارد ہوں گی اور آخر اسی جگہ ہوگا۔ ہزاروں پادری شرارت نہیں حماقت سے منتظر ہیں کہ یہ پیشین گوئی جھوٹی نکلے لیکن خدائے تعالیٰ ان کو رسوا کرے گا۔ جو امر آسمان پر ٹھہر چکا ہے زمین پر ہرگز بدل نہیں سکتا خدائے تعالیٰ آپ کے دل میں وہ بات ڈالے جس کا اس نے آسمان پر سے مجھے الہام کیا ہے۔

غلام احمد

اور ملاحظہ کیجئے نامہ مرزا بنام مرزا علی شیر بیگ (محمدی بیگم کے پھوپا۔ مرزا کے لڑکے فضل احمد کے خسر) مورخہ ۴ رمئی ۱۸۹۱ء۔

مشفقی مرزا علی شیر بیگ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں آپ کو غریب طبع نیک خیال آدمی اور اسلام پر قائم سمجھتا ہوں، آپ کو ایک خبر سناتا ہوں آپ کو اس سے بہت رنج گزرے گا، میں نے سنا ہے کہ عید کی دوسری تاریخ اس لڑکی کا نکاح ہونے والا ہے، میری نسبت ان لوگوں نے پختہ ارادہ کر لیا ہے کہ اس کو خوار کیا جائے ذلیل کیا جائے، روسیاہ کیا جائے، اب مجھ کو بچا لینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے (اللہ نے نہ بچایا لہٰذا آپ کیا بنے؟) اگر میں اس کا ہوں گا تو ضرور بچا لے گا (اس نے نہ بچایا ثابت ہوا کہ اس کے نہ تھے) (آگے چل کر ایک طویل عبارت لکھتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ) آپ اپنی بیوی سے کہئے کہ وہ اپنے بھائی کو مجبور کریں، ان کو چھوڑ دینے کی تنبیہ کریں تا کہ وہ بہن کے دباؤ سے مجبور ہو کر محمدی بیگم کا نکاح مرزا صاحب سے کر دیں اور اگر آپ کی بیوی ایسا نہ کریں گی تو میں اپنے بیٹے فضل احمد سے کہوں گا کہ اپنی بیوی (یعنی) آپ کی لڑکی

کو طلاق دے اگر اس نے میرا کہنا نہ مانا تو میں اسے عاق کر دوں گا وراثت سے محروم کر دوں گا (ناظرین انصاف کریں کیا مجدد و مسیح و نبی کی یہی شان ہوتی ہے؟)

ان ہر دو خطوط کے اقتباس نے اگرچہ بہت سی باتوں کو واضح کر دیا مگر ہم سر دست ان امور ہی کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

۱..... مرزا احمد بیگ مسلمان تھے اچھے آدمی تھے، مرزا جی کا دل ان کی طرف سے صاف تھا بلکہ ان سے بے حد محبت تھی لہٰذا ان کی موت کسی جرم کے سبب سے نہیں ہوئی، وہ مسلمان تھے اسلام پر مرے ہاں جرم صرف اسقدر تھا کہ جوان بیٹی بوڑھے بے دین مرزا جی کو کیوں نہ دی۔

۲..... نکاح کی تحریک صرف الہام کے سبب کی گئی ہے نکاح ضرور ہوگا، اس لئے کہ پادریوں اور ہندوؤں کے لئے نشان ہے اگر دوسری جگہ ہوگا تو تنبیہیں ہوں گی اور آخر مرزا جی ہی سے ہوگا۔

۳..... اگر نکاح نہ ہوگا تو مرزا جی خوار ذلیل روسیاہ ہو جائیں گے۔

بقول مرزا جی نکاح نشان مسیح آخر الزمان ہے اور وہ ظاہر نہ ہوا

اور آگے چلئے اور دیکھئے کہ مرزا جی اس نکاح کو مسیح موعود کا نشان بتاتے ہیں۔ محمدی بیگم کے خاندان والوں کی اصلاح سے اس کو کوئی تعلق نہیں۔

حضور نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان کا ذکر کرتے ہوئے کہ مسیح بن مریم دنیا میں اتریں گے شادی کریں گے الخ۔ جناب مرزا صاحب فرماتے ہیں۔

"تزوج سے مراد خاص تزوج ہے جو بطور نشان ہوگا، جس کی نسبت اس عاجز کی پیش گوئی موجود ہے گویا اس جگہ رسول اللہ ﷺ ان سیاہ دل منکروں کو ان کے شبہات کا جواب دے رہے اور فرما رہے ہیں کہ یہ باتیں ضرور پوری ہوں گی"۔ (ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۵۳)

پھر صفحہ ۵۴ پر فرماتے ہیں کہ "براہین احمدیہ میں بھی اس پیشین گوئی کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے،

تیسری زوجہ جس کا انتظار ہے، یہ ایک چھپی ہوئی پیش گوئی ہے جس کا سر اس وقت کھولا گیا''۔

اب بھی کیا اس کے ثبوت میں کوئی کسر رہ گئی کہ اس نکاح کو مرزاجی مسیح موعود کا نشان بتا رہے ہیں۔ پس بقول مرزا صاحب اگر یہ نشان ظاہر نہ ہو نکاح نہ ہو تو وہ مسیح موعود نہیں۔ بقول مرزاجی نکاح تقدیر الٰہی ہے جو ٹل نہیں سکتی وہ ٹل گئی لہٰذا تقدیر نہ تھی۔ جناب مرزا صاحب نے متعدد مقامات پر اس مضمون کو ظاہر فرمایا کہ یہ نکاح ہونا خدا کا ایسا وعدہ ہے جو ٹل نہیں سکتا۔ ان خطوط میں بھی اس کا ذکر۔ یہاں مزید ایک اور حوالہ دیکھ لیجئے۔ اشتہار نصرت دین مورخہ ۲۰ رمئی ۱۸۹۱ء میں فرماتے ہیں۔ ''خدائے تعالیٰ کی طرف سے یہی مقدر اور قرار پاچکا ہے کہ وہ لڑکی اس عاجز کے نکاح میں آئے گی خواہ پہلے باکرہ ہونے کی حالت میں آجائے یا خدائے تعالیٰ اس کو بیوہ کر کے میری طرف لائے''۔

تولی توبی کی شرط اور اس کا پورا نہ ہونا

اب جناب حافظ جی صاحب کی ان دونوں رکیک تاویلوں پر نظر ڈالئے کہ توبہ سے نکاح ٹل گیا احمد بیگ نے توبہ نہ کی وہ ہلاک ہوگیا۔

حافظ جی کو یا تو خبر ہی نہیں یا دیدہ و دلیری ہے یا طوطی کی صدا۔ جہاں کہیں بھی اس نکاح کو قسم کے ساتھ موکد کرتے ہوئے وعدۂ ربانی بتایا گیا اس کا آسمان پر منعقد ہونا ظاہر کیا گیا وہاں کہیں توبہ کا ذکر تک نہیں آیا اور اگر بالفرض توبہ کو شرط بھی قرار دیا جائے تو عذاب اور بلا کے لئے نہ کہ نکاح کے لئے۔ پھر تولی توبی کے صیغوں پر نظر ڈالئے کہ یہ مؤنث کے صیغے ہیں۔ چنانچہ خود مرزاجی ان کا ترجمہ اور مطلب بیان فرماتے ہیں۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۸۷)

''اے عورت! توبہ کر توبہ کر کیونکہ تیری لڑکی اور تیری لڑکی کی نانی پر ایک بلا آنے والی ہے''۔

۱..... مرزاجی نے خود واضح کر دیا کہ اس کی مخاطبہ محمدی بیگم کی والدہ ہیں ان کے توبہ کرنے

سے ان کی والدہ اور محمدی بیگم کی بلائیں ٹلیں گی۔ محمدی بیگم کی نانی پر کیا بلا آنے والی تھی جو ٹلی؟ خیر نہیں محمدی بیگم پر جو بلا آنے والی تھی وہ بقول حافظ جی ٹل گئی۔ اس سے ثابت ہوا کہ محمدی بیگم کی والدہ نے توبہ کی۔

اب سوال فقط اسی قدر باقی رہ گیا کہ جب مرزائی توبہ سے مراد مرزائی بنا لے رہے ہیں تو کیا محمدی بیگم کی والدہ نے مرزائیت کو قبول کیا؟ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ جب نہیں تو وہ بلا بھی کیوں ٹلی؟ پھر یہ کہنا کہ ''قریباً سارا خاندان مرزائی بن گیا''۔ کھلا جھوٹ۔

مرزا احمد بیگ کا اسلام پر مرنا ظاہر۔ حافظ جی کو تسلیم کہ مرزائی نہیں ہوا ان کا داماد محمدی بیگم کا شوہر مرزائی نہیں ہوا۔ محمدی بیگم الحمدللہ مسلمہ ہے بلکہ اس کی اولاد بھی ماشاء اللہ مسلمان وہ اور اس کے قریبی اعزاء واقرباء سب کے سب بمنہ تعالیٰ اسلام پر قائم اور مرزائیت سے بیزار بلکہ ان علمائے حقانی کے اعوان وانصار جو مرزائیوں سے برسرپیکار۔ پھر بلا ٹلی تو کیوں ٹلی؟

۲..... نکاح بلا ہے؟ عذاب ہے؟ یا کیا؟

مرزاجی کہتے ہیں۔ ''یہ نکاح تمہارے لئے موجب برکت اور رحمت کا نشان ہوگا۔ ان تمام برکتوں اور رحمتوں سے حصہ پاؤ گے جو اشتہار ۲۰ رفروری ۱۸۸۸ء میں مندرج ہیں''۔ (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۸۸،۲۸۱)

تولی توبی کے کلمات کو اگر شرط مان بھی لیا جائے تو اس سے بلا ٹلنی چاہئے، نہ کہ رحمت وبرکت۔ پس یا تو یوں کہا جائے کہ نکاح نہ تھا بلا تھا (محمدی بیگم کے لئے نہ سہی مرزاجی کے لئے سہی) یا یہ کہئے کہ توبہ کا علاقہ نکاح سے نہ تھا۔ دونوں شکلوں میں ہمارا دعویٰ ثابت۔

ہمارا بیان صرف نفس نکاح کے متعلق تھا کہ

۱..... اس کو مقدر بتایا گیا۔

۲..... خدا کا نہ ٹلنے والا وعدہ کہا گیا، وہ ٹل گیا۔ لہٰذا خدا کا وعدہ نہ تھا مقدر نہ تھا اور مرزا جی کا یہ دعویٰ جھوٹا، الہام جھوٹا۔

۳..... مرزا جی نے کہا کہ اگر یہ نکاح نہ ہوا تو

الف ..... مرزا جی ہر بد سے بدتر ٹھہریں گے، مفتری ہوں گے، کذاب ہوں گے۔

ب..... ان کے تمام دعوے جھوٹے ہوں گے۔

ج..... مرزا جی ذلیل ہوں گے، روسیاہ ہوں گے، ناک کٹ جائے گی۔

کسی نے توبہ کی یا نہ کی، عذاب ٹلا یا نہ ٹلا۔ ہمیں سردست اس سے کچھ غرض نہیں۔ مرزا جی کے دعوے اور یہ امر واقعہ سامنے ہے کہ نکاح نہ ہوا۔ فیصلہ ہم نہیں کرتے خدا نے کیا اور جو ہونا تھا ہو گیا۔ مرزا جی کو جو بننا تھا بن گئے۔ اگر سادہ لوح افراد کی آنکھیں اب بھی نہ کھلیں تو وہ جانیں۔

طاعون اور قادیان

جناب حافظ صاحب کی دیدہ دلیری ملاحظہ کیجئے کہ کس جرأت کے ساتھ ہم پر غلط بیانی کا الزام لگاتے اور دنیا کی آنکھوں میں کس طرح خاک ڈالنا چاہتے ہیں۔

حافظ جی لکھتے ہیں کہ ''مرزا جی نے لکھا ہے کہ قادیان میں طاعون نہ آئے گی یہ مولوی صاحب کی بالکل غلط بیانی ہے''۔

ناظرین فیصلہ کریں کہ ہم نے جو کچھ کہا تھا اس کی تفصیل یہ ہے یا نہیں؟

۱..... مرزا صاحب نے مواہب الرحمٰن میں فرمایا۔ "لنا من الطاعون امان ہم لوگوں کے لئے طاعون سے امان ہے''۔ ''لنا'' کے مصداق چونکہ دنیا بھر کے مرزائی تھے جب مختلف مقامات سے مرزائیوں کے مرنے کی خبریں آنے لگیں اور معترضین نے اعتراض کیا ہوگا

تو فرمایا۔ ''خدا نے سبقت کر کے قادیان کا نام لے دیا ہے کہ قادیان کو اس (طاعون) کی خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا کیونکہ اس کے رسول کا تخت گاہ ہے اور یہ تمام امتوں کے لئے نشان ہے''۔ (دافع البلا صفحہ ۸)

قادیان چھوٹا سا قصبہ اس کی مختصری آبادی مگر جب اس میں بھی یہ حالت ہوئی کہ پیسہ اخبار لاہور مورخہ ۲۰؍اپریل ۱۹۰۴ء رقمطراز ہے۔ ''قادیان آج کل پنجاب میں اول نمبر پر طاعون میں مبتلا ہے بیس (۲۰) موتوں کا اوسط ہے قصبہ میں ہلچل مچی ہوئی ہے''۔ (ناظرین مرزا صاحب کے مزعومہ الہامی الفاظ خوفناک تباہی کا اس عبارت پیسہ اخبار میں خاص لحاظ رکھیں نیز حافظ جی کے الفاظ بھی یاد رہیں کہ ''جو لوگوں کو بدحواس کر دے''۔ اس لئے کہ اس کی تفصیل ہلچل کے لفظ میں موجود ہے) پھر جب قادیان میں اس قدر طاعون پھیلا کہ ۱۳۱۲ اموات کی رپورٹ عام اخباروں میں شائع ہوئی تو مرزا جی کو خود تسلیم کرنا پڑا۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔ الحکم قادیان ۱۰؍اپریل ۱۹۰۷ء۔ ''آج کل طاعون بہت بڑھتا جاتا ہے چاروں طرف آگ لگی ہوئی ہے۔ (اس آگ لگنے پر خاص توجہ رہے بدحواسی شاید کسی اور چیز کا نام ہوگا) میں اپنی جماعت کے لئے خدا سے بہت دعا کرتا ہوں کہ وہ اس کو بچائے رکھے''۔ مگر دعا قبول نہیں ہوتی۔

مانگا کریں گے اب سے دعا ہجر یار کی　　　آخر تو دشمنی ہے اثر کو دعا کے ساتھ

مگر قرآن شریف سے ثابت ہے کہ جب قہر الٰہی نازل ہوتا ہے تو بدوں کے ساتھ نیک بھی لپیٹے جاتے ہیں۔

سامعین کو یاد ہوگا کہ اس کے بعد ہم نے تذکرۃً یہ بھی بتایا تھا کہ مرزا جی نے اپنے گھر کو وسیع کرنے اور بڑا بنانے کے لئے چندہ مانگنے کا حیلہ بناتے ہوئے بھی لکھا تھا کہ ہمارا گھر طاعون سے محفوظ رہے گا لہٰذا اس میں بہت سے آدمیوں کے رہنے کی جگہ کرنے کے

لئے بڑا بنانے کی ضرورت اور اس لئے روپیہ کی حاجت۔ پس لاؤ چندہ!!!

گھر تو اس بہانہ سے بن گیا چندہ بھی خاطر خواہ مل گیا اب حافظ جی تو لکھتے ہیں۔ کہ آج تک اس گھر کا چوہا بھی طاعون سے نہ مرا۔ مگر مرزا جی حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۳۲۹ پر اعتراف فرماتے ہیں کہ ''جب دوسرے دن کی صبح ہوئی تو میر صاحب کے بیٹے اسحاق کو تیز تپ ہوا اور سخت گھبراہٹ شروع ہوگئی اور دونوں طرف ران میں گلٹیاں نکل آئیں''۔

حافظ جی شاید اس کی بھی تاویل فرمادیں کہ گھر سے مراد ہے وہ خاص کمرہ جس میں مرزا جی سوتے تھے بلکہ کمرہ سے مراد بھی وہ چار پائی جس پر وہ آرام فرماتے تھے بلکہ چار پائی سے بھی ان کا جسم یعنی جو مرزا جی کے جسم میں حلول کر گیا وہ طاعون سے نہ مرا۔

یہ سوک رشی کی تاویلات کا نمونہ ہے وہ فرمائے جائیں۔ پیر اندتہ وعبدالکریم کی روحیں اب دنیا میں آکر نہ بتائیں گی کہ وہ خود مرزا جی کے گھر ہی میں طاعون سے مرے تھے۔ محمد افضل وبرہان الدین ومحمد شریف ونور احمد وغیرہ خاص خاص مرزائی اب بول ہی نہیں سکتے کہ وہ کس درجہ کے فدائی تھے اور قادیان ہی میں مرزا جی کی دیکھتی آنکھوں طاعون ہی سے ہلاک ہوئے۔ (دیکھو ذکر الحکیم صفحہ ۹)

مولوی ثناءاللہ صاحب امرتسری سے مرزا جی کا آخری فیصلہ

ہم حیران ہیں کہ حافظ جی کے جھوٹ کہاں تک جتائے جائیں ہم نے ہرگز اپنی تقریر میں مباہلہ کا ذکر ہی نہیں کیا بلکہ اسی آخری فیصلہ اور دعا کو یاد دلایا جس کی تصدیق میں مرزا جی نے اس عالم کو چھوڑا۔

مرزا صاحب نے مولوی ثناءاللہ صاحب کے باب میں اشتہار دیا جس کا عنوان ہی یہ بتا دیگا کہ یہ فیصلہ تھا نہ کہ مباہلہ۔ عنوان یہ ہے۔ ''مولوی ثناءاللہ کے ساتھ آخری فیصلہ''

سارا اشتہار پڑھ جائیے لیکن ایک جگہ بھی اگر مباہلہ کا لفظ مل جائے یا کہیں یہ بھی لکھا ہوا نظر آئے کہ اس دعا کے مقابلے میں مولوی صاحب موصوف بھی یہی دعا فرمائیں جیسا کہ ڈوئی اور دوسرے لوگوں کے مقابلہ میں مرزا صاحب نے لکھا تو ہم ذمہ دار۔ پھر مزید ثبوت کے لئے جناب مرزا جی کے حکم سے ان کے سرشتہ دار نے جو حکم نامہ جناب مولوی صاحب موصوف کے نام جاری کیا اس کی عبارت ملاحظہ فرمائیے جو اس مضمون کو بالکل ہی واضح کر دیتی ہے۔

مولوی ثناء اللہ صاحب نے ''حقیقۃ الوحی'' کی اس دعوت عام کو دیکھ کر جو تمام علمائے اسلام کو مرزا صاحب کی طرف سے دی گئی تھی مرزا جی کو لکھا کہ ''کتاب حقیقۃ الوحی بھیجئے تاکہ میں مباہلہ کی تیاری کروں''۔ اس کے جواب میں انہیں بحکم مرزا صاحب لکھا جاتا ہے کہ ''آپ کا خط حضرت مسیح موعود کی خدمت میں پہنچا جس کے جواب میں آپ کو مطلع کیا جاتا ہے کہ آپ کی طرف حقیقۃ الوحی بھیجنے کا ارادہ اس وقت ظاہر کیا گیا تھا جس وقت مباہلہ کے واسطے لکھا گیا تھا تاکہ مباہلہ سے پہلے پڑھ لیتے مگر چونکہ آپ نے اپنے واسطے تعین عذاب کی خواہش ظاہر کی اور بغیر اس کے مباہلہ سے انکار کر کے اپنے لئے فرار کی راہ نکالی اس واسطے مشیت ایزدی نے آپ کو اور راہ سے پکڑا اور حضرت حجۃ اللہ مرزا صاحب کے قلب میں آپ کے واسطے ایک دعا کی تحریک کی اور دوسرا طریق اختیار کیا''۔ اس عبارت سے ناظرین نے بخوبی اندازہ لگا لیا ہوگا کہ یہ دوسرا طریق مباہلہ نہیں بلکہ تعیین عذاب بصورت دعا ہے اور مشیت ایزدی کے مطابق یہی آخری فیصلہ ہے۔ اس دعا کا اثر فیصلہ کر دے گا کہ اس باب میں کون سچا ہے اور کون جھوٹا۔

مرزا جی کی دعا

’’اے میرے آقا! اے میرے بھیجنے والے!..... میں تیرے ہی تقدس اور رحمت کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں ملتجی ہوں کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما اور وہ جو تیری نگاہ میں حقیقت میں مفسد اور کذاب ہے اس کو صادق کی زندگی میں دنیا سے اٹھا لے۔‘‘

ہم نے اسی دعا کے اثر کا ذکر کیا جو دنیا نے دیکھ لیا مگر اس سے زیادہ شرمناک جھوٹ اور کیا ہوگا کہ حافظ جی اب تک اس کو مباہلہ کہے جاتے ہیں حالانکہ مرزا صاحب کے انتقال کے بعد جب تمام ہندوستان میں اس دعا کی صداقت کا تذکرہ ہوا اور تمام اہل بصیرت نے حقیقت کو جان لیا تو تمام مرزائی ٹولی نے پورا زور لگایا۔ آخر تین سو روپیہ کا انعام مقرر کیا اور یہی چیلنج دیا کہ ’’یہ فیصلہ نہ تھا مباہلہ تھا‘‘۔ مرزائی خلیفہ نمبر ا کے وکیل منشی قاسم علی صاحب میدان مقابلہ میں آئے۔ سردار بچن سنگھ بی۔اے پلیڈر فریقین کی طرف سے مسلمہ حکم مقرر کئے گئے۔ منشی قاسم علی صاحب اور مولوی ثناء اللہ صاحب میں مباحثہ ومناظرہ ہوا۔ آخر انجام مبلغ تین سو روپیہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے بحکم حکم مرزائیوں سے وصول کیا اور غیر جانب دار حکم نے یہ فیصلہ دیا۔ (تحریر میں گو قدرے طوالت ہو جائے مگر ہم اس کے بعض کلمات بجنسہ لکھ دیتے ہیں)

’’میں صاف اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ مرزا صاحب کے اس جہان فانی سے بحیات مولوی ثناء اللہ صاحب رحلت فرمانے سے مرزا صاحب کی دعا مندرجہ اشتہار خدائے تعالیٰ نے قبول فرمائی اور اس قبولیت کا اظہار خود مرزا صاحب نے اپنی زبان مبارک سے کیا۔

۱۵/اپریل ۱۹۰۷ء والا اشتہار بحکم خداوندی مرزا صاحب نے دیا تھا۔ خدا نے الہامی طور پر جواب دیا تھا کہ میں نے تمہاری یہ دعا قبول کر لی‘‘۔

بدستخط دستخط سردار بچن سنگھ بی۔اے پلیڈر ۲۱/اپریل ۱۹۱۲ء

سردار بچن سنگھ کے فیصلہ کے مطابق ہی نہیں ایسے خدائی فیصلہ کی رو سے جس کو سارے عالم نے دیکھ لیا ہم بھی اس کی بڑے زور سے تائید کرتے ہیں مرزا جی کی اور دعائیں قبول ہوئیں یا نہ ہوئیں مگر یقیناً خدا نے مرزا جی کی یہ دعا ضرور قبول کی اور دنیا کو دکھا دیا کہ اس مقابلے میں حق پر کون تھا اور باطل پر کون۔ دنیا نے دیکھ لی کہ مرزا جی ہیضہ میں مبتلا ہوئے، لاہور میں مر گئے، قادیان میں دفن ہوئے اور مولوی ثناء اللہ قلعہ مرزائیت پر گولہ باری کے لئے اب تک موجود۔

ڈاکٹر عبدالحکیم اور مرزا جی

حافظ جی ہماری شکایت کرتے ہیں کہ ’’ڈاکٹر عبدالحکیم کی پیش گوئی کی طرف اشارہ کیا اور حقیقت کو بے نقاب نہیں کیا‘‘۔ ہمیں افسوس ہے کہ وہ ہمارے بلانے کے باوجود بھی دیوار کے پیچھے ہی رہے اگر سامنے آجاتے تو ہم ’’بے نقاب‘‘ بھی کر دیتے۔

ناظرین نے حافظ جی کی نمبر ۳ دو ورقی میں دیکھا کہ جتنے دعوے بھی انہوں نے کئے ثبوت کسی ایک کا بھی نہیں دیا۔

۱..... کیا مرزا جی کے وہ الفاظ وصیت نامہ لکھے جن میں انہوں نے یہ تحریر فرمایا کہ وہ فلاں تاریخ سے تین برس کے اندر مر جائیں گے۔

۲..... یہ حوالہ دیا کہ ڈاکٹر صاحب نے کب اور کن الفاظ میں اپنی سابقہ پیش گوئی میں ترمیم کی؟ اب حافظ جی کی یہ تمنا ہے کہ ہم ہی ان کا نقاب اٹھائیں تو یہ لیجئے ناظرین ملاحظہ کریں کہ نقاب کے اندر کیا ہے۔

پہلے یہ معلوم کیجئے کہ مرزا جی اپنی عمر کے متعلق خود ہی کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ ’’میری عمر کے چالیس برس پورے ہونے پر صدی کا سر بھی آپہنچا‘‘۔ (تریاق القلوب صفحہ ۶۸) (یعنی ۱۳۰۰ھ میں مرزا جی کی عمر چالیس برس کی ہوئی)

حاشیہ تریاق القلوب صفحہ ۵۳ پر فرماتے ہیں۔ کہ خدا نے ان پر الہام کیا۔ ’’میں (خدا) تجھے (مرزا کو) اسی برس یا چند سال زیادہ اس سے کچھ کم عمر دوں گا‘‘۔ (اب یہ مزعومہ الہام بھی ایک لطیفہ ہے مرزاجی کا الہام کرنے والا ایسی ہی تخمینی اٹکل کی باتیں کیا کرتا ہے) اس جگہ تخمینہ تھا تصریح کے ساتھ اور ملاحظہ کیجئے۔ حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۰۰۔ ’’آخری زمانہ اس مسیح موعود (مرزا صاحب) کا دانیال نبی نے ۱۳۳۵ برس لکھا ہے جو خدائے تعالیٰ کے اس الہام سے مشابہ ہے جو میری عمر کی نسبت بیان فرمایا ہے‘‘۔

پس ان دونوں مزعومہ الہاموں کی رو سے مرزاجی کو ۱۳۳۵ھ میں بعمر (۳۵+۴۰)=۷۵ سال مرنا چاہئے تھا۔ یہی ان کا اعلان یہی بقول ان کے خدا کا الہام اور دانیال نبی کی دی ہوئی خبر۔ ان اقوال کے دیکھنے کے بعد اب فیصلہ بہت آسان ہوگیا اس لئے کہ اس میں تو غالباً کسی کو مجال انکار ہی نہیں کہ مرزاجی ۱۳۲۶ھ میں مرے یعنی اپنی میعاد مقررہ سے (۱۳۳۵-۱۳۲۶=۹) پورے ۹ برس پہلے، اس کا سبب مرزاجی بتائیں یا نہ بتائیں ہم بتائے دیتے ہیں کہ ڈاکٹر عبدالحکیم نے اعلان الحق صفحہ ۴۔۵ پر جولائی ۱۹۰۶ء کو یہ اعلان کیا کہ ’’صادق کے سامنے شریر فنا ہوجائے گا یعنی تین (۳) سال کے اندر میرے سامنے مرزا صاحب مرجائیں گے‘‘۔

اس کے جواب میں مرزاجی اپنے اشتہار مجریہ ۱۶/اگست ۱۹۰۶ء میں فرماتے ہیں۔ ’’میں سلامتی کا شہزادہ ہوں کوئی مجھ پر غالب نہیں آسکتا، بلکہ خود عبدالحکیم خاں میرے سامنے آسمانی عذاب سے ہلاک ہوگا‘‘۔ (بقیہ عبارت مرزائی حقیقت کا اظہار نمبر ۱ میں ملاحظہ کیجئے)

اس میں مرزاجی نے ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب کے مرنے کی پیش گوئی کس صفائی کے ساتھ کی اس لئے ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب نے غضب میں آکر اس وقت سے ۱۴ مہینے کی میعاد بتائی، جس کے جواب میں مرزا صاحب فیصلہ فرماتے ہیں اور اپنی طرف سے نہیں کہتے

بلکہ دعویٰ یہ ہے کہ الہام ہوا کہ اشتہار تبصرہ ۵/نومبر ۱۹۰۷ء ’’اپنے دشمن ڈاکٹر عبدالحکیم سے کہہ دے کہ خدا تجھ سے مواخذہ کرے گا میں تیری عمر بڑھا دوں گا یعنی دشمن جو کہتا ہے کہ جولائی ۱۹۰۷ء سے ۱۴ مہینے تک تیری عمر کے دن رہ گئے ہیں یا ایسا ہی جو دوسرے دشمن پیشین گوئی کرتے ہیں ان سب کو جھوٹا کردوں گا اور تیری عمر بڑھا دوں گا دشمن جو تیری موت چاہتا ہے وہ خود تیری آنکھوں کے روبرو اصحاب فیل کی طرح نابود اور تباہ ہوگا تجھ سے لڑنے والے اور تیرے پر حملہ کرنے والے سلامت نہیں رہیں گے، تیرے مخالفوں کا اخزاافنا تیرے ہی ہاتھ سے مقدر تھا‘‘۔ اور آگے بڑھئے اور ۲۴/مئی ۱۹۰۸ء کا بدر دیکھئے کہ انتقال سے دو دن پہلے بھی جناب مرزا صاحب اسی مزعومہ الہام کو اپنی صداقت کا معیار بتا رہے ہیں۔ اب سوال یہ کہ اس الہام میں دو خاص وعدہ ہیں اور ان کا خدا کی طرف سے ہونا بتاکید بیان کیا جارہا ہے۔

۱.....(مرزاجی) کی عمر بڑھا دوں گا۔

۲.....(مرزاجی کا دشمن ڈاکٹر عبدالحکیم) اصحاب فیل کی طرح نابود ہوگا، ان کا اخزاوافنا (مرزاجی کے) ہاتھ میں مقدر تھا۔

پس کیا مرزاجی کی عمر بڑھی؟ نہیں بلکہ ۹ برس پہلے مرے۔

کیا ڈاکٹر عبدالحکیم خان مرزاجی کے سامنے مرے؟ اس لئے کہ ان کا مرنا اور فنا ہونا مرزا کے ہاتھ سے مقدر تھا۔ نہیں بلکہ وہ اب تک زندہ ہیں اور مرزائیت کے انہدام میں مصروف۔ لہٰذا یہ الہام جھوٹا ہوا اور سچے جھوٹے کا فرق ظاہر۔

تھوڑی دیر کے لئے اگر فرض بھی کرلیا جائے کہ ڈاکٹر صاحب نے اپنی پیش گوئی میں کوئی مزید ترمیم کی ہو نیز اگر برائے چندے یہ مان بھی لیا جائے کہ مرزاجی نے اپنے تمام سابقہ مزعومہ الہاموں کے خلاف اپنے مرنے کی میعاد بھی تین سال بیان کردی ہو تب بھی یہ

الہام جھوٹے، ان کی عمر نہ بڑھی۔ ڈاکٹر عبدالحکیم ان کے سامنے نہ مرے بلکہ مرزا جی ان کو اچھا بھلا چھوڑ کر چل دیئے۔

پس وہ مفتری، کاذب اور شریر ثابت ہوئے، حافظ جی کی اور دلیری دیکھئے۔

ع   چہ دلاورست دزدے کہ بکف چراغ دارد

ہم سے پوچھتے ہیں (آخری صفحہ کے حاشیہ کی سطر کو ذرا غور سے پڑھیے) ''اس میں یہ کہاں لکھا ہے کہ مرزا صاحب کی زندگی میں ڈاکٹر مرے گا؟'' ہم جواب دیں یا ناظرین خود جواب دے لیں گے ہمیں ضرورت نہیں کہ ہاں ہاں اسی میں لکھا ہے کہ ''عبدالحکیم میرے سامنے آسمانی عذاب سے ہلاک ہوگا''۔ اسی میں لکھا ہے کہ ''وہ خود تیری آنکھوں کے سامنے اصحاب فیل کی طرح نابود اور تباہ ہوگا''۔ ہمیں یقین ہے کہ اب ہمارے ناظرین ہی ان سے کہہ دیں گے کہ آنکھیں ہوں تو دیکھو دندان شکن جواب اس کو کہتے ہیں۔

حافظ جی کے متعلق تو ہمیں امید نہیں ہاں ہمارے وہ بھولے بھالے افراد جوان کے بہکاوے میں آ کر مرزائیت کا شکار ہو گئے ہیں۔ ان شآء اللّٰہ تعالیٰ ان ہدایت نامہ ہی کے ذریعے بحول اللّٰہ وقوتہ ہدایت پا جائیں تو اچھا ہو۔ وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

التحقیق الصحیح فی حیات المسیح

امام بخاری پر اعتراض کی تہمت

حافظ جی کو ان کے مزعومہ مجدد کی وارثت میں اور کچھ ملا یا نہ ملا مگر اس کا ہم نے ضرور اندازہ لگالیا کہ جھوٹ کا ورثہ ان کو کافی مقدار میں نصیب ہوا اسی لئے وہ ایسے بیان کے متعلق بھی جھوٹ بولتے ہوئے ذرا نہیں شرماتے جس کے سننے والے ان کے پڑوس ہی میں بہت سے موجود ہیں۔

ہم نے ''معتوفیک'' کے معنوں (حافظ جی نے اسی طرح لکھا ہے) کے متعلق بخاری پر اعتراض ہر گز نہیں کیا بلکہ حضرت امام بخاری علیہ رحمۃ اللہ الباری کی ذمہ داری کے متعلق یہ بیان کیا کہ وہ اپنی صحیح میں جہاں سند صحیح کے ساتھ احادیث کو ذکر فرماتے ہیں وہاں تعلیقات کو بھی ذکر کرتے ہیں۔ (حافظ جی تو شاید تعلیق کی اصطلاح کو بھی نہ جانتے ہوں گے) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا وہ قول جو امام بخاری نے نقل کیا اور مرزائی اس کو بڑی شدومد سے دلیل میں لاتے ہیں اس کو امام صاحب نے مستند احادیث میں داخل نہیں فرمایا بلکہ تعلیقات ہی کے ضمن میں ذکر کیا اور امام بخاری کی تعلیقات و آثار موقوفہ علی الصحابہ کے متعلق علامہ سخاوی ''فتح المغیث'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ ''صحیح بخاری کی روایات میں صحت کی ذمہ داری لے کر امام بخاری جس چیز کو نقل فرماتے ہیں وہ صرف وہی احادیث ہیں جن کی سند انہوں نے بیان فرمائی۔ دُوْنَ التَّعْلِيْقِ وَالْاٰثَارِ الْمَوْقُوْفَةِ عَلَى الصَّحَابَةِ نہ کہ تعلیقات اور وہ آثار جو کہ صحابہ پر موقوف ہیں''۔ بقول سخاوی، امام بخاری ان کی ذمہ داری ہی نہیں لیتے۔

ہمارے اس کہنے کو ''امام بخاری پر اعتراض'' سے تعبیر کرنا ایک کھلا افترا ہے۔ امام بخاری روایت میں بے حد محتاط۔ جانتے تھے کہ اس اثر ابن عباس کے راوی ایسے مستند نہیں ہیں جیسے اور ان احادیث کے جو انہوں نے ذکر فرمائی اسی لئے انہوں نے اس کو بسند ذکر ہی نہیں فرمایا کہ ان پر ذمہ داری رہے۔

اب وہ جرح ملاحظہ کیجئے جو اس اثر کے راوی پر علماء رجال نے فرمائی ہم نے اپنی طرف سے بے ثبوت نہ کچھ کہا، نہ کہیں احادیث و آثار کی جانچ پڑتال کتب اسمائے رجال سے ہوتی ہے اور اس کا یہ طریق۔

قسطلانی نے اس اثر کے اسناد کو اس طرح ذکر فرمایا۔ ''وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ

اللہ عنہما فیما رواہ ابنُ ابی حاتمٍ من طریقِ علیِّ بنِ طلحۃَ عنہ فی قولہٖ تعالیٰ یاعیسیٰ اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ مَعْنَاہُ مُمِیْتُکَ" یعنی اس اثر کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے علی ابن طلحہ روایت کرتے ہیں لہٰذا قواعد فن رجال کے مطابق علی بن طلحہ کو دیکھا جائے گا کہ ان کی کیفیت کیا ہے؟

۱..... میزان میں موجود کہ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں "له اشياء منكرات" دحیم کہتے ہیں کہ علی ابن طلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تفسیر سنی ہی نہیں۔

۲..... خلاصہ میں کہا گیا۔ فسوی فرماتے ہیں کہ علی بن طلحہ ضعیف ہے۔

۳..... تقریب میں ہے علی بن طلحۃ سالم مولی بنی عباس سکن حمص ارسل عن ابن عباس ولم یرہ من السادسۃ پس جو چھوٹی عمر میں ابن عباس سے جدا ہوئے ان سے تفسیر کو سنا ہی نہیں، منکرات کے راوی اور پھر ضعیف، ایسے راوی کی روایت سے استناد اور صاف صاف صریح آیات قرآن کریم اور امام بخاری ہی کی روایت کردہ صحیح احادیث کے معنی کو بدلنا مرزائی فریب اور دھوکہ نہیں تو کیا ہے۔ پھر اگر ابن عباس ہی کے قول سے استناد ہے تو ان کے بتائے ہوئے پورے معنی کو نہ ماننا صرف ایک لفظ کو لینا لَاتَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ (نماز کے قریب ہی نہ جاؤ) کو ماننا اور وَاَنْتُمْ سُکٰرٰی (درآنحالیکہ تم نشے میں ہو) کو چھوڑنا تُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضٍ وَتَکْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ نہیں تو کیا ہے؟ ابن عباس ہی کی بات مانتے ہیں تو دل ماشاد۔ آنکھیں کھولیں اور دیکھیں کہ انہوں نے متوفیک کے معنی ممیتک کس مطلب سے کیے اور وہ اس وعدہ ممیتک کے پورا ہونے کا وقت کب بتارہے ہیں۔ (درمنثور صفحہ نمبر ۳۶، ج ۲) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَوْلُہٗ عزوجل یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ قَالَ اِنِّیْ رَافِعُکَ ثُمَّ مُتَوَفِّیْکَ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے فرمان اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ

وَرَافِعُکَ اِلَیَّ کے متعلق فرمایا "میں تمہیں اٹھانے والا ہوں اور پھر آخر زمانہ میں تمہاری توفی کرنے والا ہوں"۔ یعنی چونکہ واؤ ترتیب کے لئے نہیں ہوتا لہٰذا ابن عباس اس امر کے قائل ہیں کہ پہلے رفع ہوگیا اور توفی آخر زمانہ میں ہوگی۔ اور زیادہ تفصیل دیکھئے طبقات کبریٰ مطبوعہ یورپ جلد اول صفحہ ۲۶ پر موجود ہے۔ اَخْبَرَنَا ھِشَامُ ابْنُ السَّائِبِ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ ابی الصَّالِح عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ (اس سند کے بعد ایک طویل اثر کو ذکر فرمایا جس میں حضرت عیسیٰ کے اٹھائے جانے کا مفصل حال ہے اس کا آخری جملہ یہ ہے) اِنَّ اللّٰہَ رفعه (ای عیسیٰ بن مریم علیهما السلام) بجسدہٖ وانه حی الأن وسیرجع الی الدنیا فیکون فیها ملکا ثم یموت کما یموت الناس "حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو ان کے جسم کے ساتھ اٹھالیا یقیناً وہ اب زندہ ہیں اور عنقریب دنیا کی طرف لوٹیں گے اس میں بادشاہ بنیں گے پھر جس طرح اور آدمی مرتے ہیں اسی طرح مریں گے"۔ ناظرین نے دیکھ لیا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کس صراحت کے ساتھ بیان فرمارہے ہیں۔

ع جو اس پر بھی نہ سمجھے وہ تو اس بت کو خدا سمجھے

حافظ جی کا پانچ سو روپیہ انعام

تین مہینے خواب غفلت میں پڑے رہنے کے بعد لوگوں کے جھنجھوڑنے سے ذرا آنکھ کھلی تو نیند کی اونگھ میں حافظ جی کو وہی گرو جی کی پرانی چال یاد آئی جس میں سادہ لوح بہت جلد پھنس جاتے ہیں، حافظ جی میں اگر ہمت اور جرأت تھی تو ہمارے بلانے ہی پر کبھی سامنے آتے۔ ہم کیا ہیں کہ ہماری علمیت وہ دیکھتے۔ ہاں اللہ جل وعلا و رسول اللہ ﷺ وصحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے جو کہا ہے وہ انہیں سناتے اور دکھاتے، اس وقت ان کی انعام بازی کی ساری

قلعی کھل جاتی، روپیہ کے لالچی تو حافظ جی ہی ہوں گے کہ ماہانہ سو روپلی کے لئے باوصف علمی اشتہار بازی پر مجبور ہوئے۔ ہم یقینا پہلے روز بل کے مسلمان بچوں کی تعلیم کے لئے (جو مرزائیوں کے ہاتھوں برباد ہو رہی ہے) ان سے کہتے کہ پانچ سو روپیہ کسی معتمد کے پاس جمع کیجئے اور نفس جواب لیجئے، اب کہ ہم اپنے بھولے بھائیوں کو سمجھانے کے لئے یہ سطور لکھ رہے ہیں کہ جب حسبۃ للّٰہ انہیں مرزائی چال کا پول کھول کر دکھائے دیتے ہیں۔

حافظ جی لکھتے ہیں اور اپنی طرف سے نہیں اپنے گرو جی کی عمر بھر کی علمی پونجی کا خلاصہ سامنے لاتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"ایک بھی ایسی مثال قرآن سے، حدیث سے، لغت عرب سے پیش کر دیں کہ فعل توفی باب تفعل سے ہو اور اس کا فاعل اللہ ہو اور مفعول کوئی انسان ہو اور پھر اس کے معنی قبض روح کے سوا قبض جسم وغیرہ کے ہوں"۔ یہ تو ایک علیحدہ بات ہے کہ چونکہ شاید اونگھ کی حالت میں حافظ جی لکھ رہے ہیں لہٰذا مرزا جی کی پوری تحریر یا تو سمجھ ہی میں نہ آئی یا لکھتے وقت پھر جھونکا آ گیا، البذا ان کے دعوے کو پوری طرح نہ لکھ سکے بہر نوع ہمیں تنقیح دعویٰ کیلئے اول یہ دکھانا ہے کہ قبض روح سے مرزا جی کی کیا مراد ہے؟ اور ان کے نزدیک اس کے کیا معنی؟

الف...... "تمام مقامات میں توفی کے معنی موت اور قبض روح کے گئے ہیں"۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۸۲۱)

ب...... صرف ایک ہی معنی قبض روح اور موت کے لئے مستعمل تھا۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۸۸)

ج...... اول سے آخر تک قرآنی محاورہ یہی ثابت کرتا ہے کہ ہر جگہ درحقیقت توفی کے لفظ سے موت ہی مراد ہے۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۳۳۵)

ان تینوں حوالوں نے بتا دیا کہ مرزا جی کے نزدیک قبض روح اور موت دونوں ایک ہی چیز ہیں۔ قبض روح کے معنی موت اور موت کے معنی قبض روح۔

اب اسی آیت کو لیجئے جو حافظ جی نے خود لکھی فقط ہم ہی نہیں کہتے بلکہ خود مرزا جی

اور ان کی ذریت بھی یہی کہنے پر مجبور ہو گی ہر ترجمہ قرآن کریم یہی بتائے گا اور معمولی علم والا بھی جان جائے گا کہ اس آیت میں توفی کے معنی موت کے نہیں، هو الذی یتوفکم باللیل ویعلم ماجرحتم بالنهار (وہی ہے جو تم کو رات کے وقت لے لیتا ہے اور جانتا ہے کہ تم نے دن میں کیا کیا)

کیا بقول مرزا جی کوئی عقل والا یہاں یہ معنی کر سکتا ہے کہ وہی ہے جو تم کو رات کے وقت مار ڈالتا ہے اور کیا ہر آدمی رات کے وقت مر جاتا ہے۔

غور سے دیکھ لیجئے کہ توفی باب تفعل سے ہے فاعل اللہ ہے مفعول انسان اور معنی موت کے نہیں بلکہ نیند کے ہیں۔

اگر مرزائی یہ کہیں کہ نیند بھی تو مجازی موت ہے جیسا کہ مرزا جی نے فرمایا "اس جگہ توفی سے مراد حقیقی موت نہیں بلکہ مجازی موت مراد ہے جو نیند ہے"۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۳۳۲) تو اس مجازی کا جواب مرزا جی کے خود کلمات میں کلمہ درحقیقت سے لیجئے یا تو یہ کہیے کہ نیند درحقیقت موت ہے اور یا یوں کہیے کہ توفی کے معنی درحقیقت موت نہیں، نیند کو حقیقی موت تو کوئی احمق ہی بتائے گا لہٰذا یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ توفی کے معنی درحقیقت موت نہیں۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۳۳۵)

پس جب توفی کے معنی موت کے کرتے ہوئے بھی مرزا جی کے نزدیک اس سے مجازی موت یعنی نیند مراد لی جا سکتی ہے تو انہیں سوائے اپنے دعویٰ مسیحیت کے بطلان کے خوف کے اور کونسی دشواری حائل ہے کہ وہ انی متوفیک میں بھی ایسی ہی مجازی موت یعنی نیند مراد لے لیں جبکہ اثر امام حسن بصری رحمہ اللہ بھی اس کی تائید میں موجود اور بعض مفسرین اہل حق نے اس مراد کو ذکر بھی فرمایا پس یہ تو اچھی طرح واضح ہو گیا کہ توفی کے معنی درحقیقت موت نہیں تو دیکھنا یہ ہے کہ درحقیقت اس کے کیا معنی ہیں؟

کتب لغت میں تصریح کے ساتھ موجود کہ اَلتَّوَفِّی اَخْذُ الشَّیِٔ وَافِیًا۔ توفی کے (حقیقی) معنی ہیں کسی چیز کا پورا پورا لے لینا، موت کے معنی کیونکر ہو سکتے ہیں۔ اس کو علامہ زمخشری جن کی امامت لغت عرب کو مرزا جی بھی تسلیم کرتے ہیں صاف بتا رہے ہیں کہ مِنَ الْمَجَازِ تَوَفِّیْ وَتَوَفَّاهُ اللّٰهُ اَدْرَکَتْهُ الْوَفَاةُ یعنی توفی کے معنی موت کے مجازی ہیں حقیقی نہیں، مجازی معنی موت یا نیند وغیرہ میں اسی وقت لیا جائے گا جبکہ کوئی قرینہ موجود ہو ورنہ اپنے اصلی وحقیقی ظاہری معنی میں رہے گا۔ قرآن وحدیث سمجھنے کے لئے اصول کا متفق علیہ مسئلہ کہ

۱..... اَلنُّصُوْصُ تُحْمَلُ عَلٰی ظَوَاهِرِهَا وَاصرف النُّصُوْص عَنْ ظَوَاهِرِهَا اِلْحَاد نصوص کو ان کے ظاہری معنی پر حمل کیا جائے گا نصوص کو ظاہری معنی سے پھیرنا الحاد ہے۔

۲..... اَللَّفْظُ تُحْمَلُ عَلَی الْحَقِیْقَةِ مَالَمْ یَصْرِفْ عَنْهَا صَارِفٌ لفظ اپنے حقیقی معنی پر حمل کیا جائے گا جب تک کہ اس کو پھیرنے والا (قرینہ) ظاہری معنی سے نہ پھیرلے۔ ان لغت واصول کی باتوں کو سیدھے سادھے لفظوں میں یوں سمجھ لیجئے کہ توفی کے اصلی معنی ہیں پورا پورا لینا۔ پس جہاں کہیں بھی یہ لفظ استعمال کیا جائے گا اس کے اول یا بعد کے الفاظ قرینہ بن کر بتادیں گے کہ کس چیز کا پورا پورا لینا مراد ہے اگر آگے پیچھے کا کوئی لفظ یا جملہ یہ ظاہر کرے گا کہ موت مراد ہے تو مجازی معنی موت کے ہو جائیں گے۔ نیند کا قرینہ ہوگا تو نیند کے۔ جزاوسزا کا ذکر ہوگا تو اس کے۔ حق لینے کا بیان ہوگا تو اس کے۔ غرض جیسا قرینہ ہوگا ویسے معنی۔ مثلاً دوسری آیت لیجئے۔ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ یَتَوَفّٰكُمْ وَمِنْكُمْ مَّنْ یُّرَدُّ اِلٰۤی اَرْذَلِ الْعُمُرِ اس میں یرد الی الارذل العمر کا قرینہ معنی موت پر دلالت کرنے والا۔ اسی طرح مرزا جی نے موت کے معنی ظاہر کرنے کے لئے ازالۃ الاوہام میں ۳۳۰،۳۳۲ پر بہت سی آیتیں لکھیں مگر ان سب میں آگے پیچھے کے لفظ موت کا قرینہ ہیں، اس لئے موت

کے معنی۔ اور دیکھئے۔ اَللّٰهُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِهَا فَیُمْسِکُ الَّتِیْ قَضٰی عَلَیْهَا الْمَوْتَ وَیُرْسِلُ الْاُخْرٰۤی اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی یہاں ایک ہی آیت میں توفی کی دو شانیں موجود ایک موت کی کیفیت، دوسری نیند کی حالت۔ دیکھنا یہ ہے کہ عیسیٰؑ کے معاملے میں کونسی صورت ذکر کی گئی، جیسا کہ ہم نے ابھی بتایا کہ قرینہ توفی کی مراد کو واضح کرے گا وہاں بھی ہمیں قرینہ ہی دیکھنا ہوگا۔

حافظ جی نے تو غالباً اونگھ کے سبب عجب بے تکا سوال کیا ہے کہ ”توفی کے معنی قبض روح کے سوا قبض جسم وغیرہ کے ہوں“۔ پہلے تو انہیں یہ غور کرنا چاہئے کہ یہ دعویٰ کس نے کیا، کب کیا، کہاں کیا؟ ”کلمہ توفی ہی کے حقیقی معنی صرف قبض جسم ہیں“۔

مسلمانوں کا دعویٰ تو لغت کی رو سے صرف اس قدر ہے کہ توفی کے حقیقی معنی پورا پورا لینے کے ہیں۔ اگر کسی میں حوصلہ ہو تو یہ دکھائے کہ توفی کے معنی پورا لینے کے نہیں بلکہ صرف موت ہی کے ہیں، ہمارا دعویٰ ہے کہ ”لینے“ کے ساتھ جو قرینہ ہوگا اسی قرینے کے مطابق ”لینے“ کا مطلب ہوگا۔

اب دیکھئے کہ حضرت مسیحؑ کے متعلق جہاں وعدہ متوفیک فرمایا گیا ہے وہاں کیا قرینہ ذکر میں آیا۔ آیت کریمہ ہے یاعیسٰی انی متوفیک ورافعک الی (الآیہ) (اس آیت کا ترجمہ ہم مزید اتمام حجت کے لئے وہی کئے دیتے ہیں جو مرزا جی کے خلیفہ اول صاحب نے کیا ہے) اے عیسیٰ (علیہ السلام) میں لینے والا تجھ کو اور بلند کرنے والا ہوں تجھ کو اپنی طرف۔

فوائد: ۱..... حق تعالیٰ خطاب کرتا ہے عیسیٰؑ سے یہ ایک نام ہے کس کا؟ روح اور جسم دونوں کے مجموعہ کا۔

۲..... توفی (پورا لینے) کا اطلاق کس پر ہوگا؟ عیسیٰؑ کے وجود یعنی روح وجسم دونوں پر۔

۳..... رفع (اٹھانا) کس چیز کا ہوگا؟ روح اور جسم دونوں کا۔

۴..... توفی (پورا پورا لینا) رفع (روح وجسم کا اٹھانا) کس کی طرف ہوگا؟ اللہ کی طرف۔

پس ان قرائن نے صاف کردیا کہ یہ توفی ایک علیحدہ قسم کی توفی ہے جس میں نہ نیند کی کیفیت، نہ موت کی صورت بلکہ شکل ہی سب سے جدا، یعنی توفی مع الرفع اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اسی طرح خاص جیسے بغیر باپ کے پیدا ہونا، انہی کے لئے مخصوص۔ اس توفی کا نمونہ کسی آیت یا حدیث میں کسی دوسرے شخص کے لئے طلب کرنا سراسر بیہودگی بلکہ فریب اور دھوکہ دہی، اس شان کی توفی کا وعدہ کسی کے ساتھ کیا ہی نہیں گیا اور نہ کسی کی توفی اس طرح ہوئی بلکہ جس طرح ان کے پیدا ہونے کے انداز میں اعجاز اسی طرح ان کی توفی بھی اعجازی۔ نظر بریں ہمیں خیال آتا ہے کہ ہندوستان میں ایک صاحب نے حیات مسیح علیہ السلام کو بدلائل ساطعہ ثابت کرتے ہوئے مرزائی چیلنج کا جواب دیتے ہوئے تمام مرزائی پارٹی کو ”ایک ہزار روپیہ انعام کا چیلنج“ دیا کہ ”اگر فعل توفی، رفع کے ساتھ مستعمل ہے اور فاعل دونوں کا اللہ ہو اور مفعول ذی روح ذات واحد ہو تو وہاں توفی کے معنی اخذ مع الرفع ہی کے ہوں گے، نہ کوئی اور معنی۔ اگر کوئی مرزائی سارے قرآن کریم میں ایک مقام پر بھی اس کے خلاف دکھادے تو اسے مبلغ ایک ہزار روپیہ انعام ملے گا“۔

اس چیلنج کو دیئے ہوئے بھی برسوں گزر گئے مگر آج تک کسی مرزائی کو جواب کی جرأت نہ ہوئی، اس امر پر تمام مسلمانوں کا یقین وایمان کہ یقیناً حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی انسان، اللہ کے بندے اور رسول عظیم الشان، بے شک حسب فرمان واخبار عالم ما یکون وکان سید انس وجان ﷺ اس دنیا میں مکرر تشریف لائیں گے، نکاح کریں گے، دجال کو قتل فرمائیں گے، پھر مدینہ منورہ ہی میں انتقال فرمائیں گے اور وہیں مقبرہ مبارکہ میں دفن کئے جائیں گے۔ حافظ جی نے آیت کل نفس ذائقة الموت لکھی مرزا جی نے ساری اس

قسم کی آیتوں کو جمع کرکے اپنی انتہائی قوت صرف کردی، مگر سب بے کار گئی، اس لئے کہ ان کو تو اس وقت پیش کیا جائے جبکہ مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر کبھی موت ہی نہ آئیگی۔ بے شک بے شک وہ رجوع الی اللہ جس کے بعد پھر دنیا کی طرف نہ لوٹیں۔ ہوگا اور ضرور ہوگا، ابھی رفع الی اللہ ہوا ہے۔

یہ کہنا کہ ”اگر کسی نبی کو آئندہ کے لئے زندہ رکھنا خدا کی سنت ہوتی تو حضرت رحمت للعالمین (فداہ ابی وامی) کو رکھتا“۔ کتاب وسنت سے جہالت پر مبنی۔ ممکن ہے کل کو کوئی یہ بھی کہے کہ اگر کسی نبی کو بغیر باپ کے پیدا کرنا خدا کی سنت ہوتی تو حضور رحمت للعالمین ﷺ کو اس طرح بے باپ کے پیدا کرتا۔ اسی طرح دیگر معجزات انبیاء علیہم السلام کا ذکر بھی کیا جاسکتا ہے، لیکن دنیا جانتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یہ نرالی توفی اور دوبارہ تشریف آوری کمالات محمدی ﷺ ہی کے اظہار کے لئے ہوئی کہ بنی اسرائیل کے نبی اولوالعزم بھی دنیا میں تشریف لائیں اور حضور انور ﷺ کے نائب وخلیفہ بن کر خدمات اسلام بجالائیں تاکہ بنی اسرائیل کے وہ لوگ جو مرض امتیاز نسل میں مبتلا ہوکر یہ کہتے ہیں کہ ہم بنی اسمٰعیل میں پیدا ہونے والے نبی کو نہیں مانتے، ان کی گردنیں ٹوٹ جائیں اور وہ اسرائیلی نبی حضرت مسیح ناصری کو رحمة اللعالمین سید المرسلین ﷺ کی اطاعت وخلافت کرتے ہوئے دیکھ کر سب کے سب اسلام لائیں اور سمجھ جائیں کہ یہ نبی سارے عالم کے نبی۔ ان کی امت میں نہ گورے کالے کا فرق، نہ حسب ونسب کا امتیاز۔ سب مساوات کے ساتھ ان کے دین میں داخل اور ساری دنیا ان کی امت میں شامل۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ بعثت الی الاسود والاحمر میں تو کالے اور سرخ سب کے لئے مبعوث کیا گیا۔ رنگ ونسل کے امتیاز کو حضور ﷺ نے مٹایا آج اگر مرزائی مسیح کو اصلی وحقیقی مسیح ناصری کے مقابلے میں نقلی اور جعلی مسیح بننے کی غرض سے ان کے ساتھ عناد ودشمنی ہے تو ہوا کرے اور ان کے چیلے گرامی عداوت کا اظہار بدیں الفاظ کرتے ہیں کہ ”ہمیں

بنی اسرائیل کے نبی کی حاجت نہیں‘‘۔ تو کیا کریں سارے عالم کے نبی (فداہ ابی وامی) اس ہرزہ سرائی کا جواب پہلے ہی فرما گئے کہ انااولی الناس بعیسیٰ بن مریم الخ حضرت سید المرسلین ﷺ کے اظہار شان ہی کے لئے رب العزت نے یہ حکمت رکھی کہ ظہور حضرت امام مہدی علیہ السلام کے وقت حضرت مسیح ناصری علیہ السلام نزول فرمائیں تاکہ دنیا پر ظاہر ہو جائے کہ فاطمی النسل محمد بن عبداللہ مہدی علیہ السلام امامت کر رہے ہیں اور بنی اسرائیل کے نبی ان کے مقتدی۔ اگر کوئی جدید صاحب شریعت نبی آپ کے بعد آتے تو

۱..... وعدہ ختم نبوت کے خلاف ہوتا۔

۲..... ان کی شریعت کی ضرورت وعدۂ تکمیل دین کے خلاف ہوتی۔

اگر غیر صاحب شریعت جدید نبی آتے تو

۱..... وعدۂ خاتم النبیین کے خلاف ہوتا۔

۲..... ایسے نبی تو اور انبیاء کے بعد بھی آئے اس میں شان تخصیص نہ تھی۔

سید المرسلین نبی الانبیاء ﷺ جن کی نبوت کا میثاق سب رُسل وانبیاء علیہم السلام سے لیا گیا۔ ان کی خاص شان کا اسی طرح اظہار کہ نبی اولوالعزم صاحب شریعت (جن کی شریعت نافذ ہوئی مگر شرع مصطفوی سے منسوخ ہو چکی) تشریف لائیں مگر تابع شرع مصطفوی بن کر اور مصداق بکون خلیفتی علی امتی ہوکر۔ اسی لئے اس دلفریب منظر کو اس شادمانی وخوشی کے وقت کو حضور انور ﷺ اس طرح پیش فرماتے ہیں۔ بیہقی صفحہ ۳۰۱ عن ابی ھریرۃ ؓ قال قال رسول اللہ ﷺ کیف انتم اذا نزل عیسیٰ بن مریم من السماء فیکم وامامکم منکم تم اس وقت کیسے (خوش) ہوگے جب عیسیٰ بن مریم آسمان سے تم میں نزول فرما ہوں گے اور تمہارا امام تم ہی میں سے ہوگا۔

اللھم امنا وصدقنا بما اخبرنا نبینا ﷺ

ان عیسیٰ علیہ السلام لم یمت وانہ راجع الیکم قبل یوم القیٰمۃ

ان عیسیٰ علیہ السلام یاتی علیہ الفنا

مذکورہ بالا احادیث کے متعلق حافظ جی نے ناحق یہ کہنے کی بھی تکلیف گوارا فرمائی کہ ’’یہ کوئی معتبر روایتیں نہیں نہ صحاح ستہ میں ان کا وجود پھر قرآن ان کو رد کر رہا ہے۔ صحیح حدیثیں ان کو رد کر رہی ہیں‘‘۔

یہاں انہوں نے یقیناً حق شاگردی مرزا ادا نہیں کیا۔ انہیں وہی کہنا چاہئے تھا جو ایسے مواقع پر مرزاجی نے کہا جب کبھی علماء نے کلام الٰہی کی تفسیر میں احادیث کو پیش کیا اور مرزاجی کا دم بند ہوا تو مرزاجی نے جھٹ کہہ دیا کہ

۱..... جو شخص حَکم ہو کر آیا ہے اسے اختیار ہے کہ حدیثوں کے ذخیرہ میں سے جس انبار کو چاہے خدا سے علم پاکر قبول کرے اور جس ڈھیر کو چاہے خدا سے علم پاکر رد کرے‘‘۔ (حاشیہ تحفہ گولڑویہ صفحہ۱۰)

۲..... ’’اور دوسری حدیثوں کو ہم ردی کی طرح پھینک دیتے ہیں‘‘۔ (اعجاز احمدی صفحہ۳۰)

مسلمان تو یقیناً قرآن کریم کو اسی طرح سمجھتے ہیں جس طرح حضور صاحب وحی وکتاب ﷺ نے اپنی احادیث میں سمجھایا۔ مرزاجی نے جب قرآن ہی کے متعلق یہ فرمادیا کہ ’’زمین سے اُٹھ گیا تھا میں آسمان سے لایا ہوں‘‘۔ تو حدیثوں کا انکار کر دینا ان کے لئے کیا بڑی بات تھی۔

حافظ جی کو تو خبر نہیں مگر ہاں علم دین سے معمولی حصہ پانے والا بھی جانتا ہے کہ یہ کہنے سے کہ ’’کوئی معتبر روایتیں نہیں نہ صحاح ستہ میں انکا وجود الخ۔‘‘ کوئی حدیث غیر معتبر نہیں ہو سکتی، کیا صحاح ستہ کی حدیثوں کے سوا تمام احادیث غیر معتبر ہیں؟ اور کیا صحاح ستہ کی کسی حدیث میں کسی قسم کا ضعف ہے ہی نہیں؟ (اللہ اس جہالت سے پناہ میں رکھے)

۱..... پہلی حدیث علامہ ابن کثیر وابن جریر نے اپنی اپنی تفاسیر میں باسناد صحیحہ نقل فرمائی۔ ایک سند ہم نقل کئے دیتے ہیں۔ قال ابن ابی حاتم حدثنا احمد بن عبدالرحمٰن حدثنا عبداللہ بن ابی جعفر عن ابیہ حدثنا الربیع بن انس عن الحسن قال قال رسول اللہ ﷺ لِلْیَھُوْدِ اِنَّ عِیْسٰی لَمْ یَمُتْ وَاَنَّهٗ رَاجِعٌ اِلَیْکُمْ قَبْلَ یَوْمِ الْقِیٰمَةِ رسول ﷺ نے یہود سے فرمایا کہ یقیناً عیسیٰ (علیٰ نبینا وعلیہ السلام) نہیں مرے اور وہ یقیناً تمہاری طرف قیامت کے دن سے پہلے لوٹ کر آنے والے ہیں۔

۲..... وفد نصاریٰ نبی نجران کے دربار رسالت میں حاضری کا واقعہ سیرت کی کتابوں میں اس قدر شہرت کے ساتھ ذکر کیا گیا کہ تاریخ اسلام سے ادنیٰ مناسبت رکھنے والے کو بھی اس کی خبر ہوگی۔ ابن ہشام نے تفصیل لکھی جس کا دل چاہے دیکھ لے۔ ہم نے اس واقعہ کے صرف اس قدر حصہ کو نقل کیا جس کا ہمارے مضمون سے تعلق تھا اب اس کی سند بیان کئے دیتے ہیں۔ اَخْرَجَ ابْنُ جَرِیْرٍ وَابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ عَنِ الرَّبِیْعِ قَالَ اِنَّ النَّصَارٰی اَتَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَخَاصَمُوْهُ فِیْ عِیْسَی بْنِ مَرْیَمَ (علیہما السلام) وَقَالُوْا لَهٗ مَنْ اَبُوْهُ وَقَالُوْا عَلَی اللّٰهِ الْکَذِبَ الْبُهْتَانَ فَقَالَ لَهُمُ النَّبِیُّ ﷺ اَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ لَا یَکُوْنُ وَلَدًا اِلَّا وَهُوَ یُشْبِهُ اَبَاهُ قَالُوْا بَلٰی قَالَ اَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اَنَّ رَبَّنَا حَیٌّ لَا یَمُوْتُ وَاَنَّ عِیْسٰی یَاْتِیْ عَلَیْهِ الْفَنَا قَالُوْا بَلٰی۔ نصاریٰ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے باب میں مخاصمہ کرنے لگے اور کہا کہ (اچھا بتاؤ) ان کا باپ کون ہے؟ پھر خدا پر جھوٹ بہتان باندھنے لگے (یعنی ان کو خدا کا بیٹا بتایا) حضور ﷺ نے فرمایا تم نہیں جانتے بیٹا ہمیشہ باپ سے مشابہ ہوا کرتا ہے۔ انہوں نے کہا۔ ہاں! حضور نے فرمایا۔ کیا تم نہیں جانتے کہ ہمارا رب تو ایسا زندہ ہے کہ کبھی مرے گا ہی نہیں اور یقیناً عیسیٰ علیہ السلام پر فنا آئے گی، وہ بولے بیشک، یا للعجب کہ اصلی مسیح کی

تو حضور کے سامنے ”بلیٰ“ کہیں مگر جعلی ونقلی مسیح کے پیرو ”لا“ ہی کہے جائیں۔

حضور اکرم ﷺ فرمائیں کہ وہ ابھی نہیں مرے بلکہ مریں گے۔ یہ کہے جائیں کہ نہیں وہ مر گئے۔ حافظ جی کا یہ کہنا کہ ”قرآن ان کو رد کر رہا ہے صحیح حدیثیں ان کو رد کر رہی ہیں“۔ یہ صرف کہنا ہی کہنا ہے اگر حوصلہ تھا تو کسی ایک آیت ہی میں دکھایا ہوتا کہ ”ان عیسی مات“ ”عیسیٰ مر گئے“۔ قرآن کریم میں تو کسی جگہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے ”موت“ کا لفظ استعمال ہی نہ کیا گیا مگر وہیں جہاں ان کے دوبارہ آنے کے بعد تمام اہل کتاب کے ایمان لانے کا واقعہ بیان ہوا۔ یعنی ان من اھل الکتب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ (اس کا ترجمہ بھی ہم وہی لکھ دیں جو مرزا جی کے خلیفہ نمبر۱ نے لکھا شاید مرزائی اس کو دیکھ کر ہی ہدایت پا جائیں) ترجمہ ”نہیں کوئی اہل کتب سے مگر البتہ ایمان لائے گا ساتھ اس کے (عیسیٰ علیہ السلام کے) پہلے موت اس کی (عیسیٰ علیہ السلام کی) کے“۔ (فصل الخطاب جلد۲ صفحہ۸۰) رہی توفی اس کی کیفیت ہم ظاہر کر ہی چکے۔

حافظ جی نے صحیح احادیث کا نام تو لیا مگر کوئی ایک حدیث ہی نقل کی ہوتی جس میں یہ موجود ہوتا کہ ”عیسیٰ بن مریم مر گئے“۔ علمائے اسلام برسوں سے مرزائیوں کو للکار رہے ہیں کہ کوئی ایک حدیث ایسی ہی سہی جیسی ہم پیش کر رہے ہیں دکھاؤ جس میں موجود ہو کہ ”عیسیٰ بن مریم مر گئے“۔ مگر آج تک نہ کوئی دکھا سکا نہ دکھا سکے۔ ہاں اپنی خود رائی سے قرآن کریم کے معنی بدلے، احادیث کے معنی بدلے، اصح احادیث میں بیان کیا گیا کہ ”عیسیٰ بن مریم آسمان سے منارہ شرقی دمشق پر دو فرشتوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے اتریں گے باب لد پر دجال کو قتل کریں گے۔ ۴۰، ۴۵ برس زندہ رہیں گے۔ سرکار دو عالم کی قبر انور پر حاضر ہوکر سلام عرض کریں گے پھر مدینہ منورہ ہی میں انتقال فرمائیں گے وہیں حضور انور ﷺ کے مقبرہ میں اس طرح دفن ہوں گے کہ ان کی قبر چوتھی ہو“۔ (ملخص)

اس سے زیادہ دجل وفریب اور کیا ہوگا کہ مرزاجی لغت کو بدلیں، صرف ونحو کو بدلیں، ناموں کو بدلیں، اپنی ڈکشنری نئی بنائیں، تعجب ان پر ہے جو ایسے کھلے کھلے امور کو دیکھتے ہوئے بھی ان کے فریب میں آئیں اور سمجھانے پر بھی راہ راست نہ پائیں۔

مرزائی ڈکشنری کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

الفاظ	مرزائی ڈکشنری		الفاظ	مرزائی ڈکشنری
عیسیٰ بن مریم	غلام احمد بن گھسیٹی		دوفرشتے	نورالدین محمد احسن
کدعہ	قادیان		باب لُد	شہر لدھیانہ
منارہ	نور کی جگہ (اور وہ مینار جو مرزاجی نے چندے سے بنایا)		دمشق	ظہور مسیح
شریف	خاندان مغل		قبر	جنت یا دوزخ کا ٹکڑا
قرآن	وہ جو مرزائی آسمان سے لائے۔ (معاذاللہ)		حدیث	وہ جس کو مرزاجی ردی کر کے نہ پھینکیں۔

وغیر ذلک من الخرافات

لَاحولَ وَلَاقوۃ اِلّا باللہ العلی العَظِیْم

خطبہ امام حسن رضی اللہ عنہ

حافظ جی نے کسی جگہ حضرت امام حسن علیہ السلام وعلیٰ آبہ السلام کے خطبہ کے کلمات دیکھ لئے لہٰذا بے سوچے سمجھے لکھ ڈالا تاکہ لوگ یہ سمجھ لیں کہ حیات مسیح کے ثبوت میں ایک حوالہ دے دیا۔ اگر ذرا عقل ہوتی، عربی زبان کا کچھ بھی علم ہوتا تو سوچتے کہ امام حسن نے حضرت علی کی رحلت کا ذکر فرماتے ہوئے صرف تاریخ کی اہمیت دکھاتے ہوئے حضرت مسیح علیہ السلام کا ذکر فرمایا اور وہاں بھی اسی مسلمانوں کے عام اعتقاد کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے انتقال کی کیفیت کو قبض کے لفظ سے ظاہر کیا مگر حضرت مسیح علیہ السلام کے لئے وہ لفظ نہ استعمال کیا بلکہ عرج کہا، اگر دونوں کی کیفیت یکساں ہوتی تو ایک لفظ استعمال ہوتا۔ عیسیٰ علیہ السلام کے رفع وعروج کا مسئلہ صحابہ وتابعین سے لے کر آج تک ایسا مشہور چلا آرہا ہے کہ جہاں کہیں کوئی بھی اس واقعہ کا کسی عنوان سے ذکر کرتا ہے اس مخصوص کیفیت عروج کی طرف کسی نہ کسی انداز سے اشارہ کر ہی دیتا ہے وہی شان اس خطبہ کے کلمات میں بھی موجود۔ حافظ جی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا نام لیا ہم نے ان کا عقیدہ پیش کیا اب امام حسن کا ذکر کیا۔ لیجئے اب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا عقیدہ بھی ملاحظہ کیجئے۔ امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

کَیْفَ تَہْلِکُ امۃ انا اَوَّلُھَا وَالْمَھْدِی وَسْطُھَا وَالْمَسِیْحُ اٰخِرُھَا وہ اُمت کیونکر ہلاک ہوسکتی ہے جس کا اوّل میں ہوں وسط امام مہدی ہیں اور آخر مسیح (علیہ السلام)۔ (مشکوٰۃ)

(یہاں یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ مہدی اور ہیں اور مسیح دوسرے یعنی وہی مسیح بن مریم، یہ مرزائیوں کا فریب ہے کہ مسیح ومہدی دونوں ایک ہی ہیں)

عمر مسیح علیہ السلام

ثبوت موت مسیح میں جناب حافظ صاحب حجج الکرامہ کی ایک روایت پیش کرتے ہیں۔

(غالباً ان کے نزدیک یہ کتاب صحاح ستہ میں داخل ہوگی اس لئے کہ بقول ان کے صحیح حدیثیں تو فقط صحاح ستہ ہی میں ہیں) علمائے محققین نے اس قسم کی تمام حدیثوں کو جمع فرمایا جس میں حضرت مسیح کی عمر کا ذکر آیا اور جو فیصلہ مختلف احادیث میں تطبیق دینے سے کیا جاسکا اس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ ۱۲۰ سال ان کی عمر شریف کی وہ پوری مدت ہے جو اس زمین پر انہوں نے گزاری اور گزاریں گے۔ مرزائیوں کی عام عادت ہے وہی مرض حافظ جی میں بھی کہ کہیں سے آدھا پاؤ جملہ لے لیا، حدیث کا کوئی جزو ذکر کردیا تحقیق کرنا پورے جملوں پر نظر ڈالنا یہ علماء کا کام۔ حافظ جی کو اس سے کیا نسبت۔ تحریر طویل ہوتی جاتی ہے ورنہ ہم اس کی تفصیل بھی لکھ دیتے۔

قبر مسیح علیہ السلام

سامعین جلسہ وعظ کو یاد ہوگا ہم نے ترجمہ حدیث کرتے ہوئے یہ کہا تھا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام حضور رسول اکرم ﷺ کے مقبرہ میں دفن ہوں گے قبر اور مقبرہ کا فرق معمولی اردو پڑھے ہوئے بھی جانتے ہیں۔ حافظ جی کی دھوکہ دہی دیکھئے کہ اول ہمارے لفظ کو بدلا پھر یہ بیہودہ بات تراشی کہ ”آنحضرت ﷺ کی قبر کو شہید کرنے کی کون مسلمان جرأت کرے گا“۔ پھر قبر کی وہ نئی اصطلاح بتائی جو مرزائی ڈکشنری میں انہیں آنکھ بند کرکے نظر آئی، اور اس تحریف نے بھی ان کی کچھ حاجت روائی نہ کی بلکہ موجب رسوائی ہوئی جیسا کہ عنقریب ظاہر ہوگا۔

ان تمام لغو باتوں کے جواب میں ہم اپنے ناظرین کو مختصراً وہ فیصلہ سنادیں جو احادیث و آثار صحابہ میں موجود۔ ظاہری معنی کو بدلنا اور من گھڑت معنی لینا آپ نے دیکھ ہی لیا، اصول کا مسئلہ ہے کہ الحاد ہے۔ حدیث میں جو لفظ آئے ان کا کھلا مطلب آثار صحابہ میں دیکھئے۔ وہ امام بخاری جن کی تعلیق و روایت کردہ اثر پر بھی حافظ جی اور تمام مرزائی پورا اعتماد رکھتے ہیں اپنی تاریخ میں فرماتے ہیں، صاحب درمنثور اس کو جلد۲ صفحہ ۲۴۵

پر بدیں الفاظ درج کرتے ہیں۔ اخرج البخاری فی تاریخه عن عبدالله بن سلام قال یدفن عیسٰی علیہ السلام مع رسول الله ﷺ وابی بکر وعمر فیکون قبراً رابعاً۔ عبداللہ بن سلام جو یہود کے سب سے بڑے عالم تورات وانجیل کے زبردست فاضل مانے جاتے تھے اور اجل اصحاب رسول اللہ ﷺ میں سے ہیں، فرماتے ہیں کہ عیسٰی علیہ السلام رسول اللہ ﷺ وابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ دفن کئے جائیں گے پس ان کی قبر اس مقبرہ میں چوتھی قبر ہوگی۔

اس مضمون کی ایک مرفوع حدیث علامہ ابن جوزی محدث نے ”کتاب الوفا“ میں نقل کی ہے جس میں حضور سید عالم ﷺ فرماتے ہیں۔ یَنْزِلُ عِیْسٰی بْنُ مَرْیَمَ اِلَی الْاَرْضِ فَیَتَزَوَّجُ وَیُوْلَدُ لَهٗ وَیَمْکُثُ خَمْسًا وَّاَرْبَعِیْنَ سَنَةً ثُمَّ یَمُوْتُ فَیُدْفَنُ مَعِیَ فِیْ قَبْرِیْ فَاَقُوْمُ اَنَا وَعِیْسَی بْنُ مَرْیَمَ فِیْ قَبْرٍ وَّاحِدٍ بَیْنَ اَبِیْ بَکْرٍ وَّعُمَرَ یعنی حضرت عیسٰی علیہ السلام زمین کی طرف اتریں گے پھر شادی کریں گے پھر ان کے اولاد ہوگی اور ۴۵ برس کے بعد رحلت فرمائیں گے پھر میرے ساتھ میرے مقبرہ میں دفن کئے جائیں گے پھر حشر کو میں اور عیسٰی بن مریم ایک مقبرہ سے اٹھیں گے ابوبکر وعمر کے درمیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ حافظ جی کہاں تک حدیثوں کا انکار کریں گے اور ان کی تحریف کو حدیثیں چلنے کب دیتی ہیں۔ قبر سے آپ نے باغ جنت مراد لیا تو قطع نظر اس کے کہ قبر کا لفظ اس معنی کے لئے نہ بنایا گیا نہ اس معنی میں مستعمل نہ کسی لغت میں قبر کے یہ معنی آئے نہ زبان عرب کا کوئی محاورہ اس کا شاہد۔ لفظ دفن کو کیا کیجئے گا، باغ میں آرام کرنے کو دفن ہونا کس ملک میں بولتے ہیں قادیان کا مخصوص محاورہ ہو تو عجب نہیں کہ وہاں کی ہر بات بیڈھنگی۔ دنیا میں تو سیر تفریح آرام کو دفن نہیں بولتے، پھر قبر کے معنی باغ جنت لینے پر رابعاً کی صفت کیسے چسپاں ہوگی، اور باغ جنت میں قبروں کی شمار کا کیا طریقہ ہوگا۔ تحریف کرتے شرم تو نہ آئی ہوگی اور تحریف بھی

ایسی کھلی اور باطل تحریف کہ کوئی اجہل بھی نہ کرے۔ حدیث شریف میں سلسلہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے پھر شادی کریں گے پھر اولاد ہوگی۔ ۴۵ برس دنیا میں رہ کر انتقال فرمائیں گے پس میرے مقبرہ میں دفن کئے جائیں گے۔ ایسے موقع پر کوئی کودن بھی نہ کہے گا کہ قبر کے معنی مراد نہیں باغ جنت ہے۔ باغ جنت تو ان حضرات کے غلاموں کے لئے بھی ہے اور ان کی قبریں قطعہ جنت بنی ہوئی ہیں مگر قبر کے معنی کا انکار تو کسی طرح بنتا ہی نہیں۔ حدیث میں یہ بھی ہے کہ پھر (حشر کو) میں اور عیسیٰ علیہ السلام ایک مقبرے سے اٹھیں گے ابوبکر وعمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کے درمیان۔ اب اگر قبر کے معنی واقعی مراد نہ لو تو باغ جنت یہاں کس طرح مراد ہو سکتا ہے؟ حدیث شریف کا ایک ایک کلمہ حافظ کی اس تحریف کو باطل کر رہا ہے۔ مرزائیوں کی غیرت پر حیرت ہے کہ انہیں ایسی صریح باطل بات زبان سے نکالنے کی جرأت کس طرح ہوتی ہے۔

حافظ جی نے ہماری نقل کردہ ایک حدیث پر اور ہاتھ صاف کرنے کی کوشش بے جا کی، مگر بے چاروں نے حدیث پڑھی ہوتی تو یہ تمیز آتی کہ حدیث پر تنقید کس طرح کیا کرتے ہیں۔ انہوں نے ناحق براہ عناد یہ لکھا کہ فلاں حدیث معتبر نہیں۔ ان کے لئے سیدھی سی بات وہی تھی جو مرزا جی نے کہی کہ ''جو حدیث ان کی مرضی کے خلاف ہو وہ ردی کی ٹوکری میں۔'' (معاذ اللہ) وہ ناحق صاحب کنز العمال کو بدنام کرتے ہیں اور ابن عساکر کی تمام روایتوں کو ناقابل اعتبار بتاتے ہیں۔ انہیں اتنی تمیز کہاں کہ کسی کتاب کو نامعتبر کہنا تو کیا حدیث کو ضعیف کرے گا۔ اگر خاص کسی حدیث پر جرح مبہم کی جائے وہ بھی پایۂ اعتبار سے ساقط نہیں ہوتی اور جرح مبہم کسی حدیث کو ناقابل استدلال نہیں کر سکتی ورنہ ہر حدیث کو جو چاہے نامعتبر بتادیا کرے۔ کبھی اصول حدیث کو خواب میں بھی دیکھا ہے۔ کچھ بودگی تھی تو وجہ ضعف لکھی ہوتی اور ایک حدیث ضعیف بھی ہوتی تو جب اس مضمون کی بکثرت

صحیح حدیثیں وارد ہیں اور اس پر امت کا اجماع ہے تو انکار کا کیا محل، بلکہ فرض کرو کوئی اور حدیث اس مضمون کی نہ ہوتی صرف ایک حدیث ہی ہوتی اور وہ بھی ضعیف ہوتی تو کیا قابل انکار تھی، بقول مرزا صاحب تھی تو حدیث ہی، کسی مدعی مہدیت ومسیحیت کے الہام کی ڈینگ تو نہ تھی کیوں نہ مانی جاتی۔ ضعیف حدیث اس وقت چھوڑی جاتی ہے جبکہ وہ قوی وصحیح کے معارض ہو، اس کا معارض ہی کہاں ہے؟ افسوس بے علمی اور مدارک علمیہ میں دخل دے کر اپنا ایمان برباد کرنا۔ اللہ ہدایت کرے۔

موطا امام مالک کی حدیث کا حوالہ دیتے ہوئے اس سے یہ معنی نکالنا کہ حضرت عائشہ کے حجرہ میں تین مقبروں ہی کا ہونا مقدر تھا، حافظ جی کی مزید جہالت کا ثبوت ہے۔ حدیث میں اس کی رمق بھی نہیں یہ خالص افتراء اور محض بہتان ہے۔ غیرت ہو تو حدیث میں وہ لفظ بتائیں جس کا ترجمہ یہ ہو کہ حجرہ صدیقہ میں تین قبروں ہی کا ہونا مقدر تھا۔ آپ کے دین کا مدار ایسی افتراء پردازیوں ہی پر ہے؟ ثبوت شے کا نفی ماعدا کی دلیل کس نے مانا ہے۔ یہ تو ایک علمی اصول ہے آپ اس کو نہ سمجھ سکے تو اتنا سمجھنا بھی آپ کی عقل سے بالاتر تھا کہ خواب میں کسی کو ایک شے کے پیدا ہونے کی خبر ملنا اس کے اور اولاد ہونے کا انکار نہیں۔ خواب کے ذریعہ سے حضرت امام حسن کی ولادت کی خبر دی گئی تو کیا اس کے یہ معنی ہیں کہ حضرت خاتون جنت کے اور اولاد ہی نہ ہوگی۔ اگر حضرت صدیقہ کے اس خواب میں ان کے حجرۂ مبارکہ میں حضور سید عالم ﷺ اور شیخین جلیلین کے مدفون ہونے کی خبر ہے تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ حضرت صدیقہ کے زمانہ میں یہ تین حضرات آرام فرمائیں گے، نہ یہ معنی کہ پھر اور قبر ہی نہ ہوگی۔ حضرت مسیح علیہ السلام کا دفن ان کے زمانہ میں نہیں اس لئے ان کی خواب میں اس کا بیان بھی نہیں اور بیان کی حاجت بھی کیا جبکہ صحیح حدیثوں میں صراحت کے ساتھ اس کا بیان موجود ہے تو کیا خواب میں اس کا بیان نہ ہونے سے ان

تمام صحیح احادیث کا انکار جائز ہو جائے گا؟

نفس امر یہ ہے کہ مرزائی اور حدیث سمجھیں؟ وہ تو سمجھے ہیں، نہ سمجھیں گے، وہ ان میں سمجھ کے لئے ایمان شرط۔ جب شرط نہیں تو مشروط کہاں سے آئے۔

حدیث کو مرزاجی اور ان کے حواریین کیا سمجھ سکتے ہیں جبکہ بقول حافظ جی مدتوں تک قرآن کریم کے لفظوں کو بھی مرزاجی نہ سمجھ سکے بلکہ ان کے الہام کرنے والے نے بھی ان کو نہ سمجھایا برسوں ایسے عقیدہ میں مبتلا رہنے دیا جو ان کے خلیفہ نمبر۲ کے نزدیک مشرکانہ عقیدہ ہے۔ حافظ جی کا دعویٰ ہے کہ ”جب تک صریح طور پر مرزا صاحب کو خدائے تعالیٰ نے خبر نہیں دی وہ بھی مسلمانوں کے رسمی عقیدہ کو تسلیم کرتے رہے“۔ کیا حافظ جی نے یہ سمجھ لیا ہے کہ دنیا میں کوئی عقل والا رہا ہی نہیں جو اتنی موٹی بات کو بھی جان جائے کہ کسی معاملہ میں حرام وحلال جائز وناجائز کا امر و نہی دوسری چیز ہے اور ایک تاریخی واقعہ بلکہ ایک لفظ کے لغوی معنی دوسری چیز، مرزاجی تو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ”توفی کے معنی درحقیقت موت ہیں“۔ تمام آیتیں، تمام حدیثیں تمام لغت عرب بقول ان کے سب اسی کی تائید کرتے ہیں پس اس سے اتنا تو ثابت ہو گیا کہ۔

۱..... مدتوں برسوں مرزاجی تمام آیتوں، تمام حدیثوں، تمام لغت عرب کے معنی (بقول خود) غلط سمجھتے رہے اس وقت تک ان کے نزدیک بھی تمام آیتوں تمام حدیثوں تمام لغت عرب میں توفی کے معنی درحقیقت موت کے نہ تھے اب اس کے بعد سمجھے تو لغت عرب کے ذریعہ نہ سمجھے قرآن کے ذریعہ نہ سمجھے حدیث کے ذریعہ نہ سمجھے بلکہ (بزعم خود) صرف اپنے الہام سے سمجھے، چنانچہ فرماتے ہیں۔ ”اور میرے پر اپنے خاص الہام سے ظاہر کیا کہ مسیح بن مریم فوت ہو چکا ہے“۔ اس الہام سے مرزاجی یہ سمجھے کہ ”توفی کے معنی درحقیقت موت ہی کے ہیں“۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۵۲۱)

پس اب نہ (مرزائیوں کو) قرآن سے مطلب، نہ حدیث سے غرض، نہ لغت عرب سے بحث، صرف یہ دیکھ لینا ہے کہ مرزاجی کا الہام سچا یا جھوٹا خدا کی طرف سے ہے یا شیطان کی طرف سے؟ اس کی پہچان خدائے قدوس نے قرآن کریم میں بتا ہی دی کہ لو کان من عند غیر اللّٰہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیرا اگر یہ قرآن غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو تم اس میں بہت اختلاف پاتے یعنی جن الہاموں میں اختلاف ہو وہ خدا کی طرف سے نہیں۔ انصاف پسند حضرات بغور دیکھیں کہ اس مزعومہ الہام کی رو سے انی متوفیک کے معنی ہوئے ”میں تجھے مارنے والا ہوں“۔ چنانچہ بقول مرزاجی حضرت عیسیٰ علیہ السلام مر گئے۔ اب دوسرا مزعومہ الہام دیکھئے جناب مرزا صاحب براہین احمدیہ صفحہ ۵۱۹، ۵۵۷ میں فرماتے ہیں کہ ”بعد اس کے الہام ہوا یٰعیسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ اے عیسیٰ (یہاں عیسیٰ سے مراد جناب مرزا صاحب ہیں اس لئے کہ یہ الہام ان پر ہو رہا ہے ان کے متعلق ہے۔ (معاذاللّٰہ) میں تجھے کامل اجر بخشوں گا نیز فرمایا اے عیسیٰ (مرزا غلام احمد) میں تجھ کو پوری نعمت دوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا“۔

خدارا انصاف شرط ہے للّٰہ! کوئی غور کرے کہ اس مزعومہ الہام میں جبکہ لفظ متوفیک مرزا صاحب کے لئے استعمال کیا گیا تو الہام ہی میں اس کے معنی ”کامل اجر بخشوں گا“ فرمائے گئے ”پوری نعمت دوں گا“ بتائے گئے اور جب یہی وحی ربانی حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے متعلق قرآن حکیم میں ذکر ہوئی تو مرزاجی ہی کے مزعومہ الہام میں یہ معنی بتائے گئے کہ ”وہ فوت ہو چکا ہے“۔ وہی لفظ جب مرزاجی کے لئے الہام میں بولا گیا تو الہام کرنے والے نے اور معنی بتائے وہی لفظ بالکل اسی شان سے اسی عبارت میں جب عیسیٰ علیہ السلام کے لئے آیا تو الہام کرنے والا دوسرے معنی بتائے۔ یا تو یہ مرزاجی پر الہام کرنے والا دروغ گو را حافظہ نباشد کا مصداق ہے یا الہام کا مدعی ہی مفتری وکذاب۔

سچے خدا کا الہام ہمیشہ سچا

اس شکل کو دیکھتے ہوئے ہمیں یقین ہے کہ مرزائی صاحبان اپنی آئندہ تحریروں میں "توفی" کے معنی کے متعلق جہاں اور شرطیں لکھتے رہے اب اس شرط کا اضافہ کردیں گے اور یہ لکھیں گے کہ "توفی باب تفعل سے ہو فاعل اللہ ہو مفعول بہ خاص حضرت عیسیٰ بن مریم مسیح ناصری علیہ السلام ہوں تو اس کے معنی موت ہی کے ہوں گے"۔ ورنہ اگر وہ یہ شرط نہ لگائیں گے تو ان کے چیلنج کے جواب میں مرزا جی کے مزعومہ الہام براہین احمدیہ صفحہ ۵۱۹، ۵۵۷ کو پیش کردیا جائے گا۔ اس لئے کہ مرزا جی کو بھی تو اعجازی کلام کا دعویٰ ہے ہی اور اس کے معنی چونکہ وہیں (بزعم مرزا جی) الہام ہی میں بیان کردیئے گئے ہیں لہٰذا مرزائیوں کو ان کے ماننے میں انکار بھی نہ ہوگا۔

۲..... حافظ جی نے اپنی اس عبارت میں یہ بھی مان لیا کہ "حیات مسیح مسلمانوں کا رسمی عقیدہ تھا اسی لئے مرزا جی اسے تسلیم کرتے رہے"۔

پس جب حافظ جی کو یہ تسلیم ہے کہ حیات مسیح تمام مسلمانوں کا عقیدہ تھا تو اس میں بھی انہیں تامل نہ ہوگا کہ اس کے بعد (مزعومہ الہام ہی کے ذریعہ سہی) جو عقیدہ ممات مسیح کا سکھایا وہ اس عقیدہ کے خلاف ایک نیا طریقہ تھا۔

اب ہم حدیث شریف میں دیکھتے ہیں کہ پرانے طریقے کے خلاف نیا طریقہ بتانے والے کون ہوتے ہیں اور ہمیں ان کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہئے۔

حضور نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں ان بین یدی الدجال کذابون ثلثون او اکثر قال ما اٰیتھم قال ان یاتوک بسنة لم تکونوا علیھا یغیرون بھا سنتکم ودینکم فاذا رأیتموھم فاجتنبوھم وعادوھم (رواہ الطبرانی عن ابن عمر رضی اللہ عنھما) دجال سے پہلے تینتیس یا زیادہ کذاب ہوں گے۔ ایک صحابی نے پوچھا کہ ان کی نشانی کیا ہے؟ حضور ﷺ

نے فرمایا کہ وہ تمہارے پاس وہ طریقہ لے کر آئیں گے جس پر تم پہلے نہ ہوگے وہ اپنے اس طریقہ سے تمہارے طریقہ اور دین کو بدل ڈالیں گے جب تم انہیں دیکھو تو ان سے بچنا اور ان سے عداوت رکھنا۔ (کنز العمال جلد ۷، صفحہ ۱۷۱)

ناظرین! آپ نے دیکھ لیا، سن لیا، حضور ﷺ نے ہمیں ذرا ذرا سی باتوں کی بھی خبریں پہلے ہی سے دے دیں، ہر قسم کی پہچانیں بتادیں۔

فھل انتم منتھون!!!؟؟

اب بھی اس دجالی فتنہ سے نہیں بچو گے؟

حافظ جی کی دو ورقیوں کا جواب مختلف عنوانوں کے ماتحت ختم ہوا۔ ان کا اس دو ورقی میں آخری جھوٹ کہ (حافظ جی کی) "ان تحریروں نے ہمیں پریشان کیا ہے"۔

مارشس والوں پر روشن کہ پریشان ہم تھے یا حافظ جی، جواب کا "دندان شکن" ہونا دلائل سے ظاہر۔ بہر صورت ہمیں ان فضولیات سے کچھ سروکار نہیں، وہ ہمیں اس سے زیادہ سب و شتم کرلیں لیکن خدا را اللہ جل و علا اور رسول اللہ ﷺ پر حملہ سے باز آئیں۔

باوصف مشاغل کثیرہ چلتے چلتے قلم برداشتہ دو نمبروں کے جواب دے ہی چکا تھا اب کہ جہاز میں سفر کر رہا ہوں، چاروں طرف نصاریٰ کا ہجوم ہے خود میری کیبن میں چار کیتھولک پادری میرے قریب کی کیبن میں پادریوں کا انسپکٹر پروٹسٹنٹ پادری وغیرہ بھی بہت سے آزاد خیال افراد میں بھی بہت سے منچلے..... میرا وہی حال ہے جو مارشس میں تھا چاروں طرف مختلف قسم کے مسائل پوچھنے والے، ہجوم کئے ہوئے اور میں تن تنہا جواب دینے کے لئے۔ یکسوئی کے ساتھ تحریر کی مہلت عنقا، پھر اس پر یہ عجیب ماجرا کہ ایک طرف دائیں آنکھ میں سخت درد، دوسری طرف تکلیف درد۔ معہٰذا بعونہ تعالیٰ اسی حالت میں جو کچھ لکھا گیا وہ حاضر۔

مالک عالم کلام میں اثر دے جو ناظرین کے قلوب کو انوار ہدایت سے بھر دے۔ اگر اسے دیکھ کر ایک مرزائی بھی راہ راست پر آ گیا تو یہ بہترین ثمرہ ہوگا۔

مجھے مسودے کو صاف کرنا تو کجا بغور نظر ثانی کی بھی فرصت نہیں، اس لئے ناظرین سے التجا ہے کہ اگر کہیں سہو و سستی پائیں معاف فرمائیں اور بالفرض ناقل و کاتب صاحب سے کتابت میں غلطی ہو تو مجھے ذمہ دار نہ بنائیں بلکہ خود اصلاح فرمالیں، دعائے خیر میں ہمیشہ یاد کرتے رہیں کہ مالک عالم اعدائے دین کی سرکوبی اور دین متین کی صحیح خدمت کے لئے مزید قوت و ہمت عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین بجاہ طٰہٰ ویٰس ﷺ وعلی اصحابہ اجمعین و آخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین۔

محمد عبدالعلیم الصدیقی القادری

کیبن ۲۱۹، ایس ایس جنرل وارڈ

یکم مئی ۱۹۲۹ء

”تقریظ جلیل“

صدر الافاضل بدر الاماثل خلیفۂ اعلیٰحضرت

علامہ مولانا سید محمد نعیم الدین قادری اشرفی حنفی مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی حَبِیْبِهِ الْکَرِیْم

عزیزی و محبی حامی دین ناصر شرع متین مولینا الحاج شاہ محمد عبدالعلیم صاحب صدیقی سلمہ الحی الولی وحفظہ عن شر کل غوی وایدہ بالاید القوی نے مرزائی کا قلم برداشتہ جواب سفر کی رواروی اور جہاز پر ملاقاتوں کے ہجوم میں ایسا لکھا کہ باید وشاید۔ حقیقت واضح ہوگئی اور مرزائیت کے بطلان کا پردہ فاش ہوگیا۔

مرزائی مبلغ کا رد بحمد اللہ ابلغ وجہ پر ہوا اور مرزائی دین کی بنیادیں متزلزل ہوگئیں سلاست بیان، روانی مضمون، قوت دلیل، حسن ادا ایک ایک بات قابل تعریف ہے۔ اللہ تعالیٰ جناب مولینا کی اس تحریر کو گم گشتگان راہ کے لئے ذریعہ ہدایت بنائے۔ درحقیقت مولینا موصوف اسلام کی بہت بڑی خدمت انجام دے رہے ہیں اور انہوں نے دور دراز ممالک اور جزائر میں پہنچ کر بر و بحر کے سفروں کی صعوبتیں برداشت کر کے اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے اپنی خدمتیں وقف کر دی ہیں۔ جزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزا

کتبہ العبد المعتصم بحبلہ المتین

محمد نعیم الدین المرادآبادی غفرلہ الہادی

فاتحِ قادیانیت شیخ الاسلام

سیّد پیر مہر علی شاہ چشتی حنفی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ

- حالاتِ زندگی
- رَدِّ قادیانیت

حالات زندگی

خاندانی پس منظر: فاتح قادیانیت، مجدد وقت، شیخ الاسلام حضرت علامہ مولانا حافظ سید مہر علی شاہ قادری چشتی حنفی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ نسب پچیس واسطوں سے حضور سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے، آپ نجیب الطرفین سید ہیں، آپ کے اجداد کرام نویں صدی ہجری میں سلسلہ عالیہ قادریہ رزاقیہ کے فروغ کی غرض سے اپنے آبائی وطن بغداد شریف سے نقل مکانی فرما کر ہندوستان کے صوبہ بنگال میں تشریف لائے تھے اور وہاں سے ان کی اولاد برصغیر کے مختلف حصوں میں پھیل گئی تھی۔ بروایت ''اخبار الاخیار مؤلفہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رضی اللہ عنہ'' آپ کے خانوادۂ عالیہ کے جد اعلیٰ حضرت سید میراں شاہ قادر قمیص رضی اللہ عنہ نے دسویں صدی ہجری میں برصغیر میں وفات پائی اور آپ کا مزار مبارک ساڈھورہ شریف علاقہ سہارن پور (بھارت) میں زیارت گاہ خلائق ہے۔ پھر پیر صاحب کے والد ماجد حضرت سید پیر نذر الدین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جد امجد پیر سید روشن دین شاہ کچھ اقربا کے ہمراہ زیارت حرمین شریفین کے بعد بغداد شریف سے ہوتے ہوئے کابل کے راستے برصغیر میں وارد ہوئے تھے اور قصبہ گولڑہ کو جو اس وقت پاکستان کے دارالحکومت اسلام آباد کی حدود میں شامل ہے اپنے خاندان کی مستقل رہائش کے لئے پسند فرما کر یہیں مقیم ہو گئے تھے بعد میں آپ نے اپنے دیگر اہل خانہ کو بھی یہاں بلوالیا تھا۔

ولادت: فاتح قادیانیت، مجدد وقت، شیخ الاسلام حضرت علامہ مولانا حافظ سید مہر علی شاہ قادری چشتی حنفی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ یکم رمضان المبارک ۱۲۷۵ھ مطابق ۱۴ اپریل ۱۸۵۹ء بروز پیر پیدا ہوئے۔

آمد کی نوید: پیر صاحب کی ولادت باسعادت کے متعلق آپ کے خاندان میں پہلے سے ہی بشارتیں چلی آتی تھیں، بعض روایت سے پایا جاتا ہے کہ آپ کے والدین شریفین اور حضرت پیر سید فضل دین جو حضرت پیر صاحب کے والد ماجد کے ماموں اور حضرت کے شیخ طریقت بھی تھے اور اس وقت اس خاندان شریف قادریہ کی مسند ارشاد پر جلوہ فگن تھے۔ اس امر پر مطلع تھے کہ اس گھر میں ایک نورانی چراغ روشن ہونے والا ہے۔ نیز آپ کی ولادت سے چند روز پیشتر ایک عمر رسیدہ مجذوب خانقاہ میں آکر مقیم ہوگئے تھے اور عنقریب پیدا ہونے والے مقبول خدا کی زیارت کا ذکر کرتے تھے چنانچہ پیر صاحب تولد ہوئے تو یہ مجذوب حرم سرائے کی ڈیوڑھی میں پہنچے اور آپ کو باہر منگوا کر ہاتھ پاؤں چومے اور رخصت ہوگئے۔ سچ ہے۔ مقبولانِ خدا بنتے نہیں بنائے جاتے ہیں۔

ابتدائی تعلیم: پیر صاحب کی ابتدائی تعلیم اپنے گھر اور نواحی علاقوں بھوئی، سون وغیرہ میں حاصل فرمائی، قرآن پاک کی تعلیم کے حصول کے وقت آپ کی عمر اتنی کم تھی کہ خادم اُٹھا کر آپ کو لے جاتا اور واپس لاتا، حافظہ کی یہ حالت تھی کہ پیر صاحب قرآن مجید کا سبق روزانہ حفظ کر کے سنایا کرتے تھے۔ جب قرآن مجید ختم کیا تو اس وقت سارا قرآن آپ کو بلا ارادہ حفظ ہو چکا تھا۔ عربی، فارسی اور صرف ونحو کی تعلیم کے لیے بڑے پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے علاقہ پکھلی (ہزارہ) کے مولوی غلام محی الدین کو مقرر فرمایا تھا۔ جنہوں نے آپ کو کافیہ تک تعلیم دی۔ بعد ازاں ہندوستان کی اس وقت کی مشہور دینی درسگاہ حضرت مولانا لطف اللہ صاحب علی گڑھی کے مدرسے میں آپ نے مزید اکتساب علم فرمایا پھر سہارن پور میں مشہور حنفی محدث مولانا احمد علی سہارن پوری سے ۱۲۹۵ھ میں سند حدیث لے کر گولڑہ شریف واپس تشریف لائے۔

تعلیم وتعلم میں انہماک: پیر صاحب کو تعلیم وتعلم میں اس قدر انہماک تھا کہ اپنی تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ چھوٹے درجہ کے طلباء کو تعلیم بھی دیا کرتے تھے۔ اور

بسا اوقات ایسا ہوتا کہ موسمِ سرما کی طویل راتیں عشاء کی نماز کے بعد مطالعہ میں ہی گذرتیں حتیٰ کہ اسی حالت میں فجر کی اذان ہو جاتی۔ رفتہ رفتہ آپ کے پاس پڑھنے والے طلباء کی اتنی کثرت ہوئی کہ آپ نے اٹک کا قیام ترک کر کے شکر کوٹ میں رہائش اختیار فرمائی۔ دن کے وقت اٹک میں اپنی تعلیم حاصل کرتے اور شام کو شکر کوٹ جا کر طلباء کو درس دیتے۔

بلانے والے کو سلیقہ ہو تو اہل برزخ جواب دیتے ہیں: حافظ غلام احمد سکنہ پنچہ تحصیل خوشاب ضلع سرگودھا سے روایت ہے کہ ایک دفعہ آپ چک نمبر ۴۲ ضلع سرگودھا میں رونق افروز تھے کہ مسئلہ "سماعِ موتیٰ" پر ذکر چھڑ گیا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر بلانے والے کو بلانے کا سلیقہ ہو تو اہل برزخ ضرور سنتے ہیں۔ اٹک کے ایام طالب علمی میں میں "یا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ" پکارتا تھا تو تیسری پکار پر جواب آتا تھا کہ میں نے سن لیا ہے تم اپنا کام شروع کرو۔ پیر صاحب کی ایک تحریر سے اس لفظ "سلیقہ" کا مفہوم یہ معلوم ہوتا ہے کہ پکارنے والے کو اہل برزخ سے خصوصی نسبت ہونا چاہیے۔

استاد محترم کی معیت پر سیال شریف کی حاضری: پیر صاحب کے استاد مولانا سلطان محمود انگوی کی بیعت حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی چشتی، نظامی فخری، سلیمانی رحمۃ اللہ علیہ سے تھی۔ وہ سال میں کئی بار سیال شریف ضلع سرگودھا، اپنے پیر ومرشد کی زیارت کے لیے جایا کرتے تھے۔ سیال شریف اٹک سے بائیس کوس کے فاصلہ پر دریائے جہلم کے شرقی کنارے پر واقع ہے۔ راستہ میں کئی مقامات پر قیام کرتے اور درس وتدریس کا سلسلہ بھی جاری رہتا۔ پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ استاد صاحب کے ساتھ جاتے تھے اور حضرت اعلیٰ سیالوی رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ پر بہت شفقت فرماتے تھے۔ آخر پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سلسلہ چشتیہ میں ان ہی سے بیعت کی۔

تحریک خلافت: پیر صاحب کانگریس میں مسلمانوں کی شمولیت اور کانگریس اور جمعیت العلماء ہند کی برپا کردہ تحریکات خلافت وہجرت سے اختلاف کرتے ہوئے ان کی

تردید فرماتے۔ آپ کا ارشاد تھا کہ خلافت راشدہ صرف تیس برس قائم رہی۔ بعد میں سلطنت اور ملوکیت کا دور دورہ ہو گیا تھا۔ اگر خلافت اسلامیہ کو جاری قرار دیا جائے تو یزید علیہ ما یستحقہ کو بھی خلیفہ برحق ماننا پڑے گا۔ البتہ ترکوں کے محاربات طرابلس و بلقان میں گھر کے زیورات اور لنگر کے گھوڑے تک چندہ میں دے دیے تھے۔ کانگریس اور خلافت کمیٹی کے گٹھ جوڑ کے ایام میں جن مسلمان کانگریس اور خلافتی اخبارات نے آپ کے خلاف لکھا وہ آخر کار ایک ایک کر کے کانگریس کے مخالف محاذ پر آ گئے۔

شاہی دربار دہلی میں شمولیت سے انکار: ۱۹۱۱ء میں دہلی میں منعقد ہونے والے برطانوی شاہی دربار میں شمولیت کی دعوت سے انکار پر انگریز حکومت نے آپ کی ایذا رسانی کی جانب میلان کیا مگر کچھ بگاڑ نہ سکی۔ بعد ازاں حکومت نے سینکڑوں مربع اراضی بطور جاگیر دینا چاہی مگر پیر صاحب نے قبول نہ فرمائی۔

جامع العلوم: پیر صاحب علوم متداولہ کے مسلم الثبوت فاضل تھے۔ مثلاً صرف نحو، ادب، کلام، منطق، فلسفہ، فقہ، اصول فقہ، اصول حدیث، اسماء الرجال، تفسیر، تصوف اور ایسے ہی تمام علوم رسمیہ و کسبیہ کے عالم تو تھے ہی، ساتھ ہی ان فنون کے عالم بھی تھے جو علماء کرام کی نگاہوں سے پوشیدہ ہوتے ہیں۔ اور ان میں سے بعض کا ذکر آپ نے ''فتوحات الصمدیہ'' کے دیباچہ میں کیا ہے۔ مثلاً اقلیدس، علم الحروف، علم ہیئت، علم افلاک، علم ریاضی، علم سمع الکیان، علم المیطرہ، علم المدور، علم اسماء، علم العالم، علم الحیوان، علم النفس، علم الطب، علم الفلاحہ، علم التعبیر، علم السیمیا، علم الکیمیا، علم الریمیا، علم الھیمیا، علم الفراست، علم احکام النجوم، علم الہندسہ، علم الاکر، علم المخروطات، علم الھیئۃ الصغری، علم المجسطی، علم الذیج، علم التقویم، علم ارثماطیقی، علم قرسطون، علم اسطرلاب، علم الرمل، علم الوفق، علم الجفر، علم الوجود، علم العلۃ والمعلول، علم قاطیغوریاس، علم العقول العشرہ، علم حکمۃ الاشراق، علم حکمۃ المشائین،

علم المعاد، علم الدعوات، ان علوم کے علاوہ کئی صدری علم آپ کے سینۂ فیض گنجینہ میں موجود تھے۔ آپ ''فصوص الحکم'' کے ایک جملہ اُدْجِدَ الْعَالَمُ کُلُّہٗ کی پانچ روز تک تشریح و توضیح کرتے رہے۔ اسی طرح ایک دفعہ آپ نے سامعین سے فرمایا کہ اگر میں علم الحروف کے خواص تفصیلاً تمہیں بتا دوں تو تم لوگ سب علوم چھوڑ کر کلی طور پر اس کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔

وسعت مطالعہ: پیر صاحب نے ضرورت زمانہ کے پیش نظر تصنیف و تالیف کی طرف بھی توجہ فرمائی اور قارئین کی سہولت کے لیے ان میں کتابوں کے حوالے بھی دیے۔ یہ تو حقیقت ہے کہ تصنیف و تالیف میں ان ہی کتابوں کے حوالہ پر اکتفاء کیا جاتا ہے جو موضوع کے اعتبار سے ضروری ہوتا ہے۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں لیا جا سکتا کہ مصنف یا مؤلف نے صرف ان ہی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے۔ اس وضاحت کے بعد ان کتابوں کو فہرست پیش خدمت ہے جو پیر صاحب نے اپنی کتابوں میں بطور حوالہ پیش کی ہیں۔ اس سے پیر صاحب کی وسعت مطالعہ کا معمولی سا اندازہ ہو سکتا ہے اور تقریباً ہر موضوع کی امہات کتب ان میں آ گئی ہیں۔

قارئین کی سہولت کے لئے موضاعاتی لحاظ سے فہرست ترتیب دی گئی ہے۔ ملاحظہ کیجئے۔

قرآن حکیم، تورات، انجیل، تفسیر ابن عباس، تفسیر ابن جریر، تفسیر ابو سعود، تفسیر کشاف، تفسیر مدارک، تفسیر خازن، تفسیر بغوی، تفسیر بیضاوی، شہاب علی البیضاوی، سیالکوٹی علی البیضاوی، تفسیر احکام القرآن للقرطبی، تفسیر ابن عربی، تفسیر ابن کثیر، تفسیر کبیر لرازی، تفسیر تیسیر الرحمن، تفسیر نیشاپوری، تفسیر روح المعانی، تفسیر جلالین، جمل علی الجلالین، تفسیر روح البیان، تفسیر در منثور، تفسیر فتح البیان، تفسیر فیض القدیر، تفسیرات احمدی، تفسیر حسینی، تفسیر مظہری، تفسیر عزیزی، تفسیر رحمانی، تفسیر سورۂ یوسف، فتح الرحمن، الاتقان فی علوم القرآن، الفوز الکبیر فی اصول التفسیر۔

....

صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ترمذی، سنن ابوداؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ، سنن بیہقی، سنن دار قطنی، مسند طبرانی، مسند امام احمد، مسند داری، مسند ابو یعلی، مسند ابن ابی شیبہ، مسند بزار، مستدرک الحاکم، مصنف عبدالرزاق، مؤطا امام مالک، موطا امام محمد، شرح معانی الاثار، مشکوٰۃ المصابیح، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ، طیبی شرح مشکوٰۃ، فتح الباری شرح بخاری، عمدۃ القاری شرح بخاری، ارشاد الساری شرح بخاری، کرمانی شرح بخاری، نووی شرح مسلم، احوذی شرح ترمذی، مرقاۃ الصعود شرح ابوداؤد، کنز العمال، مقاصد الحسنہ، حصن حصین، علوم الحدیث، تدریب الراوی، شرح نخبۃ الفکر، القول المستحسن فی شرح فخر الحسن، موضوعات الکبری، تذکرۃ الموضاعات، کتاب الاعلام، کتاب الثقات، تذکرۃ الحفاظ، میزان الاعتدال، لسان المیزان، لآلی مصنوعہ، تہذیب الکمال، تہذیب التہذیب، خلاصۃ التہذیب، اکمال فی اسماء الرجال، نوادر الاصول، جامع الاصول، المنہل الراوی۔

....

مالا بدمنہ، خلاصہ کیدانی، منیۃ المصلی، صغیری شرح المصلی، کبیری شرح منیۃ المصلی، شرح وقایہ، ھدایہ، فتح القدیر، خلاصہ فقہ اکبر، شرح فقہ اکبر، بحر الرائق، منحۃ الحقائق، عینی شرح کنز الدقائق، طحطاوی، فتح المعین شرح ملا مسکین، البحر المحیط، حاشیہ البحر رملی، صید المنیہ، نہایہ، عنایہ، نقایہ، الوہبانیہ علی صید المنیہ، حاشیہ وقایہ فناری، درمختار، ردالمحتار، الدرر شرح الغرر، خزانۃ الروایات، ذخیرہ، البدائع الصنائع، برجندی شرح مختصر الوقایہ، بحر المعانی، سبیل النجاح الی تحصیل الفلاح، الاشباہ والنظائر، ملتقی، جامع الصغیر، شرح جامع الصغیر، غایۃ البیان، تحفۃ الفقہاء، حاشیہ رستغنی، حاشیہ خمی، بدور سافرہ، حاشیہ بدور سافرہ، رسالہ نذر الشیخ رفیع الدین، انہار المفاخرہ، مواہب الرحمٰن، برہان شرح مواہب الرحمٰن، مراقی الفلاح، المدخل، الجواہر المنظم، مناسک المشاھد، وجیز ملا عابد سندھی، فتح العزیز شرح الوجیز، جامع الرموز،

میزان الشریعۃ، وصیت نامہ مولانا عبداللہ گجراتی، تقریرات امام رافعی، المغنی ابن قدامہ، فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت، فوائد ربانی، فتح المنان فی تائید مذہب النعمان، حافظیہ، مبسوط سرخسی، فتاوی عالمگیری، فتاوی غیاثیہ، فتاویٰ تارتار خانیہ، فتاویٰ قاضی خان، فتاویٰ ظہیریہ، فتاویٰ بزازیہ، فتاویٰ حامدیہ، فتاویٰ سراجیہ، فتاویٰ قہستانی، فتاویٰ مغربیہ، فتاویٰ سمرقند، فتاویٰ خیریہ، جامع الفتاوی، فتاویٰ عزیزیہ، فتاویٰ مولوی مبین لکھنوی، فتاوی صغریٰ، القول البدیع، البیان والانتصار، عمدۃ الاصول، شرح منیح، مصباح الظلام، درر الحسان، تلخیص ابن حجر، فتح المغیث، منہاج العلوی، جواب فصیح خیر الدین آفندی، روضۃ الندیہ اصفہانی، العقیدۃ الوضیہ، نبراس شرح عقائد، شرح مواقف، حجۃ اللہ البالغہ، شرح الشاہ نظم الدرر، توضیح الدلائل، الباعث الحثیث، القول المسدد، دراسات اللبیب، اتحاف النبلاء، ذخیرہ المال، ریاض النضرہ، کنز العباد، جامع الفصولین، کتاب التوضیح، فواکہ دوانی، میزان الکبریٰ شعرانی، مجموعہ فوائد شوکانی۔

....

لسان العرب، تاج العروس، قاموس، مجمع بحار الانوار، تہذیب الاسماء واللغات، مقامات حریری، مقامات بدیع، دیوان حماسہ، دیوان حسان بن ثابت، دیوان ابوالطفیل واثلہ، دیوان فرزدق، قصیدہ بردہ، قصیدہ غوثیہ، دیوان ابن الفارض، املکۃ البدیعات، نحومیر، ہدایت النحو، کافیہ، فوائد ضیائیہ المعروف شرح جامی، رضی شرح کافیہ، شافیہ، جاربردی شرح شافیہ، نظامیہ شرح شافیہ، فصول اکبری، متن متین، تکملہ عبدالغفور، اعلام اللغۃ والنحو، جمع الجوامع، مطول، دسوقی، کتاب ابن سنی، حاشیہ صبان مصری، النشر فی قرأۃ العشر، التمہید فی علم التجوید، المقدمۃ المنظومۃ فی علم القرأت، وشاح، شرح ابو سہیل، حاشیہ ابو ذکریا۔

....

فتوح الغیب، شرح فتوح الغیب، فصوص الحکم، قاشانی شرح فصوص الحکم، فتوحات مکیہ،

شجرۃ الکون، احیاء العلوم، عوارف المعارف، مکتوبات بابا فرید، کبریت احمر، مسبعات عشر، مکتوبات قدسیہ، مکتوبات مجدد، مکتوبات مدنی، مکتوبات پانی پتی، صحائف السلوک، سراج السالکین، فیوض الحرمین، جوامع، ہمعات الانتباہ فی سلاسل الاولیاء، نغمات القرب والوصال، کلمۃ الحق، انوار الرحمٰن، اقتباس الانوار، نظام القلوب، مزرع الحسنات شرح دلائل الخیرات، انوار قادریہ، خصائص ابن سبع، دلائل النبوت، کفایۃ المعتقدین، کتاب الروح لغزالی، القول الجمیل، حج الکرامہ، خصائص کبری، تاریخ کبیر، تاریخ کبیر بخاری، تاریخ کبیر ذہبی، تاریخ کامل، المختصر فی اخبار البشر لابی الفداء، شمس التواریخ، الملل والنحل شہرستانی، طبقات ابن سعد، تاریخ الخلفاء، اسد الغابہ، الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ، مدارج النبوۃ، نغمات المحبوب، مواہب لدنیہ، زرقانی شرح مواہب، شفاء السقام، شرح شفا لملا علی قاری، صواعق محرقہ، کتاب الانساب، الیواقیت والجواہر، مراۃ الجنان، مناقب ابوحنیفہ، اخبار الاخیار، تذکرۃ اولیاء لعطار، تذکرہ اولیاء داراشکوہ، تذکرہ مخدوم جہانیاں جہاں گشت، تاریخ ابونعیم، نہج البلاغہ، استیعاب۔

....

کشف الحجاب عن ضلالات عبدالوہاب، احقاق الحق، بوارق محمدیہ، تصحیح المسائل، منہاج السنۃ، معید الایمان، نور الایمان، عمل المقبول فی زیارۃ الرسول، خلاصۃ الوفاء، دلائل واضحات، الرعایۃ الکبری، عمدۃ المحسنین، درۃ الدرانی، کشف الغطاء، الوسیلۃ الجلیلہ۔

....

کریما سعدی، پند نامہ فریدالدین عطار، گلستان، بوستان، مثنوی معنوی، دیوان حافظ، زلیخا جامی، تحفۃ الاحرار جامی، دیوان تبریزی، دیوان نعمت اللہ ولی، دیوان بیدل، دیوان اسیری، دیوان نیاز بریلوی، دیوان دبیر لکھنوی، دیوان علی حیدر۔

وھابیت: ہندوستان میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے عہد ہی میں ارباب علم کے روشن ضمیر اور صاحب بصیرت گروہ نے ''وہابیت'' کی چاپ محسوس کر لی تھی۔ بعد میں شاہ اسمٰعیل دہلوی نے اپنی خاندانی عزت و شرافت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس تحریک کو عروج دینے کی کوشش کی۔ اسمٰعیل دہلوی کے مرنے کے بعد اس کے متبعین دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے جو آج کل دیوبندی اور غیر مقلد کے نام سے موسوم ہیں، مگر دونوں گروہ اسمٰعیل دہلوی کی ''تقویۃ الایمان'' کی تائید و حمایت میں ہیں اور اسمٰعیل دہلوی کی جاری کردہ تحریک ''تحریک اساءت ادب'' کی اشاعت میں شب و روز مشغول ہیں چنانچہ اس کے سدباب کے لئے اہل دل سے حضرت خواجہ فخرالدین دہلوی نے اس طرف توجہ کی اور پھر آپ کے متوسلین سلسلہ نے ہر دور میں اپنی محافل و مجالس میں اس وہابی تحریک پر تنقید و تنقیص جاری رکھی یہی وجہ ہے کہ حضرت خواجہ نور محمد مہاروی، حضرت خواجہ شاہ سلیمان تونسوی، اور حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی کے ملفوظات و مناقب میں لکھی جانے والی کتابوں میں اس طرف واضح اشارات موجود ہیں، پیر صاحب کے عہد میں وہابیت دہلی سے پنجاب کی طرف نہ صرف قدم بڑھا رہی تھی بلکہ اپنے اثر و نفوذ میں کامیابی حاصل کر رہی تھی۔ اس لئے آپ نے اپنی مجالس و محافل میں اس تحریک کو نشانہ تنقید بنایا اور پھر مباحثوں، مناظروں اور تصنیف و تالیف کے ذریعہ اس کے سدِ راہ ہوئے، آپ اسماعیلی فکر کی دونوں شاخوں دیوبندیت اور غیر مقلدیت کے خلاف تھے اور ملت اسلامیہ کو اس سے دور رکھنے کی کوشش کرتے رہے۔ اپنی کتاب ''اعلاء کلمۃ اللہ'' میں لکھتے ہیں۔ ''الحاصل مابین اصنام وارواح کمل فرقیست بیّن و امتیاز یست باہر، پس آیات واردہ فی حق الاصنام را بر انبیاء و اولیاء صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین حمل نمودن کما فی تقویۃ الایمان تحریفی است قبیح و تخریبی است شنیع''۔ (اعلاء کلمۃ اللہ ص ۱۱۳)

الحاصل بتوں اور کاملین کی ارواح میں فرق واضح اور امتیاز غالب ہے پس جو

آیات بتوں کے متعلق وارد ہیں ان کو انبیاء واولیاء صلوۃ اللہ وسلامہ علیہم پر حمل کرنا جیسا کہ ''تقویۃ الایمان'' میں ہے قبیح تحریف ہے اور بری تخریب ہے۔

گویا تقویۃ الایمان کے مندرجات کو آیات قرآنیہ کی قبیح تحریف اور دین حق کی بری تخریب قرار دے رہے ہیں، چنانچہ آپ نے اسماعیلی فکر کی ان دونوں شاخوں کے قائدین کو ایسے گھاؤ لگائے جو آج تک مندمل نہ ہو سکے۔

پیر صاحب مزید فرماتے ہیں:

''انبیاء و شہداء کی حیات برزخی پر اکابر و محققین امت کا اتفاق ہے جن لوگوں کو برزخ کا کچھ علم ہے۔ وہ مسئلہ نداء میں خشک مولویوں کے نظریہ سے مختلف نظریہ رکھتے ہیں۔ ہمارے ملک میں بعض ایسے مولوی ہیں کہ جہاں کسی نے الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کہا وہ فوراً اسے مشرک قرار دے دیتے ہیں، حضرت ساریہ کو حضرت عمر کی نداء بھی نداء غائب تھی، مگر حضرت ساریہ کا ندائے حضرت عمر سے مطلع ہو جانا ثابت کرتا ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ غیب کو ظاہر کر سکتا ہے اور اپنے بندوں پر فی الواقع ایسا کرتا ہے۔'' (مولانا عبدالحق سرالوی: ملفوظات مہریہ حصہ دوم ص ۸۹)

اسی موضوع پر آپ مزید فرماتے ہیں:

''مدینہ طیبہ میں کلمہ الصلوۃ والسلام علیک یا محمد اس کثرت سے پڑھا جاتا ہے کہ ہر طرف سے یہی آواز کانوں میں سنائی دیتی ہے ہمارے ملک میں بعض لوگ اس قسم کی نداء واستغاثہ واستشفاع کو شرک کہتے ہیں، وہ اگرچہ نماز بظاہر اچھی طرح سے ادا کرتے ہیں۔ لیکن حد ادب میں کم نگاہ رکھنے کے باعث بے برکت رہتے ہیں۔ کمالات محمدیہ ایسے نہیں کہ نطق وبیان کی حد میں آسکیں...... مگر یہ لوگ جن کے اعتقاد میں خلل ہے کہتے ہیں کہ جب ایک شخص مر گیا خواہ وہ نبی ہو یا ولی، معدوم ہو گیا، افسوس انہوں نے آثار فیوض حق تعالیٰ کو بہت ہی کم سمجھا ہے۔'' (ملفوظات مہریہ حصہ دوم ص ۹۷)

پیر صاحب سماع موتی کے سلسلہ میں لکھتے ہیں:

''سماع موتی وتعارف آں بہ خویش واقارب کا ثبوت احادیث صحیحہ سے پایا جاتا ہے۔ مثلاً زائر القبور جس وقت السلام علیکم یا اهل القبور کہتا ہے تو مردہ سنتا ہے اس کا جواب دیتا ہے اور اپنے خویش واقارب کو پہچان لیتا ہے۔ باقی رہا یہ امر کہ وہ بذاتہ یعنی بلاواسطہ سنتا ہے یا بواسطہ اس کو خبر پہنچتی ہے۔ اس سے حدیث ساکت ہے۔ حقیقت حال کی آگہی علام الغیوب دانائے راز کو ہے ہمارے لئے نفس سماع موتی کا ثبوت ہونا چاہئے وبس''۔ (فتاویٰ مہریہ ص ۲۶۰)

پیر صاحب کے عقائد: پیر صاحب نے امکان کذب باری تعالیٰ کو محال، علم غیب عطائی اور سماع موتی کو برحق اور ندائے یارسول اللہ، زیارت قبور، توسل واستمداد انبیاء علیہم السلام اور ایصال ثواب کو جائز قرار دیا۔ معبودان باطلہ اور اصنام کے متعلق نازل شدہ آیات کو انبیاء واولیاء علیہم السلام پر منطبق کرنے کو تحریف وتخریب سے تعبیر فرما کر مولوی اسماعیل دہلوی کی کتاب ''تقویۃ الایمان'' کے استدلال کی تردید فرمائی اور وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ کی صحیح تفسیر اعلاء کلمۃ اللہ تصنیف فرما کر قرآن وحدیث اور فقہ ولغت سے ثابت فرمادیا کہ اس آیہ شریف کی مراد صرف اسی ذبیحہ سے ہوگی جس پر چھری چلاتے وقت ''بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَر'' کی بجائے غیر اللہ کا نام پکارا جائے گا۔

جشن میلاد: پیر صاحب کا عہد محکومی کا تھا۔ انگریز پورے جابرانہ تسلط کے ساتھ حکمرانی کر رہا تھا۔ اس دوران ملت اسلامیہ کی بقاء کا مسئلہ سب سے زیادہ مقدم تھا۔ اس لئے ملت اسلامیہ کے سوچنے اور دردر رکھنے والے طبقہ نے محکوم ہندوستان میں مجالس مولود، جلوس میلاد وغیرہ تقریبات کا آغاز کیا۔ شاعر مشرق ڈاکٹر محمد اقبال نے جلوس میلاد اور مجلس مولود کو عام رواج دینے کی بڑی کوشش کی۔ پیر صاحب نے بھی مجلس مولود اور جلوس میلاد کی عام اشاعت میں نمایاں کردار ادا کیا۔ عام لوگوں کو ان مجالس کے قیام اور اس میں شرکت کی

تحریص دلائی جس پر اس دور کے رسائل و جرائد گواہ ہیں۔ تاہم شومئے قسمت سے وہابی، دیوبندی گروہ کھڑا ہو گیا جس نے ان مجالس کی مخالفت کی اور اس طریقہ کار کو غیر اسلامی قرار دیا اور اس طرح کی موشگافیوں سے کام لیا، مثلاً ایسی مجالس کے لیے کوئی وقت مقرر کرنا، ایک جگہ جمع ہو کر بیٹھنا، اس میں ایک آدمی کا بلند آواز سے ذکر رسول کرنا، اس میں اگربتی جلانا، خوشبو لگانا، اس میں کھانے پینے کی چیز پر فاتحہ دلانا، مجلس کے اختتام پر حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر سلام بھیجنا اور پھر جلوس نکالنا، سب کام غیر اسلامی ہیں۔ پیر صاحب نے ملت اسلامیہ کی بیداری کے مفاد میں ان تمام موشگافیوں کو رد کر دیا اور تمام مسلمانوں کو ایسی مجالس کے قیام اور ان میں شرکت کا حکم فرمایا، چنانچہ ایسی مجالس کے سلسلہ میں آپ سے استفتا بھی کئے جاتے رہے۔ مثلاً مولانا احمد حسن نے شملہ سے میلاد کے جلوس کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے جواب میں فرمایا: ''مسلمانوں کے لئے خوشی میلاد جائز ہے''۔ (فتاویٰ مہریہ، ص ۱۸)

مناظرہ: دوران تعلیم سہارنپور میں ایک غیر مقلد عالم، مولانا احمد علی سہارنپوری کے پاس آئے اور آپ کی علمی لیاقت کا سن کر ملاقات کی اور آمین بالجہر پر دونوں میں یہ گفتگو ہوئی:

پیر صاحب: آپ کے پاس آمین بالجہر پر سب سے قوی دلیل کونسی ہے؟

مولوی صاحب: ترمذی کی حدیث جَهَرَ بِهَا صَوْتَه ۔

پیر صاحب: شعبہ کی روایت میں خَفَضَ بِهَا صَوْتَه، بھی ترمذی میں موجود ہے۔

مولوی صاحب: اس کی امام ترمذی نے تضعیف کی ہے یعنی ضعیف قرار دیا ہے۔

پیر صاحب: اس تضعیف کی امام ابن حجر نے ''تلخیص الحبیر'' میں تردید کی ہے۔ اور پھر یہ روایت یعنی جهر بِهَا صَوْتَه دوام یا اکثریت پر بھی دلالت نہیں کرتی جس سے اس کا سنت ہونا ثابت ہو۔ یہ تو محض ایک واقعہ ہے جس سے زیادہ سے زیادہ جواز نکلتا ہے جو متنازع فیہ نہیں۔ اور آیت کریمہ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً بھی آہستہ پڑھنے کی

متقاضی ہے یعنی خفض بها صوته کی تائید کرتی ہے۔

مولوی صاحب: خاموش ہو گئے۔ (مولانا فیض احمد: مہر منیر، ص ۸۳)

پیر صاحب کے زمانہ میں ''جمعہ فی القریٰ'' کے جواز و عدم جواز میں حنفی اور غیر مقلد علماء میں اختلاف پیدا ہوا۔ اس موضوع پر تالیفات شائع ہونے لگیں، غیر مقلدین کی تائید میں حافظ عبدالہادی امّی نے ایک رسالہ لکھا جو مولوی محمود ہزاروی کے نام سے شائع ہوا، اس میں انھوں نے بخاری کی یہ حدیث لکھی ان اوّل جمعة جمعت بعد رسول الله ﷺ بجواثی قرية من البحرين بخاری شریف میں چونکہ لفظ ''قریہ'' موجود نہیں تھا، مؤلف نے اپنی طرف سے اضافہ کیا ہے۔ اس پر علماء حنفیہ میں سے مولانا غلام دستگیر قصوری اور مولانا مفتی شیخ احمد ساکن اڈیالہ اور غیر مقلدین میں سے مولوی عبدالہادی امّی اور قاضی میر عالم ہزاروی کے مابین راولپنڈی میں ایک مناظرہ طے پایا۔ پیر صاحب کو غیر مقلدین نے ثالث تسلیم کر لیا۔ اس خوف سے کہ ان کے ساتھ مناظرہ مشکل کام ہے اس پر فریقین کی بات شروع ہوئی۔ چونکہ لفظ ''قریہ'' بخاری میں موجود نہ تھا۔ اس لئے غیر مقلدین حیلہ سازی سے کام لینے لگے۔ مگر پیر صاحب نے ثالث کی حیثیت سے بات کرتے ہوئے فرمایا:

''اس وقت محل بحث لفظ ''قریہ'' ہے اور جو حدیث اس کی تائید میں لائی گئی ہے۔ وہ اس کی نظیر نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ حدیث مذکورہ میں خواہ لفظ امرأة کا ہو یا امرأتہ جب خارج میں واقعہ ایک ہی ہے تو اس میں کچھ نقص اور خرابی لازم نہیں آتی۔ بخلاف لفظ قریہ کے کہ معرکہ آراء منشاء اختلاف فی مابین المجتہدین ہوا ہے۔ کیونکہ حدیث بخاری میں اگر لفظ ''قریہ'' کا ثابت نہ ہو تو علماء احناف کا مقصد ثابت ہوتا ہے اور ان کے مذہب کی تائید۔ اور اگر لفظ قریہ ثابت ہو تو دوسرے علماء کی مراد ثابت ہوتی ہے۔ پس مخالف پر لازم ہے کہ

نظیر میں ایسا لفظ پیش کرے کہ وہ بھی معرکہ آراء اور ائمہ مجتہدین کے درمیان منشاء اختلاف ہو۔ واین ھذا من ذاک''۔ (مولانا گل فقیر احمد پشاوری: ملفوظات مہریہ ص ۲۹)

ردّ چکڑالویت: پیر صاحب کے زمانہ میں قادیانیت کے علاوہ افراط و تفریط کی شکار اور بھی کئی مذہبی اور سیاسی تحریکیں اُبھرنے لگیں۔ مگر آپ کے وجود مسعود کے باعث پروان نہ چڑھ سکیں۔ مولوی عبداللہ چکڑالوی نے حدیث کی حجیت سے انکار کرتے ہوئے ایک نیا فرقہ ''اہل قرآن'' کھڑا کر دیا۔ اس کے مقابلہ میں آپ نے علم حدیث کی تدریس پر زور دے کر جابجا دورۂ حدیث کے درس جاری کرائے۔ چنانچہ ضلع ہزارہ کی مشہور درس گاہ بفہ میں آپ کے استاد مولینا سلطان محمود خود پیر صاحب سے سند لے کر درس حدیث پر کمربستہ ہوگئے۔ اسی طرح مولینا حافظ مہر محمد شیخ الحدیث جامعہ فتحیہ اچھرہ لاہور اور مولینا غلام محمد شیخ الجامعہ بہاولپور بھی پیر صاحب کے حسب فرمان تدریس حدیث پر ہمیشہ عمل پیرا رہے۔

ردّ نیچریت: پیر صاحب نے نیچریت کی تردید میں بھی جو ملک میں انگریزی تعلیم و تربیت کے باعث فروغ پا رہی تھی۔ مولوی محرم علی چشتی لاہوری اور قاضی سراج الدین ایڈووکیٹ راولپنڈی جیسے مخلصین کے ذریعہ ایک عرصہ تک کتابی اور اخباری توسل سے تعلیمی مضامین شائع کرائے۔ تاہم سرسیّد احمد خاں کے مخالف علماء کے ان نظریات کو بھی غیر واجب قرار دیا کہ انگریزی پڑھنا حرام ہے اور برطانوی ہند دارالحرب ہے، جہاں جمعہ کی نماز جائز نہیں۔ پیر صاحب نے شہروں میں نماز جمعہ کو واجب کہا اور کئی مقامات پر بالخصوص صوبۂ سرحد میں ازسرنو جمعہ کی نماز جاری کرائی۔ البتہ برطانیہ کی ایسی ملازمت کو جس میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اقدام لازم آتا ہو، ناجائز قرار دیا اور اس امر کا اعلان آپ اس زمانہ میں فرماتے رہے جب کہ پہلی جنگ عظیم زوروں پر تھی اور انگریزی کا ستارہ عروج پر تھا۔

ردِّ قادیانیت

خیر و شر، نیکی و بدی کی قوتیں ازل سے برسرِ پیکار چلی آرہی ہیں۔ آدم و ابلیس، ابراہیم و نمرود، موسیٰ و فرعون اور چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی نبرد آزما رہا ہے۔ مگر ابر رحمت و نصرت ہمیشہ اہل حق کے سروں پر سایہ فگن رہا۔ حق گوئی اور بے باکی پیر صاحب کی سرشت میں تھی۔ اعلاء کلمۃ الحق و ازہاق ماہو الباطل کا جذبہ رگ و پے میں جاری و ساری تھا۔ آپ ظاہری و باطنی محاسن کا مجموعہ تھے۔ دین اسلام کی حفاظت اور مدافعت کے لئے ہمہ وقت مستعد رہے۔ خلق خدا کو راہ راست پر لانے کے لئے اپنی سعی و کوشش جاری رکھتے۔ اپنی کتاب ''سیف چشتیائی'' میں لکھتے ہیں:

''اس نیاز مند علماء و فقراء نے بلوغت سے قبل جب کہ احادیث دجّال کا نام تک بھی نہ سنا تھا۔ دجّال کو شرقی جانب سے خواب میں آتے دیکھا۔ دائیں آنکھ اس کی پھوٹی ہوئی میں دیکھ رہا تھا۔ اس نے مجھے کہا کہ کہو خدا ایک نہیں۔ میں سخت غضبناک ہو کر کہتا ہوں کہ مردود! خدا تو ایک ہی ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ پھر چند قدم میری طرف بڑھ کر اس نے مجھ پر تلوار کا وار کیا مگر اس کا وار خطا ہو کر اس کی تلوار میرے سر سے گزرتی ہوئی زمین پر جا پڑی۔ پھر وہ پیچھے کو مینڈھے کی طرح ان ہی قدموں پر پہلی جگہ پر جا کھڑا ہوا۔ اور پھر وہی کلمہ اس نے کہا۔ پھر اس کے جواب میں، میں نے بھی وہی کلمہ کہا جو پہلے کہا تھا۔ پھر اس نے میرے گلے پر تلوار کا وار کیا مگر وہ بھی خطا ہو کر، تلوار زمین پر جا پڑی، تیسری دفعہ پھر ایسا ہی ہوا۔ بلکہ اس دفعہ تو قبضہ اس کے ہاتھ میں رہا اور تلوار قبضے سے نکل کر زمین پر جا پڑی، تینوں دفعہ بغیر اس کے کہ میں نے سر خم کیا ہو، تلوار میرے سر کے اوپر سے گزرتی رہی۔'' (سیف چشتیائی ص ۲۵۲)

آپ مزید فرماتے ہیں:

''مجھے یاد ہے کہ سات یا آٹھ سال کی عمر میں، میں نے شیطان کے ساتھ عالم خواب میں کشتی کی، جب میں اس پر غالب آ کر ارادہ کرتا کہ اس کو زمین پر دے ماروں اور اپنے دل میں خوش ہوتا کہ اب میں نے اس کو پچھاڑ لیا ہے۔ ناگاہ وہ غالب آ جاتا! اور میں مغلوب ہو کر زمین پر گرنے لگتا فوراً لاحول ولاقوۃ الا باللہ کہتا اور یہ کہنے کے ساتھ ہی میں پھر غالب آ جاتا اور وہ مغلوب اس وقت میرا دل شہادت دیتا کہ یہ شیطان ہے اور نیز کلمہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ کا القاء بدون الہام حق سبحانہ کے ناممکن ہے''۔ (ملفوظات مہریہ حصہ اول ص ۲۳)

یہ دجال اور شیطان غلام احمد قادیانی تھا، جس کے مقابلہ کے لئے آپ کو ایک عرصہ پہلے تیار کیا جا رہا تھا۔ آپ فرماتے ہیں کہ عرب شریف میں قیام کے دوران ایک وقت ایسا بھی آیا کہ مجھے وہیں رہائش اختیار کرنے کا خیال پیدا ہو گیا مگر حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نے ارشاد فرمایا کہ ''پنجاب میں عنقریب ایک فتنہ نمودار ہوگا، جس کا سد باب صرف آپ کی ذات سے متعلق ہے۔ اگر اس وقت آپ محض اپنے گھر میں خاموش ہی بیٹھے رہے تو بھی علماء عصر کے عقائد محفوظ رہیں گے اور وہ فتنہ زور نہ پکڑ سکے گا''۔ (مہر انور ص ۱۰۲)

پیر صاحب فرماتے تھے کہ اس فتنہ سے غلام احمد قادیانی کا فتنہ مراد ہے۔

اسی طرح ایک قلمی تحریر میں جواب ''مہر منیر'' میں شائع ہو چکی ہے، لکھتے ہیں۔

''جن دنوں مرزا غلام احمد قادیانی نے بظاہر تحقیق کی غرض سے اشتہارات کے ذریعہ دعوت دی تھی اور میں اسے منظور کرنے کا ارادہ کر رہا تھا مجھے اس نعمت عظمیٰ کا شرف حاصل ہوا۔ میں اپنے حجرہ میں بحالت بیداری آنکھیں بند کئے تنہا بیٹھا تھا کہ میں نے آں حضرت ﷺ کو دیکھا کہ قعدہ کی حالت میں جلوس فرما ہیں۔ اور یہ عاصی بھی چار بالشت کے فاصلہ پر اسی حالت میں باادب تمام شیخ کی خدمت میں مرید کی حاضری کی طرح بالمقابل

بیٹھا ہے۔ اور غلام احمد (قادیانی)، اس جگہ سے دور مشرق کی طرف منہ کئے اور آنحضرت ﷺ کی طرف پشت کر کے بیٹھا ہے۔ اس رویت کے بعد میں احباب کے ساتھ لاہور پہنچا لیکن مرزا اپنے تاکیدی وعدہ سے پھر گیا اور لاہور نہ آیا''۔

اور ملفوظات مہریہ میں پیر صاحب کا قول درج ہے کہ:

''عالم رؤیا میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے مرزا قادیانی کی تردید کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یہ شخص میری احادیث کو تاویل کی مقراض سے کتر رہا ہے اور تم خاموش بیٹھے ہو''۔ (مہر انور ص ۱۰۷)

ان حوالہ جات سے کھل کر یہ بات سامنے آ جاتی ہے کہ پیر صاحب کو قدرت نے دین کی حفاظت و نگہبانی کے لئے پیدا کیا۔ مرزا قادیانی کے دعویٰ نبوت سے پہلے ہی اس طاغوتی قوت سے مقابلہ کے لئے اللہ تعالیٰ نے پیر صاحب کو منتخب فرمایا۔

پیر صاحب نے ایک لادینی حکومت کی الحاد پرور فضا میں ایک مدعی نبوت کے خلاف کامیاب قلمی اور لسانی جہاد کیا۔ حتیٰ کہ اس محاذ پر مسلمانوں کے تمام فرقوں کی جانب سے متفقہ طور پر آپ ہی قائد تسلیم کیے گئے اور آپ کی تصانیف تردید مرزائیت میں بے نظیر شاہکار قرار دی گئیں۔ ان تصانیف کو مشعل راہ بنا کر، تقریر و تحریر کے مجاہدین کا ایک جم غفیر کمر بستہ ہو کر میدان میں اتر آیا۔ اور اُن کی مساعی فی سبیل اللہ کی بدولت آج دنیائے اسلام کا ایک عام انسان بھی ختم رسالت کی قادیانی تاویل کو کفر سمجھتا ہے۔ اور قادیانیت اس ملک میں ایک علیحدہ، بے اثر اور لاتعلق اقلیت بن کر رہ گئی ہے۔ وہ تصانیف یہ ہیں۔

۱..... **هدية الرسول**: مرزا غلام احمد قادیانی نے جوں ہی مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا تو پیر صاحب نے اس کے خلاف کام کا آغاز کر دیا، اپنے روزانہ کے درس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خاتم النبیین ہونا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اپنے جسم اطہر سمیت آسمان پر تشریف لے جانا

اور قرب قیامت کو نزول فرمانا، اور ان کی حیات کے دوسرے گوشوں کی علمی وعقلی طور پر تشریح وتوضیح شروع کردی تھی۔ آپ کے ان دروس کی بڑی شہرت ہوئی، آپ نے اپنے ارادتمند علمائے کرام کی ان مسائل میں خصوصی تربیت کی۔ تربیت یافتگان میں مولانا محمد غازی، مفتی عبدالرحمن جونپوری، قاضی قدرت اللہ سرحدی، مفتی سلیم اللہ لاہوری، مولانا غلام احمد حافظ آبادی، مولانا غلام محمد گھوٹوی خاص طور پر قابل ذکر ہیں اور علماء کی ایک جماعت کو دلائل وبراہین سے مسلح کیا۔ حکیم نورالدین بھیروی سے خط وکتابت کرکے مرزا قادیانی کے حالات معلوم کئے اور پھر اپنے ایک مخلص شاگرد مولانا ولی احمد ہزاروی کو قادیان بھیج کر صحیح صورت حال سے آگاہی حاصل کی۔

چونکہ حیات ونزول مسیح کا عقیدہ بھی اسلام کا ایک اہم حصہ ہے اور نظریہ ختم نبوت کو تو اسلام کے ایک ایسے بنیادی عقیدے کی حیثیت حاصل ہے جس کا انکار کفر کے مترادف ہے۔ اس لئے پیر صاحب کو بارگاہ عالی حضرت خاتم النبیین ﷺ سے باطنی طور پر اس فتنے کی سرکوبی کے لئے اشارہ فرمایا گیا علاوہ ازیں کچھ رؤیاء صالحہ اور بزرگوں کے ارشادات بھی مؤید ہوئے چنانچہ سب سے پہلے تو آپ نے مرزا کی مشہور کتاب ''ایام الصلح'' (فارسی) اور دیگر رسائل کے رد میں ۱۸۹۹ء میں کتاب ''ہدیۃ الرسول'' فارسی زبان میں تالیف فرمائی کیونکہ ایام الصلح کو مرزا نے کابل وغیرہ کے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لئے فارسی زبان میں لکھا تھا اور اس کا مؤثر توڑ کرنا بہت اہمیت رکھتا تھا۔

۲...... شمس الهداية فى اثبات حيات المسيح: کابل کی اس وقت کی اسلامی سلطنت اور علماء کرام کی بروقت تدابیر کی وجہ سے مرزا کو اپنے مندرجہ بالا مقصد میں تو کامیابی نہ ہوئی تاہم برصغیر میں چونکہ اس وقت برطانوی تسلط کا دور تھا اور برطانوی حکومت یہاں کے مسلمانوں میں فتنہ وفساد کی آگ بھڑکانے کی خواہش مند تھی اس لئے

مرزا نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے نظریات کی پرچار کے لئے اردو زبان میں کتابیں اور رسائل لکھ کر برصغیر کے اندر ان کی اشاعت کا اہتمام کیا جس سے ہندوستان کے مسلمانوں میں کافی ہیجان برپا ہوگیا یہ دیکھ کر پیر صاحب نے بھی اپنے قلم کی باگ موڑی اور ہدیۃ الرسول کے مضامین کو اردو زبان میں ڈھال کر ۱۳۱۷ھ میں ''شمس الہدایہ فی اثبات حیات المسیح'' کے نام سے ایک معرکہ آراء کتاب سپرد قرطاس کی جس سے ایوان قادیانیت میں زلزلہ برپا ہوگیا۔ اس کتاب میں آپ نے وماقتلوه يقينا الاية، ياعيسىٰ انى متوفيك ورافعك الىّ الاية اور قدخلت من قبله الرسل وغیرہم آیات کی پر مغز تفسیر کی اور مرزا قادیانی کے مسیح موعود ہونے کی زبردست دلائل سے تردید کی۔ اور ضمناً لا اله الا الله محمد رسول الله کا معنی دریافت کرلیا۔ جس کے جواب پر مرزا تادم مرگ قادر نہ ہوسکا۔ حکیم نورالدین بھیروی نے اس کتاب کی اشاعت کے بعد آپ کو ایک خط میں لکھا کہ آپ ''شمس الہدایت'' میں بالکل مولویوں اور منطقیوں کے رنگ میں جلوہ گر ہوئے۔ پیر صاحب ایک مکتوب میں لکھتے ہیں۔ اس کتاب کی اشاعت سے علماء اسلام بہت ہی خوش ہیں۔ اور دعائیں دیتے ہیں۔ (مہر انور ص۱۰۸)

ہدیۃ الرسول کے بارے میں قادیانیوں کو خبر تو ہوچکی تھی اور اس کتاب کا ذکر ان کے اردو رسالے ''شمس بازغہ'' (مطبوعہ ۱۳۱۸ھ) میں صفحہ ۸ پر موجود بھی ہے۔ تاہم وہ اس بناپر مطمئن تھے کہ ہندوستان میں فارسی دان طبقہ چونکہ قلیل تعداد میں ہے اس لئے پیر صاحب کی اس کتاب کا کوئی وسیع اثر نہیں ہوگا، جب آپ کی اردو کتاب شمس الہدایہ منظر عام پر آئی تو قادیانیوں میں پریشانی اور اضطراب پیدا ہوا اور انہیں اپنی سابقہ اسکیم میں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔

مناظرہ لاہور: چنانچہ شمس الہدایت کی اشاعت کے بعد چاہئے تو یہ تھا کہ

مرزا قادیانی توبہ کر کے مسلمان ہو جاتا یا اس کا جواب دیتا مگر اس نے کتاب کے مندرجات سے پوشیدہ چشم ہو کر آپ کو لاہور میں ایک بڑے مناظرہ کی دعوت دے دی۔ اور آپ ہی سے مناظرہ کرنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''پیر مہر علی شاہ صاحب کے ہزارہا مرید یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ علم میں اور حقائق معارف دین میں اور علوم ادبیہ میں ملک کے تمام مولویوں سے بڑھ کر ہیں۔ اسی وجہ سے میں نے اس امتحان کے لئے پیر صاحب موصوف کو اختیار کیا ہے۔ تا کہ ان کے مقابلہ سے خدا تعالیٰ کا وہ نشان ظاہر ہو جائے جو اس کے مرسلین اور مامورین کی ایک خاص علامت ہے۔ مرزا قادیانی اپنے اشتہار دعوت مناظرہ میں مزید لکھتا ہے۔ اس مقابلہ کے لئے پیر مہر علی شاہ صاحب کی بہرحال شمولیت ضروری ہوگی کیونکہ خیال کیا گیا ہے کہ وہ علم عربی اور قرآن دانی میں ان تمام مولویوں سے بزرگ اور افضل ہیں۔ اور یہ بھی لکھا کہ اگر پیر صاحب مناظرہ کے لئے رضامند نہ ہوں تو میں علماء کی ایک ایسی جماعت سے مناظرہ کرنے کے لئے تیار ہوں جو چالیس سے کسی طرح کم نہ ہو''۔ (مرزا غلام احمد قادیانی: مجموعہ اشتہارات، صفحہ ۳۳۳)

گویا مرزا قادیانی آپ کو چالیس علماء کے برابر سمجھتا تھا۔

پیر صاحب نے مرزا قادیانی کی تمام شرائط منظور کرتے ہوئے جوابی اشتہار شائع کیا جس میں لکھا کہ

''مرزا غلام احمد قادیانی کا اشتہار مورخہ ۲۰ جولائی ۱۹۰۰ء آج اس نیاز مند علمائے کرام ومشائخ عظام کی نظر سے گزرا۔ مجھ کو دعوت حاضری جلسہ منعقدہ لاہور مع شرائط مجوزہ مرزا صاحب بسر وچشم منظور ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ مرزا صاحب بھی میری ایک ہی گزارش کو بہ سلک شرائط مجوزہ منسلک فرمائیں گے۔ وہ یہ ہے کہ مدعی مسیحیت ومہدویت ورسالت، لسانی تقریر سے بہ مشافہ حضار جلسہ اپنے دعویٰ کو بہ پایۂ ثبوت پہنچا دیں۔ بجواب

اس کے کہ نیاز مند کی معروضات عدیدہ کو حضرات حاضرین خیال فرما کر اپنی رائے ظاہر فرمائیں گے۔ مجھ کو شہادت ورائے تینوں علماء کرام مجوزہ مرزا صاحب یعنی مولوی محمد حسین بٹالوی ومولوی عبدالجبار غزنوی ومولوی عبداللہ ٹونکی کے قبول کرنے میں کچھ عذر نہ ہوگا۔ بعد ظہور اس کے مرزا صاحب اپنے دعویٰ کو بہ پایۂ ثبوت نہیں پہنچا سکے۔ مرزا صاحب کو بیعت توبہ کرنی ہوگی''۔ (تجلیات مہر انور ص ۱۱۰)

پیر صاحب نے مرزا قادیانی کی تمام شرائط منظور کرلیں۔ اپنی طرف سے صرف زبانی گفتگو کی قید لگائی اور ساتھ ہی یہ بھی لکھ دیا کہ:

''آپ کو عین وقت پر بحث میں الہامِ سکوتی ہو جائے گا۔ آپ فرمائیں اس کا کیا علاج ہوگا''۔ (تجلیات مہر انور ص ۱۱۰)

اور پھر چند روز بعد ایک اشتہار بھی چھپوایا کہ اگر مرزا صاحب کو کوئی ترمیم کرانا ہو تو بروقت اطلاع دیں تا کہ اس پر معاملہ باہم طے کر لیا جائے۔ مگر مباحثہ سے صرف چار روز پہلے مرزا صاحب کے امتی مولوی محمد احسن امروہی نے نور الابصار کے نام سے ایک اشتہار شائع کیا جس میں لکھا کہ پیر مہر علی شاہ نے مرزا غلام احمد قادیانی کے ساتھ مناظرہ کرنے سے انکار کر دیا اور مزید لکھا کہ ہمیں زبانی مناظرہ کی شرط منظور نہیں۔ اگر تفسیر نویسی میں مقابلہ کرنا ہو تو آجائیں۔ اس پر پیر صاحب کے ارادتمند حکیم سلطان محمود ساکن راولپنڈی نے ۲۱ر اگست ۱۹۰۰ء کو جوابی اشتہار شائع کیا جس کے دو پیرگراف پیش خدمت ہیں۔

ا..... آج میاں محمد احسن امروہی کا اشتہار المسمی بہ ''نور الابصار'' ہمارے مطالعہ میں آیا جس میں اس بات کو مشتہر کیا ہے کہ حضرت مولانا پیر مہر علی شاہ صاحب ایدہ اللہ نے مرزائی مقابلہ سے انکار کیا ہے سبحان اللہ ؏

چہ دلاور است وزدے کہ بکف چراغ دارد

ادھر پیر صاحب موصوف قبولِ دعوت کا اشتہار دے کر مرزا کی الہامی طاقت کا امتحان کرنے کے لئے تاریخ مقررہ پر لاہور تشریف لے جانے کی تیاری کر رہے ہیں اور اس طرف مرزا اور اس کی بزدل جماعت ایسے بے دلائل اور لاطائل حیلے تراش کر سرخرو بننا چاہتی ہے۔

۲......اگر تمہاری علمی و عملی کمزوریاں تمھیں اپنی گھڑی ہوئی شرطوں کے احاطہ سے باہر نہیں نکلنے دیتیں۔ اور تمھیں ضد ہے کہ ہوں ہوں ہماری ہی سب شرطیں منظور کرو تو ہم بحث کریں گے اور ضرور یہی سہی۔ ہم اتمامِ حجت کے لئے تمھیں اور بھی ڈھیل دیتے ہیں کہ پیر صاحب تمہاری سب شرطیں بعینہ جو تم نے پیش کی ہیں منظور کر کے تمھیں چیلنج کرتے ہیں کہ تم مقررہ تاریخ یعنی ۲۵ر اگست ۱۹۰۰ء کو بلا عذر و حیلہ لاہور میں آ جاؤ، وہ بھی تشریف لے جائیں گے۔ اگر اب بھی تم ۲۵ر اگست ۱۹۰۰ء کو میدان میں نہ آئے اور گریز و فرار اختیار کیا تو اور ضرور ہے کہ تم ایسا ہی کرو گے۔ تو اس پر ہم بھی سمجھ لیں گے۔ (تجلیات مہر انور ص ۱۱۲)

چنانچہ آپ "لکل فرعون موسیٰ" کے مطابق علماء کرام کی ایک جماعت کی معیت میں حسب وعدہ ۲۴ر اگست ۱۹۰۰ء کو لاہور تشریف فرما ہو گئے۔ اور قادیانی کی دعوت و تحریک کو "راوی برد" کرنے کا عزم صمیم کئے ہوئے تھے۔ آپ نے لاہور سے مرزا قادیانی کو برقی پیغامات ارسال کر کے حسب وعدہ لاہور آنے کی دعوت دی۔ مگر مرزا قادیانی پر خدائی رعب ایسا چھایا ہوا تھا کہ وہ دیوار قادیان سے باہر نہ نکل پایا۔ پیر صاحب نے چھ دن قیام کیا۔ اور مرزا قادیانی کا انتظار کیا مگر وہ نہ آیا اور نہ ہی اس کو آنا تھا۔ اسے مناظرہ سے پہلے "الہام سکوتی" ہو گیا تھا۔ آخر مرزا قادیانی کی آمد سے ناامید ہو کر ۲۷ اگست ۱۹۰۰ء کو بادشاہی مسجد میں ایک عظیم الشان جلسہ ہوا۔ جس میں حضرت پیر جماعت علی شاہ علی پوری، مولانا عبداللہ ٹونکی، مولانا احمد الدین جہلمی، مولانا محمد علی، مولوی عبدالجبار غزنوی، مولانا محمد حسن فیضی، خلیفہ تاج الدین احمد، مولوی ثناء اللہ امرتسری اور خواجہ عبدالخالق جہاں خیلاں

شریف نے خطاب کیا۔ آخر میں آپ نے دعائے خیر فرمائی۔ اس جلسہ کی مکمل تفصیل "جلسہ روئیداد اسلامیہ" کے نام سے شائع ہوئی تھی۔

مرزا قادیانی نے غالباً یہ خیال کیا کہ حضرت پیر صاحب ایک درویش منش آدمی ہیں وہ اپنے معمولات و مشاغل کو چھوڑ کر میدانِ مناظرہ میں نہیں آئیں گے اور ہمیں مفت میں شہرت مل جائے گی۔ وہ آپ کی علمیت و قابلیت سے واقف تھا، اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو زور بیان اور حسن گویائی عطا فرمائی تھی مرزا اور مرزائی اس سے آگاہ تھے۔ اسی لئے وہ آپ سے زبانی گفتگو پر آمادہ نہیں ہو رہا تھا مگر جب اس کی تمام شرائط من و عن قبول کرنے کا اعلان کیا گیا تو پھر تو اسے میدان میں آنا چاہئے تھا۔ لیکن ایک کج کلاہ درویش کا سامنا کرنے سے کچھ ایسا خوف زدہ اور حواس باختہ ہوا کہ اپنی کامیابی کے بارے میں اپنی ہی پیش گوئیوں کو بھول گیا۔ سچ ہے

ہیبت حق است ایں از خلق نیست
ہیبت مردے صاحب دلق نیست

اس واقعہ کے سلسلہ میں قادیانیوں نے عجیب عجیب افسانے تراشے ہوئے ہیں۔ چنانچہ ڈاکٹر بشارت احمد قادیانی نے اپنی کتاب "مجدد اعظم" میں جب اس موضوع پر لکھا تو عجیب عجیب عنوان لگائے مثلاً پیر گولڑوی کا سکوت عن الحق، پیر گولڑوی صاحب پر آخری اتمام حجت، پیر گولڑوی صاحب کا فرار، گولڑویوں کی اشتعال انگیزی۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ آپ کے لاہور جانے سے قادیانی نبوت کا گریبان چاک اور دامن تار تار ہو گیا۔ جس سے کئی گم کشتگانِ راہ از سرِ نو مسلمان ہوئے اور کئی مذبذبین راہ راست پر مستقیم ہو گئے۔

لیکن مرزا قادیانی تمام عمر اس شکست کو بھول نہ سکا۔ متحدہ ہندوستان میں اس کا جو ردعمل ہوا، اس نے مرزا قادیانی کی نیند حرام کر دی تھی، چشتی نیزہ برابر اسے چوکے لگاتا رہتا۔ وہ پہروں اس پر سوچتا کہ یہ کیا ہو گیا۔ چنانچہ جب بھی کسی موضوع پر بھی اس نے

کتاب لکھی تو اسے پیر مہر علی شاہ یاد آ گئے تو اس نے قوم کے سامنے رونا شروع کر دیا۔ اپنی ناکامی پر غلاف چڑھانے لگتا، مثلاً مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی عربی تالیف ''اعجاز المسیح'' کا سبب تالیف بیان کرتے ہوئے اپنے مخالفین کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔ كان احد منهم يقال له مهر علی شاه. وكان يزعم اصحابه انه الشيخ الكامل والولي الحلي (کہ ان میں سے ایک کو مہر علی کہا جاتا ہے اور اس کے متوسلین کا خیال ہے کہ وہ شیخ کامل اور ولی جلی ہے) اپنے تفسیری چیلنج کا ذکر، پیر صاحب کا ورود لاہور وغیرہ چیزوں کے بیان کے بعد اپنے لاہور میدان مناظرہ میں نہ جانے کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

''کہ میری جماعت کے لوگوں نے مجھے منع کیا اور میں نے بھی ان کی رائے کو پسند کیا اور لاہور نہ گیا تو مخالفین نے کہنا شروع کر دیا کہ پیر مہر علی شاہ نے میدان فتح کر لیا اور لوگ اسے عرفان کے پروں پر اڑانے لگے وہ جھوٹ کہتے اور حیا نہیں کرتے۔ وہ لاف زنی کرتے اور ڈرتے نہیں، وہ افتراء کرتے اور رکتے نہیں، اس کی تعریف میں وہ دریا بہائے جا رہے ہیں جن کا وہ مستحق نہیں۔ وہ بے وقوفوں کی طرح مجھے گالی دیتے اور نہایت برے طریقے اور استہزاء سے یاد کرتے ہیں اور رکتے ہیں۔ ان هذا الرجل هاب شيخنا وخاف واكله الرعب فما حضر المصاف، وماتخلف الا لخطب خشي وخوف غشي ولوبارز لكلمه الشيخ بابلغ الكلمات وشج راسه بكلام هو كالصفات في الصفات۔ یہ آدمی (مرزا قادیانی) ہمارے شیخ سے ڈر گیا اور ہمارے شیخ کی ہیبت اسے کھا گئی، اس کا میدان میں نہ آنا خوف کی حالت سے دوچار ہونے اور خوف کے غلبہ کی وجہ سے تھا، اگر وہ مقابلہ پر باہر آتا تو ہمارے شیخ اسے فصیح و بلیغ کلمات سے زخمی کر دیتے اور سفید و روشن کلمات سے اس کا دماغ مفلوج کر دیتے''۔

اور قادیانی اپنی کتاب تحفہ گولڑویہ میں لکھتا ہے:

''ہزار افسوس کہ پیر مہر علی شاہ نے میری اس دعوت کو جس سے مسنون طور پر حق کھلتا تھا اور خدائے تعالیٰ کے ہاتھ سے فیصلہ ہو جاتا تھا ایسے صریح ظلم سے ٹال دیا جس کو بجز ہٹ دھرمی کے اور کچھ نہیں کہہ سکتے۔ اور ایک اشتہار شائع کیا کہ ہم اول نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کی رو سے بحث کرنے کے لئے حاضر ہیں اس میں اگر تم مغلوب ہو تو ہماری بیعت کر لو اور پھر بعد اس کے ہمیں وہ اعجازی مقابلہ بھی منظور ہے''۔ (مرزا غلام احمد قادیانی: تحفہ گولڑویہ صفحہ ۴)

اور قادیانی اپنی کتاب نزول المسیح میں لکھتا ہے:

''پیر مہر علی شاہ صاحب نے اپنے اشتہار میں لکھا کہ میں بالمقابل تفسیر عربی فصیح میں لکھنے کے لئے لاہور پہنچ گیا ہوں، مگر میری طرف سے یہ شرط ہے کہ اول اختلافی عقائد میں زبانی گفتگو ہو اور مولوی محمد حسین منصف ہو پھر اگر منصف مذکور یہ بات کہہ دے کہ عقائد پیر مہر علی شاہ کے درست اور صحیح ہیں اور انہوں نے اپنے عقائد کا خوب ثبوت دے دیا ہے تو فریق مخالف یعنی مجھ پر لازم ہوگا کہ بلا توقف پیر مہر علی شاہ سے بیعت کر لوں۔ پھر بعد اس کے تفسیر نویسی کا مقابلہ بھی ہو جائے گا''۔ (مرزا غلام احمد قادیانی: نزول المسیح ص ۳۴)

مرزا غلام احمد قادیانی اس شکست سے کتنے کرب میں مبتلا تھا، اظہار کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''افسوس کہ علمی نشان کے مقابلہ میں نادان لوگوں نے پیر مہر علی شاہ گولڑوی کی نسبت ناحق جھوٹی فتح کا نقارہ بجا دیا اور مجھے گندی گالیاں دی۔ اور مجھے اس کے مقابلہ میں جاہل اور نادان قرار دیا۔ گویا میں اس نابغہ وقت اور سحبان زماں کے رعب کے نیچے آ کر ڈر گیا۔ ورنہ وہ حضرت تو سچے دل سے بالمقابل عربی تفسیر لکھنے کے لئے تیار ہو گئے تھے۔ اور اس نیت سے لاہور تشریف لائے تھے۔ پر میں آپ کی جلالت شان اور علمی شوکت کو دیکھ کر بھاگ گیا''۔ (مرزا غلام احمد قادیانی: مجموعہ اشتہارات جلد سوم ص ۱۲۴)

مزید سنئے اور دیکھئے مرزا قادیانی کا دل اس شکست سے کس طرح ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا تھا۔ لکھتا ہے:

''مہر علی شاہ گولڑوی کو سچا ماننا اور یہ سمجھ لینا کہ وہ فتح پا کر لاہور سے چلا گیا ہے کیا اس بات پر قوی دلیل نہیں ہے کہ ان لوگوں کے دل مسخ ہو گئے ہیں۔ نہ خدا کا ڈر ہے نہ روز حساب کا کچھ خوف ہے ان لوگوں کے دل جرأت، شوخی اور گستاخی سے بھر گئے ہیں۔ گویا مرنا نہیں ہے۔ اگر ایمان اور حیاء سے کام لیتے تو اس کاروائی پر نفرین کرتے جو مہر علی شاہ گولڑوی نے میرے مقابل پر کی ہے۔ کیا میں نے اس کو اس لئے بلایا تھا کہ میں اس سے ایک منقولی بحث کر کے بیعت کر لوں''۔ (مرزا غلام احمد قادیانی: مجموعہ اشتہارات، جلد سوم، ص ۳۷۶)

یاد رہے کہ مرزا قادیانی نے اپنے اشتہار دعوت مناظرہ میں موضوع، ثالثوں، مقام مناظرہ اور پھر بیعت کا تعین خود کیا تھا۔ پیر صاحب نے صرف زبانی بحث کی ایک شرط کا اضافہ کیا تھا۔ جس پر مرزا قادیانی نے آسمان سر پر اٹھا لیا کہ ہائے پیر صاحب نے ظلم کر دیا۔ ہائے پیر صاحب نے ظلم کر دیا اور مسلسل روتے چلا جا رہا ہے۔ بیعت کے متعلق مرزا قادیانی کی اپنی عبارت ملاحظہ کیجئے۔

''اگر میرے خدا نے اس مباحثہ میں مجھے غالب کر دیا اور مہر علی شاہ کی زبان بند ہو گئی، نہ وہ فصیح عربی پر قادر ہو سکے اور نہ وہ حقائق و معارف قرآنی میں لکھ سکے یا یہ کہ اس مباحثہ سے انہوں نے انکار کر دیا۔ تو ان تمام صورتوں میں ان پر واجب ہوگا کہ وہ توبہ کر کے مجھ سے بیعت کریں''۔ (مرزا غلام احمد قادیانی: مجموعہ اشتہارات، جلد سوم، ص ۳۳۰)

اس کے جواب میں پیر صاحب نے صرف یہ لکھا کہ:

''بعد اس کے مرزا صاحب اپنے دعویٰ کو بہ پایہ ثبوت نہیں پہنچا سکے مرزا صاحب کو بیعت توبہ کرنی ہوگی''۔ (حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی: اشتہار قبولیت دعوت مناظرہ)

اگر مرزا قادیانی غالب ہونے کی صورت میں فریق ثانی کے بارے میں یہ کہیں کہ ''وہ مجھ سے بیعت کریں'' تو پیر صاحب کو بھی اس مطالبہ کا حق تھا۔ مگر آپ نے صرف یہ کہا کہ ''وہ بیعت توبہ کریں''، ''مجھ سے'' کی قید انہوں نے نہیں لگائی، اس کے باوجود انہیں اس طرح مطعون کیا جا رہا ہے کہ شاید انہوں نے یہ بات کہہ کر اپنی زندگی کا سب سے بڑا جرم کر لیا۔

قارئین کرام! مرزا قادیانی نے مناظرہ لاہور میں عدم شرکت کی جو وجوہات بیان کیں، ان میں سے ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اسے اپنی جان کا خوف تھا اور یہ عجیب وغریب وجہ ہے۔ وہ لکھتا ہے:

''میں بہر حال لاہور پہنچ جاتا مگر میں نے سنا ہے کہ اکثر پشاور کے جاہل سرحدی پیر صاحب کے ساتھ ہیں اور ایسے ہی لاہور کے اکثر سفلہ اور کمینہ طبع لوگ گلی کوچوں میں مستوں کی طرح گالیاں دیتے پھرتے ہیں اور نیز مخالف مولوی بڑے جوشوں سے وعظ کر رہے ہیں کہ یہ شخص واجب القتل ہے تو اس صورت میں لاہور میں جانا بغیر کسی احسن انتظام کے کس طرح مناسب ہے۔ ان لوگوں کا جوش اس قدر بڑھ گیا ہے کہ بعض کارڈ گندی گالیوں کے ان لوگوں کی طرف سے مجھے پہنچے ہیں۔ جو چوہڑوں اور چماروں کی سے بھی فحش گوئی میں زیادہ ہیں جو میرے پاس محفوظ ہیں۔ بعض تحریروں میں قتل کی دھمکی دی ہے''۔ (بحوالہ تجلیات مہر انور ص ۱۸)

اس ساری بحث کے بعد گزارش ہے کہ مرزا قادیانی نے بذات خود اس زبانی بحث کے بارے میں مکمل خاموشی اختیار کر رکھی تھی۔ ۲۵ رجولائی ۱۹۰۰ء سے لے کر ۲۵ راگست ۱۹۰۰ء تک مرزا قادیانی بالکل نہ بولا اور حیلہ سازی کرتے ہوئے اپنے امتی مولوی احسن امروہی سے اشتہار شائع کرایا کہ ہو سکتا ہے یہ مصیبت ٹل جائے۔ مگر پیر صاحب نے لاہور پہنچ کر اس کی خواہشوں کو راکھ کا ڈھیر بنا دیا۔ اب نہ نگلتے بنے اور نہ اگلتے والی صورت حال ہو گئی۔ اس لئے کہ لاہور کے جو قادیانی پیر صاحب سے معاملہ طے کرنا چاہتے تھے ان کی کوئی حیثیت نہ تھی۔ یہی

وجہ ہے کہ پیر صاحب نے انہیں اہمیت نہ دی۔ کیونکہ مرزا قادیانی نے اپنے دستخطوں سے زبانی بحث سے بالکل انکار نہیں کیا۔ اس شرط کو کالعدم قرار دینے میں کوئی تحریری مطالبہ نہیں کیا۔

خیر مرزا قادیانی کے ان تمام اقوال واعمال کے بارے میں یہ ہمارا تبصرہ تھا۔ لیکن آیئے پیر صاحب کی اپنی تحریریں پڑھیں کہ وہ اس کا کیا جواب دیتے ہیں۔ ایک ایک جملہ قابل غور، ایک ایک سوال کا جواب اور واقعات صحیحہ اور حقیقت واقعیہ کا بیان ہے۔ خائف وہی ہوتے ہیں جن کو میدان میں سامنے آنا موت نظر آتا ہے۔ مع آنکہ تحریک مقابلہ بھی پہلے خود ہی کی ہو۔ مامور من اللہ کو میدان میں موجود ہونا نہایت ہی ضروری تھا۔ تا کہ خلق اللہ مامور کی غیر حاضری کے باعث اس کو مفتری علی اللہ سمجھ کر صراط مستقیم کو نہ چھوڑ دیں۔ مخالفین کو للکار کر بلانا اور پھر گھر سے باہر نہ نکلنا گویا اپنے ہی ہاتھوں سے دین کی بیخ کنی کرنا ہے۔ مگر ایسے مامور اور ایسے دین کا عمل درآمد ایسا ہونا چاہئے۔ آپ کا دین اگر وہی محمدی دین ہوتا تو بجائے اس قول پاک آنحضرت ﷺ کے

انا النبی لا کذب   انا ابن عبدالمطلب

آپ انا الوسول لامراء انا ابن غلام مرتضی کہتے ہوئے میدان میں موجود ہوتے۔ واقعی امر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بحسب وعدہ انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون کے قرآن کریم کو تحریف سے بچانا منظور تھا، اور امت مرحومہ کو یہ سمجھانا کہ غلام احمد قادیانی کتاب اور سنت اور اجماع کا محرف ہے۔ اس لئے پہلے اس کے ہاتھ سے اشتہار دعوت بایں کر وفر کہ ''ضرور میرا مقابل میرے مقابلہ میں ذلیل ہوگا یہ ہوگا وہ ہوگا۔'' روئے زمین پر دلوایا جس میں خود ہی اس نے ان تین علماء کو جناب مولوی محمد عبداللہ صاحب پروفیسر لاہوری اور جناب مولوی عبدالجبار امرتسری اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو حَکم قرار دیا۔ اور انتظام پولیس وغیرہ بھی لکھ دیا اور پہلے اس کے آپ کو الہام بھی ہو چکا تھا کہ

واللہ یعصمک من الناس اور نیز انی مھین من اھانک اور نیز تیری اور تیرے گروہ کی میں حفاظت کروں گا اور تیرا ہی گروہ قیامت تک غالب رہے گا (دیکھو کتاب البریہ) اور پھر اسی اشتہار میں اخیر پر یہ لکھوادیا کہ لعنة الله علی من تخلف وابی۔

مسلمانو! غور سے سوچو یہ ایک خفیہ تدبیر الٰہی تھی، بمقابلہ مکر قادیانی کے۔ انھوں نے سوچا تھا کہ کسی کو کیا ضرورت ہے جو اجابت دعوت کرے ہم کو گھر میں بیٹھے بٹھائے فتح ہو جائے گی اور عقل اور دین کے غنڈے اور میاں مٹھو بغلیں بجاتے ہوئے دام میں پھنسیں گے۔ اور تصویر فروشی اور اشتہار فروشی اور تصنیف فروشی اور منارہ فروشی اور کشش دراہم بنام تجارت پھر مزید برآں یہ بہانہ خسارت وغیرہ وغیرہ پولیٹکلوں کی اسامی نکل آئیں گے۔ مگر چونکہ بحکم واللہ خیر الماکرین کے اللہ کی خفیہ تدبیر ہی غالب رہتی ہیں لہذا اس کر وفر کے بعد ایام جلسہ لاہور میں قادیانی صاحب کی قلمی اور کلمی طاقتیں سلب کر دیں گئیں یعنی عدم حاضری کا عذر تک قلم اور منہ سے نہ نکلا باوجود اس کے کہ معتقدین ومخالفین دونوں کی جانب سے سخت اصرار اور کشاکش بھی ہوئی۔ تخمیناً پانچ چھ دن کے بعد جب ہمارے واپس ہونے کی خبر جناب کو پہنچی تو زرد کاغذ پہ بید لرزاں کی طرح قلم چلنے لگا۔ اور اعذار باردہ اوھن من بیت العنکبوت شروع ہوئے کہ ہم کو سرحدی لوگوں کا خوف تھا، اس لئے نہیں آئے۔ اس عذر پر لوگوں نے کہا کہ آپ ان الہامات کو بھول گئے جن میں آپ کو ملہم کی جانب سے پوری تسلی اور غالب رہنے کی بشارت دی گئی تھی یا آپ کے ملہم سے بھی ایفاء وعدہ کی قدرت سلب کی گئی۔ ہماری جانب سے تقریری شرط کی ترمیم اس لئے تھی کہ تقریر بھی معیار صداقت ہونے سے تحریر میں کم نہیں۔ جس شخص کو اللہ تعالیٰ غالب کرنا چاہتا ہے اور اس کو منظور ہوتا ہے کہ اس کے غالب رہنے کے ذریعہ سے لوگوں کو ہدایت کرے تو اس کے غلبہ کو معیار صداقت ٹھہرانے کے بعد ضروری ہی اس کو غالب کرتا ہے۔ اور اس سچے مامور کو فرض منصبی

کے رو سے حریف مقابل کے ڈھونڈھ ہونا نہایت ضروری تھا۔ بلکہ قادیانی صاحب چونکہ بروز وفنا محمدی وعیسوی کے مدعی ہیں تو تقریری مقابلہ کی تسلیم ان پر ضروری تھی کیونکہ ان کے بارزین یعنی آنحضرت ﷺ وعیسیٰ علیہ السلام نے بھی تبلیغ حق تقریری طور پر کی تھی۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ صرف تحریر میں احقاق حق اچھی طرح نہیں ہوتا۔ بالفرض اگر قادیانی صاحب جلسہ لاہور میں تفسیر لکھتے بھی تو کیا ان کی بھولی بھالی جماعت بے تمیزی کی وجہ سے اپنی ضلالت پر زیادہ پکی نہ ہو جاتی۔ ان کی ذاتی لیاقت اس قدر کہاں تھی کہ اس تفسیر کے مضامین واہیہ اور محرفہ پر اطلاع پاویں یا مرزا جی کے سرقہ کر پکڑ سکیں۔ وہ تو صرف عربی عبارت مسروقہ کو دیکھ کر اور زیادہ گمراہ ہو جاتے۔ اس لئے نہایت ضروری تھا کہ پہلے علماء کرام کے سامنے قرآن وحدیث کو نکال کر بلحاظ سیاق وسباق اثبات مدعیٰ کیا جاتا تا کہ اس سے حاضرین کو تقریراً اور تحریراً سمجھا دیا جاوے کہ اس مسلک سے بچنا مسلمانوں کو نہایت ضروری ہے۔ مرزائیوں کی اس کم توجہی پر نہایت ہی افسوس آتا ہے کہ انہوں نے نبوت اور قرآن دانی کا معیار انشاء پردازی کو سمجھ رکھا ہے اور پھر انشاء پردازی بھی وہ جس کی لفظی اور معنوی کمال کی قلعی کھل رہی ہے۔ بھلا مثلاً اگر کوئی عربی زبان میں مضمون لکھ دے کہ نماز عبارت ہے صرف توجہ الی اللہ سے اور اوضاع معمولہ اہل اسلام کی کوئی حقیقت نہیں اور اپنے دعویٰ کی دلیل اس امر کو ٹھہرا دے کہ میری طرح چونکہ کوئی شخص عربی نویس نہیں اور فی الواقع ایسا ہو بھی تو کیا کوئی عاقل ایسی واہی دلیل سے اس کے دعویٰ کو مان سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ (حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی: سیف چشتیائی ص ۷،۹)

پیر صاحب مزید لکھتے ہیں:

ان کی عداوت اس وقت نہیں سوجھی تھی جس وقت اشتہار دعوت میں آپ ہی نے ان لوگوں کو یعنی مولوی عبداللہ صاحب ومولوی عبدالجبار صاحب ومولوی محمد حسین صاحب کو خلم لکھا تھا۔ کیا اس وقت آپ نے اجابت دعوت کو غیر ممکن الوجود سمجھا ہوا تھا۔ اس لئے

تینوں صاحبان کا نام لکھ مارا اور جب سر پر آ گئی تو اس وقت یہ حیلہ سوچ میں آیا کہ یہ علماء میرے دشمن ہیں۔ ہم شاید یہ بھی تسلیم کر لیتے اگر انہی ایام میں آپ عدم تشریف آوری کی وجہ بھی لکھ دیتے تا کہ ہم ان حضرات کے سوا تین اور اہل علم مقرر کر لیتے۔ کیا آپ کو رجسٹری شدہ چٹھی حافظ محمد دین صاحب تاجر کتب لاہوری کی ۲۵ اگست سے پیشتر ۲۰ یا ۲۱ کو نہیں پہنچی تھی جس میں لکھا ہوا تھا کہ اگر آپ کو کسی شرط کی ترمیم کرانی ہو تو کرا لیجئے۔ ورنہ آپ کا کوئی عذر وحیلہ قابل اعتبار نہ ہوگا، اگر آپ کو اشتراط تقریر یا علماء ثلثہ کا محکم ہونا گوارا نہ تھا تو اپنے نام کے اشتہار سے اس خاکسار کو واضح کر دیتے کہ اس قید کو اٹھا دو، تب ہم آ سکتے ہیں ورنہ نہیں۔ اگر آپ یہ خیال فرماویں کہ آپ کے مرید امروہی نے ہمیں یہ بات پہنچا دی تھی تو ہماری طرف سے ہمارے مخلص حکیم سلطان محمود نے جواب ترکی بہ ترکی شائع کر دیا تھا کہ اگر آپ تقریر کس صورت میں تسلیم نہیں کر سکتے۔ بعینہ پیش کردہ شرطیں آپ کی بلا کم وکاست محرر سطور منظور کر کے لاہور آتے ہیں۔ آپ بھی تاریخ مقررہ پر لاہور آویں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ آپ کے مرید کی بات تو ہم پر حجت ہو اور ہمارے مخلص کی بات قابل التفات نہ ہو۔ بھلا میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اگر معاملہ بالعکس ہوتا یعنی ہماری طرف سے اشتہار دعوت کا میں جواب نہ دیتا بلکہ آپ کی طرح بالکل خاموش ہو جاتا تو میں آپ کو قسم دیتا ہوں۔ انصاف سے کہو کہ اندریں صورت آپ معہ اپنے چیلوں چانٹوں کے خوشی کے شادیانے نہ بجاتے اور اشتہاروں پر اشتہار نہ دیتے کہ دیکھو آسمانی نشان ظاہر ہو گیا بس چونکہ یہی نشان علماء اسلام کے حق میں ظاہر ہو چکا تو پھر آپ کیوں نہیں ضد کو چھوڑتے۔ (حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی: سیف چشتیائی ص ۷،۹)

۳..... **سیف چشتیائی:** بعد میں مرزا قادیانی نے اپنی الہامی کتاب ''اعجاز المسیح'' لکھی جو سورۃ فاتحہ کی عربی تفسیر ہے۔ اور اس کے امتی مولوی احسن امروہی نے ''شمس بازغہ'' لکھی۔ ان دونوں کتابوں کے رد میں آپ نے ''سیف چشتیائی'' تحریر فرمائی۔ اس میں اعجاز

المسیح کی صرف ونحو، لغت وبلاغت معانی ومنطق اور محاورہ کی غلطیاں نیز سرقہ تحریف اور التباس کی ایک سو غلطیوں کی نشاندہی کر کے بتایا کہ یہ کتاب فصاحت وبلاغت کے معیار کو چھو بھی نہیں سکتی اور اسی طرح شمس بازغہ کا رد بلیغ فرمایا۔ غالباً سیف چشتیائی کی اشاعت کے بعد ہی ظفر علی خان نے کہا تھا۔

صرف غائب، نحو عنقاء اور سلاست ناپید   ان سب اجزا سے مرکب ہے زبان قادیان

مرزا قادیانی کو جب اپنی شکست یاد آتی تو وہ حضرت پیر صاحب پر سب وشتم کرنے لگتا اور "لا تنا بزوا بالالقاب" کے حکم خداوندی کو بھول جاتا۔ ہم مرزا قادیانی کی زبان کی شائستگی کی مثالیں اختصار کی وجہ سے پیش نہیں کر سکتے۔ لیکن صرف "اعجاز احمدی" میں پیر صاحب کے متعلق ۴۷ اشعار میں جو کچھ کہا گیا ہے اس کی بعض چیزیں پیش کرتے ہیں اور بقیہ باقی کتابوں کو اسی پر قیاس کر لیجئے۔ مثلاً خبیث، ملعون، کمینہ، لئیم، بدبخت، سیاہ دل، دیو، متکبر، جھوٹا، دروغ باز، موذی، مفسد، میرا دشمن، شیخ الضلالت، تو، تیری انگلیاں اور تیرا قلم تباہ ہوا ے گولڑہ کی زمین تو ملعون کے سبب ملعون ہو گئی۔

ظاہر ہے ایسی پاکیزہ زبان کسی مسیلمہ اور اسود عنسی ہی کے جانشین کی ہو سکتی ہے۔ صاحب خلق عظیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کسی متبع اور اطاعت گزار کی نہیں ہو سکتی۔ اسی کتاب میں مرزا قادیانی نے بڑی عجیب وغریب بات کی ہے پیر صاحب کا ذکر کرتے ہی اسے اپنی شکست یاد آ گئی آپ کو یقین دلانے لگا کہ میں بڑا سچا آدمی ہوں اور میں حقیقتاً آپ سے کہہ رہا ہوں کہ میں اللہ کا فرستادہ ہوں۔ میری کلام وحی ہے۔ آپ میری تکذیب چھوڑ دیں۔ اور جب بالکل عاجز آ گیا تو آپ سے کہنے لگا ؎

فان کنت کذابا کما انت تزعم   افتعلی وانی فی الانام احقر

(پس اگر میں جھوٹا ہوں جیسا کہ تو گمان کرتا ہے پس تو اونچا کیا جائے گا اور میں لوگوں میں حقیر کیا جاؤں گا۔)

اگر مرزا قادیانی کے اسی شعر کو حق وصداقت کا میزان تسلیم کر لیا جائے تو وہ اپنے قول کے مطابق ہی ایک جھوٹا نبی اور کاذب زماں ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ حقیقت آج کسی سے پوشیدہ نہیں کہ مرزا قادیانی کی تعلیمات کو عالم اسلام میں غیر اسلامی قرار دے دیا گیا ہے۔ اس کے پیرو کار مرکز اسلام مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں قانوناً داخل نہیں ہو سکتے۔ انہیں پاکستان میں غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا ہے۔ ان پر اذان دینے اور اپنی عبادت گاہ کو مسجد کا نام دینے اور دوسرے اسلامی شعائر کو اپنانے میں پابندی ہے۔ یہودیوں کی طرح ذلت ورسوائی ان کا مقدر ہو چکی ہے اور اب وہ سازشوں کے ذریعہ خود کو باقی رکھے ہوئے ہیں۔ اس کے برعکس پیر صاحب کے نام اور کام کی روز بروز شہرت ہو رہی ہے۔ برعظیم پاک وہند میں جو عزت وشہرت آپ کو حاصل ہے وہ تو مہر نیمروز کی طرح واضح ہے۔ یورپ، فرانس اور افریقی ممالک میں آپ کا چرچا ہے۔ آپ کے نام پر انجمنیں اور جماعتیں قائم ہو چکی ہیں۔ اور دین اسلام کی اشاعت کا کام ہو رہا ہے۔ اس سے مرزا قادیانی کے قول کے مطابق فیصلہ ہو گیا ہے۔ عالم اسلام میں ذلیل ورسوا کون ہے اور مسلمانوں میں صاحب عزت وعظمت کون ہے۔ کس کا نام حقیر ہے اور کس کا نام بلند ہے۔ اس لئے قادیانیوں سے ہماری درخواست ہے کہ وہ مرزا قادیانی کے فیصلہ کے مطابق حق وصداقت کی علمبردار شخصیت پیر صاحب کے معتقدات ونظریات کو قبول کر کے از سر نو اسلام کے حلقہ بگوش ہوں۔ پیر صاحب نے تحفظ ختم نبوت کی جو تحریک شروع کی تھی اور اپنے ارادت مند علماء کرام کی ایک جماعت تیار کی تھی، اسے ملک کے طول وعرض میں پھیلایا۔ علماء کی اس جماعت نے قادیانی مناظرین سے مناظرہ کئے اور انہیں عبرتناک شکستیں دیں اور کشمیر وپنجاب کے طول عرض میں مرزا قادیانی اور اس کے معتقدات کے خلاف ذہن سازی کی، لوگوں میں عقیدہ ختم نبوت وحیات مسیح کو جاگزیں کیا اور اس عجمی نبوت کی سازشوں کو طشت از بام کیا۔ جس کے نتیجے میں کشمیر اور پنجاب کا عام دیہات بھی عقیدہ ختم نبوت کا فدائی بن گیا۔

۱۹۵۳ء میں جب تحریک ختم نبوت کا عوامی انداز میں آغاز ہوا تو گولڑوی عوام وعلماء صف اول میں تھے۔ قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں، اسی طرح ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں گولڑوی عوام وعلماء کا کردار اظہر من الشمس تھا۔ ان دونوں تحریکوں کے دوران دربار عالیہ گولڑا شریف کے سجادہ نشین حضرت شاہ غلام محی الدین قدس سرہ نے اپنے ارادت کیشوں اور عقیدت مندوں کو خصوصی ہدایات جاری کیں اور خود خانقاہ تحریک ختم نبوت کا ایک بڑا مرکز رہی۔

حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب نے ردّ قادیانیت کیلئے جو فیصلہ کن عملی کردار ادا کیا وہ تو اظہر من الشمس ہے مگر حضرت کے تحریری علمی کام نے بھی مرزائی تابوت میں آخری کیل ٹھونک دی۔ ایک طرف حضرت کے مریدین وتلامذہ کشمیر وپنجاب کے کونے کونے میں مرزائیت کے تعاقب میں مشغول تھے دوسری طرف حضرت کی تصانیف نے مرزائیت کی زندگی اجیرن کردی تھی۔ اپنے تو اپنے غیر بھی حضرت کی تصانیف کی افادیت کے قائل اور عقیدہ حیات مسیح پر شمس ہدایت، سیف چشتیائی اور فتاویٰ مہریہ کو فیصلہ کن تحریر سمجھتے تھے۔ مشہور غیر مقلد مناظر مولوی حبیب اللہ امرتسری، حکیم خدا بخش قادیانی کی کتاب ''عسل مصفّٰی'' پڑھ کر حیات عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں شکوک وشبہات کا شکار ہو گیا ان شبہات کے ازالہ کے لئے اس نے مولوی ثناء اللہ امرتسری ومولوی داؤد غزنوی اور دیگر غیر مقلد علماء سے رجوع کیا مگر کوئی بھی تسلی بخش جواب نہ دے سکا۔ مگر جب اس کی نگاہ سے حضرت کی تصانیف گزریں تو وہ لکھنے پر مجبور ہو گیا کہ ''مرزائیوں کی کتاب عسل مصفّٰی پڑھ کر میرے دل میں قسم قسم کے شکوک پیدا ہو گئے تھے مگر الحمدللہ جناب کی تصانیف ''سیف چشتیائی'' اور ''شمس الہدایت'' نے میرے مذبذب دل میں تسلی بخش امرت ٹپکایا۔ نیز چند مرزائیوں نے اسے پڑھا چنانچہ حکیم الٰہی بخش مع اپنے لڑکے کے آخر مرزائیت سے توبہ کر گئے اور اسلام پر فوت ہوئے۔

مشہور دیو بندی عالم مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنی تفسیر بیان القرآن میں

سورہ نساء آیت ۱۵۷ کے ذیل میں حیات وممات مسیح کی بحث میں لکھا کتاب سیف چشتیائی قابل مطالعہ ہے۔ شیخ الحدیث دار العلوم دیو بند انور شاہ کشمیری نے اپنی کتاب ''عقیدۃ الاسلام فی حیات عیسیٰ علیہ السلام'' کے دیباچہ میں سیف چشتیائی کو مسئلہ حیات مسیح کے موضوع پر ایک کافی وشافی تحریر قرار دیا۔

غلام مصطفی درجہ کمال پر: ۱...... سیف چشتیائی میں حضرت پیر صاحب نے ابن عساکر کی حدیث نزول ابن مریم درج فرما کر لکھا تھا کہ اسی حدیث کے آخر میں حاجاً او معتمراً ولیقفن علی قبری ویسلمن علی ولاردن علیہ موجود ہے اور ہم پیشین گوئی کرتے ہیں کہ مدینہ زادھا اللہ شرفاً میں حاضر ہو کر سلام عرض کرنے اور جواب سے مشرف ہونے کی نعمت قادیانی کو کبھی نصیب نہ ہوگی۔

چنانچہ حضرت پیر صاحب کی یہ پیشین گوئی پوری ہوئی اور مرزا صاحب کو نہ تو حج نصیب ہوا اور نہ مدینہ منورہ کی حاضری۔ جو کہ اس حدیث کی رو سے مسیح موعود کیلئے ایک ضروری نشان ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہونے کے بعد حج ادا کریں گے اور آنحضرت ﷺ کے روضہ پاک پر حاضر ہو کر صلوٰۃ وسلام بھی عرض کریں گے اور آنحضرت ﷺ انہیں جواب سے مشرف کریں گے۔

۲...... مناظرہ لاہور کے موقع پر مرزائیوں نے حضرت پیر صاحب سے کہا کہ آپ مرزا قادیانی سے مباہلہ کیوں نہیں کر لیتے ایک اپاہج کی بحالی کیلئے مرزا قادیانی دعا کرے اور ایک اپاہج کی بحالی کیلئے آپ دعا فرمائیں جس کے نتیجے میں حق وباطل واضح ہو جائے گا۔ یہ بات سن کر آپ کا ہاشمی خون جوش میں آگیا۔ آپ نے فرمایا کہ ''مرزا قادیانی سے کہہ دو اگر مردے بھی زندہ کرنے ہوں تو یہ غلام خاتم النبیین ﷺ حاضر ہے۔'' آپ کا یہ جواب سن کر ملّت مرزائیہ کو سانپ سونگھ گیا۔

۳...... دوسری بات جو حضرت پیر صاحب نے مناظرہ لاہور کے وقت ارشاد فرمائی تھی اور

اس کا بڑا چرچا ہوا، آپ نے مرزا قادیانی کی طرف سے تحریری مناظرہ کی دعوت اور فصیح عربی نویسی کی تعلّی کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ علماء کرام کا اصل مقصد تحقیق حق اور اعلائے کلمۃ اللہ ہوا کرتا ہے نہ کہ فخر مباہات، ورنہ نبی اکرم ﷺ کی امت میں اس وقت بھی ایسے غلام موجود ہیں کہ اگر قلم پر توجہ ڈالیں تو وہ خود بخود کاغذ پر تفسیر قرآن لکھ جائے۔ ظاہر ہے حضرت پیر صاحب کا یہ اشارہ اپنی طرف ہی تھا۔

۴..... ۱۹۰۰ء میں مناظرہ لاہور میں منہ کی کھانے اور سیف چشتیائی کا کوئی معقول جواب نہ دینے کے بعد مرزا قادیانی نے ۱۹۰۷ء میں حسب عادت پیر صاحب سے چھیڑ خانی شروع کی اور ایک پیشین گوئی داغی کہ "جیٹھ" کے مہینے تک پیر صاحب قبلہ اس دار فانی سے کوچ کر جائیں گے اس پیشین گوئی کا چرچا سن کر حضرت کے محبین میں بے چینی پیدا ہوئی کہ کہیں کوئی قادیانی حضرت پر حملہ نہ کر دے۔ استدعا کی گئی کہ حفاظت کا کوئی معقول انتظام کر لیا جائے۔ حضرت نے محبین کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ "میاں موت تو برحق ہے ہر کسی کو مرنا ہے مگر تسلی رکھو اس جیٹھ ہم نہیں مرتے۔" خدا کی شان غلام خاتم النبیین کی زبان سے نکلا ہوا لفظ کس طرح بارگاہ رب میں قبول ہوتا ہے کہ جب جیٹھ کا مہینہ آیا تو مرزا قادیانی لاہور میں ہیضہ میں مبتلا ہو کر عبرتناک موت کا شکار ہو گیا اور سیال شریف عرس مبارک کی تقریب میں حضرت پیر صاحب نے میاں محمد قریشی جنہوں نے حفاظت کی استدعا کی تھی سے فرمایا۔ "الجیٹھ بالجیٹھ یعنی جیٹھ جیٹھ سے بدل گیا"۔ (ہماری موت کی پیشین گوئی کرنے والا لعین اسی جیٹھ میں پر ذلت انجام کا شکار ہوا)

وصال: پیر صاحب کا وصال ۲۹ صفر ۱۳۵۶ھ بمطابق ۱۱ مئی ۱۹۳۷ء کو ہوا، اور آپ کی تدفین پاکستان کے دار الحکومت اسلام آباد کے مشہور قصبہ گولڑہ میں ہوئی۔ آج بھی آپ کا مزار فائض الانوار حضور خاتم النبیین ﷺ کی ختم نبوت کے تحفظ کی روشن دلیل ہے۔

رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ رَحْمَةً وَّاسِعَةً

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ھَدِیَّۃُ الرَّسُوْل

(سنِ تصنیف: 1899ء / ۱۳۱۷ھ)

تصنیفِ لطیف

فاتح قادیانیت شیخ الاسلام

سید پیر مہر علی شاہ چشتی حنفی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ

فہرست ہدیۃ الرسول

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
1	خطبه مشتمل بر ده اصول	3
2	اصلِ اول در بیان این که معرفت لغتِ عرب واجب بالکفایه است بر امتِ مرحومه	3
3	اصلِ دوم بر مقدم و مؤخر که واقعست در کلامِ الٰهی و نوعیست از مبهم	8
4	اصلِ سوم در بیان آنکه اراده یك معنی در مواضع کثیره دلیل نمیباشد بر آنکه دریکے موضع ازکلام همان متکلم بغیر اومُراد داشته نشود.	10
5	اصلِ چهارم در آنکه مفسرین را چونکه مطمحِ نظر همه رفعِ یك اشکال باشد باختلاف مسالك بعدازاں که وجوه نظم محتمل آنهاباشد مخالف ازیك دیگرنتواں شمرد.	12
6	اصلِ پنجم در بیان این معنی که صحتِ احادیث وارده در بابِ نزول مسیح به هردوطریق کشفی ورسمی به پایۂ ثبوت رسیده یابه یکے ازاں هردو.	15
7	اصلِ ششم تجسس و غور درین معنی که عقیدۂ اجماعی مسلمانان از صحابه الیٰ یومنادر مسئلۂ رفعِ عیسیٰ ابنِ مریم و نزول او چیست.	17

فہرست ہدیۃ الرسول

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
8	اصل ہفتم دربیان کیفیت شخصی که خانه زاد فلاسفهٔ یونان وغیره درعهد قدیم مسمّٰی بقانون قدرت وازدست سکانِ عرب درعهد سلطان الانبیاء علیه وعلیهم الصلوة والسلام گریخته مختفی شده بازدریں زمانه فرمانروائے نیچرومرزائیت گشته۔	19
9	اصل هشتم دربیان آنکه تصدیقِ بمعجزات انبیاء سابقین مبنی است برایمان وباورنمودن بقرآن کریم وبماجآء به سیّدنا ابوالقاسم ﷺ نه آں که ناشی باشد ازتفضیل سائر انبیاء برآنحضرت ﷺ ۔	22
10	اصل نهم درتشریح وتوضیح دعوی جناب مرزاصاحب۔	23
11	اصل دهم دربیان باعث تحریرایں رساله۔	25
12	مقصداول دربیان معانی آیات که تعلق دارند بایں مسئله۔	27
13	مقصددوم دربیان جوابهائی اعتراضات جناب مرزاصاحب باستشهاد آیات برحیات عیسیٰ ابن مریم علیٰ نبینا وعلیه الصلوٰة والسلام۔	52
14	مقصد سیوم درذکراحادیث صحیحه دربارهٔ نزول مسیح ابن مریم وخروج دجّال وغیره اشراط ساعت۔	91
15	پیشین گوئیاں ازحضرت خاتم النّبیین ﷺ ۔	97

خطبہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْفُرْقَانَ ثُمَّ جَمَعَهٗ فِیْ صَدْرِهٖ وَعَلَّمَهُ الْبَيَانَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مُعَلِّمِ الْقُرْاٰنِ اَهْلَ المدر والوبر بافصح لسان واوضح بیان وعلی ورثة التطهیر وصحبته الذین اتبعوهٗ باحسان.

اما بعد۔ می گوید فقیر مہر علی شاہ عفی اللہ عنہ کہ ایں عجالہ ایست نافعہ دوساوس دربیان آیات چندرا واقعہ مسماۃ بہ ہدیۃ الرسول والقبول ھوالمسؤل وغایۃ الماسول مشتمل بر یک مقدمہ وسہ مقاصد اما المقدمۃ ففیہا اصول عشرۃ۔

اصل اوّل

دربیان اینکہ معرفت لغتِ عرب واجب بالکفایۃ است بر امت مرحومہ۔ وبر یکے را مستحب ومندوب چہ نزول قرآن بلغتِ عرب بودہ وآنحضرت ﷺ بلغت عرب تکلم فرمودہ کسے کہ بلغت عرب آشنا نیست دراعداد زندگاں نتواں آورد ودرزمرۂ مردماں نتواں شمرد۔ بجزے برخود تجویز کردہ کہ شرع آں رامعذور نداشتہ ومرحوم نہ کردہ ومفسر را بالخصوص چنانچہ بحسب اِنَّ الْقُرْاٰنَ يُفَسِّرُ بَعْضُهٗ بَعْضًا مراعاۃ نصوص قرآنیہ لازم است بہ ہمیں طور ملاحظہ احادیث صحیحہ نیز ضروری۔ تا کہ درتفسیر وتاویل از جادہ مستقیم نیفتد۔

ودرتفسیر کہ عبارت از مالایدرک الا بالنقل کاسباب النزول وتاویل کہ عبارت از ترجیح لاحد المحتملات بلاقطع شی اعتبار عرب اوّل راست نہ موشگافان زمانِ مارا کہ محکم رامتشابہ ومعلوم رامجہول می سازند چہ سنت الٰہیہ برآں رفتہ کہ اہل ہر ملک وہر زماں راوضع ولغتے عطا فرمودہ کہ دیگراں ازاں محروم اند وتہی دامن۔

وفائق تر از ہمہ در فہم مراد فہم مخاطب است عموماً در ہر نبی بدلیل تخصیص خطاب وتفویض بہ تبلیغ بدو۔ ودر ماتحن بصدوہ خصوصاً از برائے آنکہ آنحضرت ﷺ چونکہ موعود اند بوعدہ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ. (سورۃ القیامۃ:۱۹) ونیز مراد اوست (شرط) ﷺ وداشت اُوْتِيْتُ عِلْمَ الْأَوَّلِيْنَ وَالْآخِرِيْنَ وازہمیں جائے اجازت سَلُوْنِيْ عَمَّا شِئْتُمْ سر برزدہ لاجرم کلام شریف او ﷺ در بیان مراد کلام او سبحانہٗ واجب الرعایۃ (جزا) وضروری الاصغاء خواہد بود۔

قال الشافعی کل ماحکم بہ رسول اللہ ﷺ فہو مما فہمہ من القرآن قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرٰكَ اللّٰهُ ، وَلَا تَكُنْ لِّلْخَائِنِيْنَ خَصِيْمًا (سورۃ النساء:۱۰۵) وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَمَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ إِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوْا فِيْهِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ. (سورۃ النحل:۶۴) وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَانُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ. (سورۃ النحل:۴۴)

وازہمیں جا فرمودہ است آنحضرت ﷺ الا إِنِّيْ أُوْتِيْتُ الْقُرْآنَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ یعنی السنۃ والسنۃ ایضا تنزل علیہ بِالْوَحْيِ كَمَا يَنْزِلُ الْقُرْآنُ إِلَّا أَنَّهَا لَاتُتْلٰى كَمَا يُتْلَى الْقُرْآنُ.

اصحاب النوامیس اورا امینِ مراد دانستہ علی الراس والعین قبول خواہند نمود۔ اما جد از آنکہ بپایۂ صحت وثبوت رسیدہ باشد واورا ہر دو (۲) نقادانِ صحت یعنی اصحاب الکشف والشہود کہ بطریق کشفے از آنحضرت ﷺ صحیح را از غیر صحیح تمیز کردہ می توانند ودیگر ارباب جرح وتعدیل از علماء شکر اللہ سعیہم تنقید وتصحیح کردہ باشند گو کہ احباب ارسطاطالیس وَرَاءَهُمْ ظِهْرِيًّا افگندہ باشند۔ ازیں پیدا است کہ امتثال امر موقوف است بر فہم مراد۔

واعلیٰ طرق فہم اولا شہادت قرآن کریم است بعد ازاں ہماں طریق

است کہ الآن ذکر کردیم۔ بعد ازاں تفسیر صحابی کہ شاہد مجلس وحی است۔

چہ بعد ازاں کہ در حق اہل کتاب لَا تُصَدِّقُوْهُمْ وَلَا تُكَذِّبُوْهُمْ وارد گردیدہ۔ اغلب آنکہ تفسیر آیت را از وشاں نگرفتہ خواہد بود بلکہ از آنحضرت ﷺ شنیدہ باشد وآنچہ در بخاری مذکور است بَلِّغُوْا عَنِّيْ وَلَوْ آيَةً وحدثوا عن بنی اسرائیل ولا حرج الخ مجوز استشہاد است باحادیث اسرائیلیہ نہ اعتقاد بآنہا وآں اسرائیلیات بر سہ قسم اند۔

یکے آں کہ کتاب وسنت مصدق او باشد۔ دیگر آں کہ تکذیب او از کتاب وسنت معلوم شدہ باشد۔ سیوم مسکوت عنہ ودر حق ایں قسم ثالث لَا تُصَدِّقُوْهُمْ وَلَا تُكَذِّبُوْهُمْ وارد گردیدہ۔

ازیں جا فہمیدہ باشی کسیکہ قبل از مراعاۃ سائر نصوص قرآنیہ وپیش از ملاحظہ احادیث صحیحہ وتفاسیر صحابہ نظم ذو الوجوہ را بر محملے فرود آردو باز نظر توجہ بجانب آنہا افگندہ بلحاظ تخالف مضمون احادیث بامعنی مزعوم خود آنہا را از موضوعات قرار دہد یا مؤول ساز وتخت غلط کردہ باشد۔ گویا کہ مخصص را معارض چنانچہ در الا ما ملکت ایمانکم (سورۃ النساء:۲۴) وَأَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ (سورۃ النساء:۲۳) ومحکم را مؤول چنانچہ در بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ إِلَيْهِ محکم ونص در رفع جسمی عنقریب خواہی دانست۔

ایں جا تقلید ونقل ومراعات طرق فہم مراد بکار است نہ آزادی۔ ومحض عقل وذہول از طرق مذکورہ مثل فرقۂ نیچریہ ومرزائیہ عقل بے چارہ وَأَرْجُلَكُمْ را قرین برؤسکم وداخل تحت حیز اِمْسَحُوْا دانستہ بے باک حکم مسح رجلین خواہد داد متمسک بآنکہ در ہیچ جائے از قرآن کریم احد الداخلین در حیز یک فعل معطوف بر متعلقات فعل دیگر نیامدہ ودر حتی تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ (سورۃ البقرۃ:۲۳۰) یا در حَتّٰى إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ (سورۃ النساء:۶) از لفظ نکاح عقد شرعی مراد خواہد داشت بدلیل آنکہ ہر جا در قرآن مجید مراد از لفظ نکاح ہماں عقد شرعی است واز مُتَوَفِّيْكَ و فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ ہر دو معنی موت خواہد گرفت بدلیل آنکہ

در بیست وسہ (۲۳) مقام مراد از و معنی موت است۔

بدوں مراعات سائر نصوص وبغیر از تمسک بسنت دراشال ایں ہا چارہ نہ۔

ازیں اجااست وقتیکہ علی بن ابی طالب فرستاد ابن عباس را بسوئے خوارج فرمود اِذْهَبْ اِلَيْهِمْ فَخَاصِمْهُمْ وَلَاتُحَاجِجْهُمْ بِالْقُرْآنِ وَلٰكِنْ خَاصِمْهُمْ بِالسُّنَّةِ یعنی برو بسوئے خوارج وبہ نفس قرآن درمخاصمہ بآنہا حجت نگیری زیرا کہ ذوالوجوہ یعنی محتمل احتمالات کثیرہ است ولکن تمسک بسنت گیری بغیر ازیں تقول ویقولون یعنی تو چیزے خواہی گفت واوہم خواہند گفت۔

ودارمی از عمر رضی اللہ عنہ آوردہ کہ فرمود انہ سیاتیکم الناس یجادلونکم بشبہات القرآن فخذوھم بالسنن فان اصحاب السنن اعلم بکتاب اللّٰہ.

ونیز دارمی در مسند خود آوردہ کہ شخصے صبیغ نام در مدینہ آمد و گفتگو در متشابہات قرآن شروع کرد۔ عمر رضی اللہ عنہ شاخہائے خرما تیار کردہ اورا طلبید۔ پس پرسید عمر رضی اللہ عنہ مَنْ اَنْتَ کیستی تو۔ گفت عبداللہ صبیغ بندۂ خدا صبیغ نامی عمر رضی اللہ عنہ بآں شاخ خرما اورا زد تا کہ از سر او خون رواں گردید۔ بعد از اندمالِ جراحت بار دیگر زد اورا۔

باز نوبت سیوم طلبید اورا برائے زدن او عرض نمود یا عمر رضی اللہ عنہ اگر ارادہ قتل من داری یکبارہ مرا قتل کن وبار بار ایں اذیت از من برداشتہ نمی شود۔ پس اذن داد اورا تا کہ رفت بملک خود ونوشت عمر رضی اللہ عنہ بجانب ابوموسیٰ اشعری کہ نہ نشیند کسی از مسلمین باو۔

بالجملہ خوض در قرآن بغیر تمسک بسنت مرضے است ہائل نہ تنہا برائے ہمیں آزاد منش بلکہ وبائے است متعدی بحدے کہ ہر کہ اورا دید یا از و شنید فوراً متاثر می شود ولہذا حکیم وقت یعنی عمر رضی اللہ عنہ از صحبت او منع شدید فرمود ودر علاج او استعمال نسخۂ سنت سنیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام ارشاد فرمود۔

ل متعلق است بہ بغیر از تمسک بہ سنت الخ ۱۲ منہ رحمہ اللہ علیہ

ویک قسم تفسیر کہ امر فرمودہ است حق سبحانہ وتعالیٰ آنحضرت را صلی اللہ علیہ وسلم بتعلیم او منقسم است بر دو قسم۔ قسم لایجوز الکلام فیہ الا بطریق السمع کاسباب النزول والناسخ والمنسوخ واللغات والقراء ت وقصص الامم واخبار ما هو کائن. وقسم یؤخذ بطریق النظر والاستنباط. بر منصف پر ظاہر است کہ ما نحن بصددہ یعنی تفسیر بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ (سورۃ النساء:۱۵۸) وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ (سورۃ النساء:۱۵۹) وَمُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ (سورۃ آل عمران:۵۵) وَفَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ (سورۃ المائدہ:۱۱۷) از قبیل مالا یجوز الکلام فیہ الا بطریق السمع است۔

بخدائے عزوجل سخت متعجب ام از قول کسیکہ قبل از فہم مراد بہدایت حدیث صحیح برطبق ادراک خود محملے قرار دادہ استشہاد بآیۃ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ (سورۃ المرسلات:۵۰) برائے اثبات اعراض از حدیث صحیح وتفسیر صحابی می گیرد۔ آیا ایں آیت را ہمیں معنی است کہ بر قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ موعود بہ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ (سورۃ القیامۃ:۱۹) است ودر حق او است صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ خیال نباید کرد بلکہ اولاً حسب زعم خود نظم ذوالوجوہ را محملے قرار دادہ باز شبہات فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ قولِ عالم علم الاولین والاخرین را صلی اللہ علیہ وسلم از نظر انداخت کلا وحاشا كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا (سورۃ الکہف:۰۵) وفہمید کہ معنی فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَهٗ ای بَعْدَ نُزُوْلِهٖ وفہم مرادہ يُؤْمِنُوْنَ ودر فہم مراد بشہادت ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ وبدلیل بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ ہماں فہم نبوی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام مقبول ومنظور نظر شارع است۔

اصل دوم

در ذکر مقدم و مؤخر کہ واقعست در کلام الٰہی و نوعیست از مُبہم

بداں کہ تقدیم و تاخیر در کتاب اللہ واقعست برائے فوائد مثلاً اہتمام یعنی امر مہتم بالشان را اولاً ذکر نمودہ مے شود اگرچہ فی الواقع مؤخر باشد۔

ایں جا سادہ لوحی خیال نہ نماید کہ قول بہ تقدیم و تاخیر یک نوع اعتراض است برحق سبحانہٗ وتعالیٰ و اصلاح برائے نظمِ قرآنی تعالیٰ اللہ عَنْ ذٰلِکَ عُلُوًّا کَبِیْرًا بلکہ او را در رنگِ اظہار مراد باید فہمید۔

اہلِ بصیرت ایں را از محسنات بلاغت می انگارند و باعث بر قول بہ تقدیم و تاخیر مستند او یا فسادِ معنی می باشد و ابہام در وکہ بغیر قول بہ تقدیم و تاخیر مراد واضح نہ گردد۔ چنانچہ ابن ابی حاتم از قتادہ آوردہ در قول او تعالیٰ فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَا اَوْلَادُهُمْ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِی الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (سورۃ التوبۃ:۵۵) کہ گفت ایں از تقادیم کلام است اصلش فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَا اَوْلَادُهُمْ فِی الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِی الْاٰخِرَةِ ونیز از و آوردہ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّاَجَلٌ مُّسَمًّى (سورۃ طٰہٰ:۱۲۹) اصل او ولولا کلمۃ واجل مسمی لکان لزاما واز مجاہد در اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا قَيِّمًا (سورۃ الکہف:۲) یعنی اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ قَيِّمًا وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا و از قتادہ در قول او سبحانہٗ اِنِّیْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ (سورۃ آل عمران:۵۵) یعنی اِنِّیْ رَافِعُكَ اِلَیَّ وَمُتَوَفِّيْكَ و از عکرمہ در لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ (سورۃ صٓ:۲۶) یعنی لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ يَوْمَ الْحِسَابِ بِمَا نَسُوْا و از ابن زید وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ

عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا (سورۃ النساء:۸۳) یعنی اذا عوا بہ الا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ وَرَحْمَتُهٗ لم ینج قلیل ولا کثیر واز ابن عباس در فَقَالُوْا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً (سورۃ النساء:۱۵۳) یعنی فَقَالُوْا جَهْرَةً اَرِنَا اللّٰهَ واز ایں باب است وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا (سورۃ البقرۃ:۷۲) یعنی اول قصہ از ایں جا شروع است گرچہ مؤخر است در تلاوت و تقدیم اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ برائے تنقیش ایں معنی است اولاً و در وایں ہا و شان کہ ذبح گاوی برائے اظہار قاتل است۔

وقولہ تعالیٰ اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ (سورۃ الجاثیہ:۲۳) از ایں قبیل است یعنی مَنِ اتَّخَذَ هَوَاهُ اِلٰهَهٗ وقول او سبحانہٗ اَخْرَجَ الْمَرْعٰى فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰى (سورۃ الاعلیٰ:۴-۵) بنا بر تفسیر احوی باخضر و گردانیدن او صفت برائے مرعی ای اَخْرَجَهٗ اَحْوٰى فَجَعَلَهٗ غُثَآءً و تاخیر برائے رعایت فاصل است۔

وقول او سبحانہٗ وَغَرَابِيْبُ سُوْدٌ (سورۃ الفاطر:۲۷) ای سُوْدٌ غَرَابِيْبُ چہ غرابیب بمعنی شدید السَّوَادِ وقولِ سبحانہ فَضَحِكَتْ (سورۃ ہود:۷۱) فَبَشَّرْنٰهَا فَضَحِكَتْ وقول او سبحانہٗ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَاۤ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ (سورۃ یوسف:۲۴) ای لولا ان رای برہان ربہ لھم بھا بناء علیہ ھم منفی است از یوسف علیہ السلام یا[1] برائے انواع[2] دیگر مثل تبرک و تعظیم و تشریف وغیرہ۔

---

[1] قول برائے انواع معطوف است بر یا برائے فسادِ معنی۔

[2] مراد از معنی ابتہام است کہ مفہوم لفظ باشد یا مصداق واقد بر ۱۲ منہ

اصل سوم

در بیان آنکه اراده یک معنی در مواضع کثیره دلیل نمی باشد بر آنکه در یکے موضع از کلام ہماں متکلم بغیر او مراد داشته نشود

یعنی از کثرت موارد قانون کلی نباید فہمید بلکہ جائز است در یکجا معنی دیگر مراد باشد یعنی دلیل صارف از ارادۂ معنی حقیقی و دلیل احتمال اللفظ یعنی در لغت عرب مثلاً آں لفظ دراں معنی مستعمل شده باشد دلیل (۳) تعیین مراد یعنی چونکہ غیر از موضوع لہ معانی کثیرۃ اند پس دلیل باید کہ تعیین معنی مراد کند و دلیل (۴) جواب عن المعارض یعنی جواب دادن از دلائے کہ معارض معنی مراد باشد۔ بناء کار ایں چہار ادلۂ اربعہ باید فہمید نہ ملاحظہ کثرت موارد۔

شواہد ایں را کہ گفتم از قرآن مجید باید شنید۔ ہر جا در قرآن معنی اسف حزن است وایں دلیل شده نمی تواند بر اینکہ در فَلَمَّا اٰسَفُوْنَا (سورۃ الزخرف: ۵۵) کہ معنی او فلما اغضبونا است ہماں معنی حزن است۔

وہر جا در قرآن کریم از بروج کواکب مراد اند وایں دلیل نیست بر اینکہ در وَلَوْ كُنْتُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ (سورۃ النساء: ۷۸) کہ معنی او کوشکہائے محکم است ہماں کواکب مراد باشد وہر جا از لفظ بخس نقصان مراد است مگر در ثمن بخس اے حرام۔ وہر جا از بعل زوج مراد است مگر در اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا یعنی صنما وہر جا از بُكْمٌ گنگ از کلام من حیث الایمان مگر در عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا در سورۂ اسراء و مگر بکم در سورۃ النحل کہ مراد دریں ہر دو جا عدم قدرت است بر مطلق کلام وہر جا از جِثِيًّا[1] معنی جمیعا مراد است مگر در وتری كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً (سورۃ الجاثیۃ: ۲۸) کہ مراد ازاں بر زانو شونده است وہر جا از حُسْبَان عدد مراد است مگر در حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ

[1] چنانچہ در تفسیر عباسی مرتبہ صاحب قاموس است و در سورۂ مریم جثیا دو بار آمده ۱۲ منہ

در سورۃ کہف یعنی عذاب وہر جا از حسرت ندامت است مگر در لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسْرَةً فِیْ قُلُوْبِهِمْ (سورۃ آل عمران: ۱۵۶) یعنی حزنا وہر جا دحض بمعنی باطل است مگر در فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ای من المقروعین وہر جا از رجز مراد عذاب است۔

مگر در وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ (سورۃ المدثر: ۵) کہ بت است۔ وہر جا از ریب شک است مگر در رَيْبَ الْمَنُوْنِ (سورۃ الطور: ۳۰) کہ حوادث دہر اند۔ وہر جا از رجم قتل است مگر در لَاَرْجُمَنَّكَ ای لاشتمنک و مگر در رَجْمًا بِالْغَيْبِ (سورۃ الکہف: ۲۲) ای ظنا وہر جا از زُوْرَ کذب مع الشرک مگر در مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا (سورۃ المجادلۃ: ۲) کہ فقط کذب است وہر جا از زکوۃ مال است مگر در وَحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً (سورۃ مریم: ۱۳) ای طهرة وہر جا از زکوۃ مال است مگر در وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ (سورۃ الاحزاب: ۱۰) ای شخصت وہر جا از سخر استہزاء مراد است مگر در سُخْرِيًّا در سورۂ زخرف کہ از تسخیر و مسخر نمودن است وہر جا از سکینہ طمانیت مراد است مگر در قصہ طالوت کہ شئی مانند سر گربہ صاحب دو باز و است وہر سعیر در قرآن مراد از و آتش است مگر در ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ (سورۃ القمر: ۴۷) کہ عنا است وہر شیطان مراد از و ابلیس است و لشکر او مگر در وَاِذَا خَلَوْا اِلٰی شَيٰطِيْنِهِمْ (سورۃ البقرۃ: ۱۴) وہر شہید بغیر از مقتولاں مراد از و گواہ است مگر در وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ (سورۃ البقرۃ: ۲۳) ای شُرَكَآءَكُمْ وہر جا مراد از اصحاب النار دوزخی اند مگر در وَمَا جَعَلْنَا اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً (سورۃ المدثر: ۳۱) کہ مراد ایں جا خازنان دوزخ اند وہر جا از صلوۃ عبادت و رحمت است مگر در وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ (سورۃ الحج: ۴۰) کہ مواضع واماکن اند وہر جا از صم صم در سماع فی الایمان است خاصۃ مگر در یک جا کہ در اسراء است۔ وہر قنوت طاعت است مگر وَكُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ کہ مُقِرُّوْنَ است وہر کنز مراد از و مال است مگر در کہف کہ مراد از و صحیفہ علم است وہر مصباح مراد از و کوکب است مگر در سورۃ نور کہ چراغ است وہر نکاح در و تزوج است مگر در حَتّٰۤی اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ای الحلم وہر ورد دخول است مگر در فلما

وَرَدَمَآءَ مَدْیَنَ کہ مراد از و ہجم علیہ است نہ دخول و ہر جا مراد از وسع طاقت ست چنانچہ لَایُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا مگر در ذکرِ طلاق کہ مراد از نفقہ است و ہر یاس مراد از ونا امیدی است مگر در سورۂ رعد[1] کہ از علم است علیٰ ہٰذا القیاس دیگر مواضع را بہ تدبر فکر کن۔

اصل چہارم

درآنکہ مفسرین را چونکہ مطمحِ نظر ہمہ رفع یک اشکال باشد باختلاف مسالک از انکہ وجوہ نظم محتمل آنہا باشد مخالف از یکدگر نتواں شمرد

لایکون الرجل فقیھا کل الفقہ حتی یری للقرآن وجوھا کثیرۃ یعنی بعد از انکہ متناقض یک دگر نباشد باین معنی کہ اصل مطلب و مطمحِ نظر باختلاف توجیہ متبدل نہ گردد۔ مثلاً ابن عباس مُتَوَفِّیْکَ ممیتک گرفتہ قول بتقدیم و تاخیر نمودہ و دیگراں مستوفیک یا قابضک یا ممیتک بعد النزول و رافعک الان مراد داشتہ۔

مطمحِ نظر چونکہ رفعِ اشکال واحد است و آں بودن موت قبل از رفع خلاف امر واقعی کہ از آیات رفع مثل وَمَا قَتَلُوْہُ وَمَا صَلَبُوْہُ (سورۃ النساء:۱۵۷) و مثل وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ الخ (سورۃ النساء:۱۵۹) و از احادیثِ صحیحہ مرکوز خاطر اوشاں شدہ بود و الاکدام باعث است ابن عباس را بر قولِ تقدیم و تاخیر زیرا کہ قطع نظر از انکہ گنجائش تقدیم ہیچ گونہ فساد معنی لازم نمی آید پس نظر بہ وحدت علتِ غائیہ ہمہ کہ رفعِ اشکال واحد است بعینہٖ کلھم متفق اند یعنی با یکدگر متناقض نیند تا کہ بمراعاۃ صحبت یکے وحرمان دیگرے قول یکے مقبول و دیگرے مردود تصور نمودہ شود۔

[1] در سورۃ رعد:۳۱۔ افلم ییئس الذین آمنوا (یاس بمعنی علم و دانست است)

ارے دریں تامل ہیچ را بکار باید برد کہ لفظ توفی را معنی بغیر از موت در لغت آمدہ است یا نہ۔ بعد از رجوع بکتب لغت و تفاسیر مثل قاموس و صحاح و مصباح منیر و مجمع البحار و شراح قسطلانی و کرمانی و بیضاوی و کبیر وغیرہ تفاسیر محقق گشتہ کہ در لغتِ عرب توفی بمعنی قبضِ تام آمدہ۔

می گویند توفیت مالی یعنی ہیچ از مال خود نگذاشتہ ام ہمہ را گرفتہ ام الان بعد تتبع و تحقیق ایں معنی فکرے باید نمود کہ محاورۂ قرآن کریم کدام معنی را معاضد و مؤید است اصل سابق بظہور پیوست کہ کثرت موارد را دلیل حکم کلی نباید فہمید بشہادتِ نظائر قرآنیہ بلکہ بناء کار بر دلیل احتمال اللفظ و فلاں و فلاں است و معہذا۔

آیت اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِھَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِھَا (سورۃ الزمر:۴۲) حسب بیانِ ابن عباس منادی است باعلیٰ نداء بریں کہ معنی توفی مشترک است مابین موت و منام یعنی ہر دو از افراد وے اند۔ ترجمہ۔ اللہ قبض می کند ارواح را عند الموت و عند المنام فَیُمْسِکُ الَّتِیْ قَضٰی عَلَیْھَا الْمَوْتَ وَیُرْسِلُ الْاُخْرٰی اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی۔ پس نمی گذارد کسے را کہ بر وے موت مقدر گردانیدہ است و میگذارد دیگرے تا وقتِ معین۔ قید امساک و ارسال ممیز یک دیگر است۔ قبض روح مع الامساک موت است و قبضِ روح مع الارسال خواب است۔ و غلط نمودہ است کسے کہ از یتوفی معنی میراند گرفتہ چہ بریں تقدیر بعد ثبوت معنی قبض حسب محاورہ قرآن کریم ایں قدر خلجان ماندہ کہ معنی موت در موارد قرآنیہ کثیر الوقوع است بخلاف معنی قبض کہ در اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ بالاتفاق و در مُتَوَفِّیْکَ محتمل رفعِ خلجان مذکور ملاحظہ شواہد قرآنیہ کہ الان در اصل سیوم گذشتہ اند برائے فہیم سلیم الطبع کافی است چہ بر ظاہر است کہ تبدل معنی فعل وقت تغیر مسند الیہ بوجہے کہ قرآن والہ بر تعذر یک معنی شہادت دادہ باشد از قبیل ما یجہ العقل نے بلکہ واقعی است ایک لفظ

صلوٰۃ وقت استناد او بسوئے مکلفین از رو معنی اوضاع شرعیہ یعنی نمازی شود مگر در حین نسبت او بجانب حق سبحانہ وتعالیٰ چنانچہ در ﷺ یا در یُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ (سورۃ احزاب:۵۲) تُوُفِّيَ زَيْدٌ قُبِضَ زَيْدٌ ہر جا دال بر موت زید خواہد بود مگر وقتیکہ زید را امیر گرفتہ برائے خود برد بعد از علم ایں واقعہ خواہ بطریق معائنہ یا بطور استماع اگر شخصے حکایت کرد کہ تُوُفِّيَ زَيْدٌ یا قُبِضَ زَيْدٌ معنی او گرفتہ شد زید خواہد بود نہ مردہ شد باقی ماندہ کلام در علم واقعہ مسیح در بیان معنی آیات عنقریب خواہد آمد فانتظرہ بعد ملاحظہ معنی فاء تعقیب کہ در فیمسک است باید کہ موت مع الامساک موت باشد وموت مع الارسال منام باشد وھو کما تری.

ارے بر تقدیر ارادہ مجموع جسم وروح از نفس فساد مذکور اگرچہ لازم نیست لیکن نظر بہ قول ابن عباس وصریح نظم مخالف ماسبق لاجلہ الکلام خواہد بود بمنزلہ تحریف گو کہ بر ہر دو تقدیر از ارتکاب مجاز چارہ نے۔ تفسیر کبیر وقول ابن عباس وروح البیان وتفسیر ابن کثیر را ایں جا ملاحظہ باید فرمود ورجال را بقول باید شناخت نہ قول را برجال۔

حاصل آں کہ کسے کہ معنی قبض را لا اصل لہٗ دانستہ وتفسیر ابن عباس را مخالف تفسیر دیگراں شمردہ بعد از انکہ مطمح نظر ہمہ یکے است وقلیل توجہ ہمگناں واحد بدو وجہ خطا کردہ چہ در قرآن کریم استعمال توفی بسہ (۳) وجہ متحقق گشتہ۔ یکے در مطلق قبض چنانچہ در اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ (سورۃ الزمر:۴۲) دوئم در موت کہ فرد اوست۔ چنانچہ در والذین یتوفون (سورۃ بقرۃ:۲۳۴) وغیرہ سوئم در منام کہ ہم فرد است برائے مطلق قبض چنانچہ در وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰكُمْ بِالَّيْلِ (سورۃ الانعام:۶۰) وآنچہ مرزا صاحب در ازالہ گفتہ کہ در یتوفکم اطلاق موت بر منام بر علاقۃ النوم اخ الموت است پس منشاء او غفلت است از فرق مابین مطلق وافراد او۔

اصل پنجم

در بیان ایں معنی کہ صحتِ احادیث واردہ در باب نزولِ مسیح بہ ہر دو طریق کشفی ورسمی بہ پایۂ ثبوت رسیدہ یا بہ یکے ازاں ہر دو

صحتِ احادیث نزول وآثار صحابہ بالخصوص اثر ابن عباس کہ تعلق بہ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وارد در کتب احادیث وتفاسیر معتبرہ چنانچہ صحاح وتفسیر ابن جریر وابن کثیر باسانید صحیحہ بہ ثبوت پیوستہ والی یومنا ہذا امتِ مرحومہ بر طبق ارشاد آنحضرت ﷺ ترکتم فیکم امرین لن تضلوا بعدی ماتمسکتم بھما کتب اللہ وسنۃ نبیہ بسمع رضا وقبول تلقی نمودہ۔ عبارات کتب مذکورہ عنقریب خواہند آمد۔

واما ثبوت کشفی پس بہ نقل عبارات شیخ محی الدین ابن عربی وامام ہمام جلال الدین سیوطی کہ جناب مؤلف ازالہ اوہام وقول فصیح در بارہ بودن الہام اقوی دلائل برنحیکہ ہیچ دلیل قوت مقاومت ومصادمت او ندارد۔ قول ہمیں بزرگواراں را سند آوردہ بظہور خواہد پیوست۔

اما ایں جا بلائے ناگہانی بنظری آید کہ علاج پذیر نیست چہ محی الدین ابن عربی قدس سرہ جلد اول فتوحات حدیث زریب بن برثملا وصی مسیح ابن مریم را نقل فرمودہ می گوید کہ ایں حدیث اگرچہ علمائے رسوم در صحت او تکلم نمودہ لکن نزد ما کشفا بہ پایۂ ثبوت رسیدہ است۔ آں وصی مسیح صحابہ را وقتِ مراجعت از حلوان عراق نزد کوہ ملاقی شدہ۔ می گوید کہ مسیح ابن مریم دریں جبل مرا امر بسکون کردہ بود وتا وقتے کہ من از آسمان نازل شوم ہمیں جا بعبادت مشغول مانی۔

عمر رضی اللہ عنہ بعد استماع ایں واقعہ از صحابہ فرمود کہ ما نیز شنیدیم از رسول خدا ﷺ کہ بعضے از اوصیاء مسیح ابن مریم دریں کوہ ہستند۔ عنقریب نقل بعبارتہ مع ترجمہ می آید۔ جسم مسیح

چونکہ در خطۂ دلپذیر کشمیر حسب قول جناب مؤلف ایام الصلح[1] مدفون است نزول او در قادیان بچہ معنی خواہد بود۔

وحدیث دیگر از مرویات احمد کہ ابن کثیر در تفسیر خود وعلامہ سیوطی در درِ منثور آوردہ کہ مسیح علی نبینا وعلیہ السلام شب معراج بعد وقوع گفتگو در بارۂ قیامت گفتہ کہ وقت معین او را بغیر خدائے عزوجل کسے نمی داند اما ربّ من با من عہد فرمودہ کہ قبل از قیام قیامت نازل خواہی شد او لا دجال از دیدن تو گداز شود بعد از ان یاجوج ماجوج را ہلاک خواہی کرد حدیث مع نقل عبارت می آید۔

آں مسیح موعود کہ در شب معراج خبر از نزول خود و ہلاک دجال و یاجوج ماجوج دادہ و آں مسیح موعود کہ وصی خود را در کوہے از کوہہائے عراق نشاندہ در یں ایام خجستہ فرجام بطریق تناسخ در جسم دیگر غیر از جسم اول کہ در کشمیر مدفون است تعلق گرفتہ در شہر قادیان مسمیٰ بہ جناب مرزا صاحب گشتہ بعد مطالبہ وصی خود از جبل عراق و سائر اوصیاء از شام وغیرہ نواحی توجہ بحال دجال مبذول خواہند فرمود۔

بعدہٗ عنان ہمت بسوئے یاجوج وماجوج منعطف خواہند نمود۔ آنچہ ناپذیرے علاج گفتم از برائے آنکہ نہ انکار حدیث را راہے کہ کشفی است ونہ امکان تاویل را مساغی کہ خفی[2] است روئے قرار بکہ آوردہ شود۔ آخر ہمیں کہ بطریق تناسخ روح مسیح کہ نبی وقت بود در شب معراج ذکر نزول خود پیش آنحضرت ﷺ کردہ جسم دیگر را شرف فرمودہ رونق افروز قادیان گشتہ۔ برادرا اگر نویسم چہ نویسم اگر گویم چہ گویم۔ اللھم اصلح امۃ محمد ﷺ وارحم امۃ محمد ﷺ اللھم فرج عن امۃ محمد ﷺ واغفر امۃ محمد ﷺ۔

---

[1] ایام الصلح نام کتابیست از تصنیفات جناب مرزا صاحب مدفون بودن عیسیٰ ابن مریم دراں کتاب خطۂ دلپذیر کشمیر نسب قلم فرمودہ اند۔ ۱۲ منہ

[2] خفی یعنی منسوب بسوئے حسب مراد نابودہ وغیر واقعی چہ قول بمثیل وقتے درست آید کہ جناب مرزا صاحب شب معراج گفتگو نمودہ باشند یا وصی خود را در کوہ عراق نشاندہ باشند۔ ۱۲ منہ

اصل ششم

تجسس وغور در یں معنی کہ عقیدۂ اجتماعی مسلمانان از صحابہ کرام الیٰ یومنا در مسئلہ رفع عیسیٰ ابن مریم ونزول اُو چیست

از ملاحظۂ نصوص حسب تفاسیر صحابہ وقرائن سیاق ومطالعۂ احادیث صحیحہ کہ عدد آنہا بحد ی رسد ومعاینۂ جمیع تفاسیر وعلم کلام از بس روشن است کہ ہمگی تصدیق بمعنی مشترک متفرع از حذف خصوصیات یعنی رفع جسمی ونزول ہماں عیسیٰ بن مریم کہ نبی وقت بود میداشتند ومیدارند وثبوت ہمیں معنی مشترک چونکہ مستند او تواتر معنویست برتبہ یقین رسیدہ ہر چند کہ کلام در خصوصیات ایں معنی واقع شدہ چنانچہ رفع بحیوٰۃ اولیہ یا بالحیوٰۃ موہوبہ بعد الموت در حالت بیداری یا در حالت نوم بتخلع بدن واعطا بجسم نوری یا بہمان بدن ونزول ہماں جسم یا بجسم برزخی ومنجملہ اقوال مذکورہ رفع ونزول ہر دو بجسدہ العنصری مسلک جم غفیر از اہل سنت وجماعت را بودہ اما بایں معنی مشترک داشتہ ہر کہ ایمان چہ اہل اسلام وچہ غیر او یعنی رفع ونزول ہماں ابن مریم بعینہ نہ کسی مثیل او بایں معنی کہ مصداق احادیث قرار دادہ شود چہ ظاہر است کہ در آیات چونکہ امکان قول بمثیل مسیح نے۔ در احادیث کہ متعلق ہماں آیات اند ومحوث عنہ ہر دو (۲) یکے چہ گونہ عاقلے گفتہ می تواند کہ مراد در احادیث مثیل است نہ آں مسیح الا جناب مرزا صاحب کہ اجماع مذکور را اجماع کور انند و باور کنند و ایں چنیں مضامین واہیہ بغیر از بادیہ نشینان عرب دیگرے گے می تواند بود۔ آیا ممکن است کہ تہذیب وتعلیم یافتگان لندن ایں چنیں مضامین را در اذہان خود جائے دہند۔ در کتاب خود ازالۂ اوہام ثبت فرمودہ اند در ایام

---

[1] ای گویہ محرر سطور المدعو بمہر علی شاہ عفی عنہ زیرا کہ بنیاد دوم کتاب مگر احادیث را کہ صحت آنہا از ہر دو طریق یعنی اصطلاحی وکشفی بثبوت پیوستہ۔ ۱۲ منہ

اصلح مجرب ناداں و بے حیا یاد فرمودہ۔ سُبْحَانَ اللّٰہ نظرِ نبوت چہ قدر وسعت و احاطہ داشتہ کہ از مشاہدۂ ہمیں حالات۔ اللّٰہ اللّٰہ فی اصحابی لاتتخذوھم وھم غرضا بعدی فمن احبھم فبحبی احبھم ومن ابغضھم فببغضی ابغضھم فرمودہ۔

نمی گویم کہ جناب مرزا صاحب قصداً اصحابہ کرام را در حالتِ اختیار الفاظ مذکورہ گفتہ بلکہ حسب زعم خود چونکہ مفاد آیات مزعوم خود فہمیدہ از حمایت حق در جوش آمدہ بحالتِ اضطراری فرمودہ آنچہ فرمودہ بخدائے لایزال ولم یزل کہ از ہمہ خیالات جناب بہ نسبت ایں افتراء کہ امام بخاری و مالک بلکہ ہمہ اہالی اسلام از صحابہ تا ایں دم بر عقیدۂ من کہ مراد از عیسیٰ بن مریم مذکور در احادیث مثیلِ اوست نہ آں مسیح کہ نبی وقتِ خود بود گذشتہ اند سخت متحیرم کہ بر وَمَنْ يَّكْسِبْ اِثْمًا فَاِنَّمَا يَكْسِبُهٗ عَلٰى نَفْسِهٖ (سورۃ النساء:۱۱۱) اکتفاء نہ فرمودند بلکہ وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْٓئَةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْٓـــًٔا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا (سورۃ النساء:۱۱۲) را کار بستند۔ اللھم اغفر امۃ محمد ﷺ وارحم امۃ محمد ﷺ۔

صاحب تقویٰ خدا ترسے ملہمے مقتدائے ہرگز گفتہ نمی تواند مگر یقیناً معلوم می شود کہ یا تیقن جناب بباعثِ الہامات بحدے رسیدہ کہ عقائد ہمہ اہل اسلام در رنگ عقیدۂ خویش کہ فی الواقع منفرد اند دراں بنظر می آیند۔ معالجۂ ایں بزرگانِ دین علیہم الرضوان چنیں فرمودہ اند کہ در ہر الہام کتاب وسنت را معیار باید داشت ویا خیر خواہی جناب در حق اسلام بغایتے رسیدہ کہ از خوف انکار وعدم قبول تعلیم یافتگان لندن اکثر مضامین شرعیہ را کہ مستند آنہا نقل است نہ محض عقل مبدل نمودہ۔ بہ نیچے بیان فرمودہ می خواہند کہ فرقہ مہذبین بسمع رضا شنوند واشاعتِ اسلامیہ بحدے رسد کہ تکون الملل کلھا ملۃ واحدۃ بظہور آید لکن ایں خیر خواہی بغیر از تحریف وتبدیل آیاتِ حشر ہرگز ہرگز حسب دلخواہ نتیجہ نخواہد داد۔

اصل هفتم

در بیان کیفیت شخصی کہ خانہ زاد فلاسفہ یونان وغیرہ در عہدِ قدیم بود مسمّٰی بقانون قدرت واز دستِ سکانِ عرب در عہدِ سلطان الانبیاء ﷺ گریختہ مختفی شدہ باز دریں زمانہ فرمانروائے نیچرو مرزائیت گشتہ

اللّٰھم انصر من نصر دین محمد ﷺ واجعلنا منھم واخذل من اعرض عن دین محمد ﷺ ولا تجعلنا منھم۔

فلاسفہ را چونکہ نظر جزئی بر امور معتادہ مکررۃ العود دوختہ وطبیعۃ کلیہ را مستبدِ آثار واحکام آنہا را مقتضی بالطبع دانستہ لاجرم بحکم آنکہ اقتضاء طبعی تغیر وتبدل در فردے از افراد اگرچہ ہنوز بعرصہ وجود نتاختہ باشد نمی پذیرد۔ قانونِ قدرت را بحیثیت لایشذ عنہ فرد پیدا آوردند وقدرت واسعہ آں قدیر مطلق محدود ومنحصر بر ہماں موارد معتادہ زعم نمودند بناءً علیہ قوانین خود را مثلاً عمر طبعی انسان زائد بر صد وبیست سال نمی باشد یا حیاتِ انسان بغیر از طعام معتاد زائد بر چندے ایام متصور نے وبجز ازیں کہ شاید مبداء کل فعال لما یرید ایں چنیں سببے از اسباب کونیہ ووضعے از اوضاع فلکیہ پیدا آرد کہ اغذیہ معتادہ وآجال مالوفہ متبدل بغیر معتادہ وغیر مانوسہ گردند ظاہر بینے کہ نظر او را کش از غشاوہ تانس وتالف نگذشتہ وپے بحقیقت کار نبردہ بعد ظہور خارق عادت روئے نجات وندامت در برقع تجسس اسباب غیبیہ می پوشد وکرہا اعتراف بہ نقض قانون بستۂ خود مے نماید۔

اری اگر حاضر وقت ظہور نہ باشد تاہم بمجرد استماع روئے بانکار کشد۔ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ (سورۃ القمر:۲) شاید حال ایں گروہ است۔

ایں جا واقعہ عزیر علی نبینا و علیہ السلام. اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْيَةٍ وَّهِیَ خَاوِيَةٌ عَلٰی عُرُوْشِهَا قَالَ اَنّٰی يُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰی طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ وَانْظُرْ اِلٰی حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَی الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ (سورۃ البقرۃ:۲۵۹) و ابراہیم علی نبینا و علیہ السلام وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اَرِنِیْ كَيْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰی وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰی كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (سورۃ البقرۃ:۲۶۰) و اصحاب کہف وَلَبِثُوْا فِیْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا (سورۃ الکہف:۲۵) باعلی صوت ندا می کنند کہ ہیچ قانونے را حاوی قدرت زعم نہ نمائید۔

ایں جا اسناد كيف تحيي الموتى را زیر نظر باید داشت باز افعال ارجع ابراہیم یعنی فَخُذْ اَرْبَعَةً و فَصُرْهُنَّ و ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰی كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا و ثُمَّ ادْعُهُنَّ۔ مثل آستین باید داشت۔

وہماں احیاء حق را مانند دست در آستین و موجب ظہور يأتينك سعيا باید فہمید نہ آں کہ ابراہیم را محیی اموات تصور کنی تا کہ مفضی الی الشرک فہمیدہ تاویل نصوص مثل تاویل در تحيي الموتى باذني در حق عیسیٰ علی نبینا و علیہ السلام کنی۔

الحاصل نصوص خود صراحۃً مشعر اند باآنکہ صفت احیاء از حق بود نہ از ابراہیم و عیسیٰ لفظ تحيي الموتى در اول و کلمہ باذني در ثانی شاہد ایں معنی است۔

ازیں جا فہمیدہ باشی کہ ہمہ تاویلات در امثال ایں مواضع چنانچہ در ازالۂ اوہام مذکورہ

شدہ مثل اند بر دو ہوں از ما سبق و نیز دانستی کہ وَمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ (سورۃ الحجر:۴۸) را محمول بر اطلاق و ظاہر داشتن و ہمچنیں خالدین را یعنی بر دوام بعد حساب مخصوص فہمیدن تخطیہ مے کند اور اقصہ معراج و ہبوط آدم و عزیر علیہما السلام و بنی اسرائیل بعد احتراق بصاعقہ و مقتول اوشاں۔

وعذر جناب مرزا صاحب در ازالۂ اوہام کہ آمدن روح عزیر علیہ السلام بطریق عارضی بود ہیچ نفع نمی دہد۔ چہ بر تقدیر زندہ شدن عزیر و آمدن روح و بعد زندہ گردانیدن بنی اسرائیل و مقتول کما قال تعالیٰ ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ (سورۃ البقرۃ:۵۶)۔ وقال سبحانہ فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا كَذٰلِكَ يُحْیِ اللّٰهُ الْمَوْتٰی (سورۃ البقرۃ:۷۳) قضیہ وماهم منها بِمُخْرَجِيْنَ و ہمچنیں وهم فيها خلدون صحیح نماند و ابن کثیر و ابن جریر ایں جا زندہ ماندن عزیر تا مدت دراز بروایات صحیحہ ذکر کردہ اند۔ مثل ایں آفات از تیزی طبع خود است و الا آیات فی الواقع ہم دیگر تناقض نمی دارند چنانچہ عنقریب خواہی دانست۔

خلاصہ آنکہ ایں قانونِ قدرت از قدیم مصادم و مزاحم ماندہ۔ نصاریٰ را باعث تعجب ازیں کہ تولد بغیر پدر مخالف قانونِ قدرت است موئے کشاں بدار البوار ہو ابن اللہ رسانید۔ مشرکین عرب را بعد استماع واقعہ اسراء یعنی معراج بر تمسخر آوردہ موجب انکار بر انکار گردید۔

عاقبۃ الامر لشکر اسلام کہ سلاح اَشِدَّآءُ عَلَی الْكُفَّارِ (سورۃ الفتح:۲۹) در دست و قال سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ (سورۃ القمر:۴۵) در نظر داشتند روئے گریز آوردہ مدتے مختفی و محجب ماند باز دریں ایام فرمانروائے نیچر و مرزائیت گردید۔ اللهم اصلح امة محمد ﷺ وارحم امة محمد ﷺ اللهم فرج عن امة محمد ﷺ واغفر امة محمد ﷺ۔

اصل ہشتم

در بیان آنکہ تصدیق بمعجزات انبیاء سابقین مبنی است بر ایمان وباور نمودن بقرآن کریم وبما جاء بہ سیدنا ابو القاسم ﷺ نہ آنکہ ناشی باشد از تفضیل سائر انبیاء آنحضرت ﷺ

مثلاً تصدیق نمودن بآنکہ بردست ابراہیم علی نبینا و علیہ السلام احیاء وزندہ گردانیدن جانوران مُردہ ظاہر شدہ بود ایمان است بما جاء فی القرآن نہ ایں کہ ایں تصدیق از فرط محبت ابراہیمی یا اعتقادِ فضیلتِ ابراہیمی بہ نسبت آنحضرت ﷺ باشد۔

بعد تمہید ہذا اگر کسے در انکار ایں چنیں خوارق برائے جائے دادن در اذہانِ سامعین تمسک بایں فقرہ گیرد کہ العیاذ باللہ ما کے روا داریم وچہ گونہ متصور می شود کہ یک فعل از دستِ سیدنا وآقائے ما محمد ﷺ ظاہر نہ شود ودیگرے موصوف بدو شدہ باشد ودر وقت بیان ایں معنی گو کہ سر جنبناں وچشم گریاں وآہ سرد بدر کنان ہم باشد زنہار زنہار ہرگز ایں فقرہ را محمول بر ظاہر واخلاص وفرط محبت باآنحضرت ﷺ نہ نمایند بلکہ ایں را از حیلہ ہائے ہماں شخصے کہ مسمّٰی بقانونِ قدرت است دانند وغور کنند کہ ما بر ما جاء بہ الرسول ﷺ چرا باور نہ کنیم۔

ایں شخص گویا دشمن درصورتِ محب آمدہ درپے غارت گری ایمان ما است۔

دینِ محمدی ﷺ ناسخ ہمہ ادیان آمدہ اورا کسے ناسخ نہ شدہ ودر میدان حشر ہمہ انبیاء علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام بمقامِ شفاعتِ کبریٰ متوسل بدو ﷺ خواہند بود۔

ایں دو امر عوام را بسندہ است برائے فضیلت آنحضرت ﷺ وظہور خوارق حسب مصلحتِ وقت است۔ تفصیل را از کتب مطولہ یا از زبان علماء کثر اللہ سیہم فہمند۔

اصل نہم

در تشریح وتوضیح دعوٰی جناب مرزا صاحب

مدعی جناب ایں است کہ مسیح موعود یعنی آں مسیح ابن مریم در احادیث صحیحہ وعدہ نزولِ او بر زبانِ وحی ترجمان آنحضرت ﷺ مذکور گذشتہ مراد ازان من ہستم نہ آں مسیح ابن مریم کہ نبی وقتِ خود گذشتہ بدلیل آں کہ نبی وقتِ خود فوت گشتہ بشہادتِ قرآن کریم کہ اوّل خبر از وعدہ وفات در قولِ او سبحانہٗ یٰعِیۡسٰۤی اِنِّیۡ مُتَوَفِّیۡکَ وَ رَافِعُکَ اِلَیَّ (سورۃ آل عمران: ۵۵) دادہ وبعد ازاں حکایتِ وفات از زبانِ مسیح علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام در آیت فَلَمَّا تَوَفَّیۡتَنِیۡ کُنۡتَ اَنۡتَ الرَّقِیۡبَ عَلَیۡہِمۡ (سورۃ المائدۃ: ۱۱۷) نمودہ وارواح صلحاء از بندگان خدا عزوجل بجز خروج آنہا از ابدان بعد حضور عند العرش داخلِ جنت می شوند بحکم فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبٰدِیۡ وَ ادۡخُلِیۡ جَنَّتِیۡ (سورۃ الفجر: ۲۹-۳۰) وبحکم قِیۡلَ ادۡخُلِ الۡجَنَّۃَ۔ واہل جنت بعد از دخول دراں بیرون کردہ نمی شوند ازاں بحکم وَ مَا ہُمۡ مِّنۡہَا بِمُخۡرَجِیۡنَ (سورۃ الحجر: ۴۸) پس احادیث صحیحہ کہ خبر از نزولِ مسیح ابن مریم دادہ اند نظر بشہادتِ قرآن کریم بالضرور تاویل طلب خواہند بود (بیان تاویل) گویا آنحضرت ﷺ می فرمایند کہ مشابہ مسیح ابن مریم در بعض اوصاف یک شخص نزول یعنی ظہور خواہد نمود چہ محاورہ قرآنِ کریم است کہ ظاہر نمودن اشیاء را از پردۂ نیستی تعبیر بہ انزال من السماء می نمایند چنانچہ وَ اَنۡزَلۡنَا الۡحَدِیۡدَ باقی ماند اثبات ایں امر کہ آں شخص موعود من ہستم بدلائل الہام وبرائے اثبات ایں معنی کہ الہام دلیل است اقوی از سائر دلائل نقل عبارات پیشوائے اہلِ کشف وشہود محی الدین بن عربی وامام ہمام جلال الدین سیوطی وعبد الوہاب شعرانی عنقریب دریں رسالہ مے آید ان شاء اللہ تعالیٰ ایں است خلاصہ دعوٰی جناب مرزا صاحب وادرا چہار پایہ است وفات مسیح ودخولِ جنت وعدم خروج والہام ایں معنی کہ مسیح

موعود تو لی۔ شکستن پایۂ اوّل از تفسیر آیات عنقریب خواہی دانست۔

وعدم خروج را قصۂ عزیر علیہ السلام بالاتفاق وہبوطِ آدم وحوا از جنت علی مذہب الجمہور پاش پاش نمودہ۔ شیخ محی الدین ابن عربی واتباع او متفرد اند در اثبات جنت ونار برزخیہ غیر از جنت ونار اخرویہ بدلیل آنکہ اختلاف آثار واحکام دلیل است بر اختلاف محل آنہا درشان جنتِ اخروی است۔ اُكُلُهَا دَائِمٌ (سورۃ الرعد:۳۵) لَامَقْطُوْعَةٍ وَّلَامَمْنُوْعَةٍ (سورۃ الواقعہ:۳۳) وبعد دخول دراں خروج نیست بحکم وَمَاهُمْ عَنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ وحرام است بر دیگرے قبل دخول آنحضرت ﷺ وَلَايَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا (سورۃ الدہر:۱۳) ونیز يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَئْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ. هٰذَا مَاتُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبِ ادْخُلُوْهَا بِسَلَامٍ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ (سورۃ ق:۳۰تا۳۴) ودرشانِ اوست بخلاف برزخیہ کہ وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيْهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا (سورۃ مریم:۶۲)۔ وكذا النَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا (سورۃ المؤمن:۴۶) دال است بر کہ دن صبح وشام درو۔

ونیز بحکم فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ (سورۃ البقرۃ:۳۶) اخراج ازو واقع گردیدہ وبحکم وَلَاتَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ (سورۃ الاعراف:۱۹) وبمقتضائے فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا (سورۃ الاعراف:۲۲) منع ازو متحقق وشیطان را قدرتِ دخول دراوست وحدیث خلقتِ آدم وحوا علیہما السلام کہ مروی است از ابن مسعود وابن عباس وغیرہم رضوان اللہ علیہم اجمعین وحدیث القبر روضة من رياض الجنة وحفرة من حفرات النار دال اند بر جنت ونار برزخیہ قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ (سورۃ یٰس:۲۶) ارشاد است برائے دخول ہمیں جنت برزخیہ۔

بالجملہ قصۂ ہبوطِ آدم وحوا وکذا واقعہ عزیر در جنت برزخیہ بر مسلکِ شیخ بودہ پس بعد فرضِ وفاتِ مسیح خروج او از ہمیں جنت برزخیہ نیز جائز خواہد بود چہ وَمَا هُمْ عَنْهَا

بِمُخْرَجِيْنَ درشانِ برزخیہ نیست باقی علماء سوائے شیخ قدس سرہ وَمَاهُمْ عَنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ را حکایت وقت بعد الحساب می دانند۔ لہٰذا بر مسلکِ اوشاں قصہ عزیر وہبوط آدم منافی وَمَاهُمْ عَنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ نمی باشد قصہ عزیر جناب مؤلف را کہ با قائل بامکانِ خروجِ مسیح از جنت پایہ سوم دعوٰی را پاش می نماید۔ باقی ماندہ پایہ الہامی اور الہام محی الدین ابن عربی وجلال الدین سیوطی وامثال اوشاں مکذب است۔

اصل دہم

دربیان باعثِ تحریر ایں رسالہ

بر ناظران صاحب انصاف ومنصفان خالی از اعتساف نیکو روشن است کہ وجود انسان کامل وظہور برزخ حائل نبی باشد یا ولی در ہر زمانے وقرنے موجب رحمتِ عالمیان وراحتِ اہلِ سعادت می باشد۔ نیکو طالعان سر تسلیم وارادت پیش او خم می نمایند وشور بختاں از نائرہ حسد وعناد سر انکار ومصادمت سے فرازند۔

بالجملہ فیضان ایں چنیں نعمت مغتنمہ موجب فخر بنی نوع است بناءً علیہ از عرصۂ دراز بوقتِ تحرک سلسلۂ کلام علماء درباره جناب موصوف ساکت می ماندم وفریقین را معذوری داشتم بلکہ نظر باینکہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ مظہر حقیقتِ اسلام بمقابلۂ اعداء دین پیدا گشتہ وباینکہ ہمچو جناب مولوی نور الدین مفسر محدث معتقد آنجناب اند ہر کسے را از تفوہ کلمات شنیعہ منع می نمودم۔ عاقبت الامر نوبت بداں رسید کہ بعض سادہ لوحاں از اہلِ علم ہماں اعتراضات مرزا صاحب واتباع اوشاں کہ بر عقیدہ اجماعیہ در ازالۂ اوہام وقول فصیح وایام الصلح وغیرہ وغیرہ مندرج شدہ بودند بے تحاشی بہ نظر تحقیر بلکہ بہ تجہیل وتکفیر در ہر مجلسے بر علماء

اسلام از صحابہ الی یومنا ہذا و مشائخ وقت بقید اسامی گفتن شروع کردند۔

از بعض احباب مسموع گشتہ کہ تصنیفات مرزا صاحب از ایں چنیں اعتراضات بہ تمسک نصوص قرآنیہ و کلمات گستاخانہ درحق اہل اجماع پر اند بہ بعید فلاں مقام فلاں کتاب لہٰذا علماء وقت در فلاں شہر فلاں جلسہ حکم نمودہ اند بانچہ نمودہ اند بعد استماع ایں ماجری وحشت انگیز قدرے متوجہ بہ تصنیفات آں صاحب گردیدم لاریب بغیر از تحریف آیات واحادیث واغالیط در نقل واتہام سلف وخلف ندیدم لکن از جہت بے علمی واعتاد الہامی نہ از روے عناد وانکار بناءً علیہ معذور پنداشتن آں صاحب را طریق اسلم یافتم حق سبحانہ وتعالیٰ اوشاں را طریق فہم قرآن فرماید اگر کتاب وسنت را معیار الہام نمودندے در ورطۂ ہلاکت بمصداق اتباع نیفتندے باز بخیال ایں کہ چنداں مایۂ علمی ندارم ولائق ایں توجہ شخصے باید صاحب علم وتقوی وذی فراست والہام چندی سکوت ورزیدم۔ دریں روز ہا بعض از یاراں حسب ظن خویش کہ درحق ایں بے ہیچ می دارند باعث قوی بر تحریر ایں سطور گشتند واز الۂ اوہام خود را کہ از مطالعۂ ازالۂ اوہام پیدا شدہ بودند درخواستند ناچار با ظہار عقیدۂ خود کہ ہماں عقیدۂ اجماعیہ است پرداختم وعبارت ایام الصلح را کہ متعلق ایں مسئلہ بود نوشتہ چیزے کہ برائے دفع غبار اعتراض از چہرۂ مذہب سلف وخلف رضوان اللہ علیہم اجمعین حسب فہم ناقص رُوے نمود ثبت عجالہ ہذا کردم وَمَا اُبَرِّئُ نَفْسِيْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْٓءِ (سورہ یوسف:۵۳) واگر کسے جائے کلمۂ گستاخی سرزدہ باشد ناچار از نظر ہماں جملہ ہائے جناب کہ بر علمائے اسلام نمودہ اند خواہد بود واخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین والہ وعترتہ وصحبہ اجمعین۔

مقصد اوّل

دربیان معانی آیات کہ تعلق دارند بایں مسئلہ

قولہ: وفات حضرت عیسیٰ علیہ السلام از اقرار فرقان حمید ثابت ومتحقق است وآیۂ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ کالشمس فی نصف النہار توضیح می کند کہ ہرچہ فساد وخلل در عقائد نصاریٰ رایافتہ بعد از وفات جناب عیسیٰ بودہ اگر چنانچہ مزعوم حزب نادان است حضرت عیسیٰ الی حین زندہ است مارا باید اعتراف کنیم بایں کہ عقائد نصاریٰ بعد صحیح ومبرا از شوائب فساد است۔

ومعنی توفی ایں جا قطعاً غیر از اماتت ومیراندن نہ۔ چنانچہ امام بخاری قول حضرت افقہ الناس ابن عباس مُتَوَفِّيْكَ مُمِيْتُكَ را در اصح الکتب آوردہ حدیث کما قال العبد الصالح بجہت استظہار وتقویت قول ابن عباس منقول فرمودہ وشارح عینی از اسناد ایں قول بحث کردہ است۔ انتہی

اقول: جملہ (ومعنی توفی ایں جا یعنی فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ قطعاً غیر از اماتت ومیراندن نہ) دعوی است وچنانچہ امام بخاری الخ دلیل اوست۔ گوئیم اثر ابن عباس یعنی مُتَوَفِّيْكَ مُمِيْتُكَ دلالت نمی کند بر قطعیت ارادہ معنی از اماتت از فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ از برائے آں کہ ابن عباس خود نظر بآں عقیدہ اجماعی ونص بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کہ قطعاً دال است بر رفع جسمی چنانچہ عنقریب می آید در مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ الی قول بہ تقدیم وتاخیر کردہ واز فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ معنی رفعتنی مراد داشتہ چنانچہ مرفوعاً از ابن عباس بروایت ابی صالح آمدہ ونیز اخرج ابو الشیخ عن ابن عباس الخ در منثور وقتادہ واز انس ہماں قول بتقدیم وتاخیر را روایت نمودہ ودو اثر باسناد صحیح کماذکرہ ابن کثیر فی تفسیرہ کہ دال اند بر رفع جسمی ونزول مسیح وشاہد عادل اند بر مذہب

ل ایام الصلح صفحہ ۳۷۔

ابن عباس زیر آیت بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ، وَاِنْ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ عنقریب مذکور خواہند شد۔ پس قول ابن عباس را در مُتَوَفِّيْكَ شاہد آوردن برارادہ معنی اماتت از فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ مغالطہ دادن است۔ ناظرین را ازیں جا بطلانِ استشہاد بقول ابن عباس برارادۂ معنی اماتت از فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ ظاہر گشت۔

ارے اگر بعد ارادۂ معنی مُمِيْتُكَ از مُتَوَفِّيْكَ بشہادت قول ابن عباس باز برارادۂ معنی میراندن از فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ استدلال گرفتہ شود بایں کہ از مُتَوَفِّيْكَ وعدۂ میراندن حسب تفسیر ابن عباس واز فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ تحقق توفی موعود مستفاد می گردد۔ بناءً علیہ از فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ قطعاً معنی اماتت ومیراندن مراد است البتہ وجہے دارد۔ لکن بریں طریق مخالفتِ مذہب ومسلک ابن عباس کہ در تفسیر فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ داشت خواہد بود۔ بیت

تو مارا ہمیں چاہ کندی براہ　　بسرا جرم خود فتادی بچاہ

مقتدائے ملہمے۔ خدا شناسے راست بازے کے روائی دارد کہ دیگراں را بمخالفت افقہ الناس اتہام نماید وخود در پردہ مسلکے مخالفت گیرد۔ مزید براں نزد ناظرین اکتفاء وتاسی بدوظاہر نمودہ باشد لہٰذا نظر باوصاف مذکورہ روانداریم کہ جناب مؤلف صاحب عمدا ایں وفاق ظاہری وخلاف باطنی یا مغالطہ دہی ورزیدہ باشد۔

ازیں جا فہمیدہ باشی کہ سائر مفسرین شکر اللہ سعیہم در مُتَوَفِّيْكَ معنی مُمِيْتُكَ چرا گرفتہ اند بلکہ قابضک یا مستوفی اجلک وغیرہ وغیرہ مراد داشتہ۔

از جہت نظر بہماں وحدت موعود ومتحقق چہ بریں تقدیر در یک واقعہ از یک لفظ دو معنی متخالف مراد داشتن در بادی النظر خالی از سخافت نیست اگرچہ بعد غور شواہد تقادیم الکلام ودلیل تعذر ارادہ معنی اماتت ابن عباس مستقیم می باشد ونیز باید دانست کہ بعد لحاظ آں کہ مطمح نظر ومقصود ہمہ مفسرین رفع ہمہ اشکال است تخالف اوشاں در عقیدہ اجماعیہ متحقق نخواہد گشت۔

البتہ مخالف ہمہ آں کس خواہد بود کہ در مُتَوَفِّيْكَ و فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ ہر دو معنی اماتت گرفتہ باشد وبطلانِ ایں مسلک را در مقدمہ بشواہد قرآنیہ فہمیدہ باشی آنجا ملاحظہ باید نمود تا ایں جا استشہاد مؤلف را بقول افقہ الناس نیکو دانستی۔ واز ہمیں قبیل است استشہاد جناب در ازالۂ اوہام صفحہ ۳۳۱ سطر آخیر بہ کشاف وبیضاوی وتفسیر ابن کثیر ومدارک ومعالم التنزیل برارادۂ معنی اماتت از مُتَوَفِّيْكَ۔

دریں جا نقل عبارت کشاف ضروری است تا کہ کیفیتِ استشہاد ولغزش دراں بوضوح آید۔ در کشاف گفتہ متوفیک ای مستوفی اجلک ومعناه انی عاصمک من ان یقتلک الکفار ومؤخرک الی اجل کتبته لک و ممیتک حتف انفک لاقتلا بایدیهم ورافعک الی ای الی سمائی و مقر ملائکتی ومطهرک من الذین کفروا من سوء جوارهم وخبث صحبتهم وقیل متوفیک قابضک من الارض من توفیت مالی علی فلان اذا استوفیته وقیل ممیتک فی وقتک بعد النزول من السماء ورافعک الأن وقیل متوفی نفسک بالنوم من قوله والتی لم تمت فی منامها ورافعک وانت نائم حتی لایلحقک خوف وتستیقظ وانت امن فی السماء انتهی.

می گوید محرر سطور عفی عنہ ربہ الغفور مقصود صاحب کشاف رفع ہماں اشکال است یعنی متوفیک کنایہ است از عصمت برائے بودن توفی ملزوم استیفاء وعصمت۔ بالنظر الی الحصر کہ مستفاد است از انی متوفیک برائے بودن مسند الیہ ضمیر متکلم ومسند صیغۂ مشتق چہ فرق صحیح است میانِ انی متوفیک وسأتوفیک وہمچنیں مابین انی متوفیک وانی اتوفیک کما لایخفی علی الماہر استیفاء اجل برائے اشتمال او بر امتداد وتاخیر اجل منافی نیست برائے حیاتِ مسیح در آسمان وبعد نزول الی ما شاء اللہ۔

پس قول صاحب کشاف ومعناه الی عاصمک من ان یقتلک الکفار وموخرک الی اجل الخ افادہ دو (۲) امر نمودہ یکے (۱) رد زعم مسیح بافادۂ حصر کہ مستفاد است از آوردن مسند الیہ ضمیر متکلم ومسند بہ صیغۂ مشتق۔

دوئم (۲) بیان مقیس الیہ حصر یعنی حصر بالنسبۃ الی مدخول من یعنی یہود ومؤلف صاحب را ازالۂ اوہام صفحہ ۳۳۱ وممیتک را کہ درقول صاحب کشاف واقع است ومدلول تضمنی برائے معنی کنائی سند ایں امر آوردہ نزد صاحب کشاف وفلاں وفلاں مفسر نیز مراد از متوفیک ممیتک ہست و نہ فہمیدہ کہ ذکر ممیتک درعبارت مذکورہ درضمن بیان معنی مراد واقع گردیدہ زیرا کہ خود صاحب کشاف بعد ازیں ممیتک رابصیغۂ تمریض ذکر کردہ تضعیف اوی نمایداز برائے ہماں وجہ کہ نہ فہمیدی کہ رفع اشکال بریں تقدیر یا انضمام قیود خارجہ یا پا التزام تقدیم وتاخیر خواہد بود بخلاف مستوفی اجلک کہ نفس مدلول برائے اشتمال معنی تاخیر اجل منافی حیات مسیح الی الآن نیست۔ بعد فہم مراد صاحب کشاف مقصود عبارت بیضاوی وہمہ تفاسیر مکشوف بآسانی خواہد بود ومعلوم ناظرین شدہ باشد کہ ہمہ مفسرین راہماں عقیدۂ اجماعیہ زیرِ نظر است ورفع ہماں اشکال مطلوب نہ چنانچہ مؤلف از قول ہمہ ارادہ ممیتک فہمیدہ اقوال ہمہ را در اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَاءٍ (سورۃ النحل:۲۱) بایددید۔ افسوس کہ جناب مؤلف از ثناخوانی ابن عباس بہ لقب افقه الناس واصح الکتب وتفاسیرِ معتبرہ بجائے نفع وضرر برداشت۔

ارے عَسٰى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ (سورۃ البقرۃ:۲۱۶) حاکم وقت است۔ خیر جناب مؤلف نیز بر طبق جزاء سيئة سيئة مثلہا عمل فرمودہ ولقب حزب نادان خواہد داد آمدیم بر اینکہ حدیث کماقال العبد الصالح بجہت استظہار وتقویت قول ابن عباس منقول فرمودہ۔ در حیرتم کہ ایں استنباط از کمال تیزی طبع شمردہ آید یا در سلک

انعطاف مثل سائر نقول سفیہ شود مستظہر لہ کجا و مستظہر عنہ کجا۔ حدیث کماقال العبد الصالح درباب قولہ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّادُمْتُ فِيْهِمْ (سورۃ المائدۃ:۱۱۷) وتعلیق بخاری درباب قولہ مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ الخ مذکور است ودریں باب کہ تعلیق مذکور است یکے حدیث رایت عمرو ابن عامر الخزاعی یجر قصبه فی النار الخ از روایتِ ابی ہریرہ بمتابعات۔ ودیگر حدیث رایت جهنم یحطم الخ از مرویات عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فقط ایں دو را امام بخاری اخراج نمودہ۔

اگر گوئی مُسلَّم کہ جناب مؤلف درگردانیدن (استظہار وتقویت قول ابن عباس) علت غائیہ برائے ذکر بخاری در نظرِ امام بخاری خطا نمودہ لکن فی الواقع تقویت اثر مذکور از حدیث کماقال العبد الصالح مستفادی شود چہ تشبیہ مشارکت فی الوصف رامی خواہد فاقول کماقال العبد الصالح عیسیٰ ابن مریم وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّادُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ الخ مشارکت آنحضرت ﷺ با ابن مریم در حصول معنی توفی می خواہد وظاہر است کہ فلما توفيتنی در حق آنحضرت ﷺ بمعنی اَمَتَّنِیْ صادق است پس بحکم تشبیہ مسیح ابن مریم نیز مصداق اَمَتَّنِیْ خواہد بود گوئیم مدخول اداۃ تشبیہ قول است نہ مقولہ او پس مفاد کلام نظر بہ تشبیہ بیان مشارکت است در برات از ما احدثوا بعدہما وبرتقدیم تسلیم والتزام اکمال تشبیہ۔

پس فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ بمعنی رَفَعْتَنِیْ بہر دو صادق است کہ در موت ہم رفع روح می باشد واطلاق مادمت فِيْهِمْ بغیر انضمام حیا ولفظ منذ فارقتہم در صدر ایں حدیث بدون مُثْ مؤید ایں معنی است ومانع از ارادۂ معنی اماتت در فلما توفيتنی نص بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ است کما سبجی۔

وآنچہ فرمودہ کہ شارح عینی از اسناد ایں قول بحث کردہ گوئیم ارے لکن از طریق علی ابن

ابی طلحہ۔ وثقات را از اصحاب جرح وتعدیل کلام است درو۔ چنانچہ قسطلانی تضعیف وعدم ثبوت ملاقات او با ابن عباس ذکر فرمودہ ودر تقریب است علی بن ابی طلحہ، سالم مولی بن العباس سکن حمص ارسل عن ابن عباس ولم یرہ من السادسته صدوق قدیخطی انتہی۔

وفی الخلاصة قال احمد له اشیاء منکرات وفی المیزان قال احمد بن حنبل له اشیاء منکرات قال دحیم لم یسمع علی بن ابی طلحة التفسیر عن ابن عباس۔ ومع قطع نظر ازیں مصیبتے دیگر ہمیں علامہ عینی برسر آوردہ یا زیر نظر جناب نیامدہ است یا قصدا برائے بودن او مخالف مدعی متروک گشتہ وآں ایں است وروی ابونعیم فی کتاب الفتن من حدیث ابن عباس: ان عیسٰی اذ ذاک یتزوج فی الارض فیقیم بها تسع عشرة سنة الی ان قال وعن ابن عباس یتزوج الی قوم شعیب وختن موسی علیه السلام وهم جذامٌ فیولد له فیهم ویقیم تسع عشرة سنة.

قولہ آنچہ من می فہم[1]

شہادتِ کتاب اللہ وگواہی اصح الکتب بعد کتاب اللہ بر وفات حضرت عیسٰیؑ بحجت شفاءِ علیل وارواے غلیل از بس بسندی باشد اول ذکر توفی ورفع در قرآن کریم یکجا بطریق ایعاد یعنی وعدہ دادن آمدہ چنانچہ قولہ تعالٰی یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ ومقصود ایں دفع اضطراب واطمینان دہی عیسٰی ابن مریم است کہ من عاصم ونگہدارندہ تو ہستم از دستِ یہود بایں طریق کہ بذاتِ خودنہ بمباشرت قتلِ یہود واستیفاء اجل معین تو کنندہ ام وبردارندہ ام ترا بجانب محلِ ملائکۂ خود۔ کلام در تعیین ارادہ مراد از مُتَوَفِّیْکَ در قول سابق گذشت۔ باز ذکر وقوع رفع در آیت بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ آمدہ قال اللہ تعالٰی وَبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًاوَّقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَاقَتَلُوْهُ وَمَاصَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مَالَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَاقَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا (سورۃ النساء:۱۵۶ تا ۱۵۹) ترجمہ: بسبب کفر ایشاں وگفتن ایشاں بر مریم بہتانِ بزرگ (یعنی تہمت زنا) وبسبب گفتن کہ ہر آئینہ ما کشتیم مسیح عیسٰی ابن مریم پیغمبر خدا را و نکشتہ بودند او را و بردار نہ کردہ بودند او را ولکن مشتبہ شدہ بر ایشاں وہر آئینہ کسانیکہ اختلاف کردند درباہ عیسٰی در شک اند از حال او نیست ایشاں را بآں یقینے لکن پیروی ظن می کنند ویقین نہ کشتہ اند او را بلکہ برداشت او را خدائے تعالٰی بسوئے خود وہست خدا غالب استوار کار ونہ باشد ہیچ کس از اہل کتاب مگر البتہ ایمان خواہد آورد بعیسٰی پیش از مردن عیسٰی و روز قیامت باشد عیسٰی گواہ بر ایشان۔

در تفسیر ابن کثیر آوردہ قال ابن ابی حاتم حدثنا احمد بن ابی سنان حدثنا ابومعاویة عن الاعمش عن المنهال بن عمرو عن سعید ابن جبیر عن ابن عباس قال لما اراد الله ان یرفع عیسی الی السماء خرج علی اصحابه وفی البیت اثنا عشر رجلا من الحوارین یعنی فخرج علیهم من عین فی البیت وراسه یقطر ماء فقال ان منکم من یکفر بی اثنی عشر مرة بعد ان آمن بی قال ثم قال ایکم یلقی علیه شبهی فیقتل مکانی ویکون معی فی درجتی فقام شاب من احدثهم سنافقال له اجلس ثم اعاد علیهم فقام ذلک الشاب فقال اجلس ثم اعاد علیهم فقام ذلک الشاب فقال انا فقال هوانت ذاک فالقی علیه شبه عیسی ورفع عیسی من روزنته فی البیت الی السماء قال وجاء الطلب من الیهود

[1] ایام الصلح صفحہ ۳۷۔

فاخذوا الشبهة فقتلوه ثم صلبوه فكفربه بعضهم اثنى عشر مرة بعد ان آمن به وافترقوا ثلث فرقات فقالت فرقة كان الله فينا ماشآء ثم صعد الى السماء وهؤلاء اليعقوبية وقالت فرقة كان فينا ابن الله ماشآء ثم رفعه الله اليه وهؤلاء النسطورية وقالت فرقة كان فينا عبدالله ورسوله ماشآء الله ثم رفعه الله اليه و هؤلاء المسلمون فتظاهر الكافرتان على المسلمة فقتلوها فلم يزل الاسلام طامسا حتى بعث الله محمد ا ﷺ وهذا اسناد صحيح الى ابن عباس ورواه النسائى عن ابى كريب عن ابى معاويه بنحوه و كذا ذكر غير واحد من السلف انه قال لهم ايكم يلقى عليه شبهى فيقتل مكانى وهو رفيقى فى الجنة. انتهى.

ابن کثیر بعد اتمام ایں اثر گفتہ کہ اسناد ایں صحیح است بسوئے ابن عباس وروایت نمودہ است نسائی از ابی کریب از ابی معاویہ مثل او وہم چنیں ذکر نمودہ بسیارے از متقدمین کہ گفت عیسیٰ حواریان خود کدام کس است از شما کہ افگندہ شود بروحلیہ وصورت من وقتل نمودہ شود بجائے من وآں رفیق من باشد در جنت ۔ از قول ابن عباس ونظر بہ سیاق آیت سہ امر بظہور پیوست۔

یکے آنکہ رفع وبرداشتن جسم مع الروح بود نہ فقط رفع روحانی چہ کسے از حواریین کہ مصاحب مسیح بودند در آں خانہ نہ گفتہ کہ جسمِ مسیح افتادہ ماند در آں خانہ بلکہ دیدند کہ اللہ تعالیٰ بعد از القاء وانداختن شبہ عیسیٰ بر شخصے اورا از سقفِ خانہ برداشت۔

دوم تکذیب یہود ونصاریٰ بغیر ایں چند نفر حواریان چنانچہ کہ خطا خوردند یہود ہم در قول خود (کہ ما قتل نمودیم مسیح ابن مریم را وبر دار کشیدیم اورا) خطا شدند ودر اشتباہ افتادند۔

او سبحانہ وتعالیٰ از ایں ماجری خبر دادہ (وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ) (سورہ آل عمران ۵۴) یعنی مکر کردند یہود از جہت آمادہ شدن بر قتلِ مسیح وقتشا ودر ایں امر حق سبحانہ وتعالیٰ باوشاں معاملہ فرمود (یعنی القاء شبیہ عیسیٰ بر شخصے دیگر) کہ در اشتباہ افتادند۔

ونصاریٰ نیز ما سوائے آں چند کساں باتباع یہود زعم نمودند کہ ہمیں شخص مقتول کہ بر دار کشیدہ شدہ است مسیح بودہ۔ حق سبحانہ وتعالیٰ تکذیب یہود در قول اوشاں کہ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صراحت بہ مانند وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ فرمودہ۔

واز حال نصاریٰ کہ داخل آں بیت نہ بودند وبا یہود در قول مذکور مشارک شدند بہ آیت وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ خبر دادہ سیوم وجہ غلطی در اشتباہ۔

وشہادت قرآن کریم بر رفع جسمی بچند وجوہ ثابت می شود۔

یکے از ملاحظہ وعدہ اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ چہ مقصود از ایں وعدہ دفع اضطراب مسیح بود واطمینان وہی او کہ ما ترا از دستِ ایں ہا امان خواہیم داد وبغیر از ذلت وخواری در دستِ اوشاں بعالمِ بالا خواہیم برد۔ واگر مصلوب وبر دار کشیدہ ہماں مسیح بود چنانچہ مزعوم یہود ونصاریٰ سوائے آں چند کساں وعقیدۂ نیچریہ ومرزائیت ہست پس از وعدہ اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ چہ منفعت بعیسیٰ رسید۔ بالضرور ایفاء وعدہ وتسکین ہمیں را اقتضا می کند کہ مسیح بالتمام از شرارت وایذاء یہود محفوظ ماندہ بکلی بسوئے عالمِ بالا برداشتہ شود۔ چنانچہ از متوفیک حسب محاورہ وتوفیت دینی یعنی ہمہ دین خود را قبض نمودم نیز ہمیں مفہوم می شود۔

وجہ دوم آنکہ قولہ تعالیٰ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ بحسب محاورہ حکایت ہماں وقت است کہ یہود بزعم مسیح را از ہماں خانہ گرفتہ مقتول ومصلوب نمودہ بودند بناءً علیہ اگر رفع را عام ہم فرض کنیم جسمی باشد یا روحی لابد است از تسلیم ایں کہ مسیح ہماں وقت مرفوع شدہ بود نہ آنکہ بعد از واقعہ صلیب تا زمانہ دراز زندہ ماندہ باز بخطۂ دلپذیر کشمیر در سری نگر مدفون شدہ باشد۔ چنانچہ کہ جناب مرزا صاحب در ایام الصلح ثبت فرمودہ چہ بریں تقدیر رفع روحانی بعد مدتے متحقق گشتہ ودر وقت واقعۂ صلیب زند ماندہ۔ پس حکایت از ایں واقعہ بہ ماقتلوہ وماصلبوہ بل حی حیا ثُمَّ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ بایستے نمود۔

ازیں جا فہمیدہ باشی کہ اتصال رفعه الله الیه بکلمہ بل باعلیٰ صوت ندا میکند کہ رفع مسیح در ہماں وقت شدہ است نہ بعد مرور زمانہ۔

وآیت بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ صراحةً باطل میکند عقیدۂ مرزائیہ را باقی ماند غور دریں کہ رفع جسمی است یا رفع روحی بعد از انکہ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ را حکایت ہمہ وقت دانستہ بشہادت اثر ابن عباس کہ مذکور شدہ است لابد است از تسلیم ایں کہ رفع جسمی بودہ نہ روحی چہ کسے از حواریین کہ داخل آں بیت بودند خبر از افتادہ ماندن لاش مسیح دراں خانہ و باز مدفون شدن او نقلاں مقام نداده۔ باز می گویم کہ مفاد آیت مذکورہ سہ (۳) امر اند۔

یکے تکذیب یہود و نصاریٰ واتباع اوشاں از نیچریاں و مرزائیاں دریں قول کہ مصلوب مسیح بود و تکذیب یہودی و نصاریٰ فقط در اینکہ مقتول مسیح بود۔

دوئم بیان وجہ غلطی واشتباہ یہود کہ بسبب القاء شبہ وحلیۂ مسیح بر شخصے در شبہ افتادند۔

سیوم بیان امرے کہ در ہماں وقت واقع شدہ بود یعنی رفع جسمی و آں بچہار وجہ است۔

اول (۱) بدلیل وعدہ اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ۔

دوئم (۲) بدلیل اتصال رفع بکلمۂ بل نہ بتی خیا و نظائرہ بداں۔

وجہ سیوم (۳) برائے ثبوت رفع جسمی شہادت کلمۂ بل است کہ دلالت می کند بر وحدت ماسلب عنه القتل[1] والصلب و مارفعه الله الیه وظاہر است کہ سلب قتل وصلب از جسم مع الروح است پس لامحالہ رفع ہماں جسم مع الروح خواہد بود یعنی آں جسم مع الروح را کہ بزعم خود مقتول و مصلوب دانستہ اند فی الواقع ایں طور نیست بلکہ ما آں جسم مع الروح را برداشتہ ایم بعالم علوی۔

[1] احتمال بودن بل ایں جا برائے انتقال از مضمونے بسوئے مضمون دیگر باطل می کند او را سیاق الکلام لا جلہ یعنی بیان افتراء و کذب یہود ۱۲ منہ

وجہ چہارم (۴) آنکہ کلمۂ بل برائے ابطال ماقبل خودی باشد وقتیکہ مدخول او جملہ بود مثل وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحَانَهٗ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ (سورۃ الانبیاء:۲۶)۔ اَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ (سورۃ المؤمنون:۷۰) وماقبل و مابعد او متنافی می باشد در تحقق چنانچہ ولدیت و عبودیت و جنونیت واتیان بالحق در ما نحن فیہ لابد است از تحقق تنافی مابین مقتولیت و مصلوبیت و مرفوعیت و آں وقت خواہد بود کہ رفع رفع جسمی باشد چہ مصلوبیت و رفع روحانی ہر دو مجامع شدہ می توانند فتامل وانصف۔

بعد از بیانِ رفع حق سبحانہٗ وتعالیٰ می فرماید وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا و در جائے دیگر در بیان قصۂ ابراہیم علی نبینا وعلیہ السلام بعد ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ فرمودہ گویا بایں کلام در ہر دو (۲) مقام رفع استعجاب واستبعاد محجوب ومقید قانونِ قدرت می فرماید یعنی زندہ شدن ہر چہار جانوراں را بعد تفرق اجزاء آنہا را بر کوہ ہائے مختلفہ بعید و ناممکن مدانید و ہمیں طور جسمِ عنصری را برداشتن بعالم بالا بباعث غیر معتاد بودن او انکار نہ ورزید زیرا کہ اللہ تعالیٰ عزیز بمعنی غالب وتوانا است ایں ہر دو (۲) امر مذکور برتر و بیرون از توانائی او نیست وحکیم است افعالِ او خالی از حکمت نیست ایں برداشتن را فضول و عبث تصور نہ کنید بلکہ ایں اہتمام خدمت آں محبوب ﷺ ازلی و شاہدِ لم یزلی ما است تا کہ مسیح بار دیگر در حلقۂ غلامان و خلفائے آں فخر ولد آدم ﷺ شمردہ شود و اجابتِ دعاء خود را معائنہ نماید کہ بانا لہائے نیم شبی و سوز جگر از ما خواستہ بود سخت متعجب ام کہ ایں جا جناب مرزا صاحب قول افقہ الناس ابن عباس را گذاشتہ وسوق نظم قرآنی را پس پشت انداختہ روایات متناقضۂ انجیل متی و مرقس یوحنا ولوقا از اہل کتاب کہ لَا تُصَدِّقُوْهُمْ وَلَا تُكَذِّبُوْهُمْ شاہدِ حال اوشاں راست را گرفتہ وقتے بود کہ قول ابو ہریرہ بمقابلہ افقہ الناس ابن عباس در معرض قبول نمی افتاد۔ الحال ابن عباس نیز بے اعتبار گشتہ۔ شاید از ہماں

تفسیر کہ معنی رفع را در فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي گرفتہ وقول بتقدیم وتاخیر در مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ نمودہ۔ تاحنوز در فہم نیامدہ کہ الٰہی باعث ایں اتباع نصاری چیست وموجب ایں تحریف قرآن کریم کیست۔ در دعویٰ جناب چہ فائدہ می بخشد۔ تاویل احادیث واغماض از تطابق سائر آیات راالبتہ وجہے است کہ دعوای مفیدی اُفتد چہ دعوای مسیح موعود بودن بغیر از ثبوت وفات عیسیٰ ابن مریم وبدوں تاویل احادیث صحیحہ صورت نہ بندو لکن اثبات مصلوبیت مسیح واستشہاد روایات متناقضہ اناجیل چہ فائدہ می بخشد۔

حق سبحانہٗ وتعالیٰ اولاً بیان جرائم یہود فرماید منجملہ آنہا وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا را ذکر فرمودہ یعنی کذب افتراء اوشاں دریں قول کہ إِنَّا قَتَلْنَا اگر فی الواقع مسیح مصلوب وبردار کشیدہ بودے بائستے کہ سلک جرائم ذکر ایں جرم شدید شمردہ شدے ایں را چہ معنی کہ از موجبات لعن یہود وراندن شدن اوشاں بر ذکر کذب اکتفاء نمودن واز ذکر جرم سنگین سکوت ورزیدن۔

ازیں جاعاقل باذنیٰ تدبر پے می برد وباور می کند بایں کہ جرم صلیب دادن وبر دار کشیدن مسیح در نفس الامر از یہود نبودہ محض بزعم خود شبیہ مسیح را مسیح دانستہ إِنَّا قَتَلْنَا گفتند وچگونہ متصور می شود کہ حضرت عیسیٰ ہمہ شب جہت سلامت وعافیت خود از ایذائے یہود زندہ دارد ووعدۂ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کہ در صورت اجابت دعا است ہم مؤکد بقولہ يٰعِيسَىٰ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ شدہ باشد۔ عقل باور نہ کند کہ شب ہا آہستن سوز وعجز ہچو عیسیٰ بیچا اجابت نہ زائید وبرخلاف وعدۂ مسیح در دست اعداء اللہ نشانۂ ضرب ہائے شدیدہ گشتہ کو بہ کو رسوا وذلیل شدہ بر سر دار آید بعد ایں رسوائی زندہ شدہ از قبر صعود بآسمان نمودن چنانچہ مزعوم نصاری است یا باوجود ایں رسوائی قریب بہ ہلاک رسیدہ وباز از دست یہود نجات یافتن وایام بقیۂ حیات مثل دزداں بسر کردن چنانچہ مزعوم جناب مرزا صاحب است آیا

ہمیں ثمرہ اجابت دعا است وہمیں وعدۂ مؤکدہ را از ذاتیکہ لَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَلَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ شاہد مواعید اوست وفا است باعیسی ابن مریم ہمیں قدر خواستہ بود کہ بسر حد ہلاک وذلت از دست اعداء رسانیدہ باز مرا نجات دہی وفرشتہ زن پیلاطوس کہ عامل آں نواحی بود در خواب مُردن مسیح بسر داری ترسانید کہ موجب تباہی وہلاکت شما خواہد شد وکو بکو نشانۂ لطمہا وضربہا ورشخند وتمسخر خورد وکلاں بودن وباز بحضر اعداء بسر دار آوردہ چہار میخ نمودن ایں ہمہ را فرشتہ جائز می داشت۔

بالجملہ آیت مذکورہ مکذب عقیدہ مصلوبیت مسیح است بہ چند وجوہ۔ یکے اکتفا بر ذکر وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا نمودن وصلبھم المسیح عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ نگفتن۔

دوئم (۲) وَمَا صَلَبُوهُ بشہادت لغت۔ سیوم (۳) نظر بہ وعدۂ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ ایں وجوہ ثلثہ از نفس نص ظاہر اند۔ چہارم (۴) قول ابن عباس متعلق ایں آیت ومثبت رفع جسمی است بچند وجوہ۔

اول (۱) آنکہ کلمہ بل کہ برائے ابطال ماقبل است می خواہد وحدت مانفی عنہ القتل والصلب ومرفوع۔ دوئم (۲) بَل رَّفَعَهُ اللَّهُ نظر بہ وعدۂ عصمت ونجات از دست اعداء۔ سیوم (۳) اتصال رفع بکلمہ بل یعنی بَل رَّفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ ونگفتن بل ہی حیا الی مدی الزمان یا عصمناہ وحفظناہ فی ذلک الوقت ثم توفیناہ وحتف انفہ۔ چہارم (۴) نظر بمدلول رفع کہ برداشتن است چہ استعمال او حقیقت آنجا می باشد کہ چیز برداشتہ شدہ بالطبع بالا نہ رود وآں جسم عنصری است بخلاف روح کہ از عالم علوی است لہٰذا لفظ ارجعی در حق او در يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً (سورۃ الفجر:۲۷-۲۸) ورود یافتہ۔ وگاہے می باشد کہ لفظ رفع را مجازاً در غیر جسم ہم استعمال کنند وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ. وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (سورۃ الم نشرح:۴)۔ وَيَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ (سورۃ المجادلۃ:۱۱)

پنجم (۵) بودن ماقبل بل اضرابیہ ومابعد او متضاد بحسب تحقق بر صاحب انصاف خالی از اعتساف مثل روز روشن شدہ کہ آیت مذکورہ نص جلی وبرہان قوی است در رفع عیسیٰ بجسدہ العنصری دُ ویمیں است دلیل در متوفیک ورافعک ودلیل تعیین ارادہ معنی رفع از فلما توفیتنی یا از ہردو با تعیین ارادہ معنی قبض یامستوفی اجلک یاممیتک بعد النزول ورافعک الآن والا حاضرانِ مجلسِ وحی راچہ یارائے آں کہ قول بہ تقدیم وتاخیر بے وجہ نمایند یا در اکثر جائے از یک لفظ معنی مراد داشتہ باز در یک جائے معنی مغایرے بے وجہ ارادہ نمایند باقی ماند ازیں جا امر غور طلب یکے آنکہ رفع بجسدہ العنصری را عقل قبول نمی کند۔ دوم (۲) بحکم وَمَنْ نُعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ (سورۃ یٰس:۶۸) تکوس تادو ہزار سال منافی حیات است۔ سیوم (۳) بغیر غذا وطعام حیات را بسر کردن بمقتضی وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَأْكُلُوْنَ الطَّعَامَ (سورۃ الانبیاء:۸) باطل است جواب ازیں استعجاب وامثال او در رفع اعتراضات مؤلف عنقریب می آید قدرے انتظار باید کشید۔

سوال: چونکہ از بودن آیت مذکورہ نص در رفع جسمی بطلان تواتر است واز بطلان او حکم از احکام شرع درست نمی ماند مع آنکہ ائمۂ دین اُورا مفید یقین قرار دادہ اند بناءً علیہ تواتر یہود ونصاریٰ دلیل صارف است از ارادۂ رفع جسمی وما یتبعہ۔

گوئیم: تواتر عبارت است از خبر دادن قوم کثیر کہ محال باشد نظر بکثرت اوشاں اتفاق بر کذب وہر یک را تصدیق بخبر خود باشد چہ ظاہر است کہ از انضمام قضایا مشکوکہ بَعْضُهَا اِلٰى بَعْضٍ بغیر از تو دہائے تصورات چہ حاصل۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ ایں جا از حال مخبراں اعلام مے فرماید کہ کسے را تصدیق بہ مقتولیت ومصلوبیت مسیح نیست وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ولفظ ظن در مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ بمعنی شک است نہ مقابلہ شک صرح بہ اہل التحقیق من المفسرین تفسیر روح البیان وکبیر وعلامہ ابو السعود در اما حظہ باید فرمود۔

سوال: قصۂ قتل وصلب مسیح وباز مدفون شدن او ودر یا فتے کہ متصل صلیب محل بود بعد ۂ خالی ماندن آں قبر از زبانِ مصاحبانِ عیسیٰ ابن مریم در انجیل ثبت است و عقل باور نکند کہ حواریاں بلا وجہ در بیان ایں واقعہ دروغ گفتہ باشند۔

جواب: بعد از ثبوت واقعیت امرے از قرآن کریم بشہادت سیاق وتفسیر صحابہ مارا اجازت رجوع بسوئے کتب محرفہ نیست وارشاد فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (سورۃ النحل:۴۳) مشروط است بعدمِ علم و مارا چونکہ دریں مسئلہ خبر منصوصے کہ مجمع علیہ اہل الاسلام از قرنِ صحابہ الیٰ یومنا ہذا در دست است باز رجوع بجانب اسرائیلات چہ معنی دارد۔

حق سبحانہٗ وتعالیٰ فرماید يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۝ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ (سورۃ المائدۃ:۱۵-۱۶)

تحریفات اہل کتاب را خود قرآن کریم مبین است مسلمان را اصلاً بر اخبار کتب محرفہ اعتبار نہ باید کرد کہ روایت ایں کتب بسند متصل ثابت نیست۔ عیسائیاں خود قائل اند کہ بعض جملہا در کتاب موسیٰ دلالت می دارند کہ ایں کلامِ موسیٰ نیست بلکہ از ملحقات عزیز اند۔

می گوئیم ایں کلامِ ایشاں غلط است واتہام محض بر عزیز در کتاب اوّل سموئیل باب چہارم وپنجم وششم وہفتم ظاہر است کہ صندوقے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام با اہتمام کثیر از طلا مرصع وبند مسودہ بود حسب تصریحات تورات واحکام مجاورت او بیان نمودہ بود ہنوز کسے از نشان او خبر نمی دہد۔

می گوئیم ازیں معلوم می شود کہ نقول او منتشر و نہ شدہ۔ پس مجموعہ تورات چہ گونہ قابلِ اعتبار ماندہ ودر تواریخ تالیفِ اناجیل اربعہ چنداں اختلاف فاحش افتادہ کہ ہیچ سندِ متصل او در دست نمی آید واختلاف وتحریفات ومفاسد کتب عہدِ عتیق یعنی کہنہ وعہد جدید

بعدے واقعہ اند کہ اگر کسے بنویسد یک کتابے مستقل عظیم الحجم تیار گردد از اں جملہ اربانوس ہشتم صاحب کلیسائی روم قدیم در سنہ یک ہزار و شش صد و بست و پنج عیسوی در زبانِ عربی ولاطینی باعانتِ اکثر علماء مسیحی نویسانیدہ بود یک مقدمہ در صفتِ بائبل نوشتہ ازو واضح است کہ دراصل کتب بائبل عبرانی باشد یا یونانی نقصان وفساد وخرابی با واقع شدہ و در ترجمہ عربی قدیم بسا غلطی با واقع است ازیں جہت پوپ سرکس ہاروانی باستجازت پوپ کلاں اربانوس آمن اکثر علماء مسیحی عبرانی ویونانی عربی اہل لسان راجمع کردہ ایں نسخہ نمودہ واختلاف فقط درترجمہ عربی نیست بلکہ عبرانی ویونانی یعنی اصل نسخہ تورات وانجیل را ہمیں حال است وسوش آں کہ انبیاء سابقہ وپوپان سالفہ عمدًا ازیں چشم پوشی نمودہ از برائے آنکہ روح القدس نمی خواہد کہ کلام خداوند عزوجل مقید قوانین نحو یا ایجاد شدہ بزگان باشد ایں است خلاصہ آں مقدمہ۔

ازیں جا ظاہر گشت کہ ایں کتب قابل اعتبار نماندہ چہ ظاہر است کہ در دستاویز وقوع ایں چنیں اختلاف ونقصانات موجب بے اعتباری دستاویز می باشد وایں اختلافات کثیرہ را محمول بر سہوِ کاتب نمودہ خالی از حماقت نے۔ ومسیحیاں راد رایں چنیں فقرات کہ منسوب الیہ آنہا انبیاء واتباع اوشاں شدہ نمی توانند عذرے بغیر ایں نیست کہ کسے دیگر الحاق نمودہ باشد۔ وَرَجْمًا بِالْغَيْبِ می گویند درحق بعض فقرات کہ کسے نبی لاحق کردہ باشد و درنسبتِ الحاق ہم سند ندارند باایں ہمہ پادریاں برائے اغوا عوام می گویند کہ در کتب اسناد مادلہ قطعیہ چنیں وچنیں ثابت شدہ وروایتے از روایات مختلفہ توریت مثبت نمونہ از خروارے دریں جا ذکر نمودہ می شود باقی را بریں قیاس باید نمود۔

در کتاب پیدائش باب چہل وششم ودرس چہارم وعدہ خدا عزوجل بحضرت یعقوب علیہ السلام در ترجمہ ہندیہ ۱۸۲۲ء من باتو در مصر خواہم رفت وباز ترا گشتانندہ خواہم آورد ویوسف دستِ خود برچشم ہائے تو خواہد نہاد ودر ہندیہ ۱۸۲۲ء من باتو در مصر خواہم رفت وترا ضرور

گشتانندہ خواہم آورد ودر فارسیہ ۱۸۳۹ء من باتو روانہ مصر خواہم شد ومن نیز ترا باز خواہم آورد ودرترجمہ انگریزیہ ۱۸۱۹ء و ۱۸۳۰ء و ۱۸۳۵ء و ۱۸۳۶ء کہ علماء پروٹسٹنٹ کردہ است ہمہ ایں موافق اند وترجمہ ۱۸۴۰ء کہ رومن کاتلک کردہ موافق است مطابق ایں تراجم وعدہ بازآوردن واپس مقرر بود حال آنکہ یعقوب علیہ السلام رازندہ بازگشتن از مصر نصیب نہ شد۔ طرفہ دیگر ایں است کہ بظاہر مسیحیاں ادب توریت می کنند مگر درحقیقت از اقوالِ سلف اوشاں معلوم می شود کہ نہ توریت قابل ادب ونہ مصنفِ او۔ چنانچہ پولوس مقدس کہ نزد مسیحیاں یکے از حواریاں است درد رس ہیجدہم باب ہفتم نامہ عبرانیاں ے نویسد ہندیہ ۱۸۲۲ء پس حکم سابق یعنی توریت برائے ایں کہ کم قوت وعبث بود بطلان پذیر است ودر ہندیہ ۱۸۴۱ء می نویسد اگر آں وثیقۂ اولیٰ بے عیب نہ بودے تلاش دیگرے را جائے نبودے۔

لوتھر صاحب کہ از اعاظم علماء ومصلحانِ دینِ عیسوی است در کتاب ہائے خود می نویسد کہ مانہ شنویم ونہ بینیم موسیٰ را زیرا کہ او مختص برائے یہودیاں بود وارا با مادرکے چیز علاقہ نیست۔ ودر کتاب دیگری نویسد کہ ما قبول نخواہیم نمود موسیٰ را ونہ توریت اورا از برائے آنکہ او دشمنِ عیسیٰ بود۔ باز می نویسد کہ موسیٰ اوستادِ جلاداں بود۔ باز می نویسد کہ دہ (۱۰) احکام را با عیسائیاں ہیچ علاقہ نیست قابلِ اخراج اند تا کہ ہمہ بدعت موقوف شود زیرا کہ ایں احکام چشمۂ ہمہ بدعتہا است۔

گوئیم چونکہ در توریت حکم توحید وتعظیم والدین وتعظیم یوم السبت ومنع بت پرستی وقتل وزنا ودزدی وایذائے ہمسایہ بتاکید آمدہ۔

بارشادِ لوتھر صاحب باید کہ شرک وبت پرستی وہتکِ والدین وجوازِ قتل وزنا وسرقہ وایذائے ہمسایہ ہمہ داخلِ دینِ عیسوی باشند۔

ثمہ از احوالِ کتب عہد جدید یعنی عہد عیسوی باید شنید اول آنکہ مطابق مذہب

عیسائیاں نامدار انجیل متی کہ در عبری بود از عالم گم است صرف ترجمہ یونانی کہ نام مترجم اونا معلوم موجود است۔

بعض عیسائیاں باب اوّل و دوم ایں را الحاقی می گفتند و بعض نسخہائے ترجمہ لاطینی نسب نامہ را ازیں انجیل علیحدہ نمودہ است و انجیل مرقس ہم بقول چند علماء مسیحی گم است صرف ترجمہ یونانی موجود است و بعض متقدمین را بر باب اخیر او شبہ بود و بعض علماء در بعضے مواضع باب بست و دوم (۲۲) و ہم چنیں بابین اوّلین از انجیل لوقا شبہ می داشتند و لوتھر صاحب را بریں سہ (۳) اناجیل یعنی متی و مرقس و لوقا شبہ بود و نزد او صرف انجیل یوحنا صحیح ہست۔

و یکے از اعاظم علماء مسیحیاں می گوید کہ ایں انجیل کہ منسوب بسوئے یوحنا است تصنیف او نیست کسے دیگر عیسائی در صدی دوم بنامِ او نوشتہ۔ و نزد بعض علماء عیسائیان وقت تالیفِ اناجیلِ اربعہ بروایتِ معتبرہ ثابت نیست۔ و نامہ تیتی و نامہ فلیمون و ہر دو نامہ تمتھی را بعض علماء مردود شمردہ و ہیچ سند ایں امر نیست کہ نامۂ عبرانیاں را پولوس نوشتہ و نامہ دوم پطرس و نامہ دوم و سوم یوحنا و نامۂ یعقوب و نامۂ یہودا و بعض فقرات نامۂ اوّل یوحنا و مشاہداتِ یوحنا را حال چنیں اعتراست کہ قابل گفت و نوشت نیست تعصباً بلا سند ایں ہا را بسوئے حواریاں منسوب می کنند و بسیارے از علمائے انکار ایں ہا کردہ و در کونسل یکہ در ۳۲۵ء منعقدہ شدہ بود نزدِ جمہور واجب التسلیم نہ شدہ بعض قدماء مشاہدات را تصنیف ملحدی گفتند و جلسہ کہ در سنہ ۳۶۴ء منعقدہ شدہ بود ایں کتاب خارج ماندہ مگر از کونسل ۳۹۷ء عیسائیاں ایں را مسلم می دارند لکن اہل ایں کونسل را سندے نیست۔

و نیز باید دانست در طبقہ اولیٰ مسیحیہ جعلسازی شدہ بود چنانچہ کلام لوقا و پولوس شاہد بریں است و مفسرین عیسائیاں نیز در تفاسیر خود می نویسند و نیز باقرار مفسرین علماء مسیحیاں دریں انجیل در بسیار مواضع الحاق شدہ۔

و نیز علماء مسیحیاں می گویند کہ تحریر انجیل نویساں از وہم و غلطی خالی نیست و نیز علماء مسیحیاں قائل اند بایں کہ جمیع تحریرات انبیاء اسرائیلیہ و حواریاں الہامی نمی باشند و ہم حواریاں بعد نزول روح القدس غلطی کردہ حتی کہ پطرس ہم۔ و نیز باقرار علما مسیحیاں گناہ کبیرہ مثل ریا و بُت پرستی و کذب از انبیاء و حواریاں ثابت شدہ و در تبلیغ وحی کذب از اوشاں یافتہ می شود۔

و نیز صدور کرامت و معجزہ دلیل نبوت نزد اوشاں نیست بلکہ نزد اہلِ کتاب دلیلِ ایمان ہم نیست۔ پس ازیں ہمہ کہ شنیدی ظاہر گشتہ کہ مجموعہ انجیل را نہ سندے است و نہ ہمہ اش الہامی است زیرا کہ انجیل متی از جہان گم شدہ صرف ترجمہ یونانی باقی است و مرقس و لوقا نہ حواری اند و نہ کلامِ اوشاں الہامی۔ پس ایں ہر سہ (۳) یقیناً تحریر حواریاں نیست۔ باز ایں ہر سہ (۳) را کلامِ نبوت گفتن خلاف انصاف است بلکہ بمنزلۂ سائر تواریخ است باقی ماند نامۂ دوم بطرس و نامۂ دوم و سوم یوحنا و نامۂ یعقوب نامۂ یہودا و کتاب مشاہدات اہلِ اسلام ایں ہا را اصلاً الہامی نمی گویند و پولوس را مانہ از حواریاں می شماریم و نہ صاحب الہام زیرا کہ باقرار عیسائیاں ثابت شدہ کہ کلام او از غلطی پاک نیست۔

قطع نظر ازیں ہمہ کہ گفتم دریں صورت انجیل فقط اقوال حضرت عیسیٰ اند بروایتِ آحاد پس شاں حکم اخبار آحاد خواہد بود مادام کہ دلیل نقل مخالف ایں ہا نبود مقبول خواہند شدہ الا فلا در ما نحن فیہ رفع جسمی چونکہ ثبوت او از نص و اخبار متواترہ شدہ چہ تصدیق بنزول فرع تصدیق برفع است روایتِ انجیل بمقابلۂ آنہا مقبول نیست۔ ارے اگر ممکن التاویل است ماول والا محمول علی وہم الراوی متروک خواہد بود نباید کہ کسے بآنہا سند گیرد بغیر اینکہ بطریق دلیل الزامی بیان کند۔ و نیز منجملہ اسباب خرابی با کتب مقدسہ تباہی یہود است کہ در عہد بخت نصر پریشان واقع شدہ و ہیکل را منہدم نمودہ شد و اکثر یہود مقتول و محبوس شدند نسخہائے قدیمہ عہدِ عتیق کہ تا آں وقت موجود بودند ہمگی برباد شدہ اگر عزیرؑ باز از سرِ نو تورات را نہ نوشتے

دراں وقت ہم کلامِ نبوت نزد کسے بطریق صحت نبودے۔

ازاں جملہ آفتے دیگر بسر یہود تاخت آورد ودراں ہمہ نسخہائے عزیرؑ ہم برباد شدند۔ در باب اول کتاب اول مقابیین مذکور است کہ اینٹوکس شہنشاہ فرنگستان اورشلیم را فتح نمود وہمہ نسخہائے کتب عہد عتیق کہ دستیاب شدہ ہمہ را پارہ پارہ کردہ سوخت۔

ازاں جملہ قریب سی وہفت (۳۷) سال از عروج مسیحؑ حادثہ طیطوس رومی بود کہ درو دو یازدہ لکھ یہودی مقتول ونود ہزار اسیر شد۔

ازاں جملہ سی (۳۰) سال بعد عروج مسیحؑ بسبب عداوت شہنشاہانِ فرنگستان بر طبقۂ اولیٰ مسیحیاں آفت ہائے بے شمار آمدہ کہ مقتول وجلا وطن نمود شدند ودروشاں بطرس حواری بمعہ زوجہ ونیز پولوس مقتول گشتہ ویوحنا جلا وطن کردہ شدہ وایں آفت ہا تا سہ صد سال برپائے ماندند۔ دریں اثنا ہر قدر کہ از کتب مقدسہ بدست می آمد بحکم شہنشاہ فرنگستان قریب ۳۰۲ء عیسوی سوزانیدہ می شدند چنانچہ لارڈنر در جلد ہفتم تفسیر خود بر صفحہ ۵۲۳ می نویسد کہ در ماہ مارچ ۱۹ء جلوس ڈیوکلشین فرمان جاری شدہ کہ کلیسہا منہدم وکتب سوزانیدہ شوند۔

ازاں جملہ تا پانزدہ صد سال از عہد حواریین در معابد عیسائیہ ترجمہ یونانی مستعمل بود وجمہور سلف اوشاں متوجہ بجانب عبری نمی بودند غالباً فرقہ یہود کہ در شرارت ضرب المثل اند فرصت تحریف یافتہ یک مجلس منعقد نمودند وہمہ نسخہا را کہ مخالف نسخۂ اوشاں بود الزام غلطی واختلاف نمودہ بسوختند۔ لہٰذا علماء مسیحیین را کہ در ۱۸۰۰ء بنا بر تصحیح کتب مقدس مستعد شوند۔ ہیچ نسخہ کامل عبری ایں چنیں دستیاب نہ شدہ کہ پیش از صدی وہم باشد چنانچہ ہارن صاحب در تفسیر خود جلد دوم می نویسد۔

ازاں جملہ در ۵۳۳ء براکثر فرقہا حکمرانی پوپان شروع شدہ ودر ۵۸۳ء تسلط اوشاں بخوبی گشتہ ڈاکٹرمل چونکہ نسخہائے عہد جدید باہم مقابل نمود در سی ہزار (۳۰۰۰۰)

مقام شانِ اختلاف داد ویک عالم عیسائی مقابلہ سہ صد وپنجاہ وپنج (۳۵۵) نمود یک لکھ وپنجاہ ہزار اختلاف را نشان داد۔

ازیں جا عاقل می فہمد کہ اگر ہمہ نسخہا مقابلہ نمودہ شوند چہ قدر اختلافات ثابت باشند جناب مولوی ابو الحسن حسن صاحب مرحوم کاکوروی در کتاب[1] خودی نویسد کہ من از یکے معتمد انگریزی داں شنیدہ ام کہ حضرت عیسیٰؑ دربارہ گفتگو مصلوب شدن فرمودہ کہ بربناہ یقین بداں کہ اگرچہ گناہ حقیر تر باشد حق سبحانہ وتعالیٰ سزائے اومی دہد۔ والدۂ من وحواریانِ من بغرض دنیا با من محبت نمودند اللہ تعالیٰ از ناخوشی وشیوۂ عدالتِ خود خواست کہ سزائے عقیدۂ اوشاں در دنیا باوشاں دہد تا کہ از عذاب دوزخ نجات یابند ومن اگرچہ در دنیا بے قصور بودم مگر چونکہ بعضے مردماں مرا خدا وپسر خدا گفتند حق سبحانہ وتعالیٰ را ایں سخن ناخوش آمد وخواست کہ بروز حشر شیاطین بر من خندہ نہ کنند لہٰذا از عنایتِ خود ہمیں را بہتر دانست کہ دریں عالم از موتِ یہود تضحیک من بوقوع آید وہر شخصے بہ نسبتِ من گمان کند کہ عیسیٰ ابنِ مریم بردار کشیدہ شد مگر ایں ہمہ تضحیک تا وقتِ تشریف آوری محمد رسول اللہ ﷺ خواہد ماند چونکہ او در دنیا خواہد آمد ہر یک ایمان دار را ازیں غلطی آگاہی خواہد نمود واز دل اوشاں ایں اشتباہ کہ مقتول ومصلوب بودن شبیہ مرا مقتول ومصلوب بودن من انگاشتہ بودند خواہد برداشت۔ انتہیٰ۔

ومن تحقیق ایں سخن از مسٹر چارلس فرس تھامسن صاحب جج مینپوری نمودم او انجیل مذکور یعنی انجیل برنباس گرفتہ گفت درست است لیکن ایں انجیل جعلی است بجواب او گفتم کہ ایں کتاب کہنہ است پیش از زمانِ بعثت پیغمبر ما ﷺ بصدہا سال نوشتہ شدہ دریں جعل چہ گونہ راہ یافتہ گفت کہ بعد سرور عالم ﷺ کسے محمدی ایں فقرات را الحاق نمودہ گفتم کہ شما حاکم عدالت آید ایں چنیں سخن بلا سند گفتن خلاف فطانت است اگر نام شخص محرف وزمانہ تحریف

[1] تفریح الاذکیاء فی احوال الانبیاء مکمل دو جلد۔

بیان کنید البتہ موجب خاموشی من خواہد بود یا کسے نسخہ کہنہ کہ ثابت از زمانہ آنحضرت ﷺ باشد وایں پیش بودن او باسناد متصل ثابت شود صرف کہنہ بودن کاغذ دلیل شدہ نمی تواند باز جواب ایں نداو گفت۔ چرا دلیل نباشد۔ گفتم چونکہ در کاروبار دنیوی حکام عدالت صرف از کہنہ بودن کاغذ وثبت تاریخ زمانہ سابق بودن او از زمانہ سابق باور نمی کنند۔ پس در نزاع دینی چگونہ دستاویز قابل اعتبار خواہد بود خصوصاً چونکہ دراں زمانہ مقتدیانِ دین خائن ودغاباز بودند ثبوت ایں امر بگواہی حضرت ارمیاہ واشعیا وحضرت عیسیٰ علیہم السلام وبیان پطرس وپولوس محقق است۔

ف: از رُوئے تحریر جناب قدوۃ المحدثین وعمدۃ المحققین مولانا واولنا محمد رفیع الدین دہلوی قدس سرہ امر یہ معلوم می شود کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام درسال پنج ہزار وشش صدو ہفدہ سال ہبوطی بر آسمان مرفوع گشتہ یعنی از ہبوط آدم علیہ السلام ایں قدر زمانہ گذشتہ بود وذکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام در سورۂ بقرہ ونساء ومائدہ ومؤمنون ومریم وہُود آمدہ۔ انتہیٰ[1]

باز آمدیم بسرایں آیت وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ. حق سبحانہٗ وتعالیٰ بعد بیانِ تکذیب یہُود واتباع اوشاں از نصاریٰ وبیان مشکک بودن اوشاں دربارہ قتل وصلب مسیح می فرماید کہ اگرچہ مشکک اند دریں امر کہ مستلزم تشکیک است درحیات ورفع جسمی مسیح بشہادت استعجاب واستبعاد عقل لکن ہریک را از اہلِ کتاب موجودہ بالضرور باور خواہند نمود بعدم قتل وصلب مسیح کہ مستلزم حیات ورفع جسمی مسیح است پیش از موتِ مسیح یعنی وقتیکہ نزول خواہد نمود۔

ابوہریرہ بعد بیانِ حدیث والذی نفسی بیدہ لیوشکن الخ یعنی فرمود آنحضرت ﷺ کہ قسم می خورم باں خداوندے کہ جانِ من در دستِ اوست کہ بالضرور نزول

[1] تا ایں مقام بعض ضروری حوالہ جات از کتاب تخریج الاذکیا نقل نمودہ شدند۔ ۱۲

خواہد نمود ابن مریم الخ آیتِ مذکورہ را در محلِ استشہاد می خواند ومحتمل است کہ استشہاد بآیت از تتمہ حدیث باشد بریں تقدیر آنحضرت ﷺ آیتِ مذکورہ را شاہد بر نزولِ مسیح ابن مریم می آرند بر عاقلے بعید از انصاف مخفی نیست کہ نزولِ مسیح بعد مرور چندیں مدت چونکہ مالوف ومانوس طبائع جزئیہ نبود لاجرم آنحضرت ﷺ ایں واقعہ را بہ قسم وتاکید نون ثقیلہ واستشہاد بآیتِ مذکورہ بیان فرمودہ۔

وبر تقدیر بودن مُراد آنحضرت ﷺ شخصے کہ مماثل مسیح ابن مریم در بعض صفات چہ احتیاج بود بقسم خوردن وتاکید واستشہاد۔ ابن کثیر بعد نقل اقوال دریں آیت بصیغہ حصر گفتہ کہ ہمیں است صحیح لاغیر ومناسب بسیاقِ آیت اگر کوئی بریں تقدیر کذبِ آیت لازم می آید العیاذ باللہ زیرا کہ معنی او بمقتضائے استغراق آن است کہ ہریک از اہل کتاب ایمان بعیسیٰ خواہند آورد وایں چگونہ متصور می شود چہ قبل از نزول مسیح لکھوکھہا اہلِ کتاب مردہ باشند وہمیں اعتراض مرزا صاحب بر معنی مذکور ایراد فرمودہ۔

گوئیم چونکہ استثناء از نفی ایجاب می باشد وصدق ایجاب بغیر وجود مثبت لہ متصور نے۔ بناءً علیہ حکم ایجابی قرینہ است بریں کہ مراد اہلِ کتاب ہانند کہ موجود خواہند بود درآں وقت نمی بینی کہ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ (سورۃ الحجر:۲۱) دریں جا حکم ایجابی دال است بر تخصیص شی بہ موجود چنانچہ وَمَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ شاہد است براں ومعنی ثانی کہ مبنی است بر ارجاع ضمیر بجانب اہل کتاب مناسب سیاق آیت نیست بلکہ بیان واقع است کہ ہریکے از اہلِ کتاب وقت موت خود ایمان خواہد آورد بہ عیسیٰ وقت معائنہ صورت عیسیٰ وتجلی او براں ووقعیت مضمونے مستلزم آں نیست کہ مدلول ومراد کلام قرار دادہ شود بغیر شہادت مقام کما ذکرہ ابن کثیر فی ہذا المحل وعجب است از جناب مرزا صاحب کہ در ازالہ اوہام زیرایں آیت مسلکے گرفتہ ہمہ اش مبنی است بر مزعوم اودر وَمَا قَتَلُوْهُ

وَمَاصَلَبُوْهُ بتمامہ تحریف است اصلاً بوئے از وے بمشامِ ادراک حضارِ مجلسِ نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ومحاورہ داں وسائر اہلِ اسلام الی یومنا ہٰذا نہ رسیدہ۔

در بیان معنی آیت می فرمایند نیست کسے از اہلِ کتاب کہ اورا ایمان بتحقیق بالا بہ نسبت خیالاتِ اوشاں دربارہ مقتول ومصلوب شدنِ مسیح نشدہ باشد یعنی ہر کسے تصدیق بمضمونِ مذکور داشتہ است کہ ما دراں واقعہ مشکک ایم (قبل موته) قبل آنکہ ایمان بموتِ مسیح داشتہ باشد یعنی تصدیق بموتِ مسیح نمی دارند و ما اوشاں را خبر می دہیم کہ مسیح مُردہ است۔

می گوئیم از آیتِ وَمَاقَتَلُوْهُ وَمَاصَلَبُوْهُ چنانچہ بیان نمودہ شد کالشمس فی نصف النھار روشن شدہ کہ مسیح را رفعِ جسمی حاصل گشت والی الآن زندہ است بر آسمان بناءً علیہ معنی آیت ھٰذہ چنانچہ جناب مرزا صاحب بیان فرمودہ متناقض است بآیت مذکورہ ومخالف است از تفسیر ابنِ عباس وابوہریرہ کہ دریں آیت فرمودہ اند۔

تفسیر ابنِ کثیر را ایں جا ملاحظہ باید فرمود ونیز موقوف است بر استعمال مضارع مؤکد بنون تاکید در معنی ماضی وودونِ خرط القتاد ونیز تقدیر قبل ان یؤمنوا بموته قطع نظر از تناقض بکلمتِ مذکورہ اعنی بل رفعه الله الیه مساعدت نمی کند واو را شاہدے از کتاب وسنت وکلامِ عرب در امثال ایں چنیں مواضع۔ سبحان اللہ آں وقت ہم بود کہ جوشِ صداقت ودیانت قولِ ابنِ عباس را در تقدیم وتاخیر یا در معنی رفع در فلما توفیتنی داخل تحریف والحادی شمرد وایں جا خود خلاف سیاق ونصوص برعایت مہذبانِ لندن مسلکے گرفتہ وباورکنندگان تفسیر ابنِ عباس وابوہریرہ را کہ سیاق معاضد است برائے او بہ لفظ حزب ناداں ونابینا وبادیہ نشینانِ عرب یاد فرمودہ وبعد ازاں در ازالہ می فرمایند کہ خدا تعالیٰ ایں معنی را بر بندہ بطریقِ کشف ظاہر نمودہ است وایں ابیات را بطریقِ شکریہ واظہار النعمة نوشتہ۔

اے خدا جانم براسرارت فدا   آشیاں رامی دہی فہم وذکا

درجہانت ہیچو من امی کجاست   درجہالتہا مرا نشو ونما است
کہ کی بودم مرا کردی بشر   من عجب تر از مسیحی بے پدر

گویم آرے بحکم آنکہ عارف وقتے کہ آیتے را از کلام اللہ ذخیرہ خودمی سازند بہ تدبر وتفکر منہمک در معانی ومضامین اومی گردد اگر مشتمل باشد بر ذکرِ ذاتِ بحت مورث طریانِ فنا واضمحلال ونیستی می باشد بر عارف۔

وبر تقدیر ذکر صفات فعلیہ ہم ملاءِ اعلیٰ را در تحریک آوردہ موجب داعیہ اسباب سفلیہ برائے انبعاث وظہورِ تجلی فعلی می باشد چنانچہ در صورتِ اشتمال بر ذکرِ صفاتِ ذاتیہ اولاً نفسِ خود منصبغ بانوار وتجلیات شدہ واز آثارِ انفسی معمور سراپا گشتہ ثانیاً ہمہ عالم از فرش تا عرش ہماں انوار بطریق سیر آفاقی مشاہدہ می نماید لہٰذا جناب مؤلف وقتِ استغراق وغوطہ خوردن در بحرِ معنی آیت وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مَالَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ برائے اشتمالِ او بر صفتِ شک اولاً بذاتِ خود رنگین برنگِ شک وعدم یقین شدہ۔

ثانیاً کافۂ اہلِ اسلام را از صحابہ کرام وسائر اہلِ علم الی یومنا ھٰذا مشکک وناداں ونابینا مشاہدہ فرمودند ما نا کہ اقتفاء واتباعِ اہلِ کتاب در تفسیر آیت مذکورہ وترک آثارِ صحابہ وَرَآءَهُ ظِهْرِيًّا موجب او فتادن در چاہِ شک ونادانی کہ لازمِ حالِ اہلِ کتاب بود گردیدہ والا بر تقدیر التزام اقوالِ صحابہ استحقاق آں بود کہ رنگِ علم ویقین را از انعکاس صفاتِ ذاتیہ وجوبیہ اولاً در خود حاصل نمودہ وسائر اہلِ علم را از سلف تا خلف شکر اللہ سعیہم منصبغ برنگِ علم ویقین حق بشہادت لن تجتمع امتي على الضلالة مشاہدہ می نمودند۔ اللهم اغفر لامة محمد ﷺ وتجاوز عن امة محمد ﷺ۔

قوله: درجہانت ہیچو من امی کجاست۔ کلمة حق اريد بها الباطل لاريب. ایں

چنیں امی کہ خود ہم در فہم کتاب اللہ و کتاب الرسول فکر صائب ندارد و اقوالِ دیگراں راہم قبول نہ نماید در جہاں غیر از جناب مؤلف کجاست۔

معاف خواہند فرمود ایں ہمہ کہ می گوییم در مقابلہ بے حیا و ناداں شمردن کافۂ اہلِ اسلام چنداں وزنے ندارد و آنچہ گواہی اصح الکتب فرمودہ اند افتراء و بہتان است بر بخاری چنانچہ در مباحث آیت خواہد آمد۔

مقصد دوئم

در بیان جواب ہائے اعتراضات جناب مرزا صاحب

باستشہاد آیات بر حیات عیسیٰ ابن مریم علی نبینا وعلیہ السلام

قوله: واستدلال صدیق الامت رضی اللہ عنہ از آیت قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ (سورۃ آل عمران:۱۴۴) در پیش وجود جمِ غفیرے از صحابہ بریں کہ کل انبیاء علیہم السلام از قبل پیغمبر ما صلی اللہ علیہ وسلم شربتِ ممات چشیدند۔ انتہی۔

اقول: دعوی صدیق الامت رضی اللہ عنہ تحقق وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم است و نبودن ایں واقعہ جانکاہ خلاف سنتِ الٰہیہ۔ ایں دعوی از حضرت صدیق رضی اللہ عنہ برائے دفع تعجب سائر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین بود۔ خطبۂ صدیقی رضی اللہ عنہ من کان یعبد محمدا صلی اللہ علیہ وسلم فان محمدا صلی اللہ علیہ وسلم قد مات ومن کان یعبد اللہ فان اللہ حی لایموت شاہد ایں معنی است پس تصویر دعوی صورت استدلال ایں کہ وفات یافتن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم موجب تعجب ومخالفِ سنت الٰہیہ نیست زیرا کہ او صلی اللہ علیہ وسلم نبی است از انبیاء (صغری) وہر نبی از انبیاء پیشینیاں گذشتہ است وکارِ تبلیغ ورسالت را فروگذاشتہ (کبری) ازیں جا دانستی کہ کل انبیاء از قبل پیغامبر ما صلی اللہ علیہ وسلم کبرائے دلیل است نہ دعوی پس قولِ مؤلف استدلال صدیق الامۃ رضی اللہ عنہ بریں

کہ کل انبیاء علیہم السلام الخ از قبیل التباس است بین دعوی وکبری دلیل۔

حضرت مؤلف خَلَتْ بمعنی تَوَفَّتْ فہمیدہ اند چنانچہ از قول (و شربتِ ممات چشیدند) ظاہر است۔ گوییم بریں تقدیر آیت سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِیْ قَدْ خَلَتْ (سورۃ الفتح:۲۳) مناقض خواہد بود بآیت وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا چہ مفاد آیتِ اولیٰ آنکہ سنتِ الٰہیہ آنست کہ وفات یافتہ است ومعدوم گشتہ ومعنی آیتِ ثانیہ ہرگز نخواہی یافت برائے سنتِ الٰہیہ تبدیل وتغیر بلکہ باقی ومستمر خواہد ماند۔

باید دانست کہ خَلَتْ مشتق از خَلْوٌ بمعنی تنہا شدن چنانچہ در وَاِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ یا بمعنی گذشتن وآں حقیقۃً صفت است برائے زمان می گویند خَلَا الزَّمَانُ وقرونٌ خالیۃٌ ومجازاً برائے زمانیات یعنی امورے کہ در زمانہ موجود اند چنانچہ رُسُل در آیتِ مذکورہ گذشت زمانۂ رسولاں حقیقت است وگذشتند رسولاں مجاز۔ وگذشتن رسولاں از طبقۂ زمین من حیث الرسالۃ[1] بدو وجہ صادق می آید۔

یکے آں کہ رسول وفات یابد پس موصوف یعنی ذاتِ رسول وصف یعنی رسالت ہر دو گذشتند۔ ودوئم آنکہ رسول از وصفِ رسالت وتبلیغ در طبقۂ زمین گذشتہ باشد یعنی وقت کارخانہ تبلیغ ورسالت او گذشتہ[2] گو کہ خود بقید حیات باشد در عالم علوی بشہادت نصِ قرآنی چنانکہ در مقصد اول دانستی۔ الغرض حیاتِ مسیح در آسمان بغذاء ذکر وتسبیح مثل سائر ملائکہ بغیر از وصفِ تبلیغ ورسالت منافات ندارد با آیت قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ.

---

[1] بنا بر آنکہ در محکوم علیہ بودن مشتق کہ رُسُل است دریں جا مبدء یعنی وصفِ رسالت را دخل می باشد ضرورۃً والا لازم آید الغاء تعبیر بہ مشتق۔ ۱۲ منہ

[2] چنانچہ می گویند فلاں حاکم تحصیلدار در راولپنڈی مثلاً گذشت یعنی در کے زمانہ با وصف حکومت در شہر مذکور ماندہ گذشت گو کہ بعد ازاں در جائے دیگر بغیر حکومت موجود باشد۔ ۱۲ منہ

وشمول عمومی مفہوم مذکور کفایت می کند در استدلال صدیق الامۃ رضی اللہ عنہ بریں مدعٰی کہ وفاتِ آنحضرت ﷺ مخالفِ سنت الٰہیہ نبودہ کہ آں ہم نوعیست از انواع خلو رسول من حیث الرسالۃ اگر گوئی قولہ تعالیٰ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ قرینہ است بر ارادہ موت از خلتْ۔

گویم قولہ تعالیٰ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ بیان بعض انواع خلو است بعد تمہید وذکر خلتْ یعنی گذشتن رسولاں من حیث الرسالۃ چونکہ خلاف سنت الٰہیہ ودلیل بطلانِ شرع تا وقت ظہور ناسخ نیست۔ پس در صورت وقوع بعض انواع خلتْ کہ مات او قتل باشد چرا بطریق استعجاب او را موجب بطلانِ شرع وباعثِ انقلاب خود ازاں می دانید۔ پس چنانچہ قولہ تعالیٰ اَوْ قُتِلَ قرینہ نیست بر ارادہ معنی قتل از خلتْ ہم چنیں مات دلالت نمی کند بر ارادہ معنی موت از خلت والا یلزم الترجیح بلا مرجح۔ ونیز بر تقدیر ارادہ معنی موت از قَدْ خَلَتْ لازم می آید کذب آیت قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ چنانچہ لازم می آید بر تقدیر ارادہ معنی قتل۔

تشریح لزوم کذب آنکہ مراد از مات موت حتف الانف است بدلیل اَوْ قُتِلَ پس بر تقدیر گردانیدن اَفَاۡئِنْ مَّاتَ قرینہ بر ارادہ موت از قَدْ خَلَتْ معنی آیت ہر آئینہ مردند بموت حتفی خود بغیر از قُتِلَ ودیگر اسباب ہمہ رسولاں حال آنکہ بعض از وشاں بقتل ہم وفات یافتہ اند۔ ہمیں طور اگر قُتِلَ را قرینہ ارادہ قتل از خَلَتْ گردانیم معنی آیت ہر آئینہ مقتول شدند ہمہ رسولاں حال آنکہ بعض بموت حتفی مُردہ اند۔

وجہ تخصیص ماتَ اموت بہ قتل آنکہ نزول آیتِ مذکورہ در غزوۂ احد بود وقتے کہ آنحضرت ﷺ مجروح گشتہ در غارے افتادند شیطان لعین ندا کرد کہ محمد ﷺ وفات یافت بمجرد استماع ایں خبر لشکرِ اسلام بغیر از خواص رُوئے بفرار آورد۔ حق سبحانہ وتعالیٰ اظہار غلط فہمی اوشاں می فرماید آیا شما فہمیدہ اید کہ تعمیلِ احکام شرعیہ تا وقتے است کہ نبی ﷺ بنفس نفیس

خود میانِ ایشاں موجود باشد ایں طور نیست نمی دانید کہ چہ قدر انبیاء ورُسُل گذشتہ اند آیا ہمہ درمیانِ اُمتِ خود نشستہ ماندند یا تابعین اوشاں بدیں خیال دینِ اوشاں را ترک نمودہ۔

ازیں جا دانستی کہ رد استدلال بر غلط فہمی مغروراں ہماں شمول عمومی مفہوم قَدْ خَلَتْ استدلال را بانصرام می رساند چنانچہ در استدلال صدیقی مثل روز روشن شد کہ محض تیزی طبع ونازک خیالی آیت قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ را معارض نص بل رفعہ اللّٰہ نمود والا فی الواقع کیفیت آنست کہ دانستی باز بطریق تنزل وفرض محال۔

می گویم کہ بر تقدیر ارادہ معنی تَوَفُّتْ از قَدْ خَلَتْ وفاتِ مسیح چگونہ ثابت می شود چہ نص بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ مخصص او باشد۔

قضایا عرفیہ را در رنگ محصورات معقولیہ دانستہ اند قرآن کریم را خیال فرمایند خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ (سورۃ الطارق: ۶۔۷) وہمیں طور خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ کہ بظاہر خاکی انداز حال مطلق انسان وآیت خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ مخصص آنہا اقتادہ علی ہذا بسیارے از مواضع کتاب وسنت شاہد ایں معنی است۔

قوله: وآیت وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ وَّمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ (سورۃ النحل: ۲۰۔۲۱) دلیل بیّن است بریں کہ عیسیٰ از زمرۂ مردگاں می باشد۔

اقول: ایں آیتے است از سورۂ نحل کہ نزولش در مکہ بودہ۔ پس بنا بر آں دعوت کنندگان مشرکانِ مکہ اند ومُراد از مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ معبودانِ اوشاں یعنی بتان خواہند بود نہ مسیح ابن مریم کہ معبود اہلِ کتاب است۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما می گوید ویخلقون ای یُنْحَتُوْنَ مخلوقۃ منحوتۃ اموات اصنام اموات انتہیٰ۔

وقولہ تعالیٰ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ بر سبیل تہکم است برائے عبدۃ الاصنام

گویا می فرماید کہ معرفت وقت بعث از لوازم الوہیت است وایں بُتاں نمی دانند کہ پرستندگان ما کدام وقت مبعوث خواہند شد اگر گوئی بناء بر قاعدہ مسلمہ کہ العبرة العموم اللفظ لاالخصوص المورد مراد از مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مطلق معبودان خواہند بود۔

گوئم بریں تقدیر لابد است از تعمیم در غیر احیاء ای مسلوب الحیاۃ فی الحال باشند مثل اصنام وبعض معبودات غیر آنہا وفی المآل مثل ملائکہ وعیسیٰ ابن مریم وہمیں طور مُراد از اموات مردگانند در اوقات معینہ نہ دائما چہ ظاہر است کہ غیر اصنام در اوقات مستعارہ حیات خود زندہ اند۔ تفسیر ابن کثیر وابوالسعود وعباسی وبیضاوی وفتح البیان وکبیر وکشاف وجلالین وغیرہ را ازیں جا ملاحظہ باید فرمود وتعمیمات ہمہ مفسرین دریں چنیں مواضع ہمہ مبنی اند برایماں بہماں نص بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ چنانچہ شناختی۔ بالجملہ تعمیم مذکور برائے ادخال ملائکہ ضروری لتسلیم است نہ فقط برائے مسیح۔

قوله: اگر مثلاً نصرانی گوید کہ ایں بیان قرآن (یعنی وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ) بموجب معتقدات خود شما مسلماناں خلاف واقعہ است الی حبۃ اللہ بگوئید ایں اعتراض را چہ جواب خواہید گفت۔

اقول: حق سبحانہ وتعالیٰ جناب را جزائے خیر ایں خیر خواہی ونکوئی در حق مسلماناں دہاد۔ غرض این است کہ نصرانی بے چارہ چونکہ خود از مزاولۂ قرآن کریم محروم است ایں چنیں معانی کشفیہ را کجا منشاء اعتراض قرار دادہ می تواند۔ ایں کمال مخصوص جناب است "اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَاءٍ" (سورۃ النحل:۲۰) متحمل بسوئے مطلقہ عامہ فہمند نہ دائمہ مطلقہ۔ والا محکم ایں آیت روح القدس داخل "اموات" شدہ چگونہ سلسلہ الہامات جناب را جاری کردہ می تواند۔ علی ہذا القیاس اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ (سورۃ الزمر:۳۰) یعنی در اوقات معینہ خود رنگ مطلقہ عامہ والا باید کہ در وقت نزول "اِنَّكَ مَيِّتٌ" آنحضرت ﷺ وفات یافتہ باشند۔

ل ایام الصلح صفحہ ۱۴۲۔

اگر گوئی میت مشتق از موت است وحمل مشتق قیام مبداء را می خواہد۔ گوئیم فرق است مابین صدق قضیہ وتحقق مضمون او۔ قیام مبداء وقت تحقق مضمون او ضروری است نہ وقت صدق او۔ جناب را مکلف ام کہ اگر مثلاً نصرانی گوید کہ ایمان بِمَا اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ بر شما فرض۔ ومن جملہ ما انزل وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ .... بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ است۔ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ.... وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (سورۃ الحشر:۷)۔ وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ. ومن جملہ مَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ احادیث صحیحہ واردہ در نزول مسیح بن مریم کہ فرع حیات بر آسمان است۔

مستند پس شما چرا عیسیٰ را داخل مُردگان نمودہ در خطہ دلپذیر کشمیر مدفون ساختہ اید۔ حبۃ اللہ بگوئید چہ جواب خواہید داد۔ ہمیں کہ مُراد از عیسیٰ واجب النزول من آسمٰن باز او گفتہ نمی تواند کہ در نصوص مذکورہ ذکر خیر جناب بودہ یا در شب معراج در بارہ بیان نزول وگداختن دجال وقتل یاجوج وماجوج قبل از قیامت جناب با آنحضرت ﷺ گفتگو فرمودہ بودند وبا زریب بن برثملا وصی خود را جناب در کوہ عراق امر بمشغولی عبادت الی وقت النزول نمودہ بودند۔ بعد ایں اعتراض بہ فرمائید کہ چہ طور دفاع خواہید کرد۔ آخر بہ ہمیں کہ ایں احادیث موضوعہ اند۔ باز او تحریرات جناب واتباع جناب را پیش کردہ نمی تواند کہ در قول فصیح وغیرہ وغیرہ برائے اثبات بودن الہام اقوی از ہمہ دلائل قول محی الدین بن عربی وجلال الدین سیوطی را سند گرفتہ اید کہ ایں بزرگواران کیفیت احادیث را از آنحضرت ﷺ را پرسیدہ می توانستند۔ آخر نہ ہماں محی الدین ابن عربی است کہ حدیث زریب بن برثملا را بطریق کشف تصحیح فرمودہ۔

وامام ہمام جلال الدین نہ ہماں عامل بالکشف است کہ حدیث تکلم مسیح در بارہ اشراط ساعت را در تفسیر خود در منثور آوردہ وبخاری نہ ہماں بخاری است کہ کتاب او را بعد کتاب اللہ اصح الکتب دانستہ جناب تمسک باثر ابن عباس گرفتہ اند ایں بخاری در تاریخ

خود عیسیٰ ابن مریم را بعد نزول نزد آنحضرت ﷺ دفن خواہد نمود۔ حسبۃً للہ بگوئید ایں اعتراض
راچہ جواب خواہید گفت۔

قوله: ہم چنیں اگر نصرانی دعوٰی کند کہ عیسیٰ نسبت بدیگراں ایں مزیت را دارد کہ خود شما
با اعتقاد دارید بایں کہ دو(۲) ہزار سال است کہ او زندہ برآسمان موجود است و ہیچ گونہ
اختلال وانتقاش در قوائے او راہ نہ یافتہ ہم چناں بر تخت تمکین وعزت متمکن می باشد و
در آخر زمان با جنود ملائکہ کہ جنودِ مخصوص خداوندِ عالم اند نزول اجلال از آسمان خواہد
فرمود ازاں جا کہ قرآن گوید کہ خداوند عالم با فرشتگان خواہد آمد۔ مع ہذا مسیح لازما با صفاتِ
اُلوہیت متصف شد و اختصاص خود مقتضی آں می باشد کہ مسیح را از دیگر بنی آدم ممتاز و بالا
اعتقاد داریم۔ خدارا زمانے سر در گریبان تامل فرو برید بگوئید ایں دعاوی واعتراضات
نصاریٰ چہ طور توانید رد کرد۔ الخ

اقول: اگر راہ نیافتن اختلال وانتقاش تا عرصۂ دراز موجب فضیلت است باید کہ اصحابِ
کہف واکثر انبیاء افضل باشند از آنحضرت ﷺ و ہمیں طور کسانے کہ از شصت و سہ سالہ
عمر دراز یافتہ اند۔

واگر قیام برآسمان ولحوق بملائکہ سبب مزیت بر دیگراں باشد باید کہ ملائکہ افضل
باشند از سید رسل ﷺ واگر نزول با جنود ملائکہ موجب اُلوہیت وشرک است بنا بر اختصاص آں
با حق سبحانہٗ وتعالیٰ باید کہ جبرائیل بسبب نزولِ ملائکہ ہمراہ او در وقت انزال سورۃ یا آیت
یا وقتِ نصرت مؤمنین شریک باشد با حق سبحانہٗ وتعالیٰ واعتقاد بداں مقتضی الی شرک بود۔
ونزول را محمول نمودن بر انعکاس فیضانِ رُوح القدس بسبب استعداد و مناسبتے کہ در نفوسِ قدسیہ
کاملین و مختفی است اباء می آرد از و منع می کند از قبول او آمدن جبرائیل در صورت دحیہ کلبی ونشستن
در حضور آنحضرت ﷺ و آمدن ملائکہ نزد لوط (علیہ السلام) و ابراہیم (علیہ السلام) و در جنگ بدر وغیرہ وغیرہ۔

الغرض عقیدہ داشتن بایں کہ عبارت از ارواح کواکب اند و آمد و رفتِ اوشاں
بر زمین از محالات است۔ چنانچہ جناب مؤلف واتباع او تصریح بایں عقیدہ در ازالہ وغیرہ
نمودہ آیات واحادیث تکذیب می کند اورا۔ فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا
سَوِيًّا (سورۃ مریم:۱۷)۔ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ (سورۃ
الذاریات:۲۴)۔ اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ
الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ بَلٰٓى اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ
رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ (سورۃ آل عمران:۱۲۴۔۱۲۵) وَلَمَّا جَآءَتْ
رُسُلُنَا لُوْطًا سِيْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالَ هٰذَا يَوْمٌ عَصِيْبٌ وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ
يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ قَالَ يٰقَوْمِ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِيْ هُنَّ اَطْهَرُ
لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِيْ ضَيْفِيْ اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ قَالُوْا لَقَدْ
عَلِمْتَ مَا لَنَا فِيْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ وَاِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيْدُ قَالَ لَوْ اَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً
اَوْ اٰوِيْٓ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ قَالُوْا يٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ يَّصِلُوْٓا اِلَيْكَ
فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَكَ اِنَّهٗ مُصِيْبُهَا
مَآ اَصَابَهُمْ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا
عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ مَّنْضُوْدٍ۔ (سورۃ ہود:۷۷تا۸۲)

خدارا انصافے ایں متمثل بصورتِ بشریہ نزد مریم وایں سہ ہزار و پنج ہزار بر اسپانِ
فربہ سوار شدہ وایں مہمانانِ ابراہیم (علیہ السلام) کہ برائے اوشاں طعام تیار کردہ بود واوراخورد
وبشارتِ فرزند من جانب اللہ دادند وایں مہمانانِ لوط (علیہ السلام) کہ قوم لوط باوجود آں فسق وفجور
اوشاں را دیدند وقتے کہ خانۂ لوط را قوم احاطہ نمودہ بودند۔ وایں فرشتگان حضرت لوط (علیہ السلام)
را اطمینان دادہ وقتِ صبح آئندہ تمام قریہ را تباہ و ویران نمودند۔

آیا ایں ہمہ ارواح کواکب برزمین آمدہ بودند۔ پس دراں وقت اجرام کواکب چگونہ برزمین نیامدند و بر آسمان قائم ماندند۔ چہ حیات وقیام اجسام واجرام بغیر ارواح ممتنع۔ وآں خوش صورت کہ بروے اثرِ سفر معلوم نمی شد و ہمہ حضارِ مجلسِ نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام از و ناشناس۔

ودر بخاری ومسلم وترمذی وابوداؤد ونسائی وابن ماجہ درحق او آمدہ فَاِنَّہٗ جبرائیل ﷺ اتاکم یعلمکم دینکم وبخاری در صحیح خود عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال قال رسول اللہ ﷺ یوم بدر ھذا جبرائیل اخذ براس فرسہ علیہ اداۃ الحرب یعنی فرمودہ درروز بدر ایں جبرائیل است مسلح اسپ را گرفتہ ایستادہ۔

وآں معلم کہ آنحضرت ﷺ را امام شدہ تعلیم کیفیت صلوٰۃ نمودہ ودر رمضان با آنحضرت ﷺ دورِ قرآن می کرد۔

وآں سوار اسپ کہ لشکرِ فرعون اورا دید وسامری خاکِ نعلِ اسپ او برداشتہ بود یا آں شخص کہ درصورتِ دحیہ صحابی می آمد وآنحضرت ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ را فرمود کہ ایں جبرائیل است وشمارا سلام می رساند یا آں فرستادہ کہ دروقتِ ایذا دادنِ اہلِ طائف می گفت کہ یا محمد ﷺ خداوندِ تو می فرماید کہ اگر می خواہی من ایں کوہ را بر سرِ ایشاں افگنم آیا ایں روح کواکب بود؟ اللھم اصلح امۃ محمد ﷺ واغفر امۃ محمد ﷺ۔

وخالقِ طیور ومحیِ اموات حق است سُبحانہٗ وعیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام محلِ ظہورِ خوارق۔

بیضاوی می گوید فیصیر حیا طیارا باذن اللہ سبحانہ تعالیٰ نبہ بہ علی ان احیاءہ من اللہ تعالیٰ لامنہ وَاُبْرِئُ الْاَکْمَہَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰہِ. کرر بِاِذْنِ اللّٰہِ دفعا لوھم الالوھیۃ فان الاحیاء لیس من جنس الافعال البشریۃ. انتھی. وایں احیاء من اللہ یا اظہار اللکرامۃ والصداقۃ می باشد چنانچہ از عیسیٰ بن مریم

وابراہیم علیہم السلام وبعض اولیاء اُمّتِ مرحومہ یا اتلاء چنانچہ در دجال۔

الغرض محی حق است سبحانہٗ ونسبت احیاء بسوئے مخلوق مجازیست بعلاقۂ ملابست۔

وتصدیق بمعجزات عیسویہ وابراہیمیہ یا بحیات مسیحی الی الان ثمرۂ ایمان بکتاب اللہ واحادیث نبویہ است نہ آں کہ بخیال تفضیل اوشاں باشد بر تفضیل رُسُل ونہ فی الواقع موجب تفضیل اند کہ ظہور ایں خوارق از دستِ اولیاء اُمّتِ مرحومہ نیز ثابت شدہ۔

ارے معتزلہ چونکہ عباد را خالقِ افعال می گویند بناءً علیہ اقرار بمعجزات احیاء مفضی الی الشرک می باشد نہ بر مذہب اہلِ حق کہ خالق حق است سبحانہٗ۔

قولہ:[1] فِیْھَا تَحْیَوْنَ وَفِیْھَا تَمُوْتُوْنَ (سورۃ الاعراف:۲۵) اول دلیل است بریں کہ غیر از کرۂ ارض بجہت انسان مستقر ومستودع یا بعبارت اخری مہد ولحد نبودہ است۔

اقول: قولہ تعالیٰ قَالَ اھْبِطُوْا بَعْضُکُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَکُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰی حِیْنٍ قَالَ فِیْھَا تَحْیَوْنَ وَفِیْھَا تَمُوْتُوْنَ مفاد وَلَکُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اختصاص مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ فِی الْاَرْضِ است با مخاطبین یعنی بودن کرۂ ارض قرارگاہ ومحل بسر کردن حیات مختص با مخاطبین است از وشان متجاوز شدہ اصالۃً[2] در سکان ملاء اعلیٰ یافتہ نمی شود نہ اختصاص مخاطبین باحیات فی الارض تا کہ از و متجاوز شدہ بحیات فی السماء موصوف نہ باشند وقطع نظر ایں۔ اختصاص بآں معنی است کہ مستقر وحیز طبعی ودار الاقامۃ برائے شما کرۂ ارض است وایں منافی نیست با بودن آسمان محل بطریق عارضی چنانچہ ملائکہ را مقر طبعی وموطنِ اصلی افلاک اند معہذا بر زمین نیز آمد ورفت می دارند حاصل آنکہ ایں اختصاص از جعل تکوینی است۔

[1] ازالۃ الاوہام صفحہ ۴۰۔

[2] قولہ اصالۃ مراعات ایں قید برائے اخراج قیام عارضی است تدبر۔ ۱۲ منہ

وانفکاک بین المجعول والمجعول الیہ درصورت بودن او عارض غیر لازم جائز است و متحقق چنانچہ در وَجَعَلَ الَّيْلَ لِبَاسًا وَجَعَلَ النَّهَارَ مَعَاشًا انفکاک لباس از لیل و معاش از نہار درصورت گذاردن زید شب را در کسب معاش و روز را در خواب متحقق است پس در ما نحن فیہ یعنی جعل آدم و ذریۂ احیاء فی الارض و جعل الارض مستقر الہا انفکاک حیاۃ فی الارض از آدم یا ذریت او متصور۔

اگر گوئی کدام دلیل است بر بودن مجعول الیہ یعنی حیوۃ فی الارض عارض غیر لازم گوئیم بعد اشتراک آدم و ابلیس در ہبوط کہ در حق ہر دو فَاهْبِطُوْا مِنْهَا وارد است ابلیس را صعود در آسمان حاصل شد بدلیل فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ پس امتناع صعود آدم و ذریتش را کدام مقتضی بالخصوص فردے کہ ماد و فطرت او نفخ روح القدس وَكَلِمَةُ اَلْقٰهَا اِلٰى مَرْيَمَ شاہد حال او باشد۔

قوله: خلاصہ ختم نبوت کہ شعار نبی کریم ماست ہم مقتضی آں می باشد کہ حضرت عیسیٰ البتہ مردہ باشد چہ اگر بعد از خاتم الانبیاء صلوات اللہ علیہ وسلامہ بعثت نبی دیگر ممکن باشد آں جناب خاتم الانبیاء چگونہ تواند بود و نیز شود ہم سلسلۂ وحی نبوت انقطاع یابد و اگر بفرضِ محال تسلیم کنیم کہ حضرت عیسیٰ در رنگ احاد امت بروز کند اما شانِ نبوت از وے چرا و چگونہ مسلوب و منتزع خواہد شدی شود او اتباع شریعۃ اسلام را شعار خود سازد و نے تواں گفت کہ او دراں وقت در علمِ الٰہی نبی نباشد و اگر در علم الٰہی نبی نباشد باز ہماں محذور و اعتراض لازم آمد کہ بعد از خاتم الانبیاء نبی دیگر مبعوث گردید۔

اقول: آمدن عیسیٰ باتباع شریعۃ اسلام کما ھو مصرح فی الاحادیث منافی ختم نبوت نبی ما ﷺ نیست بلکہ آمدن او در رنگ احاد امت از ضروریات است بدلیل قولہ تعالیٰ وَاِذْ

اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ط (سورۃ آل عمران: ۸۱) وبدلیل قولہ ﷺ لو کان موسیٰ بن عمران حیا ما وسعہ الا اتباعی۔ و مسئلہ علمِ الٰہی باید فہمید تا کہ در غلط نیفتند علم تابع معلوم است من حیث المطابقۃ اگرچہ معلوم تابع شد من حیث الظہور والوجود پس علمِ الٰہی قبل وجود الاشیاء مطابق معلومات کما ہی فی الواقع خواہد بود الا لازم آید جہل تعالی اللہ عن ذٰلک عُلُوًّا کَبِیْرًا۔

در ما نحن فیہ نبوت و رسالت عیسویہ چونکہ محدود و منتہی است تا زمان بعثت آنحضرت ﷺ در علمِ الٰہی نیز بطریق محدودیت واقع خواہد بود تا آنکہ عیسیٰ فی الواقع تا زمان محدود مشرع احکام باشد و حق سبحانہ و تعالیٰ او را در علم ازلی مشرع موبد داند کہ ایں جہل است۔

قوله: خلاصہ نزول از آسمان چنانچہ ضربہ شدیدہ خورد از آیت قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ہم چناں لطمۂ دندان شکن یا بد از آیاتے کہ انفا مذکور کردیم۔

اقول: قولہ تعالیٰ وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْبُوْعًا اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا (سورۃ بنی اسرائیل: ۹۰ تا ۹۳)۔ ترجمہ: وگفتند ہرگز باور نداریم ترا تا آنکہ جاری کنی برائے ما از زمین چشمہ یا باشد ترا بوستانے

ل مضمونش آنکہ ہمہ انبیاء و رسل از آدم تا عیسیٰ عہد کردہ اند کہ ما نیز مثل سائر امت او کلمۂ او خواہیم خواند۔ چنانچہ حدیث امامت آنحضرت ﷺ در شب معراج و حدیث لو کان موسیٰ حیا بہ تفسیر است برائے آیت مذکورہ۔ پس عیسیٰ حسب میثاق ازلی اگر بعد نزول از احاد امت شمرشود چہ تعجب۔ ۱۲

ازخرما وانگور پس رواں کنی جوئہا درمیان آنہا رواں کردنی یا فرود آری آسمان راچنانچہ گمان مے کنی بر ما پارہ پارہ یا بیاری خدارا وفرشتگان را روبرو یا باشد ترا خانہ از زر یا بالا روی بر آسمان وباور نداریم بالا رفتن ترا تا آں کہ فرود آری بر ما نوشتہ کہ بخوانیم آں را۔ بگو پاک است پروردگار من نیستم من مگر آدمی فرستادہ۔ بر صاحب انصاف پوشیدہ نیست کہ قولہٗ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا دلالت نمی کند بر امتناع امور مذکورۃ الصدر والا باید کہ اجراء چشمہ در زمین وبودن بوستان خرما وانگور ہمہ چشمہا برائے آنحضرت ﷺ نیز ممتنع باشد بلکہ محصل سُبْحَانَ رَبِّیْ آنست کہ او سبحانہٗ بزرگ تر ومنزہ است ازیں کہ کسے در امور سلطنت وملک او دخل دہد یا او سبحانہٗ حسب اقتضاء اوشان ہر وقت وہر طور کہ خواہند نشانے را پیدا آرد خصوصاً آں نشان کہ بعد اتمام حجت ظہورا وموجب ہلاک گردد۔ او خود فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ (سورۃ البروج ۱۶) است اگر خواہد اجابت مسؤل شما فرماید واگر نخواہد نکند۔ کار من فقط تبلیغ رسالت است ومرا بآں مشغول باید بود۔

امام احمد بن حنبل مرفوعاً می آرد کہ فرمود آنحضرت ﷺ کہ پیش نمود بر من رب من عزوجل کہ کند سنگلاخ مکہ را زر۔ پس گفتم نہ یا رب الخ ترمذی۔ الغرض آیت مذکورہ شہادت بر استحالۂ امور مذکورہ نہ دہد بلکہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ مکابرہ وعناد اوشاں را جائے دیگر ذکر فرمودہ۔ وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِيْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِنْ هٰذَا اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ وَقَالُوْا لَوْلَا اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ (سورۃ الانعام ۷ تا ۹)۔ وَاِنْ يَّرَوْا كِسْفًا الآیۃ وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ الآیۃ ایں ہمہ آیات دلالت می کند بر امکان وقوع ایں امور وتیز براں کہ عدم وقوع برائے آنست کہ بعد وقوع ہم راہ مکابرہ وعناد نخواہند گذاشت۔

پس ایقاع ایں امور برائے توقع ایمان اوشاں عبث است ودر واقعہ اسراء یا رفع مسیح ابن مریم چونکہ مطمح نظر محض اکرام یا نجات دادن از دست یہودان است بغیر آں کہ مقصود بالذات ایمان آوردن کسے باشد بناءً علیہا آیات مذکورہ دلالت نمی کنند بر عدم وقوع رفع الی السماء تمسک واستشہاد بآں دریں باب از غلط فہمی است بلکہ خود آنحضرت ﷺ توجہ را مبذول فرمودن بداں طرف خروج از منصب خود تصور می فرمایند۔

باتباع سفیہے چند سوال ایں چنیں امور نمودن داخل سفاہت بودن است ایں جا کالمیت بین یدی الغاسل باید بود۔ باشد کہ خود سابقہ عنایت ازلیہ لولاک لما خلقت الافلاک وقت ہبوب نسیم سُبْحَانَ الَّذِيْ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ تماشائے چمن را تمام بہ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا فرماید۔ حدیث معراج بطریق تواتر از جم غفیر صحابہ کرام مروی است۔ مثل عمر بن الخطاب وعلی وابن مسعود وابی ذر ومالک بن صعصعہ وابی ہریرہ وابی سعید وابن عباس وشداد بن اوس وابی ابن کعب وعبدالرحمن ابن قرظ وابی حبہ انصاری وابی یعلی انصاری وعبداللہ ابن عمرو وجابر وحذیفہ وبریدہ وابی ایوب وابی امامہ وسمرۃ الجندب وابی الحمراء وصہیب رومی وام ہانی وعائشہ واسماء ہر دو دختران ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

ابن کثیر ایں جا گفتہ حدیث معراج عقیدۂ اجماعیہ ہمہ اہل اسلام است۔ مگر زندیقان وملحدان از و اعراض ورزیدہ يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ (سورۃ الصف: ۸)۔ اکثر برانند کہ معراج جسمی بود در حالت بیداری بعد ازاں کہ اولا بطریق خواب منکشف شدہ چنانچہ اکثر واقعات آنحضرت ﷺ اول معائنہ کنانیدہ می شدند بعد ازاں جاءت مثل فلق الصبح بظہوری آمدند۔

شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ در فتوحات گفتہ کہ معراج آنحضرت ﷺ سی وسہ

مرتبہ بطریق رؤیا و منام بود و یک کرۃ جسمی۔ حضرت مؤلف را دریں چنیں مواضع کشفیہ بر صاحب فتوحات کمال وثاقت و اعتبار است مثل ابن عباس براں معتقد نخواہند بود و دلالت می کند بر وقوع جسمی کلمہ عبد بناءً علی الغالب چنانچہ سبحان در سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ (سورۃ بنی اسرائیل:۱) در استعجاب و انکار مشرکین مکہ و تفسیر افقہ الناس ابن عباس رؤیا را بہ رؤیا عین وقول عائشہ صدیقہ ما فقد جسد محمد محمول بر استماع است از غیر چہ اورا رضی اللہ تعالیٰ عنہ در وقت واقعۂ اسراء تشریف صحبت و تمیز عقلی بلکہ وجود عینی ہم حاصل نبود۔ (تفسیر ابن کثیر) و بالجملہ قول افقہ الناس و ما کشفہ محی الدین ابن عربی از مسلمات حضرت مؤلف است۔ غالباً ایں ہاں را گذاشتہ اتباع معتزلہ نخواہند فرمود۔

قولہ: و آیت بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ ثبوت بین جہت موت اوست۔

اقول: معنی ایں آیت در ابتداء ایں مقصد گذشتہ کہ قول مذکور بہ پنج وجہ نص است در رفع جسمی۔

قولہ: و آیت: کَانَا یَاْکُلٰنِ الطَّعَامَ نص صریح است برائے موت۔

اقول: قولہ تعالیٰ کَانَا یَاْکُلٰنِ الطَّعَامَ و کذا قولہ تعالی وَمَا جَعَلْنٰھُمْ جَسَدًا لَّا یَاْکُلُوْنَ الطَّعَامَ دلالت می کند بریں کہ خوردن طعام و رفتن در بازار ہا مجعول اند بہ جعل او سبحانہ و تعالیٰ لکن غور طلب ایں امر است کہ ایں مجعول الیہ یعنی خوردن طعام و رفتن در بازار ہا لازم غیر منفک علی سبیل الاستمرار است۔

یا فی وقت دون وقت بعد غور ایں معنی تامل دریں باید نمود کہ مراد از طعام مطلق ما یطعم و مایۂ حیات است یا بالخصوص گندم و جو۔ از ہر دو شہادت تتبع ہمیں بہ ثبوت پیوست کہ استمرار و تعیین باطل است۔ آیا کسے عاقل گفتہ می تواند کہ انبیاء بلکہ سائر بنی نوع ہر وقت و ہر جا یک طعام می خورند۔ حاشا و کلا۔ بلکہ ہر وقتے ہر وضعی ہر ملکی ہر رسمی۔

ارے ایں قدر ضروری است کہ مایۂ حیات باید پس او چنانچہ در حق سائر زمینیاں

گندم و جو و امثال آنہا است در حق اصحاب کہف چیزے دیگر است واجب التسلیم کہ دال است بر و زندہ ماندن اوشاں تا بہ سہ صد و نہ (۳۰۹) سال بشہادت وَلَبِثُوْا فِیْ کَھْفِھِمْ ثَلٰثَ مِائَۃٍ سِنِیْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا (سورۃ الکہف:۲۵) علیٰ ہذا القیاس در حق ساکنان عالم افلاک ذکر تسبیح و تہلیل است۔ چنانچہ در مشتبہان بملاء اعلیٰ از انبیاء و اولیاء۔

حدیث وایکم مثلی انی ابیت عند ربی ویطعمنی ربی ویسقینی شاہد است بریں قول علامہ عینی زیر حدیث اسراء باید دید۔ و بودن غذاء اوشاں ذکر و تہلیل را وجہ عدم تغییر اجسام انبیاء ملا علی قاری ناقلاً عن شرح الصدور در شرح مشکوٰۃ ذکر نمودہ برادر ایں ہمہ وسوسہ از ہماں شخص جعلی است کہ قانون قدرت نام دارد۔

قولہ: وَاَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ مَا دُمْتُ حَیًّا (سورۃ مریم:۳۱)۔ پیغام مرگ رساند چہ حضرت عیسیٰ بر طبق نص قرآنی چنانچہ اکنوں از خورد و نوش فارغ است ہم چناں از لوازم جسمیہ اخری از صلوٰۃ و زکوٰۃ معطل است علاوہ زکوٰۃ مال را خواہد و ازیں نقود و صرف بر آسماں معلوم۔ بلے از انجیل مفہوم می شود حضرت عیسیٰ خیل دارندہ و متمول بود۔ اقلاً ہزار روپیہ زیر کیسۂ آنجناب می بود۔ می شود ہماں ہزار روپیہ با خود بالائے آسماں بردہ باشد۔[1]

اقول: مسیح ابن مریم چونکہ رسول بود و مدعی وَالنَّبِیَّ الْکِتٰبَ پس بنا بر آں کہ بعضے احکام مجملہ مَآ اُنْزِلَ اِلَی الرَّسُوْلِ مخصوص بہ رسول می باشد۔ و بعضے مختص بہ اُمت و بعضے مشترک حکم زکوٰۃ در اَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ از احکام مختصہ بہ اُمت است۔ زکوٰۃ دادن و گرفتن و وارث و مورث بودن برائے انبیاء نے۔ چہ مال اوشاں صدقہ و وقف است در راہ خدا۔

اگر جناب مؤلف زکوٰۃ دادن مسیح در زمین ثابت کنند بعد از اں دادن او بر آسماں ثابت خواہیم نمود دیگر آں کہ زکوٰۃ بر اہل نصاب فرض می باشد۔ عیسیٰ علی نبینا علیہ السلام چونکہ زائد

[1] ازالہ اوہام صفحہ ۱۱۹۔

از یک جامہ نہ داشت وسیاحت وفاقہ را شعار خود ساختہ بود رہبانیت ومخالفت نفس بافراط از وے یادگار ماندہ پس وجوب نصاب زر او چگونہ متصور می شود۔ تسخر از ہر کسے باہر کسے خصوصاً از مثیل نبی ومہدیٔ موعود در حق نبی کہ نبوتش از قرآن کریم ثابت۔ وآنحضرت ﷺ در حق او انا اولی الناس بعیسی ابن مریم فرمودہ ناجائز ومنافی شان مثلیت ووقار مہدویت است کم از کم ایمان داشتن بہ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ (سورۃ البقرۃ:۲۸۵) خاصہ لازمۂ ہر مومن است در ازالہ ثابحث ایں آیہ نیز جناب استہزار اروا داشتہ فرمودہ اند کہ عیسی بر آسمان حسب مزعوم گروہ ناداں در خواندن نماز انجیلی مشغول است ویحیی نزد او خفتہ قول نماز انجیلی غفلت است از آیہ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ الآیۃ چناں کہ شنیدی۔ وقول یحیی نزد او خفتہ ذہول است از کیفیت انبیاء بعد الموت کہ يُصَلُّوْنَ در حق ایشاں وارد شدہ حدیث ابن عباس کہ درو ذکر موسیٰ ویونس وحدیث ابوہریرہ کہ درو ذکر نماز خواندن ابراہیم وموسی علیہم السلام است از صحیح مسلم ملاحظہ باید فرمود۔

قولہ: وہم چنیں آیت وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ (سورۃ النحل:۷۰) معنی موت عیسی را وا سازد چہ مع تکرار مضمون ایں آیت در ہیچ موضع از مواضع کتاب اللہ ایں طور وارد نہ شدہ وَمِنْكُمْ مَّنْ صَعِدَ اِلَى السَّمَآءِ بِجَسَدِهِ الْعُنْصُرِيِّ ثم يرجع في آخر الزمان اکنوں اگر چنانچہ حقیقۃً عیسی بشخصہ صعود بر آسمان کردہ حصر ایں آیت لاریب نہ تمام وخام خواہد بود چہ خداوند تعالیٰ شانہ دریں آیت یا آیتے دیگر تعرض بذکر صعود بر آسماں ابداً نہ فرمودہ واگر چنانچہ سنت اللہ بریں نہج استمرار یافتہ بود تکمیلا للبیان لابد بودہم ذکرے ازیں می رفت وہر گاہ ہم قرآن کریم غیر مرۃ واحدۃ اشارہ بداں کردہ کہ جہاں میرد وکسی واحدے در وقت پیری اجلش فرا رسد معہذا اضرب صفح از ذکر ایں عادت

ا ایام الصلح صفحہ ۲۰۔

الٰہیہ کہ بعضے ہم بر آسماں مرفوع وآباد می شوند دلالت کند بریں کہ کسے را بایں نہج باجسم بر آسماں بر کشیدن وآباد ساختن از سنن الٰہیہ نبودہ است۔

اقول: مسیح بن مریم در یکے ازیں دو شق داخل است وحصر تام چہ مسیح بر تقدیر زندہ بودن او الی الآن لامحالہ در " وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ " داخل خواہد بود وچونکہ ارذل العمر را حدے ونہایتے معدودہ نیست تا کہ از دیاد بر و موجب موت حکماً باشد لہٰذا مع طول زمانہ حیات متصور۔ عمر ہائے پیشینیاں را مثل نوح کہ چہاردہ صد سال وآدم علیہ السلام کہ نہ صد وسی سال وشیث علیہ السلام کہ نہ صد ودوازدہ سال وادریس علیہ السلام کہ سہ صد وپنجاہ وشش سال وموسیٰ علیہ السلام کہ یک صد وبیست سال وابراہیم علیہ السلام کہ دو صد وبیست وسہ سال بود ملاحظہ باید فرمود۔

قصۂ اصحاب کہف بعد اشتراک حیات مسیح وحیات اصحاب کہف در تجاوز از عمر طبعی کہ مزعوم علماء طبیعین است شاہد است بریں معنی شیخ اکبر بعد بیان کشفی دریں مسئلہ تخطیہ حکماء طبیعین در فتوحات فرمودہ اند او را باید دید۔

باقی ماند صعود الی السمآء او از حالات متوسط بین التوفی والولادۃ است اگر ذکرے از حالات متوسط بالاستیعاب ضروری است پس بسبب عدم ذکر واقعہ صلیب چنانچہ مزعوم حضرت مؤلف است حصر آیت شریفہ لاریب ناتمام وخام خواہد ماند۔ ازیں استدلال آفتے بسر خود بر پا نمودند ہمہ اہل اسلام کہ منکر واقعہ صلیب بشہادت نص اند از صحابہ تا ایں وقت از جناب پرسیدہ می توانند کہ حق سبحانہ وتعالیٰ در محل ذکر نعمت در حق مسیح بقولہ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ (سورۃ المائدہ:۱۱۰) الآیۃ وذکر نجات از صلیب نہ فرمودہ ونہ گفتہ کہ واذ نجیتک من الصلیب معہذا ضرب صفح از ذکر ایں نعمت عظمی واجبۃ الذکر دلالت

کند بریں کہ معاملۂ صلیب دادن ونجات یافتن از و اصلاً نبود۔

ورفع جسمی در بل رَّفَعَهُ اللّٰهُ چنانچہ قبل ازیں شنیدی مذکور گذشتہ وآیت وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ (سورۃ الزخرف:۶۱) بنا بر تفسیر ابن عباس بروایت مجاہد وابی الصالح ایں نزول عیسیٰ ابن مریم علم است برائے قیامت وتائیدی کند ایں معنی یعنی ارجاع ضمیر بسوئے نزول عیسیٰ سیاق آیت وقرأت لَعَلَمٌ بفتح عین وہمیں معنی مروی است از ابی ہریرہ وابی العالیہ وعکرمہ وحسن وقتادہ وضحاک وغیرہم۔ (ابن کثیر)

قولہ۱: وچوں نظر بہ آیت شریفہ ''اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ'' بایدایمان آریم بہ ایں کہ من جمیع وجوہ اکمال دیں شدہ ولہٰذا لازم بود امثال ایں اسرار کہ داخل در سنت الٰہیہ می باشد در قرآن مذکوری شد ومعہذا قرآن کریم ابدا در ہیچ مقامے تخصیص بایں نہ کردہ کہ کسے را بر آسمان با جسم برداشتہ وبگذاشتہ کہ چندیں صد سال آنجا سکنی ومکث ورزد بلکہ بخلاف آں ہمیں سنت مرگ جوانی وپیری رابیاں ساختہ بہذا توانیم بجسارت بروں دہیم کے آں امر در حقیقت داخل سُنَنِ الٰہیہ نبودہ است۔

اقول: برتقدیر تسلیم ایں کہ اکمال دین مستلزم است ذکر وقائع مستمرہ را از حین ولادت تا وقت مرگ ذکر رفع جسمی در قرآن بقولہ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ بشہادت سیاق وتفاسیر صحابہ واحادیث صحیحہ وقوع یافتہ۔

آرے ذکر نجات مسیح از صلیب در سلک تعداد نعم موہوبہ برائے عیسیٰ برطبق ''وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا'' شدہ در پے فکر ایں بلائے ناگہانی باید بود۔

قولہ۲: ہم چنیں آیت ''وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ'' دلالت بر موت عیسیٰ دارد چہ از قرار ایں آیت ہر کہ بہ ہشتاد ونود سنہ بالغ شود او رانکوس دوا شگونی بہ آفرینش اول حاصل آید

۱ و ۲ ایام الصلح صفحہ ۱۳۰۔

بایں معنی کہ حواس ظاہری وباطنی از او مسلوب ومنجوب شود فکیف آں کہ الی دو ہزار سنہ زندہ اش گذاشتند آسان تواں فہمید نوبت حواس او بچہ مثابت رسیدہ باشد واگر ہم زندہ باشد بچہ کار خواہد خورد وخلاصہ ایں آیۃ شریفہ از جہت حصر کافہ طبقات انسان را حاوی وشامل است وہیچ استثنائے نرفت است مومنین باید تا سلطان مبین از کلام رب العالمین وردست نباشد از خود استثناء وضع نہ کنند لے اگر نص صریحی شہادت دہد بر اینکہ حضرت عیسیٰ مع حیات جسمانی منزہ ومصون از تحلیلات جسمانی وتنزلات وتغیرات وتحول حالات وفقدان قوی می باشد آن نص را از کمال التفات بما وانمایند بے تقدیم برہان وسند محض گفتن ایں کہ خدا قادر بر ہر شی است۔

کارے از پیش نبردہ ونمی برد چہ اگر بغیر حجت وسلطان مفروضہ وخیال کسے می تواند در مقام دلیل وبرہان بایستد مارا ہر طوری رسد بگوئیم سید ومولائی ما نبی کریم صلوات اللہ علیہ وسلامہ بعد از وفات دیگر زندہ ومع جسدہ العنصری بر آسمان صعود فرمود واز کافہ لوازم ایام پیری وشیخوخیت ذات پاکش بکلی مستثنیٰ می باشد ولوازم کاملۂ حیات وکمال قوی جسمانی بمراتب بیشتر وکاملۃ از عیسیٰ آنجناب ﷺ را حاصل است ودر ایام ہمیں نزول اجلال خواہد فرمودہ باید انصاف بدہید درمیان دعویٰ ما ودعویٰ شما فرق چہ باشد اگر چنانچہ لفظ توفی از قرار آیۃ وَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ نسبت بہ سید المرسلین صلوات اللہ علیہ وسلامہ آمدہ ہمیں لفظ توفی نسبت بحضرت عیسیٰ علیہ السلام دو بار مذکور شدہ بل حقیقۃ الامر آں کہ وفات حضرت عیسیٰ بالنسبۃ بجمیع انبیاء علیہم السلام ثبوتاً اجلی واجلیٰ می باشد چہ اکثرے از انبیاء ذکر وفات شان در قرآن مسطور نشدہ۔

اقول: تقیید آیۃ بہ ہشتاد ونود سنہ از کدام نص صریحی گرفتہ اند آں نص را از کمال عنایت بما وانمایند تبرعاً برخلاف مزعوم وتخیل بے سند شما نص وَلَبِثُوْا فِيْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا را ادائی نمائیم چونکہ من جملہ قرآن کریم است علی الراس والعین

قبول خواہند فرمودہ وَيُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ رانیز نصب العین دارند اصحاب کہف را بغیر تفریح ہوا و تخفیف شعاع آفتاب و بدوں طعام معتاد از آیاتِ عجیبہ شمردن انسب است بہ نسبت حیوۃ مسیح بر ملاء اعلیٰ کہ محل سکان سمٰوٰت است و مایۂ حیاتِ شاں طعام و شراب ارضی نے بااین ذکاء طبعی و ملکہ فہمِ اسرار قرآن کریم بطریقِ مکاشفہ سیر کناں اگر در مجلسِ مقدس مَا انزل علیہ القرآن ﷺ تکلف فرمودہ۔

جناب می پرسیدند کہ نظر بہ ایں آیت ہر کہ بہ ہشتاد و نود سنہ بالغ شود و راکوس و واژگونی بآفرینش اول حاصل آید تکیف حیاتِ اصحاب کہف بہ صد و سہ سال و حیاتِ انبیاء سابقہ کہ تعدادِ عمرِ شاں پیش ازیں شنیدی و چگونہ حیاتِ مسیح الی وقت النزول و چگونہ راستی و صدق احادیث کہ در بارۂ نزولِ مسیح بہ تاکید حلفی فرمودہ اید آیۂ وَلَبِثُوْا فِیْ كَهْفِهِمْ الایۃ را از مؤولات شمردن نظر بمقتضی وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِی الْخَلْقِ ضروری است۔

اگر بر ذاتِ اقدس ﷺ اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَیْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ نازل شدہ بر من نیز اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ قَرِیْبًا من القادیان وارد است۔

پس نظر بما آریٰ اللّٰہ احادیث موضوعہ اند کہ یا مؤول آنہم بتاویلاتے کہ صدق اجلال شان بغیر از قادیان نے استفسار فرمودہ اند کہ میانِ دعوی ما و شما چہ فرق باشد گوئیم در ہیچ آیتے حسبِ سیاق و تفسیرِ صحابہ و احادیث صحیحہ مرفوع شدن آنحضرت ﷺ و کذا نزول او علیہ السلام در آخر زمان نیامدہ بخلاف مسیح ابن مریم کہ رفع جسمی و نزول او از بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ۔ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ الایۃ وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ حسبِ تفسیر ابن عباس و احادیثِ صحیحہ بہ ثبوت پیوستہ والی یومنا ہذا کافۂ اہل اسلام اجماع بر و نمودہ۔

قولہ: کماقال عز من قائل هَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّاْتِیَهُمُ اللّٰهُ فِیْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ وَقُضِیَ الْاَمْرُ (سورۃ البقرۃ:۲۱۰) وَقال تعالیٰ هَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ

تَاْتِیَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ یَاْتِیَ رَبُّكَ اَوْ یَاْتِیَ بَعْضُ اٰیٰتِ رَبِّكَ یَوْمَ یَاْتِیْ بَعْضُ اٰیٰتِ رَبِّكَ لَا یَنْفَعُ نَفْسًا اِیْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِیْٓ اِیْمَانِهَا خَیْرًا (سورۃ الانعام:۱۵۸)۔ وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَیْهِ مَلَكٌ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِیَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا یُنْظَرُوْنَ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَیْهِمْ مَّا یَلْبِسُوْنَ (سورۃ الانعام:۸-۹) ایں آیۂ کریمہ جہرا گویدنزول و مشی ملائکہ بر ہیئت رجال بنی آدم از عادت الٰہیہ نیست۔

اقول: آیۂ مذکور را دلیل آوردن بریں کہ نزول و مشی ملائکہ... الخ مبنی است بر عدم فہم مراد آیۂ مذکورہ والا لازم می آید تناقض او با آیات مسطورہ ذیل کہ صراحۃً دال اند بر نزول و مشی ملائکہ بر ہیئتِ رجال بنی آدم قولہ تعالیٰ فَاَرْسَلْنَآ اِلَیْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِیًّا وقولہ تعالیٰ هَلْ اَتٰىكَ حَدِیْثُ ضَیْفِ اِبْرٰهِیْمَ الْمُكْرَمِیْنَ وقولہ تعالیٰ اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِیْنَ اَلَنْ یَّكْفِیَكُمْ اَنْ یُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِیْنَ بَلٰٓی اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَیَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا یُمْدِدْكُمْ ربکم بخمسة الفٍ من الملٰئکۃ مسومین وقولہ تعالیٰ وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِیْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالَ هٰذَا یَوْمٌ عَصِیْبٌ وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ یُهْرَعُوْنَ اِلَیْهِ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ قَالَ یٰقَوْمِ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِیْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِیْ ضَیْفِیْ اَلَیْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِیْدٌ قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِیْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ وَاِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِیْدُ قَالَ لَوْ اَنَّ لِیْ الایۃ بلکہ مفاد آیتِ مذکورہ آنست کہ آمدن حق سبحانہ تعالیٰ و ملائکہ در ایمان اوشاں نفع نمی دہد و ایں منافی نیست بآں کہ نزولِ ملائکہ برائے خدمتِ دیگر باشد مثلِ تبلیغ الٰہی یا نصرتِ مؤمنین چنانچہ در غزوۂ بدر و نزولِ مسیح را بر دو شہا ملائکہ دست نہادہ از ہمیں قبیل باید فہمید۔

پس آیات مذکورہ شہادت بر تکذیب وموضوعیت حدیث دمشقی اصلاحی وہند آرے بعد تراشیدن معنی مذکور کہ چنیں تناقض با آیات دیگری آید۔ اولاً ترجمہ آیات را باید فہمید۔ هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا أَن يَأْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِي ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَقُضِيَ الْأَمْرُ وَإِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ۔ ترجمہ: آیا انتظار می کنند اہل عصیان مگر آنرا کہ بیاید بایشاں خدا در سایہ با از ابر و بیایند فرشتگان و بانجام رسانیدہ شود و بسوئے خدا باز گردانیدہ می شوند کارہا۔

حق سبحانہٗ وتعالیٰ برائے تہدید کفاری فرماید کہ آیا انتظاری کنند ایں را کہ حق سبحانہ برائے فصل قضا در روز قیامت بیاید پس جزا دادہ شود ہر کس حسب عمل خود ان خیر فخیروان شر فشر ۔از یں جہت فرمودہ۔

وَقُضِيَ الْأَمْرُ وَإِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ. چنانچہ فرمودہ كَلَّا إِذَا دُكَّتِ الْأَرْضُ دَكًّا دَكًّا وَجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا وَجِيْٓءَ يَوْمَئِذٍ بِجَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ يَتَذَكَّرُ الْإِنسَانُ وَأَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى وجائے دیگر فرمودہ هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا أَن تَأْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ أَوْ يَأْتِيَ رَبُّكَ أَوْ يَأْتِيَ بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ... الآیۃ وذکر نمودہ است امام ابوجعفر ابن جریر دریں جا حدیث صور مرفوعاً عن ابی ہریرۃ عن رسول اللّٰہ ﷺ وآں حدیث مشہور است ہر یکے از ائمہ حدیث اورا ذکر نمودہ و مجملہ آں حدیث ان الناس اذا اهتموا الموقفهم فى الوصات لتشفعوا الى ربهم بالانبياء الخ الى ان قال ويشفع عند الله فى ان ياتى لفصل القضآء بين العباد فيشفعه الله ويأتى فى ظلل من الغمام بعد ماتنشق السمآء الدنيا وينزل من فيها من الملٰئكة ثم الثانية ثم الثالثة الى السابعة وينزل عليه العرش والكروبيون قال وينزل الجبار عزوجل فى ظلل من الغمام والملٰئكة ولهم زجل من تسبيحهم يقولون سبحان ذى الملك والملكوت الخ۔

الغرض آیۃ مذکورہ بیان واقعہ اتمام کار و فصل قضا روز حشر است نہ آنکہ نزول ملائکہ بر زمین در دنیا خلاف واقع ومخالف سنت الٰہیہ باشد قولہ تعالیٰ أَوْ يَأْتِيَ رَبُّكَ وذلك كائن يوم القيامة (أَوْ يَأْتِيَ بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ) وذلك قبل يوم القيامة كائن من امارات الساعة واشراطها حين يرون شيئا من اشراط الساعة كماقال البخارى فى تفسير هذه الآية مرفوعاً عن النبى ﷺ لاتقوم الساعة حتى تطلع الشمس من مغربها فاذا رأتها الناس آمن من عليها فذلك حين لاينفع نفسًا ايمانها لم تكن آمنت من قبل انتہٰی ابن کثیر۔ وقولہ تعالیٰ وَلَوْ جَعَلْنَاهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنَاهُ رَجُلًا الآیۃ

مقصود ازیں کلام عدم انقطاع سلسلۂ حیلۂ ایشان است در ایمان نیاوردن چنانچہ در صدر ایں آیۃ ذکر عدم ایمان اوشان عناداً ومکابرۃً وقت نزول قرطاس مع لمس او وارد شدہ۔

قولہ[1] از جملہ قول حضرت سید ولد آدم است علیہ الصلوٰۃ والسلام کہ گفت حضرت عیسیٰ علیہ السلام یک صد و بست سنہ زندگی کرد۔

اقول: قول آنحضرت ﷺ بر تقدیر صحت او دلالت می کند بریں کہ عمر عیسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام یک صد و بیست سنہ بود۔ وقت رفع و برداشتہ شدن بسوئے آسمان نہ آنکہ واقع صلیب بسہ سی وسہ وقوع یافتہ وبعد ازاں عیسیٰ یک صد و بیست سنہ را تمام کرد۔ چنانچہ مرحوم جناب اجمل شارح جلالین می گوید فی زاد المعاد مایدکران عیسی رفع هو ابن ثلث وثلثين سنه لايعرف به اثر متصل يجب المصير اليه قال الشامى هو كماقال فان ذلك انما يروى عن النصارى والمصرح به فى الاحاديث النبويه انه انما رفع وهوا ابن مائة وعشرين سنة بعد ازان رجوع جلال الدین سیوطی بحوالہ مرقاۃ

[1] ایام الصلح صفحہ ۱۳۶۔

اصحو واز قول ثمث و ثلثین ہم ذکر نمودہ جمل صفحہ دو صد و نود و نہ (۲۹۹)۔

قولہ: واسم مسیح یعنی نبی سیاح برائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام باز می گوید کہ آنجناب وفات کردہ چہ کہ سیاحتِ زمین مستلزم آں می باشد کہ از بعد نجات از صلیب البتہ باید سائر ایام زندگی برروئے زمین بسر بردہ باشد و چوں روز روشن پیدا است کہ زمانہ سیاحتِ زمین غیر ازاں زمانہ نبودہ کہ جناب وے از فتنۂ صلیب رستگاری یافت زیرا کہ زمانہ بعثت آنجناب الیٰ واقعۂ صلیب سہ (۳) سال بیش مذکور و مسطور نی درظرف ہمچو مدۂ قلیلہ دشوار است کسے از کار تبلیغ حق کما ینبغی عہدہ برآ شود فکیف سیاحت و طواف عالم تواند بکند۔

اقول: وجہ تسمیہ مسیح کہ ذکر نمودہ اند برائے دجال است ابن مریم را مسیح بمعنی ماسح یعنی مسح کنندہ مریضاں را۔ ملا علی قاری در وجہ تسمیہ دجال می گوید وہو فعیل بمعنی فاعل لانہ یمسح الارض جمیعا بسرعۃ اوبمعنی مفعول فانہ ممسوح احدی العینین وہو لقب مشترک بینہ وبین عیسیٰ علیہ السلام لکنہ یطلق علیہ بمعنی الماسح لحصول البرء ببرکۃ مسحہ وبمعنی الممسوح لنزولہ نظیفا من بطن امّۃ۔

وآنچہ فرمودہ اند چوں روز روشن پیدا است الخ تکذیب می کند و آں چہ مضمون حدیث شریف بحوالہ جمل شنیدی چہ او صراحۃً گفتہ کہ اتمام یک صد و بیست سنہ قبل از واقع صلیب بودہ و خود جناب الاٰن حوالہ آں حدیث دادہ شاید از خیال مبارک رفتہ است۔

و بر تقدیر تسلیم بفرمایند کہ از کجا بہ ثبوت پیوستہ کہ اطلاق اسمِ مسیح بر ابن مریم در ہمیں سہ (۳) سال اجراء یافتہ قبل ازیں بسبب شفاء مریضاں از مسح و لمس او یا از جہتِ سیاحت او چرا اسمِ مسیح شیوع گرفتہ نباشد بلکہ حصول شفاء مریضاں ببرکتِ لمس و ہم چنیں دیگر خوارق از ابتداء لازم حال او بودند تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا شاہد است براں و اگر ازیں

۱ ایام الصلح صفحہ ۴۰۔

ہم فروتر آمدہ مسلم داریم کہ اطلاق اسمِ مسیح در ہمیں سہ (۳) سال شدہ باشد پس برائے ملقب بودن او بلقب مسیح بمعنی حصول البرء بمسحہ یک سال ہم کفایت می کند بلکہ اول از چہ بعد ظہور خوارق مثل ابراء ذ اکمہ و شفاء ابرص و جذامی بزودی شہرت عالم گیر پیدا می گردد۔

و در تحقق وصف سیاحت نیز گشتن ہمہ کرۂ زمین از قاف تا قاف ضروری نیست کسے کہ در یک اقلیم بلکہ یک ضلع شبا روز در سیر و خانہ بدوش ماند او را ہم سیاح گفتہ می شود پس آنکہ فرمودہ اند (فکیف سیاحت و طواف عالم تواند بکند) از تفریعات تمہیدات خانہ زاد است۔

قولہ: و مرہم عیسیٰ کہ قریب بہ ہزار کتاب از کتب طب مشتمل بآں میباشد شاہد عدل است بریں کہ حضرت عیسیٰ از بعد واقعۂ صلیب مرفوع بر سما نشدہ بر زمین مداوات جراحات و قروح ہائے مرہم کردہ بالآخر بر زمین استیفاء مسمے اجل کردہ جاں بہ جاں آفریں سپرد۔

اقول: ایں ہم تفریعی است بر تمہید خانہ زاد و نوبت دست و پا چہ بہ خس و خاشاک زدن آمد چونکہ آیت و حدیث تفقد حال زار جراحت دل ریشاں نفرمودہ چہ نمود و آید آخر بہ مجبوری تمسک بہ نسخۂ مرہم عیسیٰ باید شاید افادۂ اندمال بخشد حاشا وکلا ایں خیال محال را از سر بیرون باید کشید مایوسانِ شفاخانۂ احمدی ﷺ را از مرہم عیسوی چہ حاصل۔ عیسیٰ ایں جا بامید نفسے می آید۔ مقرر راست کہ اطبا نسخۂ سریع التاثیر و حکما اثر دہندہ را باعجاز عیسوی نام نہند گویا در ازالۂ مرض سریعاً باعجاز عیسوی مشابہت تام دارد نہ ایں کہ عیسیٰ علیہ السلام خود بذریعہ ایں نسخہ معالجۂ بیماراں می کرد۔

بالفرض اگر مسلم داشتہ شود پس مدتِ یک صد و بیست سنہ قبل از واقعۂ صلیب شیوع ایں نسخہ را کفایت نمی کرد ازیں ہم قطع نظر بر تقدیر مرفوع شدن او در سنہ سی و سہ چرا معالجہ بہ نسخۂ مذکورہ قبل از رفع نہ نمودہ باشد از کجا فہمیدند بلکہ تاریخ شہادت می دہد بریں کہ ایں ہمہ معاملات قبل از رفع بودہ اند لکن جناب چونکہ دریں مسئلہ قرآن و حدیث را سلام گفتہ قائل

۱ ایام الصلح صفحہ ۴۰۔

بمصلوبیت مسیح شدند عاقبۃ الامر چونکہ انجیل راہم شاہد بر رفع یافتند از وہم بیزار شدہ راہ لاالیٰ ھٰؤُلَآءِ وَلَاالیٰ ھٰؤُلَآءِ یعنی حیاتِ مسیح بعد واقعۂ صلیب تا مدتِ کثیرہ گرفتند بناءً علیہ می فرمایند۔ آنچہ فرمایند والا فی الواقع تمہید غلط تفریع غلط۔

قولہ[1]: و در شب معراج صاحب معراج صلوات اللہ وسلامہ علیہ روح آنجناب را با ارواح اخوان دیگرش از انبیاء علیہم السلام مشاہدہ فرمودہ۔

اقول: در شب معراج آنحضرت ﷺ بحالتِ زندگی خویش با انبیاء کرام ملاقات نمودہ نہ فقط ارواحِ اوشاں را لفظِ حدیث بعیسیٰ وموسیٰ وابراہیم الخ آمدہ و نہ فرمودہ کہ بروحِ موسیٰ وفلاں فلاں ومقرر است نزدِ محققین از اہلِ کشف وشہود خصوصاً محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کہ روح بعد مفارقت بدن معرّی نمی ماند بلکہ کسوت جسم لطیف از اجسامِ برزخیہ می پوشد پس نظر بہ لفظِ حدیث وتحقیق اہلِ کشف قبول نمی کند قولِ جناب را (کہ با ارواحِ اخوانِ دیگرش الخ) ایں محض تیزیٔ طبع است کہ ہر حاسب مدعٰی چیزے می تراشد خلاصہ آں کہ حیات مسیح را حدیث (معراج) انکار نمی کند بلکہ مزید براں شہادت اوی دہد۔

اولاً برائے آنکہ آنحضرت ﷺ در وقت معائنہ در آں عالم اندہ بودند پس منافی حیات مسیح نیز نخواہد بود۔

ثانیاً بیانِ عیسیٰ معاہدۂ رب خود در بارۂ نزول وہلاکتِ دجال وقتلِ یاجوج وماجوج۔ باقی ماند ایں کہ آنحضرت ﷺ وضع ولباسِ عیسوی ممتاز از دیگراں بیان نہ فرمودہ۔

عجب است ازیں کہ ایں جا عدم بیان وسکوت از امرے باوجود نہ بودن او از قبیلِ ماسیق لاجلہ الکلام شاہد گرفتہ می شود بر عدم واقعی ونصوصِ قرانیہ وبیاناتِ حلفیہ وموکدہ آنحضرت ﷺ کہ سوقِ اوشاں برائے اثبات ہماں رفع ونزول است در معرضِ قبول نمی

[1] ایام الصلح صفحہ ۴۰۔

افتند۔ ای تیزیٔ طبع تو برمن بلا شدی۔

قولہ[1]: وقولِ پیغامبر ما است ﷺ کہ فرمودہ اگر موسیٰ وعیسیٰ زندہ بودن چارہ از اتباعِ من نمی دیدند۔

اقول: حدیث لو کان موسیٰ حیا لما وسعہ الا اتباعی از مخرجات احمد وبیہقی اگرچہ اوراعلماء حدیث بسبب بودن مجالد بن سعید از رُوات او تضعیف نمودہ اند لیکن چونکہ محی الدین ابن عربی پہ تکرار ایں را در فتوحات ذکر فرمودہ لہٰذا اورا قبول داریم۔

اما لفظِ عیسیٰ در حدیث مذکور نیست در صحاح ستہ۔ وبنا بر اصل مقرر جناب کہ عدم ذکر بخاری را دلیل ضعیف بودن یا موضوعیت حدیث می دانند ما نیز ایں جا گفتہ می توانیم کہ حدیث مذکور نیز قابلِ احتجاج نیست بالفرض اگر صحتِ او مسلم داشتہ شود مراد از ولو کان موسیٰ و عیسیٰ حیین بین اظہر کم چنانچہ در روایتِ احمد آمدہ بناءً علیہ منافی حیات فی السماء نخواہد بود بلکہ حیات فی الارض را۔

البتہ مضر است در حق جناب چہ ناطق است باتباع موسیٰ وعیسیٰ شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام و بودن اوشاں در رنگِ آحاد امت۔ وجناب در بحثِ خاتم النبیین عزل انبیاء از منصبِ نبوۃ بدلیل جائے گرفتن او در علم الٰہی محال دانستہ اند۔

قولہ[2]: باید نیکو در خاطر داشت کہ بنائے دعویٰ ما ہمیں وفات حضرت عیسیٰ است علیہ السلام۔

و ایں بنا تشیید وترصیص وے را کتاب اللہ گواہی می دہد وحدیث رسول اللہ ﷺ گواہ می دہد وحضرت ابن عباس گواہی می دہد وائمہ اسلام قاطبۃ گواہی می دہند وعلاوہ براں عقلِ انسانی ہم براں گواہی می دہد وقصۂ عود ایلیا اثبات ہمیں معنی را کند چوں خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام در ہنگام مخاطبۂ یہود از عود ایلیا بعثت یوحنا یعنی حضرت یحییٰ مراد گرفت البتہ ازیں تاویل ایوان اعتقاد یہود با خاک برابر شد کہ می گویند ہماں ایلیا کہ وقتے ایں جہاں را پدر

[1] ایام الصلح صفحہ ۴۰۔
[2] ایام الصلح صفحہ ۳۷،۴۱۔

ودگفتہ یا بقولی صعود بر آسمان کردہ بود باید کرۂ ثانیہ عود بدنیا کند۔

اقول: ما نیکو در خاطر داشتہ ایم کہ بنائے دعوٰی جناب ہمیں وفاتِ حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام است لہٰذا جناب سعی بلیغ در تحریف آیات واحادیث بکار بردہ اند لکن اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (سورۃ الحجر:۹) ایوانِ تحریف وتاویل بمالا یرضی بہ قائل را با خاک برابری کند۔ گواہی کتاب اللہ وکتاب رسول وحضرت ابن عباس در بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ. وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ الایۃ وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ ہدیۂ ناظرین گشتہ وگواہی ائمۂ اسلام قاطبۃ کہ ایں جا ثبت فرمودہ اند منافات دارد بآنچہ در ازالۂ اوہام اجماع اہل اسلام را اجماعِ کورانہ گفتہ اند شاید ازاں جسارت وگستاخی نادم شدہ عذرش بدتر از گناہ را مصداق گشتند لن یصلح العطار ما افسدہ الدھر مثل است وصحیح است وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْٓـَٔةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْٓـًٔا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا (سورۃ النساء:۱۱۲)۔

امام بخاری وامام مالک ہر دو بباعثِ ذکرِ حدیث والذی نفسی بیدہ الخ متہم گشتند ایں قصور تاویل ومزعوم جناب است در حدیث مذکور والا اوشاں را ایمان است بہ نزول ہماں عیسیٰ ابنِ مریم کہ نبی وقت بود چنانچہ قبل ازیں متعلق ایں حدیث بخاری ذکرے رفتہ۔ باقی ماند قصۂ عود ایلیا کہ جناب حسبِ آیت فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ باو تمسک در بارہ نزولِ مثیلِ ایلیا کہ یحییٰ بود گرفتہ لکن قصۂ ایلیا بر جناب خیلی دشوار وناگوار خواہد آمد۔ کتاب سلاطین باب دوم[1] اور یوں ہوا کہ جب خداوند نے چاہا کہ ایلیا کو ایک بگولی (یعنی گوارہ) میں اڑا کے آسمان پر لے جاوے تب ایلیا الیسع کے ساتھ جلجال سے چلا اور ایلیا نے الیسع کو کہا کہ تو یہاں ٹھہری اس لئے کہ خداوند نے مجھے بیت ایل کو بھیجا ہے۔ سو الیسع بولا خداوند کی حیات اور تیری جان کی سوگند میں تجھے نہ چھوڑوں گا۔ سو وی بیت ایل کو اتر گئی اور انبیاء[2] زادی جو بیت ایل

1. ایں اردو عبارت حصۂ بائبل وغیرہ کتب اہل کتاب ست۔ ۱۲ فیض احمد

2. در ایں عبارات یائے معروف بجائے یائے مجہول نوشتہ شد چنانچہ در سطر ہشتم زادی بجائے زادے۔

میں تھی نکل کے الیسع کے پاس آئی اور اس کو کہا تجھے آگاہی ہے کہ خداوند آج تیرے سر پر سے تیرے آقا کو اٹھا لے جائے گا۔ وہ بولا ہاں میں جانتا ہوں تم چپ رہو۔ تب ایلیا نے اس کو کہا اے الیسع تو یہاں ٹھہرے کہ خداوند نے مجھ پر یریحو کو بھیجا ہے۔ اس نے کہا خداوند کے حیات اور تیری جان کی قسم میں تجھے سے جدا نہ ہوں گا۔ چنانچہ وی یریحو میں آئی اور انبیاء زادی جو یریحو میں تھی الیسع پاس آئی اور اس سے کہا تو اس سے آگاہ ہے کہ خداوند آج تیرے آقا کو تیرے سر پر سے اٹھا لے جائے گا۔ وہ بولا میں تو جانتا ہوں تم چپ رہو اور پھیر ایلیا نے اس کو کہا تو یہاں درنگ کیجیو کہ خداوند نے مجھ کو یردن پر بھیجا ہی وہ بولا خداوند کے حیات اور تیری جان کی قسم میں تجھ کو نہ چھوڑوں گا۔ چنانچہ وی دونوں آگے چلی اور اون کی پیچھے پیچھے پچاس آدمی انبیاء زادوں میں سے روانہ ہوئی اور سامنے کی طرف دور کھڑی ہو رہی اور وی دونوں لب یردن کھڑی ہوئی اور ایلیاہ نے ان پر چادر کو لیا اور پیٹ کے پانے پر مارا پانے دو حصی ہو کے ادھر اُدھر ہو گیا اور وی دونوں خشک زمین پر ہو کے پار گئی اور ایسا ہوا کہ جب پار ہوئی تب ایلیاہ نے الیسع کو کہا کہ اس سے آگے کہ میں تجھ سے جدا کیا جاؤں مانگ کہ میں تجھے کیا دوں تب الیسع بولا مہربانی کرکے ایسا کیجیو کہ اس روح کا جو تجھ پر ہے مجھ پر دوہرا حصہ ہو تب وہ بولا تو نے بھاری سوال کیا سو اگر تو مجھی آپ سے جدا ہوتے ہوئی دیکھی گا تو تیرے لئے ایسا ہی ہوگا اور اگر نہیں تو ایسا نہ ہوگا۔ اور ایسا ہوا کہ جوں ہیں وی دونوں بڑھے اور باتیں کرتے چلی جاتے تھی تو دیکھ کہ ایک آتشی رتھ اور آتشی گھوڑوں کے درمیان آ کے ان دونوں کو جدا کر دیا اور ایلیاہ بگولے میں ہو کے آسمان پر جاتا رہا۔

صحیفہ ملا کے باب چہارم آیہ پنجم دیکھو خداوند کے بزرگ اور ہولناک دن کے آنے سے پیشتر میں ایلیاہ نبی کو تمہاری پاس بھیجوں گا اور وہ باپ دادوں کے دلوں کی بیٹوں کے طرف اور بیٹیوں کی دلوں کو ان کی باپ دادوں کے طرف مائل کرے گا نہ ایسا نہ ہو کہ میں آؤں اور سر زمین کو لعنت سے ماروں۔ رسولوں کے اعمال باب اول ایں تہیو فلس وہ پہلی

کیفیت میں نے تصنیف کے ان سب باتوں کے جو کہ یسوع شروع سے کرتا اور سکھاتا رہا اس دن تک کہ وہ ان پر رسولوں کو جنہیں اس نے چنا تھا روح قدس حکم دے کر اوپر اٹھایا گیا۔ ان پر اس نے انہیں مرنے کے پیچھی آپ کو سب سے قوی دلیلوں سے زندہ ثابت کیا کہ وہ چالیس دن تک انہیں نظر آتا اور خدا کے بادشاہت کے باتیں کہتا رہا اور ان کے ساتھ ایک جا ہو کے حکم دیا کہ یروشلم سے باہر نہ جاؤ بلکہ باپ کے اس وعدہ کے جس کا ذکر تم مجھ سے سن چکی ہو راہ دیکھو کیونکہ یوحنا نے تو پانی سے بپتسمہ دیا پر تم تھوڑی دنوں کے بعد روح قدس بپتسمہ پاؤ گے تب انہوں نے جو اکٹھی تھی اس سے پوچھا اے خداوند کا تو ایسے وقت اسرائیل کے بادشاہت کو پھر بحال کیا چاہتا ہی پر اس نے انہیں کہا تمہارا کام نہیں کہ ان وقتوں اور موسموں کی جنہیں باپ نے ان پر ہی اختیار نہیں رکھا ہے جانوں لیکن جب روح قدس تم پر آوے گی تم قوت پاؤ گے اور یروسلم اور ساری یہودیہ و سامریہ نہیں بلکہ زمین کی حد تک میری گواہ ہو گے اور وہ یہ کہ ان کی دیکھتی ہوئی اوپر اٹھایا گیا اور بدلی نے اسی ان کی نظروں سے چھپا لیا اور اس کے جاتے ہوئے جب وی آسمان کی طرف رہی تھی دیکھو دو مرد سفید پوشاک پہن ان کے پاس کھڑی تھی اور کہنی لگی ای جلیلیے مرد تم کیوں کھڑی آسمان کی طرف دیکھتی ہو یہی یسوع جو تمہارے پاس سے آسمان پر اٹھایا گیا ہی اسی طرح جس طرح تم نے اسے آسمان کو جاتے دیکھا پھر آوے گا۔ تب وی اس پہاڑ سے جو زیتون کا کہلاتا جو یروسلم نزدیک بلکہ فقط ایک سبت کے منزل دوری یروشلم کو پھری (از کتاب سلاطین اعمال رسولان)۔

صعود ایلیا و صعود مسیح ابن مریم بجسد ہم العنصری بمشاہدہ حاضرین وقت بہ پیوست و نیز پیش گوئی مسیح دربارۂ نزول خود و احتیاط نمودن در یں کہ قبل از نزول من بسیار مدعیان مسیحیت پیدا خواہند گشت زنہار زنہار در دامِ تلبیس و فریب اوشاں نیائید از کتاب اعمالِ رسولان معلوم گردید۔

و پرسیدن حواریان از مسیح دربارۂ تعیینِ وقت نزول دلالت می کند بر علمِ حواریاں قبل از سوالِ خود نزولِ مسیح را و او را بغیر استماع از وطریقے نے۔ چنانچہ قرآن کریم خبر از وعدۂ رفع اولاً و از رفع ثانیاً دادہ مسیح ابن مریم حواریاں را از وعدۂ رفع مطلع نمود۔

بناءً علیہ اوشاں سوال از تعیینِ وقت نمودند۔ باقی ماند تحقق نزولِ ایلیا موعود بہ ظہور مثلِ او کہ یحییٰ است۔ باید دانست کہ در انجیل تاویلِ نزولِ ایلیا بظہور یوحنا یعنی یحییٰ و انکار یحییٰ ہر دو در بابِ اوّل از انجیلِ یوحنا انکار یحییٰ و در بابِ یازدہم از انجیلِ متی قولِ عیسیٰ علیہ السلام در حق یحییٰ کہ ایں ہماں ایلیا موعود است مذکور اند۔ ہر کسے چونکہ اعلم و دانا تر بحال خود می باشد از دیگرے قولِ یحییٰ را اعتبارے خواہد بود و کم از کم بلحاظ مساوات متعارضہ شدہ ہر دو از پایۂ اعتبار ساقط خواہند گشت۔

حق آنست کہ مثبت نزولِ مسیح قرآن کریم و احادیث صحیحہ مستند و کتابِ اعمالِ رسولان نیز بالصراحۃ کاشفِ ایں معنی است و قصۂ عودِ ایلیا غایت مافی الباب نظیر شدہ می تواند نہ مثبت و آں (نظیر بودن) ہم بعد از اں کہ قرآن کریم و مخبر صادق ﷺ خبر از حالِ شخصِ معین دادہ باشد بہ محلِ ثبوت نمی رسد چہ ایں جا مجرد تخمین و احتمال بکار نمی آید سندے قوی باید از کتاب و سنت نمی بینی ہزار ہا نظائر پیدائشِ افرادِ نوعِ انسانی در دستِ ماست۔

روز مرہ می بینیم کہ سلسلۂ توالد و تناسل از نطفۂ منی کہ از پشتِ پدر و سینۂ مادر نی جہد جاری است معہذا در آدم و حواء بالاتفاق و مسیح ابن مریم نزد کافۂ اہلِ اسلام نظائر مذکور ہیچ فائدہ نمی بخشند کہ اوشاں را نیز حملاً بر نظائرِ غیر معدودہ مخلوق از نطفۂ مادر و پدر گوئیم از برائے ہمیں کہ نص در حق ایشاں وارد است۔

بالفرض یک نظیر عودِ ایلیا ثانیاً در دنیا بہ مثیلِ خود اگر مسلم داشتہ ہم شود بعد از ورود نصوص چگونہ مثبت نزولِ ابن مریم بہ مثیلِ خود شدہ می تواند بالجملہ حمل بر نظائر در صور غیر منصوصہ

مناط حکم شد وی تواند تو اند آں ہم بر سبیل تحمل ایں جا نیز اگر بر مسلک جناب تحمل رانیم یعنی بودن یحیٰی مراد از ایلیا می خواہد کہ مثیل مسیح نیز نبی وقت باید بود چنانچہ ایلیا و یحیٰی وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا (سورۃ الفتح:۲۳) گفتہ می توانیم و بودن جناب نبی بشہادت علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل مفید نمی آید چہ نظریہ نظیر نبوت تشریعیہ باید مثل یحیٰی نہ غیر تشریعیہ۔

شاید جناب خواہند فرمود کہ مماثلت مستلزم مشارکت فی جمیع الاوصاف نیست ما نیز گفتہ می توانیم کہ نزول ایلیا یعنی نظیر بودنش مستلزم نزول مسیح علی طبق خصوصیاتہ نیست مارا بعد ازاں کہ قرآن کریم و احادیث صحیحہ و اجماع شہادت بر رفع و نزول مسیح دارد احتیاج بسوئے سوال اہل کتاب نیست کہ آں ہم مشروط است بشرط عدم علم کما قال عز من قائل فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (سورۃ النحل:۴۳)۔ ایں توجہ بجانب کتاب سلاطین و صحیفہ ملاکی و کتاب اعمال رسولان محض تعمیل ارشاد جناب رانمودہ شد لکن آنہا ہم برحسب قرآن کریم و سنت و اجماع شہادت دادہ مزید برآں اجتناب از مسیحان کاذب ناصح بالاصرار گشتہ اند۔

ایں فائدہ زائدہ را گویا از احسان جناب می فہیم۔ و دریں اناجیل مصنوعہ کاذبہ کہ از قیام مسیح من الاموات و قصۂ موت و بردار کشیدن او خبر دادہ انداز کاذیب اہل تثلیث چگونہ برخلاف قرآن کریم برآنہا اعتماد کنیم عیسائیاں خود اتفاق دریں امر ندارند۔

ایوب در باب ہفتم درس نہم از کتاب خود گفتہ (کما یضمحل السحاب ویذهب هكذا من يهبط الى الهاوية لا يصعد) ترجمہ فارسی ۱۸۴۵ء ابر پراگندہ شدہ نابود می شود بہمیں طور کسے کہ بقبر می رود نمی آید۔ و درس دہم (ولا يرجع ايضا الى بيته ولا يعرف ايضا مكانه) بخانہ اش دیگر برنخواہد گردید و مکانش دیگر روے را نخواہد شناخت)

و در باب چہاردہم کتاب خود والرجل اذا اضطجع لا يقوم حتى تبلى السماء لا يستيقظ من سباته ولا ينتبه. لعل ان مات الرجل يحيى ترجمہ فارسیہ

۱۸۳۸ء۔ انسان می خواہد و نخواہد برخاست مادامیکہ آسمان محو نشود بیدار نخواہد شد و از خواب برنخواہد برخاست) آدمی ہر گاہ بمیرد باز زندہ می شود۔ الخ

و مرقس در آیت بیست و پنجم باب پانزدہم می گوید کہ بر صلیب دادند او را ساعت سیوم و یوحنا در آیت چہاردہم باب نوزدہم انجیل خودی نویسد کہ بود مسیح تا ساعت ششم نزد پیلاطس و متی در باب بیست و ہفتم می نویسد (ونحو الساعة التاسعة صرخ يسوع بصوت عظيم قائلا ايلى ايلى لما سبقتنى اى الهى الهى لماذا تركتنى.

و در باب شانزدہم انجیل مرقس (الوى الوى لما سبقتنى و در باب بیست و چہارم انجیل لوقا (ونادى يسوع بصوت عظيم وقال يا اباه فى يديك استودع روحى)

بلکہ اگر تامل و تدبر بلیغ را در کتابہا اوشاں بکار بردہ شود نبوت عیسیٰ علیہ السلام و بودن او مسیح موعود صادق ہم بہ پایہ ثبوت نمی رسد العیاذ باللہ از برائے آنکہ یواقیم بن یوشیا وقتے کہ صحیفہ ارمیا علیہ السلام را سوختہ بود وحی برارمیا علیہ السلام نازل گشت (می گوید رب در ضد یواقیم ملک یہود کہ نخواہد بود از و کسے نشیندہ بر کرسی داود علیہ السلام) و عیسیٰ علیہ السلام چونکہ از اولاد یواقیم حسب و نسب مذکور در انجیل متی است پس نخواہد بود قابل برائے نشستن بر کرسی داود بحکم وحی ارمیا۔

و چونکہ قبل از و ایلیا نیامدہ از برائے انکار یحیٰی و خلاف عقل است کہ ایلیا من جانب اللہ فرستادہ شود و صاحب وحی و الہام نیز باشد معہذا نفس خود را نشناسد بنابراں۔ عیسیٰ مسیح موعود صادق نخواہد بود۔ حمد بے انتہا و ثناء لاتحصٰی مر خالقے راست کہ نجات داد مارا ازیں چنیں مہالک بواسطہ نبی و صفی خود محمد ﷺ تا کہ اعتقاد نمودیم با آں کہ عیسیٰ ابن مریم نبی صادق و مسیح موعود و بری است از دعوی الوہیت و قصۂ ادعاء او الوہیت را و ہمچنیں بردار کشیدن و مدفون نمودن بعد ازاں زندہ شدن ہمہ از مفتریات کسانیست کہ مَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ تکذیب اوشاں نمودہ۔

واستبعادِ عقلِ انسانی زندہ برداشتہ شدن را بجانب آسمان بقولہٖ وَکَانَ اللّٰہُ عَزِیْزًا حَکِیْمًا یعنی خداوند غالب است بر ہر شئی وحکیم است پس نظر بہ غلبہ اور فع جسمی را از مستنکرات نہ پندارید ودریں حکمت است کہ ارادہ ظہور اجابتِ دعا او را نمودہ ایم واورا از علاماتِ قیامت ساختہ ایم وآنحضرت ﷺ نیز ہماں رنگ استبعاد واستنکار را با ادوات تاکید واستشہاد آیت وبیان حلّے از قلبِ مؤمنین بزدودہ مبادا کہ کسے را از امتِ من ہماں شخص ایرانی از جا بلغزاند ودر چاہ ادعاءِ مسیحیت موعودہ کہ ہماں انکار بناء او را مشید ومرصّص است بیندازد۔

قولہ: از دراثنائے سیاحت ہم براں نسق نزولِ اجلال درخطۂ دلپذیر کشمیر فرمودہ ہم دراں مقام بعد از استیفائے یک صد وبست سال از عمرِ خویش با اخوان دیگر از انبیاء پیوست مزارِ شریفش در بلدۂ سرینگر محلہ خان یار مزار ومتبرک است اہالی آنجا آں جناب را بنامِ شہزادہ یوز آسف یاد کنند وجملۂ بر آنند کہ نوزدہ صد سال است ایں نبی بزرگ فوت کردہ۔

اقول: صد آفرین بر ہمتِ مردانہ جناب علاقہ مماثلت را کماحقہا تکمیل فرمودند۔ مماثل خود را از دستِ جفا کیشاں صلیبی نجات دادہ با قامتِ خطۂ دلپذیر کشمیر تدارک نمودند لکن حدیث صحیح لعن اللّٰہ الیہود النصاری اتخذوا قبور انبیائھم مساجد شاہدِ عدل است بریں افتراء وبہتان چہ حسب مضمون حدیث قبر ہائے انبیاء را سجدہ گاہ گرفتن خاصۂ غیر منفکہ یہود ونصاری است۔

وازعرصۂ نوزدہ صد سال تا ایں دم کسے نبی نفس ندیدہ کہ نصاری قبر یوز آسف را سجدہ گاہ گرفتہ اند وچرا گیرند کہ اوشاں حسب شہادتِ کتاب اعمال رسولان از جبلِ زیتون مرفوع الی السماء می دانند ومحل رفع تا ایں دم مزار ومرجع نصاری است۔ شہزادگی وز آئت

۱ ایام الصلح صفحہ ۱۴۲۔

وجلوہ دہی را بر خلق بہ رسم وآئین شاہزادگان بہ مسیح مفرور ومجروح حسب زعم جناب ودر یک جامہ وقوت بر درختاں قانع چہ نسبت۔ یوز آسف ومسیح یسوع را چہ تناسب۔ اگر اہالی آں جا او را قبر مسیح دانستہ باشند ممکن است کہ حسب عادت جہلیہ خود از تضرع وزاری وروز وشب خالی گذارند وشہرت ایں معنی مثل شیوع موئے مبارک علی صاحبہا الصلوۃ والسلام جہانے را گرفتہ باشد۔

ثبوت ایں را ہمت علیا بس است کہ تصدیق بجز فرستادۂ خود حاصل نمودہ اند ودلیل ثبوت فرار وسائر ادلہ مندرجہ ایام الصلح یک رنگ اند بعد تأمل در یکے از اں با احتیاج بغور در دیگرے نمی ماند بنا علیہ چند ادلہ باقی ماندہ بطریق اختصار ذکر نمودہ می شود۔

سوال: از مرکب اضافی یعنی قبور انبیائھم کہ در حدیث مذکور گذشتہ مقبور ومدفون بودن مسیح ثابت می شود؟

جواب: مرکب اضافی برائے عدم اشتمال او بر حکم افادۂ ثبوت مقبوریت مسیح نمی بخشد ونسبتِ مزعومہ ومخیلہ کفایت می کند برائے وقوع او طرف کلام نظیرش در کلام قرآن مجید والھتھم است۔ مرکبات اضافیہ را در رنگ کلام تام مفید حکم دانستہ در چاہ ضلالت افتادن نہ تنہا خود بلکہ دیگراں را ہم از ازادۂ اوہام نمودہ ایں ہمہ از بے علمی ونادانی است۔ وبرائے تحقق اضافت مزعومہ وجود ہماں قبر کہ متصل صلیب در باغ نمودہ بودند کافیست ونیز چونکہ ایمان بہ نبی وقت مستلزم ایمان بانبیاء سابقہ می باشد بنا علیہ انبیاء یہود را انبیاء نصاری ہم گفتہ می شود ومحل برائے تحقق مضمون حدیث شریف مذکور پیدا می گردد۔

در ازالۂ اوہام یا ازادۂ اوہام مکاشفات اکابر اولیاء را بر صدق دعوی خود دلیل آوردہ اند افسوس است کہ کسے نمی گوید کہ قرآن کریم ومکاشفات نبویہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام ومکاشفات بزرگان امت کہ جناب ہم بقول اوشاں مثل محی الدین ابن عربی وجلال الدین سیوطی سندی گیرند ایں ہمہ نامسموع ومکاشفہ فلانے وفلانے برہان قوی مع آنکہ فلاں

بہ تخصیص اِسم ہم جناب را ہم نہ گرفتہ باشد۔

از انجملہ آنکہ از دمِ مسیح کافر خواہد مرد مطلبش آنکہ دلائل کامانش بجدے رسیدہ باشد کہ مخالف و منکر قوت مقابلۂ آنہا نخواہد داشت۔

اقول: کمالیتِ دلائل لاریب از کمالیتِ مدعٰی در قلعۂ حصین زعم و خیال متحصن ماندہ و پیرایہ از وجود واقعی نیافتہ تاکہ در نظر منکراں و مخالفاں آید و اوشاں متوجہ جدال و قتال او گردند کم کسے است کہ در عالم زعم رفتہ و از کمین گاہ مناشی فاسدہ بدر کردہ بہلاک رساند۔

ازاں جملہ حسب اعدادِ آیت وَاِنَّا عَلٰی ذَهَابٍ بِهٖ لَقَادِرُوْنَ کہ دوازدہ صد و ہفتاد و چار (۱۲۷۴) می باشد زمانۂ ضعف اسلام و خروج دجال ہماں زمانہ است۔

اقول: بودن قرآن کریم آمر و ناہی و مخبر از حیثیت وضع لغت عربیہ است بناءً علیہ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ وجائے دیگر اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ فرمودہ نہ از جہت اعداد جمل۔ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ادائے نماز و زکوٰۃ را الی یوم القیامۃ فرض نمودہ نہ تا وقتِ اعدادِ آیتِ مذکورہ علی ہذا القیاس تمہید غلط و تفریع غلط۔

ازاں جملہ مسیح بعد موسیٰ علیہ السلام بہ چہاردہ صد سال (۱۴۰۰) برائے اصلاح یہودیاں آمدہ وقتے کہ مغز و بطن توریت از یہودیاں برداشتہ شدہ بود علی ہذا در ہم چنیں زمانہ ایں عاجز نیز آمدہ۔

اقول: آمدن مسیح بعد موسیٰ علیہ السلام بشانزدہ صد (۱۶۰۰) از کتب تاریخ ثابت است کہ آنحضرت ﷺ بعد از موسیٰ بہ بیست و دو صد سال (۲۲۰۰) رونق افروزائے عالم گشتند و بعد از مسیح بہ پنج صد و ہفتاد سال (۵۷۰) ازیں ظاہر است کہ مسیح بعد موسیٰ بہ شانزدہ صد سال (۱۶۰۰) ظاہر گشتہ۔

بالفرض اگر آمدن مسیح بعد موسیٰ بچہاردہ صد سال مسلم داشتہ شود تاہم مقصود جناب

حاصل نمی گردد الا بر تقدیر ظہور بعد چہاردہ صد درست چہاردہ صد و چند۔ و باز از سر نو بطن و مغز قرآن را کہ جناب از آسمان بر زمین آوردہ اند مشہور خواص و عوام شدہ

ازاں جملہ ظہور مسیح در آخر الف ششم ضروری است و آں ایں عاجز است۔

اقول: ثبوت ایں امر کہ ظہورش در آخر الف ششم ضروری است محض در ظرف خیال جناب است۔

ازاں جملہ علامت مسیح موعود خروج دجال و خر او و ظہور دخان و یاجوج و ماجوج و ایں ہمہ بعرصۂ وجود آمدہ مراد از دجال علماء عیسائیاں و از خر ریل و از دخان قحط و از یاجوج و ماجوج نصاریٰ و روس و از دابۃ الارض علماء اسلام است۔

اقول: ایں ہمہ یعنی علماءِ اسلام و علماءِ عیسائیاں و قحط نصاریٰ و روس از عرصۂ دراز موجود اند و مسیح چرا توقف نمودہ و نیز شخصیت دجال بعد ثبوت او از احادیث صحیحہ چنانچہ عنقریب می آید مستلزم است شخصیت خر خود را و نیز مبطل است تاویل مذکور را۔

ازاں جملہ الآیات بعد المأتین یعنی نشانیاں بعد گذشتن دو صدی ظاہر خواہند شد مراد از آیات کبریٰ ہستند چرا کہ صغریٰ در زمانۂ آنحضرت ﷺ ظاہر بودند پس آیات کبریٰ کہ در صدی سیزدہم ظہور پذیرفتہ دعوی من است۔

اقول: بعد المأتین را مقید بہ صدی سیزدہم نمودن استنباط جناب است بے وجہ نزد امام جعفر صادق ظہور آیات کبریٰ مثل قتل و زلازل و طاعون و وباہا فراواز صدی سیوم شدہ و ہمیں است مطابق واقع و مفہوم لفظ بعد المأتین و تائید میکند او را قرون مشہود لہا بالخیر۔

بالفرض اگر از لفظ بعد المأتین صدی سیزدہم ہم مراد داشتہ شود پس مفاد حدیث ہمیں قدر خواہد بود کہ آغاز آیات کبریٰ از صدی سیزدہم است نہ آنکہ ہمگی آیات جملۃً موجود خواہند گشت تاکہ ظہور مسیح من جملہ آنہا نیز واجب التحقیق باشد۔

اقول: **علامات مسیح صادق:** علامتِ اوّل کثرتِ مال بحدیکہ قبول نخواہد کرد

اورا کے چنانچہ در صحیحین ویکثر المال حتی لایقبلہ احد۔ علامتِ ثانیہ در صحیحین وتکون السجدۃ الواحدۃ خیرا من الدنیا ومافیھا یعنی یک سجدہ بہتر وعزیز خواہد بود از ہمہ دنیا۔ علامت سیوم باہم بغض وحسد دور خواہد گشت اولاد انسان با مار ہا و شیر ہا بازی نمایند و یکے برادر بر برادر دیگر حُسنِ ظن پیدا خواہد نمود۔ از انصاف بفرمایند کہ در زمانہ جناب کدام یکے از ایں ہا موجود است۔

جناب مرزا صاحب در ازالہ صفحہ ۲۴۴ می فرمایند احادیث متفق علیہا بخاری و مسلم کہ از کبار صحابہ مروی اند ابن صیاد را دجال معہود با آخر در گروہ مُسلماناں داخل نمود خبر از مُردن او دادہ اند و در ازالہ صفحہ ۲۲۷ گفتہ ایں واقعہ مسلمہ است کہ بعد خروجِ دجال معہود کسے کے نزول کند ہماں مسیح صادق است۔

اقول: بعد انضمام ہر دو قول نتیجہ حاصل گشت (مرزا صاحب مسیح صادق نیست) چہ آمدن مسیح موعود بعد خروج دجال ضروری بود و دجال قبل از مسیح موعود بسیزدہ صد سال مسلمان گشتہ مُرد۔

حدیث شریف: ”چگونہ ہلاک خواہد گشت امتے کہ اول او من و درمیانِ او مہدی و آخرِ او مسیح ابن مریم“ تکذیب می کند مہدویّت و مسیحیت یک شخص را چنانچہ ظاہر می نماید موضوعیت ”لامھدی الا عیسٰی“ را مع آنکہ مضمونِ او مشعر است بموضوعیتِ او و من جملہ دلائلِ ثبوتِ موضوعیت بطلانِ مضمون فی نفسہ را نیز شمردہ اند۔ (تشریح) مُراد از مہدی یا معنی علمی است یا وصفی و ہر دو (۲) باطل۔ چہ بر تقدیر اول معنی او ”نیست مہدی مگر عیسٰی“ مع آنکہ کسے نہ گفتہ و دانستہ کہ عیسٰی را نام مہدی ہم بودہ و بر تقدیر ثانی حصر مہدویّت درو باطل مع بطلان تخصیص وصف مہدویّت علیٰ ہذا القیاس احادیثِ صحیحہ در نزولِ مسیح و خروجِ دجال بحدِ تواترِ معنی رسیدہ اند و ہر یک مکذب است برائے دعوائی مسیحیت از شخصے و غیر ابن مریم باشد کہ در وقتِ خود نبی بود۔

مقصد سیوم

در ذکرِ احادیثِ صحیحہ در بارۂ نزولِ مسیح ابن مریم وخروجِ دجّال وغیرہ اشراطِ ساعت

قبل از شروع در تحریر احادیثِ صحیحہ ذکر بعض وساوسِ جناب مرزا صاحب بمع دفع آنہا ضروری است۔ وسواس اوّل تعجب نیست کہ حقیقت کاملہ ابن مریم و دجال بر آنحضرت ﷺ منکشف نشدہ باشد و مراد از ابن مریم مثیلِ او و از دجال ہر حق پوش، دنیا پرست، یک چشم یعنی چشمِ دین ندارد۔

می گویم بخاری و مسلم مرفوعاً از ابن عباس آوردہ کہ فرمود آنحضرت ﷺ دیدم من در شبِ معراج موسیٰ را گندم گوں، دراز قد، پُر گوشت۔ چنانچہ مردماں شنوہ می باشند و دیدم من عیسیٰ را متوسط پیدائش سُرخ و سفید۔ یعنی ہر دو آمیختہ راست مُو، و دیدم من مالکِ خازنِ نار را و دیدم من دجال را ایں ہمہ را وقت رویت آیات دیدند و ابن عباس در وقتِ روایتِ ایں حدیث آیت ”فَلَاتَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ“ (سورۃ السجدۃ: ۲۳) برائے رفعِ شک مخاطبین می خواند حدیثِ مذکور چونکہ در صحیحین مذکور است۔

و نیز راوی او عبد اللہ ابن عباس اُمید کہ جناب مرزا صاحب کشف سید الاولین والآخرین را ناقص و مزید براں کشفِ خود را زائدہ تصور نخواہند فرمود۔ و نیز احادیث ابن مریم قطعاً دلالت می کنند بر تعیین ہماں ابن مریم کہ نبیٔ وقت بود چنانچہ حدیثِ بخاری لیوشکن الخ قبل ازیں شنیدی و ہمیں طور احادیثِ دجال شاہد اند بر شخصیتِ او۔

حاصل آں کہ مکاشفات نبویہ از قبیل اطلاع الشخص علی الغیب اند۔ مفید علمِ یقینی بدلیل فَلَايُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ (سورۃ الجن ۲۶۔۲۷)۔ بخلاف

مکاشفات جناب مرزا صاحب کہ بر تقدیر تسلیم از قبیل اظہار الغیب علی الشخص اند مفید تخمین۔

وسواس دویم صحابہ اجماع داشتند بریں کہ ابن صیاد دجال معہود بود و نیز ہمیں بود رائے آنحضرت ﷺ۔

گوئیم ایں سراسر بہتان وافتراء است بر آنحضرت ﷺ و بر صحابہ احادیث نزول مسیح وخروج دجال بروایت اجلہ از صحابہ وائمہ اہل بیت بحد تواتر رسیدہ اسامی رواۃ۔

ا۔ابوبکر صدیق، ۲۔اُم المومنین عائشہ صدیقہ، ۳۔عبداللہ ابن عباس، ۴۔عثمان ابن العاص، ۵۔امین الامت ابی عبیدہ بن جراح، ۶۔عبداللہ ابن عمر، ۷۔عبداللہ ابن بُسر، ۸۔عبداللہ ابن مغفل، ۹۔عبداللہ ابن مسعود، ۱۰۔عامر بن عبداللہ بن جراح، ۱۱۔ابوہریرہ، ۱۲۔معاذ بن جبل، ۱۳۔صعیب بن جامہ، ۱۴۔ابوسعید خدری۔ ۱۵۔سعد، ۱۶۔حذیفہ، ۱۷۔اسماء، ۱۸۔جابر بن عبداللہ، ۱۹۔ابی بکرہ، ۲۰۔انس، ۲۱۔قلتان عاصم، ۲۲۔مجمن، ۲۳۔اسامہ بن زید، ۲۴۔سمرہ بن جندب، ۲۵۔مجمع بن جاریہ، ۲۶۔فاطمہ بنت قیس، ۲۷۔عمران بن حصین، ۲۸۔نافع بن عتبہ، ۲۹۔ابی زرہ، ۳۰۔حذیفہ بن اسید، ۳۱۔کیان، ۳۲۔عمرو بن عوف، ۳۳۔حذیفہ بن الیمان، ۳۴۔نواس بن سمعان، ۳۵۔ابی امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

برعکس ایں در ازالہ صفحہ ۲۳۹ گفتہ کہ خروج دجال معہود ونزول ابن مریم در زمانہ آخرین ایں ہر دو را عقیدۂ اجماعیہ صحابہ قرار دادن چہ قدر تہمت است بریں بزرگواران۔ ودر ازالہ صفحہ ۲۲۷ گفتہ کہ گروہ عیسائیاں بلا شبہ دجال معہود است۔

می گوئیم در بارہ اجماع صحابہ ورائے مبارک آنحضرت ﷺ آنچہ بہتان صریح گفتہ قابل غور است وواجب الاحتراز عجب حیرانم ازیں شطرنج بازی، گاہے ابن صیاد را دجال معہود گفتہ از عرصہ سیزدہ سال در مدینہ میراند و گاہے گروہ عیسائیاں را مصداق دجال

معہود می گرداند۔ تارۃً حدیث نواس بن سمعان را بشہادت آیات قرآنیہ وعلی ہذا حدیث مدفون شدن مسیح در روضۂ مطہرہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ہر دو را موضوع قرار می دہد واحیاناً خود مصداق ہر دو بتاویل در رویا می گردد۔

وایں تاویلات واہیہ ازاں فروتر اند کہ عاقل برائے اظہار مفاسد آنہا تضییع وقت نماید ہیچ کس قبول کردہ می تواند ہ قومہا اقبالمند وواعظین از عیسائیاں دجال موعود اند۔ آنحضرت ﷺ در احادیث مطہرہ چنداں توضیح در بیان دجال بقید علامات وحلیہ ونشانہا واطوار کاہنانہ وساحرانہ او چرا فرمود۔ وحمل نمودن او را بر مکاشفۂ اجمالیہ تعبیر طلب چنانچہ در ایام الصلح از قبیل دیدن آنحضرت ﷺ وبائے مدینہ را در صورت زن وپراگندہ حال از قبیل قیاس مع الفارق است چہ ایں ہمہ داخل آیت کبریٰ اند کہ در شب معراج دیدہ شدہ بودند وظاہر است کہ آدم ونوح وابراہیم وموسیٰ ومالک خازن وغیرہ وغیرہ ہمہ باقی بر ظاہر خود اند نہ مؤول پس ہمیں طور مسیح ودجال وغیرہ ونیز آنحضرت ﷺ در بیان دجال دعوی زیادت توضیح بر انبیاء سابقہ فرمود کہ مبنی است بر کشف تفصیلی وجلی وفرق ظاہر است میان رویت وبا در صورت زن پراگندہ موی ومیاں آں کہ شخصے را بہ تعیین حلیہ واسم وصفت یا بخطاب فرمودہ باشند کہ یا فلانے یا یا تو آے فلاں معاملہ چنیں خواہد شد در پیشین گوئی ہا در حق مرتضیٰ وحسنین وامثال آنہا کہ می آیند تاویل باید نمود وازیں قبیل است احادیث ابن مریم ودجال بالجملہ تشکیک درامثال بغیر از نقص ایمانی متصور نے۔ باز آمدیم بسر تاویل دجال دولتمنداں وعیسائیاں۔

خدارا از سر انصاف بفرمایند کہ در زمانہ آنحضرت ﷺ کے دولتمند حق پوش یک چشم عاری از چشم دین وفرقۂ واعظین از عیسائیاں نبود آیا در ایران مجوس آتش پرست ومصدق زند کہ از تصدیق بہ کسے بنی از انبیاء محروم بودند علی ہذا ہنود در ہند مستغرق انواع شرک وہمیں طور عیسائیاں صلیب پرست موجود نہ بودند چرا ہنوئے کے اشارہ نفرمودہ وامت

را در گرداب حیرت برعکس فصاحتِ لاثانیہ انداختہ۔

از کتب پیشینیان و احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ و اجماع صحابہ و اجماع اُمت دجال شخصے معہود معلوم می شود۔ الا بروفق تحقیق جناب مرزا صاحب کہ بر تمثیلات خانہ زاد مثل لکل دجال عیسٰی عمارت دعوٰی خود برافراشتہ اند و اعجب العجائب آں کہ مسیح وقت دیگراں را کرایہ دادہ برخر خود سوار میشود۔

در ازالہ جناب مرزا صاحب ابن صیاد را بشہادت حلفی عمرؓ دجال معہود دانستہ و منع فرمودن آنحضرت ﷺ عمرؓ را از قتل او مع اظہار ایں کہ او اگر دجال معہود است پس نیستی تو قاتل او کہ آں عیسٰی ابن مریم خواہد بود۔ خیال نہ فرمودند و احادیث دیگر را کہ مشتمل اند بر نوشتہ بودن ک ف ر بر پیشانی او مضطرب قرار دادہ اند۔

باید دانست کہ ایں جا بسیار کساں چونکہ باصل حقیقت بے نبردہ اند قائل بہ مضطرب بودن احادیث دجال گشتہ اند و حقیقت امر آں کہ اولاً آنحضرت ﷺ حسب سنت انبیاء سابقہ اُمت را از دجال خوف دادند و بر بیان بعض علامات او اکتفاء فرمودند کہ در خانۂ والدین او تا سی سال (۳۰) اولاد نشدہ باشد بعد ازاں یک طفل در خانۂ اوشاں پیدا خواہد بود۔ یک چشم بزرگ دنداں کم منفعت۔ چشمانش خوابیدہ و دل بیدار پدر او دراز قد خشک گوشت بینی او مثل منقار۔ و مادر او فربہ چنادراز ہر دو دست دراز۔ و ایں ہمہ در ابن صیاد موجود بودند۔ قصۂ رفتن ابی بکرہ صحابی مع زبیر ابن العوام نزد او بازشیوع ایں امر کہ تشریف بردن آنحضرت ﷺ در احادیث خواہد آمد لکن سہ (۳) امور دریں حدیث ضروری الرعایۃ اند **اول** قول آنحضرت ﷺ بعد یقین نمودن عمرؓ در حق ابن صیاد کہ ہمیں است دجال و ارادۂ قتل او ان یکن ہو فلنست صاحبہ انما صاحبہ عیسٰی ابن مریم یعنی اگر ابن صیاد ہماں دجال معہود است پس قاتل او تو نیستی۔ جز ایں نیست قاتل او عیسٰی ابن مریم است پس حسب تحقیق

مرزا صاحب ابن صیاد را دجال معہود گفتہ شود۔ زندہ ماندن او تا زمانِ صاحب او عیسٰی ابن مریم کہ مرزا صاحب است حسب فقرۂ حدیث ضروری خواہد بود و محفوظ ماندن او از تغیر جسمی واجب التسلیم خواہد شد۔ بالجملہ امورے کہ در حق مسیح ابن مریم اعتقاد بآنہا موجب شرک بود در بارۂ دجال واجب التسلیم خواہند گشت و دجال را مرتبے برمسیح ابن مریم خواہد بود۔ **دوئیم** صحابہ الفاظ نبویہ را بر ظاہر حمل نمودہ بودند نہ آنکہ آنحضرت ﷺ یا صحابہ در رنگ استعارہ فہمیدہ باشند والا پس رفتن نزد شخصِ واحد و او را دجال معہود خیال نمودن چہ معنی دارد۔

ازیں امر فہمیدہ باشی کہ تاویل دجال بہ ہزار ہا دولت مندان خلاف مراد آنحضرت ﷺ و صحابہ کرام است از لفظِ دجال۔ **سیوم** آنکہ چونکہ آں شخص واحد کہ مصاحب او عیسٰی ابن مریم است خواہ مراد ازیں عیسٰی مرزا صاحب باشند تا ایں زمانہ خروج نہ کردہ باید کہ حسب فقرۂ حدیث جناب مرزا صاحب قبل از خروج آں شخص دعوٰی مسیح موعود نہ نمایند۔ باز آمدیم بسر ایں کہ بعد علم بعلامات مذکورۂ دجال آنحضرت ﷺ را علم بعلامات زائدہ دادہ شد۔ چنانچہ از احادیث دیگر ظاہر است مثل بودن ک ف ر مکتوب میان دو چشمان او و مثل بودن او از زمین مشرق۔ (ترمذی)

حضرت انس می فرمایند ہفتاد ہزار یہودی اصفہان تابع دجال خواہند بود و بر ہر یک باشد چادر سیاہ۔ مسلم و نیز بخاری از انس آوردہ کہ دجال وقتے کہ بجانب مدینہ خواہد آمد فرشتگان را چوکیدار مدینہ خواہد یافت پس نزدیک مدینہ نخواہد آمد و در بخاری و مسلم از انس مروی است کہ ہر یک نبی اُمتِ خود را از یک چشم کذاب ترسانیدہ است کہ خبردار باشید کہ آں یک چشم خواہد بود و خدائے شما یک چشم نیست و میانِ ہر دو چشمانِ او ک ف ر نوشتہ خواہد بود۔

ازیں ہمہ بوضوح پیوستہ کہ ابن صیاد دجال نبود محض صحابہ قبل از استماع جمیع علامات او را یقین نمودہ بودند۔ عمرؓ خود در زمانِ خلافت بر سر منبر آمدہ بمحضر جم غفیر عدم تصدیق را بخروج دجال از علامات قیامت شمردہ۔

چنانچہ شاہ ولی اللہ در ازالۃ الخفا آوردہ واخرج احمد عن ابن عباس قال خطب عمر بن الخطاب و کان من خطبه وانه سیکون من بعدکم قوم یکذبون بالرجم وبالدجال وبالشفاعة الخ ازیں ظاہر است کہ عمر ؓ ازاں زعمِ خویش بعد استماعِ دیگر علامات رجوع فرمودہ۔ ایں است تحقیق مقام واللہ اعلم وعلمہ اتم۔ وحدیث تمیم داری عنقریب می آید۔

جناب مرزا صاحب بریں حدیث نیز خندہ می فرمایند کہ ملایانِ زمانہ را باید کہ دجال وجساسہ اور از کسے جزیرہ تلاش کردہ بیارند و مردماں را بنمایند گوئیم قصۂ اصحاب کہف در قرآن مجید بہ بیانِ واضح مذکور است شمارا باید کہ اولاً اصحاب کہف را از غار تلاش کردہ بدر آرید تا کہ مردماں را قوت در ایمان و ہمت در مقابلۂ اعداؤ دین پیدا آید۔

بالجملہ مسلماناں را باید کہ پیشین گوئیہائے آنحضرت ﷺ را بصدقِ دل دائما بر الفاظِ ظاہری محمول دانستہ قبول نمایند الا در وقتِ قیامِ قرینۂ صارفہ چنانچہ در مقدمہ ذکر کردیم۔ ودر مغالطہ مرزا صاحب نیایند کہ پیشین گوئی ہا آنحضرت ﷺ را از قبیلِ خواب وکشف اجمالی تعبیر طلب مع امکانِ خطا در تعبیری گویند ونمی دانند کہ فرق بیّن است میانِ مکاشفۂ اجمالی تعبیر طلب چنانچہ در منام منافی متمثل بہ صور گشتہ محسوس می گردند لہٰذا احتاجِ تعبیر می باشند ومیانِ مکاشفۂ تفصیلی عینی کہ عبارت از معاینۂ چیزے قبل از ظہور او۔

وقولِ آنحضرت ﷺ ہلاک امتی علی یدی اغیلمة سفهاء. بخاری ونیز از اسامہ بن زید قال اشرف النبی ﷺ علی اطم من اطام المدینة فقال هل ترون ما اری قالوا لاقال فانی لاری الفتن تقع خلال بیوتکم کوقع المطر. (بخاری)

واحادیث نزولِ مسیح وخروجِ دجال وامثالِ آنہا ہمہ از قبیلِ مکاشفۂ عینیہ اند۔ ودیدنِ آنحضرت ﷺ دستوانہائے زرکہ تعبیر ازاں با صاحب صنعا وصاحب یمامہ فرمودہ

بودند وہمچنیں زنِ پراگندہ سر را کہ عبارت از وباءِ مدینہ بود وامثالِ آنہا از قبیلِ مکاشفۂ اجمالی اند محتاج بہ تعبیر لکن ایں قسم نیز بعد تعبیر مثلِ اول واضح وغیر محتمل می گردد وخطا در تعبیر اگرچہ علی سبیل الندرۃ ممکن لکن ایں قسم نیز بعد تعبیر مثل اول واضح وغیر محتمل می گردد وخطا در تعبیر اگرچہ علی سبیل الندرۃ ممکن لکن بقاء علی الخطاء مدت العمر منافی عصمت وشانِ نبوت است۔

الہامِ جناب مرزا صاحب وپیش گوئی اوشاں کما ہو بظہور می آید یعنی عیسیٰ موعود توئی والہامِ آنحضرت ﷺ وپیش گوئی او اجمالی باشد با امکانِ خطا در تعبیر تا مدتے نہ علی الاستمرار یا تفصیلی شاید معلم آنحضرت ﷺ العیاذ باللہ کم است از ملہم مرزا صاحب یا استعدادِ نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ناقص از استعدادِ مرزا صاحب نعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا۔

ارے امکانِ خطا در تعبیر اگرچہ علی سبیل الندرت مسلّم لکن بقاء علی الخطا منافی است برائے عصمتِ نبی بخلاف تنبیہ بعد از خطا کہ اساسِ صدق را وچنداں مشید است بناءً علی ماذکر۔ بقاء آنحضرت ﷺ تا وقتِ رحلت بر خطا در نزولِ ابن مریم وخروجِ دجال کہ ہر دو را بعینہٖ شخصِ معین دانستہ بودند منافی خواہد بود برائے عصمتِ او ﷺ العیاذ باللہ۔

برادرانِ اسلام بخدائے عزوجل ہرگز بحسد وعناد نمی گوئم آنچہ میگویم محض حسبۃً للہ برائے نصیحت متنبہ می سازم از یں چنیں عقایدِ فاسدہ مجتنب باشند۔ چند پیشین گوئیاں نوشتہ می شوند ملاحظہ فرمایند کہ ظہورِ آنہا کما ھو آمدہ یا بطریقِ خطا

۱..... بود شخص کاتبِ وحی رسول اللہ ﷺ وآخر الامر مرتد گشتہ بمشرکین پیوست۔ فرمود آنحضرت ﷺ ایں را زمین قبول نخواہد کرد آخر ہمیں طور گشت۔ وقتے کہ مرد اورا در زمین چندیں مرتبہ دفن نمودہ ہر کرّۃ زمین اورا بیروں می انداخت تا بایں حد کہ کفار تنگ شدہ اورا بیروں گذاشتند۔ (بخاری ومسلم از انس)

۲..... فرمود آنحضرت ﷺ کہ یک جماعتِ مسلماناں خزانہ شاہ رفاس را کہ در محلِ سفید

است خواہد کشود۔ چنانچہ مطابق فرمودہ در خلافت عمر جماعت مسلماناں از محل سفید خزانہ اخراج کردند۔ (مسلم از جابر بن سمرہ)

۳..... شخصے بدست چپ می خورد فرمود او را آنحضرت ﷺ بدست راست بخور۔ گفت بدستِ راست خوردہ نمی توانم (ایں قول او از جہت شرارت یا بطریق دروغ بود) پس فرمود ﷺ تو خوردہ نمی توانی۔ بعد ازاں آں شخص گاہے دستِ راست از سوئے دہان برداشتہ نمی توانست۔ مسلم عن مسلمہ ابن اکوع۔

۴..... فرمود آنحضرت ﷺ امشب یک ہو اسخت خواہد وزید ہر کہ در و استادہ شود او را ضرر خواہد رسید۔ در ہماں شب شخصے کہ در ہوا ایستادہ بود ہوا او را برداشتہ میان دو (۲) کوہ انداخت۔ (بخاری و مسلم عن ابی سعید ساعدی)

۵..... فرمود آنحضرت ﷺ شما مصر را فتح خواہید نمود و گفت ابوذر را کہ ہرگاہ بینی دو شخص را در جائے مقدار دو خشت باہم تنازع می کنند تو از انجا بیروں آئی گفت ابوذر ہمچنیں واقع شد مسلماناں مصر را فتح کردند و دیدم عبدالرحمن بن شرجیل و برادر او را کہ تنازع می کردند در جائے یک مقدار خشت۔ پس من از مصر خارج شدم۔ (مسلم عن ابی ذر)

۶..... حذیفہ می گفت کہ خبر داد مرا آنحضرت ﷺ از دوازدہ منافق۔ باز فرمود کہ ہشت ازاں ہا بمرض دبیل خواہند مرد آخر ہمیں طور بوقوع امد۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ خبر دادہ بود۔ (مسلم عن حذیفہ)

۷..... آنحضرت ﷺ خبر دادہ بود کہ زید بن ارقم بعد انتقال مبارک نابینا خواہد شد آخر ہمیں شد۔ (دلائل النبوۃ)

۸..... فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا را فرمود آنحضرت ﷺ بعد از من از اہلِ بیت من اول از ہمہ تو با من ملاقات خواہی کرد ہم چنیں شد۔ (بیہقی عن ابن عباس)

۹..... فرمود آنحضرت ﷺ ہلاکت اُمتِ من بر دستِ چند نوجواناں قریش است۔ (بخاری عن

ابی ہریرہ)۔ مراد ازیں نوجواناں قاتلان حضرت عثمان و حضرت علی المرتضی و حضرت حسن مجتبے اندو نیز۔ (عبید اللہ بن زیاد و یزید و شمر و حجاج و عبد الملک سلیمان بن عبد الملک۔ مختار وغیرہ)

در مجمع البحار است کہ ابوہریرہ ﷺ اشخاص اوشاں را بمعہ اسماء می دانست لکن از خوف فتنہ ظاہر نمی کرد۔

۱۰..... فرمود آنحضرت ﷺ شما پیروی پیشینیانِ خود خواہید نمود بالشت بالشت ذراع ذراع تا حدے کہ اوشاں اگر در سوراخ رفتہ باشند۔ شما ہم چنیں خواہید نمود پرسیدہ شد کہ مراد از پیشینیاں یہود و نصاری اند فرمود آنحضرت ﷺ دیگر کدام (یعنی ہماں ہستند)۔ (بخاری و مسلم از ابی سعید)

ازالۂ اوہام را ملاحظہ نمایند کہ معجزات انبیاء را مسمریزم و لہو و لعب و تمسخر با عیسیٰ ابن مریم و ہتک شانِ مریم گفتہ اند۔ ہمیں است پیروی یہود و نصاری دشنام دادن انبیاء و انکار معجزات وغیرہ وغیرہ۔

۱۱..... فرمود آنحضرت ﷺ ہرگاہ اُمت رفتار تکبر خواہند نمود و بادشاہزادگان فارس و روم خدمت اوشاں نمایند۔ اللہ تعالیٰ اشرار را بر نیکاں مسلط خواہد نمود۔ (ترمذی عن ابن عمر)

مقتول شدن حضرت عثمان بعد فتح فارس و روم و غلبۂ بنی امیہ بر بنی ہاشم مصداق ایں پیش گوئی است۔

۱۲..... فرمود آنحضرت ﷺ شما پس از من با جزیرۂ عرب جنگ خواہید نمود اللہ تعالیٰ فتح شمارا خواہد داد باز با دجال جنگ خواہید کرد اللہ تعالیٰ بر و نیز فتح خواہد داد۔ (مسلم عن نافع بن عتبہ)

۱۳..... فرمود آنحضرت ﷺ قیامت نخواہد شد تا وقتے کہ از زمین حجاز یک آتش بیروں آید کہ در بصری گردن ہا شتراں را روشن خواہد نمود۔ (بخاری و مسلم عن ابی ہریرہ)

ایں آتش در سنہ شش صد و پنجاہ ہجری (۶۵۰) بروز جمعہ سیوم جمادی الآخر ظاہر گشت و بروز یک شنبہ بست و ہفتم ۲۷ رجب یعنی پنجاہ و دو روز موجود ماند۔ خواص عجیبہ ی

داشت آہن وسنگ رای گداخت وگیاہ وہیزم رانمی سوخت وتاوقتے کہ مانددربصری بوقت شب شتراں درروشنی اوی رفتند واہل مدینہ منورہ علی صاحبہا الصلوۃ درشب چراغ نمی افروختند شب از روز روشن تر بود۔

۱۴.....فرمود ﷺ امت من درزمین پست نازل خواہد شدہ نام اوبصری خواہند نہاد۔ ایں نزدیک نہر خواہد بود مسمی بہ دجلہ وبراں پل خواہد بود وسکان شہر بسیار باشند۔ ایں شہر یکے از شہر ہامسلماناں خواہد بود ودرزمانہ آخر برائے مقاتلہ ساکنان ایں شہر ترک خواہند آمد چہرہاء ایشاں پہناو چشمان خورد خواہند بود برکنارہ آں نہر نزول خواہند نمود۔ سکان شہر سہ گروہ گردند۔ یک گروہ بہ دُم بیلاں ودرجنگل پناہ خواہند گرفت وایں فرقہ ہلاک خواہد شد وگروہ دوئم از ایشاں امان طلب خواہد نمود ایں نیز ہلاک گردد وگروہ سیوم اولاد وزنان خود را پس پشت داشتہ جنگ خواہند نمود اکثر ازیں گروہ شہید خواہند گشت۔ (ابوداؤد عن ابی بکرہ)۔ درزمانہ خلیفہ معتصم باللہ ہمچنیں بودہ۔

فرمود آنحضرت ﷺ اوتیت القرآن ومثلہ معہ. مراد قرآن ہم دادہ شدہ وبا او مثل نیز۔ خبردار باشید قریب است کہ یک شکم پر (خورندہ نوشندہ ومغرور) شخص بر چہار پائے خود نشستہ خواہد گفت کہ شما فقط قرآن را بگیرید وآنچہ دروحلال وآنچہ درو حرام اوراحرام بفہمید۔ تحقیق ایں است کہ آنحضرت ﷺ چیزے راکہ حرام کردہ ہمچنیں است کہ خداوند تعالیٰ حرام کردہ۔ (ابن ماجہ ودارمی وابوداؤد عن مقدام بن معدیکرب)

ایں پیش گوئی در ۱۳۰۸ ہجری درقادیان بظہور آمد کہ مدار صحت احادیث فقط قرآن کریم را قرار داد یاھادی اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ

ہم چنیں پیشین گوییہا آنحضرت ﷺ بسیار اند کہ بعینہ حسب فرمان عالی بظہور آمد وسر موئے تفاوت نشد۔ قبل ازیں نوشتہ ام کہ امکان علی الخطاء دیگر است وبقاء علی الخطاء چیزے دیگر چہ او درحق انبیاء جائز نے برائے بودن او منافی عصمت را۔

الغرض ظہور پیشین گوئی بانزول ابن مریم وخروج دجال وسائر علامات قیامت دررنگ ہمیں مذکورہ کہ الان ذکر نمودیم باید فہمید۔

چہ قرائن منافیہ برائے حمل علی غیر الظاہر موجود اند ونیز باعث علی التاویل حمل نصوص قرآنیہ بود برمعانی زعمیہ واذلیس فلیس ومنشاء اختلاف صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین درامر ابن صیاد ہمانست کہ ذکر کردیم یعنی قبل از استماع جملہ علامات قاطبۃً مختلف بودند۔

وبعد از علم بآنہا جملہ مضطرب نماندند حتی کہ عمر ﷺ بر سر منبر درعہد خلافت انکار دجال معہود دار در سلک انکار شفاعت ورجم شمردہ۔ بطریق پیشین گوئی بقولہ الا سیکون الخ خبر داد۔

وقول راوی کہ مشکک ماند رسول خدا ﷺ درامر ابن صیاد حکایت ہماں ایام است کہ ہنوز علم بسائر علامات نیامدہ بود بہرکیف منع فرمودن حضرت ﷺ عمر ﷺ را از قتل ابن صیاد وباز فرمودن فانما صاحبہ عیسی ابن مریم ایماں دانستن ابن صیاد را دجال معہود باخاک برابری کند چنانچہ قبل ازیں ذکر کردیم۔

ونیز باید دانست کہ دیدن امرے بعالم خواب منافی نمی باشد برائے علم او بطریق دیگر غیر از خواب پس آنچہ جناب مرزا صاحب دام ظلہ دربارۂ اضطراب احادیث دجال وبودن بعضے آنہا مکاشفہ رؤیا ذکر نمودہ اند مضر نیست برائے امر واقعی وعقیدۂ اجماعیہ **فتدبر**۔